آزادی کے بعد

اُردو افسانہ

(ایک انتخاب)

جلد دوم

ترتیب

گوپی چند نارنگ
ارتضیٰ کریم
اسلم جمشید پوری

قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان
نئی دہلی

آزادی کے بعد اردو افسانہ

आज़ादी के बाद उर्दू अफ़साना

آزادی کے بعد اردو افسانہ

(ایک انتخاب)

आज़ादी के बाद उर्दू अफ़साना

(एक इन्तिख़ाब)

जिल्द दोम جلد دوم

ترتیب तरतीब

گوپی چند نارنگ गोपी चंद नारंग

ارتضیٰ کریم इर्तज़ा करीम

اسلم جمشید پوری असलम जमशेदपुरी

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان

وزارت ترقی انسانی وسائل (حکومت ہند)

ویسٹ بلاک ۱، آر۔کے۔پورم، نئی دہلی 110066

Azadi Ke Bad Urdu Afsana (An Anthology), Vol. 2

Selected & Edited by

Gopi Chand Narang, Irteza Karim & Aslam Jamshedpuri

سنہ اشاعت : نومبر 2003
پہلا اڈیشن : 1100
قیمت : Rs. 200/-
سلسلہ مطبوعات : 990
کمپوزنگ : عروف انٹر پرائزیز، نئی دہلی

ISBN: 81-7587- 041-9(Set)
ISBN: 81-7587- 043 -5(Vol II)

ناشر: ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ویسٹ بلاک-1، آر.کے.پورم، نئی دہلی 110066
طابع: لاہوتی پرنٹ ایڈس، جامع مسجد، دہلی - 110006

آزادی کے بعد اردو افسانہ

جلد دوم

आज़ादी के बाद उर्दू अफ़साना

जिल्द दोम

जिल्द दोम جلد دوم

13	موم کی مریم	جیلانی بانو	424
	मोम की मरियम	जीलानी बानो	425
14	طاؤس چمن کی مینا	نیّر مسعود	454
	ताऊस चमन की मैना	नय्यर मसऊद	455
15	بدّا نہیں مری	ذکیہ مشہدی	546
	बिद्दा नहीं मरी	ज़किया मश्हदी	547
16	انجام کار	سلام بن رزاق	570
	अंजाम कार	सलाम बिन रज़्ज़ाक़	571
17	حق	انور خان	606
	हक़	अनवर ख़ान	607
18	ڈونگرواڑی کے گدھ	علی امام نقوی	632
	डोंगरवाड़ी के गिध	अली इमाम नक़वी	633
19	کابلی والے کی واپسی	انور قمر	646
	काबुली वाले की वापसी	अनवर क़मर	647
20	آدمی	سید محمد اشرف	690
	आदमी	सय्यद मोहम्मद अशरफ़	691
21	شہر گریہ کا مکیں	انجم عثمانی	708
	शहरे गिरया का मकीं	अंजुम उस्मानी	709
22	چادر والا آدمی اور میں	ساجد رشید	718
	चादर वाला आदमी और मैं	साजिद रशीद	719
23	آنگن کا پیڑ	شموئل احمد	752
	आंगन का पेड़	शामोएल अहमद	753
24	پاؤں	شوکت حیات	772
	पांव	शोकत हयात	773
25	کاتیائین بہنیں	مشرف عالم ذوقی	784
	कातयाईन बहनें	मुशर्रफ़ आलम ज़ौक़ी	785
26	شہر	ترنم ریاض	818
	शहर	तरन्नुम रियाज़	819

☆☆☆

جیلانی بانو

موم کی مریم

آج بھی کمرے میں لیٹا میں خیالی ہیولوں سے کھیل رہا تھا۔

اور جب بھی اندھیرا چھا جاتا ہے تم نہ جانے کہاں سے نکل آتی ہو جیسے تم نے تاریکی کی کوکھ سے جنم لیا ہو۔ مجبوراً مجھے جلے ہوئے سگریٹ کی طرح تمھیں بھی ذہن سے جھٹک دینا پڑتا ہے۔

میں نے کبھی تمھارے سامنے ہاتھ نہیں پھیلائے، کبھی تمھاری آواز پر نظمیں نہیں لکھیں، کبھی تمھاری یاد میں تارے گننے کا پروگرام نہیں بنایا، پھر میں تمھیں کیوں یاد کیے جاؤں! زندگی بھر تم سے اتنی دور رہا کہ کبھی اس رنگ و بو کے سیلاب میں غرق نہ ہوسکا جو تمھارے چاروں طرف پھیلا رہا۔ ہمارے بیچ جھوٹی عقیدت اور مضحکہ خیز احترام کی خلیج حائل رہی۔ پھر آج تم اپنی آہوں اور سسکیوں سے کون سے جذبے جگانا چاہتی ہو!

مجھے! آج صبح ہی عائشہ کے خط سے تمھاری موت کی خبر مل چکی ہے۔ لیکن میں اس موت پر اظہار افسوس نہ کرسکا اور نہ جانے کتنے بادل بنا برسے کیوں گزر جاتے ہیں۔ کتنے نغمے ساز کے اندر ہی دم توڑ دیتے ہیں۔ کتنے انسان ایک لمحے کی خوشی ڈھونڈتے مرجاتے ہیں۔ پھر تمھاری موت تو میرے سامنے کئی بار ہوچکی ہے۔ حالاں کہ مادی طور پر تم چلتی پھرتی نظر آتی تھیں، بالکل یونہی جیسے آج میرے کمرے میں آ بیٹھی ہو۔

مگر اس وقت میں تمھارے خیالی وجود سے باتیں نہیں کر رہا ہوں کیونکہ جب تمھاری جانی پہچانی سسکیاں تمھارے وجود کا یقین دلا رہی ہوں تو میں اسے واہمہ کیسے سمجھ لوں! تمھارا اور اندھیرے کا ہمیشہ ساتھ رہا ہے تم جہاں جہاں بھی گئیں چراغ گل ہوتے گئے۔ تاریکی کے

जीलानी बानो

मोम की मरियम

आज भी कमरे में लेटा मैं ख़्याली हयोलों से खेल रहा था।

और जब भी अंधेरा छा जाता है तुम न जाने कहां से निकल आती हो जैसे तुम ने तारीकी की कोख से जन्म लिया हो। मजबूरन मुझे जले हुए सिगरेट के राख की तरह तुम्हें भी ज़ेहन से झटक देना पड़ता है।

मैंने कभी तुम्हारे सामने हाथ नहीं फैलाये कभी तुम्हारी आवाज़ पर नज़में नहीं लिखीं, कभी तुम्हारी याद में तारे गिनने का प्रोग्राम नहीं बनाया, फिर मैं तुम्हें क्यों याद किए जाऊं! ज़िन्दगी भर तुम से इतनी दूर रहा कि कभी इस रंगो-बू[1] के सैलाब में गर्क़[2] न हो सका जो तुम्हारे चारों तरफ़ फैला रहा। हमारे बीच झूटी अकीदत और मज़हका-खेज़[3] एहतेराम की ख़लीज हाएल[4] रही......फिर आज तुम अपनी आंहों और सिसकियों से कौन से जज़्बे जगाना चाहती हो!

मुझे आज सुबह ही आयशा के खत से तुम्हारी मौत की ख़बर मिल चुकी है। लेकिन मैं उस मौत पर इज़हारे अफ़सोस न कर सका और न जाने कितने बादल बिना बरसे क्यों गुज़र जाते हैं। कितने नग़मे साज़ के अंदर ही दम तोड़ देते हैं। कितने इन्सान एक लम्हें की खुशी ढूंढते मर जाते हैं। फिर तुम्हारी मौत तो मेरे सामने कई बार हो चुकी है हांलाकि माद्दी[5] तौर पर तुम चलती फिरती नज़र आती थीं, बिल्कुल यूहीं जैसे आज मेरे कमरे में आ बैठी हो।

मगर इस वक़्त मैं तुम्हारे ख़्याली वजूद से बातें नहीं कर रहा हूं क्योंकि जब तुम्हारी जानी पहचानी सिसकियां तुम्हारे वजूद का यक़ीन दिला रही हों तो मैं उसे वाहेमा कैसे समझ लूं! तुम्हारा और अंधेरे का हमेशा साथ रहा है तुम जहां जहां

---

1. रंग और महक 2. डूबा हुआ 3.हास्यजनक 4. रुकावट 5. भौतिक

حلقے تمھیں اپنے گھیرے میں لیتے گئے۔ جس طرح مریم کی تصویر کے گرد مصوّر نور کا ہالہ کھینچ دیتا ہے۔ تقدس اور معصومیت کی لکیریں! جن کے اندر مریم کی روح کو محصور کر دیا گیا ہے (عورت کی روح کو کیسے کیسے شکنجوں میں کسا گیا؟)۔ اس وقت بھی جب تمھارے مستقبل کی طرح میرے کمرے میں اندھیرا چھایا ہوا ہے تمھارے آنسو یوں چمک رہے ہیں جیسے کسی برہمن نے دریا کی سطح پر چراغوں کی قطار چن دی ہو۔ میرے کمرے میں تمھارے آنسوؤں نے اجالے کی امید قائم رکھی ہے۔

(ہم مشرق کے مرد صدیوں سے اپنی عیش گاہوں میں تمھارے اشکوں سے جشن مناتے آئے ہیں) تمھارے متعلق جو لوگوں نے کہانیاں مشہور کر رکھی تھیں وہ بالکل سطحی تھیں اس لیے میں نے حقیقت کی روشنی میں آ کر تمھیں سمجھنا چاہا۔ تم کیا تھیں؟ اماوس کی رات کو ٹوٹنے والا ایک ستارہ جو اپنی آخری جھلک سے بہت سے دلوں میں امید کی ایک کرن جگا کر غائب ہو جائے۔ ایک تند لہر جو اپنے زعم میں ساحل کے پرخچے اڑانے کے ساتھ خود بھی مٹ گئی ہو۔

آج جب تم اپنے گناہوں کی لمبی فہرست سمیت خود ہی میرے کمرے میں آ گئی ہو، مجھے اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ تم ایک عام لڑکی ہونے کے باوجود دوسروں سے کس قدر مختلف تھیں۔ تم ایک مسحور کرنے والا جادو بن گئیں جو کتنے ہی خریداروں کو کھینچ لایا، مگر سونگھا ہوا پھول سمجھ کر سب واپس چلے گئے۔

دوکان دار کے نزدیک وہ چیز کتنی حقیر ہو جاتی ہے جسے گاہک الٹ پلٹ کر پھر دوکان میں رکھ دے۔

شیشے کے کیس میں بند رہنے والی گڑیا۔ آج تم اتنی صاف صاف باتیں سن کر اتنی حیران کیوں ہو رہی ہو جب کے تم نے آس پاس کے شیش محل چکنا چور کر ڈالے تھے اور سماج کی کھینچی ہوئی لکیروں پر چلنے سے انکار کر دیا تھا۔ ایک بار تم سب لڑکیوں کو آنگن میں دھا چوکڑی مچاتے دیکھ کر امی نے کہا تھا۔

''او نہہ مت روکو نگوڑی ماریوں کو۔ کنواری لڑکیاں برساتی چڑیاں ہوتی ہیں کون جانے کل کس کا ڈولا دروازے پر کھڑا ہوگا۔''

भी गई चराग़ गुल होते गए। तारीकी के हलक़े तुम्हें अपने घेरे में लेते गए। जिस तरह मरियम की तस्वीर के गिर्द मुसव्विर[1] नूर का हाला खींच देता है। तक़द्दुस[2] और मासूमियत की लकीरें! जिन के अंदर मरियम की रूह को महसूर[3] कर दिया गया है (औरत की रूह को कैसे कैसे शिकन्जों में कसा गया?) इस वक़्त भी जब तुम्हारे मुस्तक़्बिल की तरह मेरे कमरे में अंधेरा छाया हुआ है तुम्हारे आंसू यूं चमक रहें है जैसे किसी ब्राहनण ने दरिया की सतह पर चिराग़ों की क़तार चुन दी हो। मेरे कमरे में तुम्हारे आंसुओं ने उजाले की उम्मीद क़ायम रखी है।

(हम मशरिक़ के मर्द सदियों से अपनी ऐश गाहों में तुम्हारे अशकों से जश्न मनाते आए हैं) तुम्हारे मुतल्लिक़ लोगों ने जो कहानियां मशहूर कर रखी थीं वह बिल्कुल सतही थीं इस लिए मैने हक़ीक़त की रौशनी में आकर तुम्हें समझना चाहा। तुम क्या थीं– ?अमावस की रात को टूटने वाला एक सितारा जो अपनी आख़री झलक से बहुत से दिलों में उम्मीद की एक किरण जगा कर ग़ायब हो जाए। एक तुंद लहर जो अपने जोम में साहिल के परख़चे उड़ाने के साथ ख़ुद भी मिट गई हो।

आज जब तुम अपने गुनाहों की लम्बी फ़हरिस्त समेत ख़ुद ही मेरे कमरे में आ गई हो, मुझे एतेराफ़ करना पड़ता है कि तुम एक आम लड़की होने के बावजूद दूसरों से किस क़दर मुख़्तलिफ थीं। तुम एक मसहूर[4] करने वाला जादू बन गईं जो कितने ही ख़रीदारों को खींच लाया, मगर सूंघा हुआ फूल समझ कर सब वापस चले गए।

दुकानदार के नज़दीक वह चीज़ कितनी हक़ीर होजाती है जिसे ग्राहक उलट पलट कर फिर दुकान में रख दे।

शीशे के केस में बंद रहने वाली गुड़िया...... आज तुम इतनी साफ़ साफ़ बातें सुन कर हैरान क्यों हो रही हो। जबकि तुम ने आस पास के शीश महल चकना चूर कर डाले थे और समाज की खींची हुयी लकीरों पर चलने से इन्कार कर दिया था। एक बार तुम सब लड़कियों को आंगन में धमा चौकड़ी मचाते देख कर अम्मी ने कहा था!

"उहं मत रोको निगोड़ी मारियों को...... कुंवारी लड़कियां बरसाती चिड़ियां

---

1. चित्रकार 2. पवित्रता 3. घेराबंदी 4. मंत्र मुग्ध

اس وقت اخبار پڑھتے پڑھتے میں نے تمھاری زندگی کی پوری فلم دیکھ ڈالی۔ جب تم کسی ناصر، شاہد، کلرک سے بیاہ رچا کر آنسو پونچھتی ڈولے میں سوار ہو کر چلی جاؤ گی۔ ہر سال ایک منے کی پیدائش میں اضافہ ہوتا رہے گا اور آٹھویں یا دسویں منے کی پیدائش پر تپ دق کا شکار ہو کر مر جاؤ گی ـــ ہر لڑکی اپنی لکیروں پر دوڑتی چلی آئی ہے مگر تم نے اپنی انفرادیت سے ایک نیا راستہ ڈھونڈنا چاہا، جس کی سزا میں تم پر موت و زندگی حرام ہو گئی۔

تم مجھلے چچا کی دسویں یا گیارھویں اولاد تھیں اور نامراد لڑکی۔

"اونہہ لڑکی ہے تو کیا، نصیب اچھے ہوں، لڑکے کون سا فیض پہنچاتے ہیں۔ ماں باپ کی موت پر آنسو بہانے والی تو بیٹی ہی ہوتی ہے۔"

اور اپنی موت کے نوحہ گر کے پیدا ہوتے ہی کسی نے تمھیں خوش آمدید نہ کہا۔ اپنے آس پاس کے اس ماحول نے تمھیں زیادہ حساس بنا دیا۔ حقارت بھری نظروں نے تمھاری خودداری کو بھڑوں کے چھتے کی طرح چھیڑ دیا اور تم نے کچھ کرنے، کچھ پانے کی قسم کھالی۔ تمھارے متعلق بدنامیاں اور سرگوشیاں بڑھتی گئیں۔ جاہل، بد دماغ، بدصورت اور مغرور جیسے ناموں سے یاد کیا جاتا۔ لیکن تم ایک ننھی سی چڑیا کی طرح اترا اترا کر کہتیں" جو میرے پاس ہے وہ راجا کے محل میں نہیں" اسی انانیت پسندی سے تم ایک ایسا شعر بن گئیں جس کے، غالب کے شارحین کی طرح، ہر ایک نے الگ معنی نکالنے چاہے مگر پھر بھی بہت کم حقیقت کی تہہ تک پہنچ سکے اور میں نے بہت دور ہو کر بھی سمجھنا چاہا۔۔ یہ سچ ہے میں نے دوسرے مردوں کی طرح تمھاری دوشیزگی کی جانب ہاتھ نہیں بڑھایا۔۔ کبھی اتنے نزدیک نہیں آیا کہ تمھارے تنفس کی رفتار کے راز پا سکوں۔ پھر بھی اس شعر پر کافی ریسرچ کی، دماغ کی لیبارٹری میں دو سال تک تجربے کیے مگر کچھ نہ سمجھ سکا۔ ایک بار مجھے اپنی جانب جھکتے دیکھ کر تم نے کہا تھا۔

"احمد بھائی میں آپ کی بہت عزت کرتی ہوں اور یہ نہیں چاہتی کہ کوئلوں کی دلالی میں آپ بھی اپنے ہاتھ کالے کر بیٹھیں"

مگر یہ کتنا بڑا حزنیہ ہے کہ تم نے بہت سوں کو کوئلے کی دلالی سے بچانے کی خاطر

होती हैं कौन जाने कल किस का डोला दरवाज़े पर खड़ा होगा।"

उस वक़्त अख़बार पढ़ते पढ़ते मैने तुम्हारी ज़िन्दगी की पूरी फ़िल्म देख डाली। जब तुम किसी नासिर, शाहिद, क्लर्क से ब्याह रचाकर आंसू पोंछती डोले में सवार हो कर चली जाओगी। हर साल एक मुन्ने की पैदाइश में इज़ाफ़ा होता रहेगा और आठवें या दसवें मुन्ने की पैदाइश पर तपेद्दिक़ का शिकार हो कर मर जाओगी...... हर लड़की अपनी लकीरों पर दौड़ती चली आई है मगर तुमने अपनी इनफ़िरादियत[1] से एक नया रास्ता ढूंढना चाहा। जिस की सज़ा में तुम पर मौतोज़िन्दगी हराम होगई।

तुम मंझिले चचा की दसवीं या ग्यारहवीं औलाद थीं और नामुराद लड़की......

"उहं लड़की है तो क्या,नसीब अच्छे हों, लड़के कौनसा फैज़ पहुंचाते हैं मां बाप की मौत पर आंसू बहाने वाली बेटी ही होती है,"

और अपनी मौत के नौहागर के पैदा होते ही किसी ने तुम्हें खुश आमदीद न कहा अपने आस पास के इस माहौल ने तुम्हें ज़्यादा हस्सास बना दिया। हक़ारत भरी नज़रों ने तुम्हारी खुद्दारी को भिड़ों के छत्ते की तरह छेड़ दिया और तुमने कुछ करने, कुछ पाने की क़सम खाली। तुम्हारे मुताल्लिक़ बदनामियां और सरगोशियां बढ़ती गयीं, जाहिल, बद्दिमाग़, बद्सूरत और मग़रूर जैसे नामों से याद किया जाता। लेकिन तुम एक नन्ही सी चिड़ियां की तरह इतरा इतरा कर कहतीं, "जो मेरे पास है वह राजा के महल में नहीं" इसी अनानियत[2] पसन्दी से तुम एक ऐसा शेर बन गयीं जिसके, ग़ालिब के शारेहीन[3] की तरह हर एक ने अलग मानी निकालने चाहे, मगर फिर भी बहुत कम हक़ीक़त की तह तक पहुंच सके और मैंने बहुत दूर होकर समझाना चाहा...... यह सच है कि मैंने दूसरे मर्दों की तरह तुम्हारी दोशीज़गी[4] की जानिब हाथ नहीं बढ़ाया...... कभी इतने नज़दीक नहीं आया कि तुम्हारे तनफ़्फ़ुस[5] की रफ़्तार से कोई राज़ पा सकूं...... फिर कभी इस शेर पर मैंने काफ़ी रिर्सच की, दिमाग़ की लेबॉरेट्री में दो साल तक तर्जुबे किये लेकिन कुछ समझ न सका। एक बार मुझे अपनी जानिब झकते देखकर मुझसे तुमने कहा था।

"अहमद भाई मैं आपकी बहुत इज़्ज़त करती हूं और यह नहीं चाहती कि

---

1. व्यक्तिवाद् 2. अहंकार 3. शारेह (टीकाकार) का बहुवचन 4. कुंवार पन 5. सांस

اپنے منہ پر کالک مل لی تھی، تا کہ ان کے سفید دامن سیاہی سے ملوث نہ ہوں۔ تم میری بہت عزت کرتی تھیں، ایک نوجوان مرد کی، جو تمھارے ذرا سے سہارے پر آگے بڑھنا چاہتا تھا۔ جس نے اٹھارہ سال کی عمر میں تم کو کئی بار فریب دیے۔ منزل کے قریب لا کر بھٹکا دیا۔ بدنامی کی کوٹھری میں ڈھکیل کر ہر دروازہ بند کر دیا۔ پھر تم نے اپنی رہی سہی عزت کی دھجیاں بکھیر ڈالیں اور بیچ چوراہے پر اپنے سب ظاہری لباس نوچ پھینکے۔ وہ تو خیر ہوئی کہ تم میری عزت کرتی رہیں اور میں تمھیں سمجھنے میں اتنا منہمک ہو گیا کہ جذبات کے انجکشن قطعی بے اثر ہو گئے ورنہ ممکن تھا ایک دن میری خودداری تمھارے قدموں پر پڑی بخشش کی طلب گار ہوتی اور تم اطہر کی طرح مجھے ایک چٹان پر چھوڑ کر کہتیں۔

''میں نے تمھیں پانے کے لیے بہت سی ٹھوکریں کھائیں مگر تمھارے چھونے سے پہلے اتنی بلندی پر پہنچ گئی کہ جب تم وہاں پہنچے تو میں سراب بن چکی تھی۔''

گھبراؤ مت تم نے یہ الفاظ اطہر یا ریاض سے خود نہیں کہے لیکن آج تک تم نے اور کون سی باتیں زبان سے ادا کی ہیں۔۔ تم تو اس گونگی کی طرح ہو جسے اپنا مفہوم ہمیشہ عملی طور پر سمجھانا پڑتا ہے — بظاہر تم کتنی معمولی سی تھیں۔ چھوٹے چھوٹے کاندھوں تک لہراتے ہوئے بال، جن کی باریک باریک آوارہ لٹیں چہرے کے گرد ہالہ بنائے کانپتی رہتیں۔ معمولی سا قد، دبلا پتلا دھان پان سا جسم، جیسے تیز ہوا کے جھونکے بھی تمھیں اڑا کر لے جائیں گے۔ جیسے تمھاری جانب ہاتھ بڑھایا تو چھوئی موئی کی طرح کمہلا جاؤ گی۔ ایک واہمہ سی۔ ادھورا خاکہ، کتنے ہلکے ہلکے تھے تمھارے خدوخال پتلے خمیدہ لب جو ہمیشہ سرد مہر سے بند رہتے۔ ہر چیز کو تجسس سے دیکھنے والی ہمدرد آنکھیں جو اپنے سارے گناہوں کو آشکارا کرنے کو تیار رہتیں اور اسی خیال سے بات کرتے وقت بار بار بند ہو جاتیں تا کہ ان کی گہرائیوں کا کوئی پتہ نہ لگا سکے اور ہر لمحہ بدلنے والا رنگ، جو کبھی شعلہ کی طرح دہکنے لگتا۔ کبھی مٹی کی طرح میلا پڑ جاتا۔ جب تم بات کرتیں تو تمھارے نقوش بالکل نہ بدلتے کتنی مشکل بات تھی تمھارے چہرے سے کسی بات کا اندازہ لگانا۔ اس معمولی سی شکل و صورت ہی نے تو گھر میں تمھیں ایک ناقابل التفات چیز بنا دیا۔ اپنی خوب صورت

कोयले की दलाली में आप भी अपने हाथ काले कर बैठें"

मगर यह इतना बड़ा हुज़निया है कि तुमने बहुत सों को दलाली से बचाने की ख़ातिर अपने मुंह पर कालिख मल ली थी ताकि उनके सफ़ेद दामन सियाही से मुलव्विस[1] न हों...... तुम मेरी बहुत इज़्ज़त करती थीं। एक नौजवान मर्द की, जो तुम्हारे ज़रा से सहारे पर आगे बढ़ना चाहता था। जिसने अठ्ठारह साल की उम्र में तुम को कई बार फ़रेब दिए। मन्ज़िल के क़रीब लाकर भटका दिया, बदनामी की कोठरी में ढकेल कर दरवाज़ा बंद कर दिया, फिर तुम ने अपनी रही सही इज्जत की धज्जियां बिखेर डाली और बीच चौराहे पर अपने सब ज़ाहिरी लिबास नोच फेंके, वह तो ख़ैर हुई कि तुम मेरी इज़्ज़त करती रहीं और मैं तुम्हें समझने में इतना मुनहमिक[2] हो गया कि जज़्बात के इनजेक्शन क़तअई[3] बे असर हो गए, वरना मुमकिन था कि एक दिन मेरी ख़ुद्दारी तुम्हारे क़दमों पर पड़ी बख़्शिश की तलबगार होती और तुम अत्हर की तरह मुझे एक चट्टान पर छोड़ कर कहतीं—:

"मैंने तुम्हें पाने के लिए बहुत सी ठोकरें खाई मगर तुम्हारे छूने से पहले इतनी बुलंदी पर पहुंच गई कि जब तुम वहां पहुचे तो मैं सराब बन चुकी थी।"

घबराओ मत तुम ने यह अलफ़ाज़ अत्हर या रियाज़ से ख़ुद नहीं कहे लेकिन आज तक तुम ने और कौन सी बातें ज़ुबान से अदा की हैं...... तुम तो उस गूंगी की तरह हो जिसे अपना मफ़हूम हमेशा अमली तौर पर समझना पड़ता है......बज़ाहिर तुम कितनी मामूली सी थीं, छोटे छोटे कांधों तक लहराते हुए बाल, जिन की बारीक बारीक आवारा लटें चेहरे के गिर्द हाला बनाए कांपती रहतीं। मामूली सा क़द, दुबला पतला धान पान सा जिस्म, जैसे तेज़ हवा के झोंके भी तुम्हें उड़ा कर लेजाएगें। जैसे तुम्हारी जानिब हाथ बढ़ाया तो छुई मूई की तरह कुम्हला जाओगी। एक वाहमा सी, अधूरा ख़ाका, कितने हल्के हल्के थे तुम्हारे ख़दो ख़ाल, पतले ख़मीदह लब जो हमेशा सर्दमेहर[4] से बंद रहते। हर चीज़ को तजस्सुस[5] से देखने वाली हमदर्द आंखें, जो अपने सारे गुनाहों को आशकारा[6] करने को तैयार रहतीं और उसी ख़्याल से बातें करते वक़्त बारहा बंद हो जातीं ताकि उनकी गहराइयों का कोई पता ना लगा सके। और हर लमहां बदलने वाला रंग, जो कभी शोला की तरह दहकने लगता, कभी मिट्टी की तरह मैला पड़ जाता। जब तुम बातें करतीं तो तुम्हारे नुक़ूश बिल्कुल न बदलते कितनी मुश्किल बात थी

1. लिप्त 2. मग्न 3. बिल्कुल 4. ठंडे पन से 5.जिज्ञासा 6. ज़ाहिर

سعادت مند بہنوں کے مقابلے میں تمھاری کوئی قیمت نہ تھی۔

خرید و فروخت کے اس بازار میں صرف اچھی صورت والی لڑکی کے اونچے دام لگتے ہیں۔ چچا اور چچی کے لیے یہ خیال سوہان روح تھا۔

مجھے آج سے تین سال پہلے والی جاڑوں کی ایک صبح یاد آرہی ہے۔ تم اس وقت نہا کر آئی تھیں۔ نسرین اور عائشہ کے ساتھ صحن میں بیٹھی سوئٹر کا نمونہ بنا بنا کر ادھیڑ رہی تھیں۔ نومبر کی لطیف دھوپ آنگن میں بکھری ہوئی تھی۔ چچی نیچے بیٹھی نئے لحافوں کو نگندر رہی تھیں۔ اس وقت تمھارے گلابی دوپٹے، بھیگے بال اور نکھرے ہوئے رنگ کو دیکھ کر بھی مجھے کوئی شعر یاد نہیں آیا۔ کوئی تشبیہ دماغ میں انھیں ابھری۔ عائشہ، نسرین، اور فرزانہ کے فروزاں حسن نے تمھارے چراغ کو ٹمٹمانے بھی نہیں دیا۔ کتنی کمتر تھیں تم، مغرور اور اپنے حسن کے ہتھیاروں سے واقف بہنوں کے حلقے میں۔۔ اس وقت میں نے سوچا تھا کہ حسن کے اس جمگھٹ میں تمھاری کہانی کتنی پھیکی اور مختصر ہوگی۔

انھی دنوں مسلسل بے کاری نے مجھے نئی نئی راہوں سے واقف کرایا۔ گھر سے بہت دور ایک ہڑتال کے سلسلے میں گرفتار ہوا تو عائشہ کے خط سے پہلی بار تمھاری جانب متوجہ ہوا تھا تم لڑکیوں کو خط لکھنے کے لیے بھی تو کوئی بات نہیں ملتی۔

عائشہ کے خط بھی اس کی طرح خاموش اور معصوم ہوتے ہیں، جن میں ابا کی ناراضگی سے لے کر خاندان کی اہم تقریبوں میں آنے والی عورتو ں کے کپڑے، زیوروں کے ڈیزائن اور اسکول کی سہیلیوں کے رومان تک، ہر چیز کا ذکر تفصیل سے ہوتا، ساتھ ہی مجھے بھی ایسا ہی مزے دار لمبا خط لکھنے کی ہدایت کرتی۔ میری بہن جو نہیں جانتی تھی کہ میں رومانوں، سرگوشیوں اور رنگینیوں سے کتنا دور تھا۔ لیکن وہ میری مسلسل خاموشی کے باوجود ایک ہنگامہ پر گھر میں بیٹھی، بار بار منہ پر جھک آنے والی لٹوں کو پیچھے جھٹک کر لکھتی رہی۔"

آپ نے اور سنا بھائی جان! قدسیہ کے یہاں چھوٹی خالہ امجد بھائی کا پیغام لے کر گئی تو قدسیہ نے آ کر خود کہہ دیا کہ وہ امجد سے بیاہ نہیں کرے گی سنا ہے چچا ابا زہر کھانے والے ہیں۔ سارے خاندان میں تھو تھو ہو رہی ہے"۔

तुम्हारे चहरे से किसी बात का अंदाज़ा लगाना!

इस मामूली सी शक्लो सूरत ही ने तो घर में तुम्हें एक नाक़ाबिले-इल्तेफ़ात चीज़ बना दिया। अपनी ख़ूबसूरत सआदतमंद[1] बहनों के मुक़ाबले में तुम्हारी कोई क़ीमत न थी।

ख़रीदोफ़रोख़्त के इस बाज़ार में सिर्फ़ अच्छी सूरत वाली लड़की के ऊंचे दाम लगते हैं, चचा और चची के लिए यह ख़्याल सूहाने रूह था।

मुझे आज से तीन साल पहले वाली जाड़ों की एक सुबह याद आ रही है, तुम उस वक़्त नहा कर आई थीं, नसरीन और आयशा के साथ सहन में बैठी स्वेटर का नमूना बना बना कर उधेड़ रही थीं, नवम्बर की लतीफ़ धूप आंगन में बिखरी हुई थी, चची नीचे बैठी नए लेहाफ़ों को नगंद रही थीं। उस वक़्त तुम्हारे गुलाबी दोपट्टे, भीगे बाल और निखरे हुए रंग को देख कर भी मुझे कोई शेर याद नहीं आया। कोई तश्बीह[2] दिमाग़ में नहीं उभरी। आयशा, नसरीन, और फरज़ाना के फरोज़ां हुस्न ने तुम्हारे चराग़ को टिमटिमाने भी नहीं दिया। कितनी कमतर थीं तुम, मगरूर और अपने हुस्न के हथियारों से वाक़िफ़ बहनों के हलक़े में...... उस वक़्त मैने सोचा था कि हुस्न के इस जमघट में तुम्हारी कहानी कितनी फीकी और मुख़्तसर होगी।

उन्हीं दिनों मुसलसल बेकारी ने मुझे नई नई राहों से वाक़िफ़ कराया। घर से बहुत दूर एक हड़ताल के सिलसिले में गिरफ़्तार हुआ तो आयशा के ख़त से पहली बार तुम्हारी जानिब मुतवज्जा हुआ था। तुम लड़कियों को ख़त लिखने के लिए भी तो कोई बात नहीं मिलती।

आयशा के ख़त भी उस की तरह ख़ामोश और मासूम होते हैं जिन में अब्बा की नाराजगी से लेकर ख़ानदान की अहम तक़रीबों[3] में आने वाली औरतों के कपड़े, ज़ेवरों के डिज़ाईन और स्कूल की सहेलियों के रोमान तक हर चीज़ का जिक्र तफ़्सील से होता। साथ ही मुझे भी ऐसा ही मज़ेदार लम्बा खत लिखने की हिदायत करती। मेरी बहन जो नहीं जानती थी कि मैं रोमानों, सरगोशियो और रंगीनियों से कितना दूर था लेकिन वह मेरी मुसलसल ख़ामोशी के बावजूद, एक हंगामा पर घर के कमरे में बैठी, बार बार मुंह पर झुक आने वाली लटों को पीछे झटक कर लिखती रही, "आपने और सुना भाई जान! क़ुदसिया के यहां छोटी

1. आज्ञाकारी 2. उपमा 3. प्रोग्रामों

اس دن میں بہت دنوں کے بعد جیل کی منحوس کوٹھری میں مسکرایا تھا۔ اس دلیرانہ جرات پر غائبانہ تمھاری پیٹھ ٹھونکی تھی اور محسوس کیا تھا کہ جس خول میں ہم اپنے آپ کو لپیٹے ہوئے ہیں وہ جگہ جگہ سے ٹوٹ رہا ہے۔ جی چاہا چچا ابا کو ایک زہر کی شیشی فوراً پارسل کر دوں تاکہ وہ صرف ارادہ کر کے ہی نہ رہ جائیں۔ تم پھر ایک بار میرے سامنے آئی تھیں۔ جھنجھلا کر سوئٹر ادھیڑتی ہوئی۔ پھر میں اس واقعہ کو بھول گیا۔ عائشہ اپنے خطوں میں لکھتی رہتی ہے کہ تمھارا اور ریاض کا رومانس چل رہا ہے۔ اپنی صفائی میں کچھ کہنے کی کوشش مت کرو۔۔ مجھے معلوم ہے کہ تم نے اس محبت کو کامیاب بنانے کی کتنی کوشش کی۔

لیکن ریاض تمھارے یہاں کالے پالک تھا۔ تمھارے دسترخوان کے ٹکڑوں پر پلا تھا۔ پھر چچا ابا کو اس محبت کی سن گن ملی تو ریاض کو گھر ہی سے نہیں بلکہ شہر سے نکال دیا گیا اور تم نے بڑے تحمل سے محبت کی اس لاش کو دل کے قبرستان میں دفن کر دینا چاہا لیکن شاید ایسا نہ ہو سکا کیوں کے مردار کھانے والے گدھ، جو ایسے موقعوں کی تلاش میں پھرتے ہیں، اس لاش کو باہر کھینچ لائے۔ جی بھر کے لطف اٹھایا اور چیر پھاڑ کے پھینک دیا۔ تمھاری بیماری کو بڑے معنی پہنائے گئے۔ یعنی یہ سب ریاض کی امانت کو ٹھکانے لگانے کے بہانے ہیں اور تم اپنے بند کمرے میں نہیں پڑی رہتی بلکہ ریاض کے ساتھ فرار ہو چکی ہو۔

یہ افواہیں میں نے بہت دور بیٹھ کر سنیں اور یقین کے خانے میں ڈالتا گیا۔ یہ کوئی ناقابل یقین بات بھی تو نہ تھی۔ بقول عائشہ کے تم اپنی اہمیت کا احساس دلانے کا فیصلہ کر چکی تھیں اور تم نے ساری دنیا کو ٹھکرا کر اپنی من مانی کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔۔ پھر تم جیسی محبت کی ماری لڑکیاں اس سے زیادہ اپنی اہمیت کا ثبوت کیا دے سکتی ہیں۔

اس کے بعد جب میں رہا ہو کر گھر آیا تو تم وقت کا اہم موضوع بن چکی تھیں، یا عائشہ کے الفاظ میں کچھ کرنے کی دھن میں اپنا رہا سہا وقار بھی کھو چکی تھیں۔

اس دوران میں تم اپنے ماسٹر سے محبت کر چکی تھیں، جو تمھیں پڑھانے آتا تھا۔ ایک سیدھا سادا خطرناک حد تک شریف انسان۔ جو اپنی مظلومی اور بے چارگی ظاہر کر کے دوسروں سے رحم کی بھیک مانگتا تھا۔

ख़ाला अमजद भाई का पैग़ाम लेकर गईं तो क़ुदसिया ने ख़ुद आकर कह दिया कि अमजद से ब्याह नहीं करेगी। सुना है चचा अब्बा ज़हर खाने वाले हैं सारे ख़ानदान में थू थू हो रही है।"

उस दिन बहुत दिन के बाद मैं जेल की मनहूस कोठरी में मुस्कुराया था। इस दिलेराना जुरअत[1] पर ग़ाएबाना तुम्हारी पीठ ठोंकी थी और महसूस किया था कि जिस ख़ोल में हम अपने आप को लपेटे हुए हैं वह जगह जगह से टूट रहा है। जी चाहा चचा अब्बा को एक ज़हर की शीशी फ़ौरन पार्सल कर दूं। ताकि वह सिर्फ़ इरादा करके ही न रह जाऐ। तुम फिर एक बार मेरे सामने आई थीं। झुंझुला कर स्वेटर उधेड़ती हुई, फिर मैं उस वाक़्या को भूल गया। आयशा अपने ख़तों में लिखती रहती है कि तुम्हारा और रियाज़ का रूमान चल रहा है। अपनी सफ़ाई में कुछ कहने की कोशिश मत करो...... मुझे मालूम है कि तुम ने उस मोहब्बत को कामयाब बनाने की कितनी कोशिश की...... लेकिन रियाज़ तुम्हारे यहां का लेपालक था। तुम्हारे दस्तर ख़ान के टुकड़ो पर पला था। फिर चचा अब्बा को इस मोहब्बत की सुन गुन मिली, तो रियाज़ को घर ही से नहीं बल्कि शहर से निकाल दिया गया और तुमने बड़े तहम्मुल[2] से मोहब्बत की इस लाश को दिल के क़ब्रिस्तान में दफ़्न कर देना चाहा ......लेकिन शायद ऐसा न हो सका क्यों कि मुर्दार खाने वाले गिद्ध, जो ऐसे मौक़ों की तलाश में फ्रिते हैं उस लाश को बाहर खींच लाए। जी भर के लुत्फ़ उठाया और चीर फाड़ कर फेंक दिया। तुम्हारी बीमारी को बड़े मानी पहनाए गए यानी यह सब रियाज़ की अमानत को ठिकाने लगाने के बहाने हैं, और तुम अपने बंद कमरे में नहीं पड़ी रहतीं बल्कि रियाज़ के साथ फ़रार हो चुकी हो ।

यह अफ़्वाहें मैंने बहुत दूर बैठ कर सुनीं और हर बात को यक़ीन के ख़ाने में डालता गया। यह कोई नाक़ाबिले यक़ीन बात भी तो न थी। बक़ौल आएशा के तुम अपनी अहमियत का एहसास दिलाने का फ़ैसला कर चुकी थीं और तुम ने सारी दुनिया को ठुकरा कर अपनी मनमानी करने का इरादा कर लिया था...... फिर तुम जैसी मोहब्बत की मारी लड़कियां इस से ज़्यादा अपनी अहमियत का सबूत क्या दे सकती हैं।

इस के बाद जब मैं रिहा हो कर घर आया तो तुम वक़्त का अहम मौज़ू बन

1. हिम्मत 2. सहन

پہلے اس نے تمھیں عزت اور شرافت کے سبق پڑھائے، اپنی بے چارگی اور دکھ کے افسانے سنائے۔ اس کی محبوبہ نے اسے دھوکا دیا تھا۔ محض غریبی کی وجہ سے ٹھکرا دیا تھا۔ (یہ محبوباؤں کے دھوکا دینے کا دکھڑا بھی کتنا فرسودہ ہو چکا ہے؟)

پھر اس کی پیاسی دنیا میں تم نے اپنی ہمدردی کے چند قطرے برسانے چاہے۔ اپنے اپنے طرز عمل سے سے اس کا دکھ کم کرنا چاہا اپنے غم کی کہانی بھی اسے سنا ڈالی۔ کورس کی کتابوں کو ایک جانب سمیٹ کر تسکین و تسلی کے سبق پڑھائے جانے لگے۔

تمھارا ماسٹر بیمار ہو گیا اور چچا ابا نے دوسرا ماسٹر رکھنا چاہا تو تم نے انکار کر دیا۔ تم اس ماسٹر سے پڑھنا چاہتی تھیں۔ اس کی مزاج پرسی کے لیے اس کے گھر جانے پر مصر تھیں۔ یہ ساری باتیں گھر کے بچوں نے مجھے سنائیں میں کیسے یقین کر لوں کے ماسٹر سے محبت نہیں صرف ہمدردی تھی یہ انسانیت کا جذبہ ہی ایک رات چپکے سے اٹھا کر تمھیں ماسٹر کے گھر لے گیا اور جب تم دروازہ کھٹکھٹا رہی تھیں تو چچا ابا کے ڈنڈے کی ضرب سے بے ہوش ہو گئیں۔

پھر مہینوں گھر والے تمھارے سائے سے اچھوتوں کی طرح بچتے رہے۔ گھر کی لمبی لمبی ناکوں والی عورتوں نے برادری میں نکلنا چھوڑ دیا۔ چچا ابا نے وقت سے پہلے پینشن لے لی اور تم سارے خاندان پر کلنک کا جھومر بن کر لہرانے لگیں۔

لڑکیوں کو تمھارے قریب بیٹھنے کی اجازت نہ تھی۔ مگر تم شان بے نیازی سے رہتی تھیں "گنگا ری گنگا تو کہاں لہرائے؟ میں پاؤں بھی تو ڈبوؤں!"

اور بیچ آنگن میں کھڑے ہو کر تم نے اماں سے کہا "جو میرا جی چاہے گا کروں گی یا پھر آپ لوگ مجھے مار ڈالیے۔"

پھر سب نے دوسری بات سے اتفاق کر لیا۔ سب نے تم پر فاتحہ پڑھ ڈالی۔ مگر شمیم ماموں اس فاتحہ میں شریک نہیں ہوئے۔ رفتہ رفتہ دوسرا غم بھی بھولنے لگا۔ کچھ شمیم ماموں کی ناز برداریوں نے مٹا ڈالا۔ وہ تم پر بے حد مہربان تھے۔ عائشہ کہتی تھی "شمیم ماموں کی عذرا بھی تو قدسیہ کی کلاس فیلو ہے جیسی ان کی بیٹی ویسی قدسیہ۔ پھر وہ کیسے ایک لڑکی کو کھل

चुकी थीं या आयशा के अलफाज़ में कुछ करने की धुन में अपना रहा सहा वक़ार भी खो चुकी थीं।

इस दौरान में तुम अपने मास्टर से मोहब्बत कर चुकी थीं, जो तुम्हें पढ़ाने आता था। एक सीधा सादा ख़तरनाक हद तक शरीफ़ इन्सान, जो अपनी मज़लूमी और बेचारगी ज़ाहिर कर के दूसरों से रहम की भीख मांगता था।

पहले उसने तुम्हे इज़्ज़त और शराफ़त के सबक़ पढ़ाए, अपनी बेचारगी और दुख के अफ़्साने सुनाए। उसकी महबूबा ने उसे धोखा दिया था। महज़ ग़रीबी की वजह से उसे ठुकरा दिया था। (ये महबूबाओं के धोखा देने का दुखड़ा भी कितना फ़रसूदा[1] हो चुका है।) फिर उस की प्यासी दुनिया में तुमने अपनी हमदर्दी के चन्द क़तरे बरसाने चाहे। अपने अपने तर्ज़े अमल से उसका दुख कम करना चाहा, अपने ग़म की कहानी भी उसे सुना डाली। कोर्स की किताबों को एक जानिब समेट कर तसकीनो तसल्ली के सबक़ पढ़ाए जाने लगे ।

तुम्हारा मास्टर बीमार हो गया और चचा अब्बा ने दूसरा मास्टर रखना चाहा तो तुम ने इनकार कर दिया। तुम उस मास्टर से पढ़ना चाहती थी। उस की मिज़ाज पुरसी के लिए उस के घर जाने पर मुसिर[2] थीं। यह सारी बातें घर के बच्चों ने मुझे सुनाईं, मैं कैसे यक़ीन करलूं कि उस मास्टर से मोहब्बत नहीं सिर्फ़ हमदर्दी थी। यह इन्सानियत का जज़्बा ही एक रात चुपके से उठा कर तुम्हें मास्टर के घर ले गया और जब तुम दरवाज़ा खटखटा रही थीं तो चचा अब्बा की ज़र्ब से बेहोश हो गईं।

फिर महीनों घर वाले तुम्हारे साये से अछूतों की तरह बचते रहे। घर की लम्बी लम्बी नाकों वाली औरतों ने बिरादरी में निकलना छोड़ दिया। चचा अब्बा ने वक़्त से पहले पैंशन ले ली और तुम सारे ख़ानदान पर कलंक का झूमर बन कर लहराने लगीं ।

लड़कियों को तुम्हारे क़रीब बैठने की इजाज़त न थी मगर तुम शाने बेनियाज़ी से रहती थीं, "गंगा री गंगा तू कहां लहराए? मैं पाऊँ भी तो डुबोऊं।"

और बीच आंगन में खड़े होकर तुमने अम्मा से कहा. "मेरा जो जी चाहेगा करूंगी या फिर आप लोग मुझे मार डालिये।"

फिर सब ने दूसरी बात से इत्तेफ़ाक़ कर लिया। सब ने तुम पर फ़ातेहा पढ़

1. पुराना 2. हठ

مکمل کر مرتا دیکھیں۔" شمیم ماموں بڑی مدت سے بیوی بچوں سے قطع تعلق کیے بڑی رنگین زندگی گزار رہے تھے۔ صرف اتنی سی بات پر کہ ان کی بیوی کبھی اچھی ساڑی نہ باندھ سکیں۔ (ایک بار عائشہ نے لکھا تھا کہ بہترین ساڑی باندھنے پر تم انعام لے چکی ہو!) وہ اپنے بچوں کو چھوڑ کر تمھیں سیر کرانے جاتے ہیں۔ تمھارے صدقہ میں سارا گھر سینما دیکھتا، پکنک پر جاتا، موٹروں میں گھومتا، تم کوئی اعلا ڈگری لینا چاہتی تھیں اور چچا ابا تمھیں تنہا ہوسٹل میں چھوڑنے کو تیار نہیں تھے۔ اس لیے بے چارے شمیم ماموں اپنی وکالت کے بے شمار اہم کام چھوڑ کر بارہ بارہ بجے رات تک فارسی اور اردو شاعروں کا کلام پڑھاتے۔ عشق و تصوف میں ڈوبے ہوئے اشعار کا مطلب تم سے پوچھتے اور ان میں چھپے ہوئے نکتوں کی وضاحت پر جھوم جھوم اٹھتے۔

سب طرف سے ٹھکرائے جانے سے پہلے تم خود ہی کسی سے بات نہیں کرتی تھیں۔ دن بھر پلنگ پر اوندھی پڑی نہ جانے کیا کیا سوچا کرتی تھیں کوئی بات نہ کرتا تو شکایت نہ کرتیں۔ شمیم ماموں سر پر ہاتھ پھیرتے تو منع نہ کرتیں۔ ہاتھ پکڑ کر موٹر میں بٹھا دیتے تو بیٹھ جاتیں۔ ممکن ہے تم سے ان کی ویران زندگی نہ دیکھی گئی ہو اور انسانیت کے تقاضے نے مجبور کیا ہو!

پھر تمھاری یہ روش کتنی تعجب خیز تھی۔ ممانی کو اپنا مستقبل خطرے میں نظر آنے لگا اور سب کی سوالیہ نظریں تمھارے چہرے پر گڑ گئیں۔

ایک رات جب تم شمیم ماموں سے پڑھ رہی تھیں، کمرے میں کچھ شور ہوا اور تم بغیر دوپٹے کے کمرے میں بھاگتی ہوئی آئیں اور پلنگ پر گر کر رونے لگیں۔

پیچھے پیچھے گھر کے سب لوگوں کی لمبی قطار تھی۔ میں بڑی دلچسپی سے تماشہ دیکھنے لگا۔ چچی نے اپنی دانست میں تمھاری پیٹھ پر بڑے زور دار دھموکے رسید کیے اور بہت سی مرغابیاں کڑکڑانے لگیں۔ جواب میں سسکیاں روک کر تم نے بڑی مشکل سے کہا "میں جدھر بھی جاؤں سب مجھی کو برا کہتے ہیں مجھے کیا معلوم کہ وہ اتنا کمینہ۔" مجھے ہنسی آ گئی۔ کوئی مرد ماموں نہیں ہوتا صرف کمینہ ہوتا ہے، جو عورت سے سب کچھ لینے کے بعد بھی

डाली। मगर शमीम मामूं उस फ़ातेहा में शरीक नहीं हुए। रफ़्ता रफ़्ता दूसरा ग़म भी भूलने लगा, कुछ शमीम मामूं की नाज़ बरदारियों ने मिटा डाला। वह तुम पर बेहद मेहरबान थे। आयशा कहती थी ''शमीम मामूं की अज़रा भी तो क़ुदसिया की क्लास फेलो है जैसी उनकी बेटी वैसी कुदसीया। फिर वह कैसे एक लड़की को घुल घुल कर मरता देखें,'' शमीम मामूं बड़ी मुद्दत से बीवी बच्चों से क़तअ-तअल्लुक़[1] किये बड़ी रंगीन ज़िन्दगी गुज़ार रहे थे। सिर्फ़ इतनी सी बात पर कि उनकी बीवी कभी अच्छी साड़ी न बांध सकीं , (एक बार आयशा ने लिखा था कि बेहतरीन साड़ी बांधने पर तुम ईनाम ले चुकी हो।) वह अपने बच्चों को छोड़ कर तुम्हें सैर कराने जाते हैं,। तुम्हारे सदक़े में सारा घर सिनेमा देखता, पिकनिक पर जाता, मोटरों में घूमता, तुम कोई आला डिगरी लेना चाहती थीं और चचा अब्बा तुम्हें तन्हा होस्टल में छोड़ने पर तैयार नहीं थे इस लिए बेचारे शमीम मामूं अपनी वकालत के बेशुमार अहम काम छोड़कर बारह बारह बजे रात तक फ़ारसी और उर्दू शायरों का कलाम पढ़ाते, इश्क़ो व तसव्वुफ़ में डूबे हुए अशआर का मतलब तुम से पूछते और उनमें छुपे हुए नुकतों की वज़ाहत[2] पर झूम-झूम उठते।

सब तरफ़ से ठुकराए जाने से पहले तुम खुद ही किसी से बात न करती थीं। दिन भर पलंग पर औंधी पड़ी न जाने क्या क्या सोचा करतीं। कोई बात न करता तो शिकायत न करतीं। शमीम मामूं सर पर हाथ फेरते तो मना न करतीं। हाथ पकड़ कर मोटर में बिठा देते तो बैठ जातीं। मुमकिन है तुम से उनकी वीरान ज़िन्दगी न देखी गई हो और इंसानियत के तक़ाज़े ने मजबूर किया हो।

फिर तुम्हारी यह रविश कितनी ताअज्जुब खेज़ थीं मुमानी को अपना मुसतक़बिल ख़तरे में नज़र आने लगा और सब की सवालिया नज़रें तुम्हारे चेहरे पर गड़ गईं।

एक रात जब तुम शमीम मामूं से पढ़ रहीं थीं, कमरे में कुछ शोर हुआ और तुम बग़ैर दोपट्टे के कमरे में भागती हुई आईं और पलंग पर गिर कर रोने लगीं।

पीछे -पीछे घर के सब लोगों की लम्बी क़तार थी मैं बड़ी दिलचस्पी से तमाशा देखने लगा। चची ने अपनी दानिस्त में तुम्हरी पीठ पर बड़े ज़ोर दार धमूके रसीद किए और बहुत सी मुर्ग़ायां कुड़कुड़ाने लगीं। जवाब में सिसकियां

---

1. सम्बंध विच्छेद 2. व्याख्या

اسے جھلملاتے ہوئے آنسوؤں کے علاوہ کچھ بھی نہیں دے سکتا۔

شمیم ماموں نے سوچا ہوگا کہ اگر ریاض یا ماسٹر تمھیں کوئی امانت نہیں دے سکے تو وہ کیوں نہ اس بہتی گنگا میں ہاتھ دھولیں، جبکہ وہ کسی رشتہ سے تمھارے ماموں بھی بنے ہوئے تھے۔ پھر تو ان کی بیوی نے یہ خبر شہر بھر میں عام کردی کہ تم چاہو تو بیوی بچوں والے مردوں کو بھی بہکادو۔ شمیم ماموں جیسا پرہیز گار انسان تمھیں دیکھ کر سٹھیا گیا۔

کسی میوزیم میں رکھی ہوئی لاکھوں سال پرانی ممی کی طرح تم ایک نمائش کی چیز بن گئیں۔ چھتوں کو پھلانگتی ہوئی یہ بات سارے شہر کا گشت لگا کر تمھارے ماتھے پر چپک گئی۔ عورتیں اور لڑکیاں دور دور سے کولہوں پر ہاتھ ٹکائے ناک پر انگلی رکھے تمھیں دیکھنے کو آتیں۔ مردوں کی محفلوں میں، بلند قہقہوں اور فحش گالیوں کے بیچ تمھارا نام آجاتا تو خود بھی اس لٹنے والے باغ میں جانے کو طبیعت مچل اٹھتی ہے۔ اطہر اسی مال غنیمت کی امید میں آیا تھا۔ میرا چھوٹا بھائی، جو اپنی آوارگی کے سبب حوالات تک ہو آیا تھا۔ متوسط طبقے کا ایک بیکار نوجوان، جسے بے کاری نے مٹا ڈالا تھا اور سب اس سے مایوس ہوگئے تھے۔ متفقہ طور پر طے ہوگیا تھا کہ کوئی اسے بیٹی نہ دیگا۔ باہر کی تفریحوں کے علاوہ وہ کئی بار گھریلو لڑکیوں کو بھی جھانسا دے چکا تھا بلکہ راحت کے متعلق تو یہ مشہور تھا کہ محض اطہر کی وجہ سے وہ اپنے شوہر کا گھر چھوڑے بیٹھی ہے۔ مگر اتنے سیاہ کارنامے کرنے کے باوجود وہ تمھاری جانب سے مایوس نہیں لوٹا، ساری دنیا سے دھتکارا ہوا، منہ پھٹ، بے رحم، چیخ چیخ کر باتیں کرنے والا اطہر۔ جسے ابا روز گھر سے نکال دیتے، امی کوسنے دیتیں اور عائشہ اپنی قسمت پر صبر کر کے بیٹھ گئی۔ اگر بہنوں کے بھائی قابل فخر نہ ہوں تو وہ کتنی بدنصیب نظر آتی ہیں۔ خوبصورت کماؤ بھائیوں کے بھروسے پر ہی تو وہ نہ جانے کتنی ناکوں کو اپنے سامنے رگڑوا سکتی ہیں۔ عائشہ کی ساری توجہ میری جانب مرکوز ہوگئی تھی۔ میری خشک اور بے ربط زندگی میں لڑکیوں کے لیے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ پھر بھی اپنی اصول پسندی اور صاف گوئی کی وجہ سے میری شخصیت کو کافی اہمیت حاصل تھی۔

रोक के तुम ने बड़ी मुश्किल से कहा, "मैं जिधर भी जाऊं सब मुझी को बुरा कहते हैं मुझे क्या मालूम कि वह इतना कमीना......" मुझे हंसी आ गई, कोई मर्द मामूं नहीं होता सिर्फ़ कमीना होता है, जो औरत से सब कुछ लेने के बाद भी उसे झिलमिलाते हुए आंसुओं के अलावा कुछ भी नहीं दे सकता ।

शमीम मामूं ने सोचा होगा कि अगर रियाज़ या मास्टर तुम्हें कोई अमानत न दे सके तो वह क्यों न इस बहती गंगा में हाथ धोलें, जबकि वह किसी रिश्ते से तुम्हारे मामूं भी बने हुए थे, फिर तो उन की बीवी ने यह ख़बर शहर भर में आम कर दी कि तुम चाहो तो बीवी बच्चों वाले मर्दों को भी बहकादो, शमीम मामूं जैसा परहेज़गार इन्सान तुम्हें देख कर सठिया गया।

किसी म्यूज़ियम में रखी हुई लाखों साल पुरानी ममी की तरह तुम एक नुमाईश की चीज़ बन गईं। छतों को फलांगती हुई यह बात सारे शहर का गश्त लगाकर तुम्हारे माथे पर चिपक गई। औरतें और लड़कियां दूर दूर से कुल्हों पर हाथ टिकाए नाक पर उंगली रखे तुम्हें देखने को आतीं। मर्दों की महफ़िलों में बुलंद क़हक़हों और फहश[1] गालियों के बीच तुम्हारा नाम आ जाता तो ख़ुद भी उस लुटने वाले बाग़ में जाने को तबीयत मचल उठती। अत्हर उसी माले ग़नीमत की उम्मीद में आया था। मेरा छोटा भाई जो अपनी आवारगी के सबब हवालात तक हो आया था। मोतवस्सित[2] तबक़े का एक बेकार नौजवान जिसे बेकारी ने मिटा डाला था और सब उस से मायूस होगए थे। मुत्तफ़िक़ा[3] तौर पर तय हो गया था कि कोई उसे बेटी न देगा। बाहर की तफ़रीहों के अलावा वह कई बार घरेलू लड़कियों को भी झांसा दे चुका था, बल्कि राहत के मोतअल्लिक़ तो यह मशहूर था, कि महज़ अत्हर की वजह से वह अपने शौहर का घर छोड़े बैठी है। मगर अपने सियाह कारनामों के बावजूद वह तुम्हारी जानिब से मायूस नहीं लौटा। सारी दुनिया से धुतकारा हुआ मुंह फट, बेरहम चीख़ चीख़ बातें करने वाला अत्हर......जिसे अब्बा रोज़ घर से निकाल देते। अम्मी कोसने देतीं और आयशा अपनी क़िस्मत पर सब्र करके बैठ जाती। अगर बहनों के भाई क़ाबिले फ़ख़्र न हों तो वह कितनी बदनसीब नज़र आती हैं। ख़ूबसूरत कमाऊ भाइयों के भरोसे पर ही तो वह न जाने कितनी नाकों को अपने सामने रगड़वा सकती हैं। आयशा की सारी तवज्जोह मेरी जानिब मरकूज़[4] हो गई थी। मेरी ख़ुश्क और बे-रब्त[5] ज़िन्दगी

1. अशलील 2. मध्यम वर्ग 3. सब की राय में 4. केन्द्रित 5. बे तअल्लुक

تمھاری بارگاہ میں اطہر کو کیسے شرف نیاز بخشا گیا! یہ بات سب کے لیے حیران کن تھی۔ وہ تو اپنے خوبصورت جسم اور بے باک لہجے سے معر کے سر کرآتا تھا لیکن تم نے ہمیشہ بجھے دل اور بیمار ذہن تلاش کیے تھے۔

یہاں مجھے اپنی پچھلی ریسرچ بے کار معلوم ہوئی اور اسے اٹھا کر پھینکنے سے پہلے میں نے تم سے راہ ورسم بڑھانا چاہی۔ مجھے گھر میں بہت کم رہنے کا اتفاق ہوتا تھا خصوصاً تم سے کبھی بے تکلف بات کرنے کی فرصت نہ ملی۔ اس ایک گھر میں رہنے کے باوجود ہم ایک دوسرے سے بہت دور رہے۔ تم مجھ سے ہمیشہ چھپنا چاہتی تھیں، کیوں کہ پہلے دن ہماری ملاقات نے بڑی تلخ فضا پیدا کر دی تھی۔

اس دن ہم ناشتہ کی میز پر ملے تھے۔ تم شاید میرے متعلق عائشہ سے پہلے ہی سن چکی تھیں اور مجھ تک اپنے کارنامے پہچانے سے گریز کر رہی تھیں۔ احتیاط سے سر پر پلو ڈالے، نظریں جھکائے یوں بیٹھی تھیں جیسے کسی پادری کے سامنے اپنے گناہوں کا اعتراف کرنے آئی ہو۔ عائشہ نے میری طرف بڑی معنی خیز نظروں سے دیکھ کر کہا تھا۔ ''بھائی جان دیکھیے یہ ہے قدسیہ۔'' عائشہ کی طنزیہ نظروں کو تم نے پکڑ لیا اور ہونٹوں پر زبان پھیر کر خشک لہجے میں کہا ''تو احمد بھائی مجھے پہلے سے جانتے ہیں؟'' اور تم چائے کی پیالی رکھ کر اٹھ گئی تھیں۔

برسات کی ایک رات کو ہلکی ہلکی رم جھم نے موسم بڑا پرکیف بنا دیا تھا۔ میں حسب عادت دھوئیں سے خیالی ہیولے بنا رہا تھا۔ عائشہ، پروین، چھوٹی بھابھی اور فرزانہ قریب بیٹھی کیرم کھیل رہی تھیں اور کسی فلم پر زور دار بحث ہو رہی تھی۔ ایک ہیرو دو لڑکیوں سے بیک وقت محبت کرتا ہے اور ڈائریکٹر ہر بار اس کی محبت کو سچی بنانے پر مصر ہے۔ عائشہ کے خیال میں یہ محبت کی توہین تھی یا ہیرو کی بوالہوسی۔ تم ان کے قریب بیٹھی، سیاہ ساٹن کے ایک ٹکڑے پر ننھے ننھے آئینے ٹانک رہی تھی جن کی بہت سی شعاعوں نے تمھارے چہرے پر مشعلیں جلا دی تھیں۔ اپنی رائے کو وزنی بنانے کے لیے عائشہ نے مجھ سے پوچھا ''آپ بتائیے بھائی جان، کیا محبت ایک سے زیادہ بار کی جا سکتی ہے؟'' ——

में लड़कियों के लिए कोई दिलचस्पी न थी फिर भी अपनी उसूल पसंदी और साफ़ गोई की वजह से मेरी शख़्सियत को काफ़ी अहमियत हासिल थी। तुम्हारी बारगाह में अतहर को कैसे शर्फ़े नियाज़ बख़्शा गया! यह बात सब के लिए हैरान कुन थी। वह तो अपने ख़ूबसूरत जिस्म और बे बाक लहजे से मारके सर कर आता था लेकिन तुम ने हमेशा बुझे दिल और बीमार ज़ेहन तलाश किए थे।

यहां मुझे अपनी रिसर्च बेकार मालूम हुई और उसे उठा कर फैंकने से पहले मैंने तुम से राहो रस्म बढ़ाना चाही। मुझे घर में बहुत कम रहने का इत्तेफ़ाक़ होता था। ख़ुसूसन तुम से कभी बेतकल्लुफ़ बात करने की फ़ुर्सत न मिली। इस एक घर में रहने के बावजूद हम एक दूसरे से बहुत दूर रहे। तुम मुझ से हमेशा छिपना चाहती थी, क्योंकि पहले दिन हमारी मुलाक़ात ने बड़ी तल्ख़ फ़िज़ा पैदा कर दी थी। उस दिन हम नाशते की मेज़ पर मिले थे। तुम शायद मेरे मुता अल्लिक़ आयशा से पहले ही सुन चुकी थीं और मुझ तक अपने कारनामे पहुंचाने से गुरेज़ कर रही थी। एहतियात से सर पर पल्लू डाले नज़रें झुकाए बैठी थीं जैसे किसी पादरी के सामने अपने गुनाहों का एतराफ़ करने आई हो। आयशा ने मेरी तरफ़ बड़ी मानी ख़ेज़ नज़रों से देख कर कहा था। "भाई जान देखिए यह हैं क़ुदसिया।" आयशा की तनज़िया[1] नज़रों को तुम ने पकड़ लिया और होठों पर ज़बान फेर कर ख़ुश्क लहजे में कहा। "तो अहमद भाई मुझे पहले से जानते हैं?" और तुम चाय की प्याली रख कर उठ गई थीं।

बरसात की एक शाम को हल्की हल्की रिमझिम ने मौसम बड़ा पुरकैफ़ बना दिया था। मैंहसबे आदत धुओं से ख़्याली हयोले बना रहा था। आयशा, परवीन, छोटी भाभी, और फरज़ाना क़रीब बैठी कैरम खेल रही थीं। और किसी फ़िल्म पर ज़ोरदार बहस हो रही थी। एक हीरो दो लड़कियों से बयक वक़्त मोहब्बत करता है और डायरेक्टर हर बार उस की मोहब्बत को सच्ची बनाने पर मुसिर[2] है आयशा के ख़्याल में यह मोहब्बत की तौहीन थी या हीरो की बुल-हवसी[3]। तुम उन के क़रीब बैठी सियाह साटन के एक टुकड़े पर नन्हें नन्हें आईने टांक रही थीं। जिन की बहुत सी शुआओं[4] ने तुम्हारे चहरे पर मशालें जला दी थीं। अपनी राय को वज़नी बनाने के लिए आयशा ने मुझ से पूछा, "आप बताइए भाई जान, क्या मोहब्बत एक से ज़्यादा बार की जा सकती है?"

---

1. कटाक्षीय 2. हठ 3. लालची 4. किरणों

اور میں نے بلا سوچے سمجھے کہہ دیا" قدسیہ سے پوچھو"۔ تمھارے ہاتھ کام کرتے کرتے رک گئے۔ چہرے پر جلتی ہوئی مشعلیں بجھ گئیں اور شکایت آمیز نظروں سے تم میری طرف دیکھتی ہوئی باہر چلی گئیں۔

بھابھی اور فرزانہ آہستہ آہستہ ہنسنے لگیں۔ پروین بات ٹالنے کو گنگنانے لگی اور عائشہ نے داد طلب نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ پھر میں نے اس خوبصورت شام کا زرلباس نوچ کر پھینک دیا۔ رم جھم شور مچانے والی بوندیں آنسوؤں کے دھارے بن گئیں اور کمرے میں اندھیرا بڑھنے لگا۔

"آج موسم کتنا خوش گوار ہو رہا ہے۔"

"ہونہہ"۔

"جی چاہ رہا ہے کہیں باہر گھومنے جائیں"۔

"تو جائیے"۔ تم حسب عادت مختصر جواب دے رہی تھیں۔

"مگر کوئی ساتھ چلنے والا جو نہیں۔ اطہر نے وعدہ کیا تھا مگر وہ نہیں آیا۔ بہت غیر ذمہ دار اور جھوٹا ہو گیا ہے یہ لڑکا"۔ اطہر کی برائی کر کے میں نے تمھارے چہرے پر کچھ ڈھونڈنا چاہا، تمھاری آنکھیں کھلی ہوئی کتاب پر تھیں اور ہاتھ ٹیبل کلاتھ کی شکنیں درست کرنے میں مصروف، پھر بڑے طنز کے ساتھ تم نے کہا۔

"اتنے سہانے موسم میں تو وہ کسی بار میں بے ہوش پڑے ہوں گے! آپ لوگ تو انھیں اچھی طرح جانتے ہیں نا"۔ یہ تم کہہ رہی تھیں۔ تم — جس کے متعلق مشہور تھا کہ سارے خاندان کی عزت جوتے کی نوک پر اچھال کر تم نے اطہر سے شادی کر لی ہے۔ سب سے چھپا کر اسے روپے دیتی ہو وہ شراب پی کر آتا ہے تو اس کی پردہ پوشی کرتی ہو۔ اتنے برے انسان پر تمھاری یہ عنائتیں کیوں تھیں جبکہ پچھلی زندگی میں کئی نا قابل اعتبار لوگ دھوکا دے چکے تھے — تمھارے متعلق پھیلی ہوئی بدنامیوں کے درمیان مجھے اپنی رائے بڑی مضحکہ خیز لگی۔ اسے میں نے دماغ سے کھرچ دیا۔ تم سب کے لیے نا قابل فہم بن گئیں۔ بھول بھلیوں کی طرح تمھارے گرد مکر و فریب کے جو جال بچھے ہوئے تھے مجھے ان سے نفرت ہو گئی۔ پھر ایک دن بڑا حواس باختہ سا میں تمھارے کمرے میں آیا۔

और मैंने बिला सोचे समझे कह दिया "क़ुदसिया से पूछो" तुम्हारे हाथ काम करते करते रुक गए। चेहरे पर जलती हुई मशालें बुझ गईं और शिकायत आमेज़ नज़रों से तुम मेरी तरफ देखती हुई बाहर चली गईं।

भाभी और फरज़ाना आहिस्ता आहिस्ता हंसने लगीं परवीन बात टालने को गुनगुनाने लगी और आयशा ने दाद-तलब[1] निगाहों से मुझे देखा। फिर मैंने उस खूबसूरत शाम का ज़र लिबास नोच कर फैंक दिया। रिमझिम शोर मचाने वाली बूंदें आंसूओं के धारे बन गईं और कमरे में अंधेरा बढ़ने लगा।

"आज मौसम कितना खुशगवार हो रहा है"

"हूं ह"

"जी चाह रहा है कहीं बाहर घूमने जाएं'

"तो जाइये" तुम हसबे आदत मुख़्तसर[2] जवाब दे रही थीं।

"मगर कोई साथ चलने वाला जो नहीं। अत्हर ने वादा किया था मगर वह नहीं आया। बहुत ग़ैरज़िम्मेदार और झूठा हो गया है यह लड़का" अत्हर की बुराई कर के मैने तुम्हारे चेहरे पर कुछ ढूंढना चाहा। तुम्हारी आंखें खुली हुई किताब पर थीं और हाथ टेबुल कलाथ की शिकनें दुरस्त करने में मसरूफ़,[3] फिर बड़े तंज़ के साथ तुम ने कहा।

"इतने सुहाने मौसम में तो वह किसी बार में बेहोश पड़े होंगे! आप लोग तो उन्हें अच्छी तरह जानतें हैं ना" यह तुम कह रहीं थी। तुम...... जिस के मुताल्लिक़ मशहूर था कि सारे ख़ानदान की इज़्ज़त जूते की नोक पर उछाल कर तुम ने अत्हर से शादी कर ली है। सब से छुपा कर उसे रुपये देती हो वह शराब पी कर आता है तो उस की पर्दा पोशी करती हो। इतने बुरे इंसान पर तुम्हारी यह इनायतें क्यों थी जब कि पिछली ज़िन्दगी में कई नाक़ाबिलेएताबर लोग धोखा दे चुके थे...... ? तुम्हारे मुताल्लिक़ फैली हुई बदनामियों के दरमियान मुझे अपनी राय बड़ी मज़हका खेज़ लगी । इसे मैंने दिमाग़ से खुरच दिया। तुम सब के लिए नाक़ाबिलेफ़हम[4] बन गईं। भूल भुलैयों की तरह तुम्हारे गिर्द मकरोफ़रेब के जो जाल बिछे हुए थे, मुझे उन से नफ़रत हो गयी। फिर एक दिन बड़ा हवास-बाख़्ता[5] सा मैं तुम्हारे कमरे में आया, "मैं तुम्हारे मुतल्लिक़ कुछ जानना चाहता हूं। क़ुदसिया अगर तुम इजाज़त दो तो...... तो" अपनी घबराहट पर मैं

1. प्रशंसा याचना 2. छोटा, 3. व्यस्त 4. समझ से परे 5. हटसंज्ञ

''میں تمھارے متعلق کچھ جاننا چاہتا ہوں قدسیہ۔ اگر تم اجازت دو تو ـــ تو'' اپنی گھبراہٹ پر میں خود متعجب تھا۔ اس دن پہلی بار میں نے تمھارے چہرے پر خوف کی پرچھائیاں دیکھیں، جن پر حیرانی غالب تھی۔ تم یوں کھڑی ہوگئیں جیسے شمیم ماموں جھپٹنا چاہتے ہوں۔ تم نے دوپٹے کو سینے پر سنبھال کر کہا:

'' آپ بھی مجھے جاننا چاہتے ہیں احمد بھائی! میں آپ کی بہت عزت کرتی ہوں پھر آپ کیوں کوئلے کی دلالی میں ہاتھ کالے کرنا چاہتے ہیں''۔ اور تم پیچھے دیکھے بغیر باہر بھاگ گئی تھیں۔

ان دنوں اتفاق سے مجھے تمھارا ایک خط ہاتھ لگا، جو تم نے شاید ریاض کو لکھا تھا، مگر اسے نہ بھیج سکیں، یا شاید بھیجنے کو لکھا ہی نہ تھا، کیوں کہ یہ تمھاری روح کی پکار تھی۔ جسے ریاض جیسا بیوقوف انسان کبھی نہ سمجھ پاتا۔ اس کی محبت میں تمھاری برتری اور پرستش کا جذبہ غالب تھااور تم اسے روح کی بلندی کبھی نہ دے سکتی تھیں۔ بھابھی کا ننھا راشد ناؤ بنوانے کے لیے یہ خط تمھاری اٹیچی سے نکال لایا تھا۔ اپنی شرافت کا ثبوت دینے کے لیے میں نے اسے واپس رکھوانا چاہا مگر ایک بار پڑھنے سے بعض نہ رہ سکا۔

میری جانب ملامت آمیز نظروں سے نہ دیکھو۔

ان دنوں میں تم پر ریسرچ کر رہا تھا۔ بیسویں صدی کا ایک نکما انٹلکچوئل۔

تمھارا وہ خط بہت سی ڈھکی چھپی حقیقتوں کو سامنے لے آیا اور میری رائے پھر ڈگمگانے لگی۔

اس خط میں لکھا تھا تم نے بچپن سے ہر دل میں اپنے لیے نفرت اور حقارت پائی کسی نظر میں برتری حاصل کرنے کا یہ جذبہ ہی تمھیں ریاض کی جانب لے گیا، جو تمھاری طرح سب کی جانب سے دھتکارا ہوا دوسرا فرد تھا۔ ریاض کی نیاز مندی نے اسے گہرا کر دیا اور گھر والوں کی مخالفت نے اسے جنگل میں لگی ہوئی آگ کی طرح بھڑکا دیا۔ پھر تم نے ہر قیمت ادا کر کے اسے پانے کا ارادہ کر لیا، مگر ریاض کے قدم اس دشوار راستہ پر ڈگمگا گئے۔ ابا کی ایک ڈانٹ پر محبت اچھل کر دور جا پڑی۔ اور وہ اپنا بوریا بستر سمیٹ کر بھاگ گیا۔

خط کے آخر میں تم نے اسے خوب ذلیل کیا تھا ـــ بزدل تو سمجھتا ہے کہ اس طرح تو

ख़ुद मुताअज्जब था। उस दिन पहली बार मैंने तुम्हारे चेहरे पर ख़ौफ़ की परछाइयां देखीं, जिन पर हैरानी ग़ालिब थी। तुम यूं खड़ी हो गईं जैसे शमीम मामूं झपटना चाहते हों। तुम ने दोपट्टे को सीने पर संभाल कर कहा:

"आप भी मुझे जानना चाहते हैं अहमद भाई। मैं आप की बहुत इज़्ज़त करती हूं फिर आप क्यों कोयले की दलाली में हाथ काले करना चाहते हैं।" और तुम पीछे देखे बग़ैर बाहर भाग गई थीं।

उन दिनों इत्तेफ़ाक़ से मुझे तुम्हारा एक ख़त हाथ लगा, जो तुम ने शायद रियाज़ को लिखा था। मगर उसे न भेज सकीं, या शायद भेजने को लिखा ही न था, क्योंकि यह तो तुम्हारी रूह की पुकार थी जिसे रियाज़ जैसा बेवक़ूफ़ इन्सान कभी न सुन पाया था। उस की मोहब्बत में तुम्हारी बरतरी और परस्तिश[1] का जज़्बा ग़ालिब था और तुम उसे रूह की बुलंदी कभी न दे सकती थीं, भाभी का नन्हा राशिद नाव बनवाने को यह ख़त तुम्हारी अटैची से निकाल लाया था। अपनी शराफ़त का सबूत देने के लिये मैंने उसे वापस रखवाना चाहा मगर एक बार पढ़ने से बाज़ न रह सका। मेरी जानिब मलामत-अमेज़[2] नज़रो से न देखो।

उन दिनों मैं तुम पर रिसर्च कर रहा था। बीसवीं सदी का एक निकम्मा इन्टिलेकचुवल तुम्हारा वह ख़त बहुत सी ढकी छुपी हक़ीक़तों को सामने ले आया और मेरी राय फिर डगमगाने लगी।

उस ख़त में लिखा था कि तुमने बचपन से हर दिल में अपने लिये नफ़रत और हक़ारत[3] पायी और किसी नज़र में बरतरी हासिल करने का यह जज़्बा ही तुम्हें रियाज़ की जानिब ले गया जो तुम्हारी तरह सबकी जानिब से धुत्कारा हुआ घर का दूसरा फ़र्द था। रियाज़ की नियाज़ मंदी ने उसे गहरा कर दिया और घर वालों की मुख़ालफ़त ने उसे जंगल में लगी आग की तरह भड़का दिया। फिर तुमने हर क़ीमत अदा करके उसे पाने का इरादा कर लिया, मगर रियाज़ के क़दम इस दुश्वार रास्ते पर डगमगा गये। अब्बा की एक डांट पर मुहब्बत उछल कर दूर जा पड़ी और वह अपना बोरिया बिस्तर समेट कर भाग गया।

ख़त के आख़िर में तुम ने उसे ख़ूब ज़लील किया था......बुज़दिल तू समझता है कि इस तरह तूने अपनी मुहब्बत को रुसवाई से बचा कर मेरी लाज रखली। मगर अभी हमारी मोहब्बत शुरू ही कहां हुई थी। मेरी इज़्ज़त पहले ही

1.अर्चना 2. धुतकार भरी 3. घृणा

نے اپنی محبت کو رسوائی سے بچا کر میری لاج رکھ لی۔ مگر ابھی ہماری محبت شروع بھی کہاں ہوئی تھی۔ میری عزت پہلے ہی کون سے جھنڈے پر چڑھی بیٹھی ہے۔ میں تجھے وہ دے ہی نہ سکی جو میری زندگی کا آدرش تھا۔ کاش میں تجھے اس بلندی پر پہنچا سکتی جہاں میرا بھی ہاتھ نہ جاتا ــــ اب میری روح اس وسیع سمندر میں ایک تنکے کو تلاش کرتی پھرے گی۔

اب تم اس تنکے کی تلاش میں خوف ناک پہاڑوں سے ٹکرا رہی تھیں۔ تم جو موم کی مورتی کی طرح اپنے خالق کے تخیل کی گرمی سے پگھل سکتی تھیں، کسی کی تیز نگاہوں سے سلگ سکتی تھیں، پھر اپنے چاروں طرف لپکنے والے شعلوں میں کیسے کھڑی تھیں۔

دوسرے دن میں نے تمھارے سامنے اطہر کو خوب ڈانٹا! ''کل تم مجھ سے وعدہ کرنے کے باوجود کیوں نہیں آئے میں یہاں انتظار میں بیٹھا رہا اور جناب بقول قدسیہ کے کسی بار میں جمے رہے''۔

اطہر کے قہقہے رک گئے وہ یوں چپ ہوگیا جیسے میں نے اسے پھانسی کا حکم سنایا ہو۔ تھوڑی دیر بعد وہ بڑا اپشیمان ہوکر میرے پاس آیا۔

اور اس نے میرے متعلق کیا کہا۔ اسے میری عادتوں کی خبر ہے۔ وہ بہت رنجیدہ ہے ؟ زندگی میں پہلی بار میں نے اطہر کو شرمندہ دیکھا تھا وہ بھی کسی کی شکایت سننے کو تیار تھا۔ اس سے متاثر ہو سکتا تھا۔

'' یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ جب کہ تم ہمیشہ فریب دیتے آئے ہو اور قدسیہ ہمیشہ فریب کھاتی آئی ہے''۔

'' آپ بھی ایسا سمجھتے ہیں بھائی جان!'' اس نے شکایت آمیز لہجے میں کہا۔'' قدسیہ کے بگڑنے میں اس کا کوئی قصور نہیں۔ وہ بڑی بدنصیب لڑکی ہے۔ میں سچ مچ بہت برا ہوں اور قدسیہ کو فریب دے کر نقصان میں رہوں گا ــــ''

اطہر باہر چلا گیا اور تم ایک بار پھر میرے سامنے نئی گتھیاں لے کر آ گئیں۔ اطہر کون سا راستہ اختیار کر رہا تھا۔ وہ بے رحم انسان جو اپنے مفاد کے آگے کسی پر رحم نہ کر سکتا تھا۔

تم مجھے وہ کسوٹی نظر آئیں جس پر سونا اور پیتل دونوں واضح شکل میں چمک اٹھتے

कौन से झंडे पर चढ़ी बैठी है...... मैं तुझे वह दे ही न सकी जो मेरी ज़िन्दगी का आदर्श था। काश मैं तुझे उस बुलंदी पर पहुंचा सकती जहां मेरा भी हाथ न जाता......अब मेरी रूह उस वसी[1] समुंदर में एक तिनके को तलाश करती फिरेगी।

अब तुम उस तिनके की तलाश में ख़ौफ़नाक पहाड़ों से टकरा रही थीं। तुम, जो मोम की मूर्ती की तरह अपने खालिक के तख़य्युल[2] की गर्मी से पिघल सकती थीं, किसी की तेज़ निगाहों से सुलग सकती थीं, फिर अपने चारों तरफ़ लपकने वाले शोलों में कैसे खड़ी थीं।

दूसरे दिन तुम्हारे सामने मैने अत्हर को खूब डांटा! "कल तुम मुझ से वादा करने के बावजूद क्यों नहीं आए मैं यहां इंतिज़ार में बैठा रहा और जनाब बक़ौल क़ुदसिया के किसी बार में जमे रहे।"

अत्हर के क़हक़हे रुक गए वह यूं चुप होगया जैसे मैं ने उसे फांसी का हुक्म सुनाया हो। थोड़ी देर बाद वह बड़ा पशेमान होकर मेरे पास आया।

और उसने मेरे मुताल्लिक़ क्या कहा। उसे मेरी आदतों की ख़बर है। वह बहुत रंजीदा है? ज़िन्दगी में पहली बार मैंने अत्हर को शर्मिंदा देखा था वह भी किसी की शिकायत सुनने को तैयार था। उस से मुतास्सिर हो सकता था।

"यह कोई नई बात नहीं है जबकि तुम हमेशा फ़रेब देते आए हो और क़ुदसिया हमेशा फ़रेब खाती आई है।"

"आप भी ऐसा समझते हैं भाई जान!" उस ने शिकायत अमेज़ लहजे में कहा। क़ुदसिया के बिगड़ने में उस का कोई क़ुसूर नहीं। वह बड़ी बदनसीब लड़की है। मैं सच मुच बहुत बुरा हूं और क़ुदसिया को फ़रेब देकर नुक़सान में रहूंगा।" अत्हर बाहर चला गया और तुम एक बार फिर मेरे सामने नई गुत्थियाँ लेकर आ गईं। अत्हर कौन सा रास्ता इख़्तियार कर रहा था। वह बेरहम इन्सान जो अपने मुफ़ाद[3] के आगे किसी पर रहम न कर सकता था।

तुम मुझे वह कसौटी नज़र आईं जिस पर सोना और पीतल दोनो वाजे शक्ल में चमक उठते हैं...... दो गुनाहों के इत्तेसाल से इतना पाक जज़्बा भी वजूद में आता है? फिर तुम्हारी कहानी का बाक़ी हिस्सा न देख सका। मेरी मसरूफ़ियतें मुझे आंधरा ले गई और वहां से मुझे कलकत्ता जाना पड़ा।

1. विशाल 2. विचारण 3. लाभ

ہیں۔ دو گناہوں کے اتصال سے اتنا پاک جذبہ بھی وجود میں آتا ہے۔ پھر تمھاری کہانی کا باقی حصہ نہ دیکھ سکا۔ میری مصروفیتیں مجھے آندھرا لے گئیں اور وہاں سے مجھے کلکتہ جانا پڑا۔ کلکتہ کی ہنگامہ پرور زندگی اور پر جوش سرگرمیوں نے تمھاری محبت کی نیم مردہ رینگتی ہوئی کہانی بھلادی اور گھر میں ہونے والے یہ چھوٹے چھوٹے حادثے ذہن کے کسی کونے میں تھک کر سو گئے۔

ایک بار عائشہ نے لکھا کہ اطہر کی مسلسل نافرمانیوں کے سبب ابا نے اسے عاق کر دیا ہے اور وہ گھر سے چلا گیا۔ پھر معلوم ہوا کہ تم اچانک گھر سے غائب ہو گئیں۔ کسی نے مجھے بتایا کہ تم دونوں لکھنؤ میں رہتے ہو۔ چچا ابا تمھیں واپس بلانے پر تیار نہیں ہیں — اس سے آگے کی کہانی مجھے کسی نے نہیں سنائی۔ مگر میں اس بات کا منتظر رہا کہ اب اطہر اپنا الو سیدھا کر کے ممبئی جائے گا جہاں کئی برسوں کے بعد میں تمھیں ایک فلم میں دیکھوں گا۔ ! ہیروئن کے پیچھے ! ایکسٹراؤں میں کولھے مٹکاتی ہوئی، کوئی آوارہ سا گیت تمھارے لبوں پر ہوگا، جو تمھارے چہرے، پنڈلیوں اور چھاتیوں کی نمائش کرے گا۔ تم جھوٹ کا ایک خول ہوگی۔ سلو لائڈ کی گڑیا، جس کی ہر جنبش دوسروں کے تابع ہوتی ہے۔ تم اپنی خودداری کی لاش پر ناچ رہی ہوگی۔

ایک حد سے زیادہ جذباتی لڑکی کے تخیل کی اڑان یوں ہی کھائیوں میں گر کے دم توڑ دیتی ہے۔ مجھے تم دونوں کے نام سے نفرت ہو گئی۔ عائشہ نے ایک بار لکھا بھی کہ قدسیہ نے لکھنؤ کے کسی پرائیویٹ اسکول میں نوکری کر لی ہے۔ اطہر بہت بیمار ہے اور وہ دونوں بڑی تکلیف سے دن گزار رہے ہیں۔ لیکن میں نے بڑی سختی سے لکھ دیا کہ اب میں قدسیہ کے متعلق کچھ نہیں سننا چاہتا۔ اطہر کی یہ تبدیلی جتنی نفرت انگیز تھی اتنی ہی تعجب خیز بھی۔

کسی کی شادی کی خبر سن کر بھی وہ مذاق اڑایا کرتا تھا'' ایک ہی راگ مسلسل کیسے سنے جاتے ہیں۔ میں تو دو ہی دن میں پاگل ہو جاؤں''۔ پھر اس نے دو سال تک اس راگ کو کیسے سنا ؟ امی اپنی قسمت کو رو کر بیٹھ رہیں۔ ان کی زندگی کے دونوں پھل کڑوے نکلے۔ میں تو خیر اپنی آزاد زندگی سے انھیں کوئی فیض نہ پہنچا سکتا تھا مگر ابا یہ بھی برداشت نہ کر سکے کہ اطہر کی زندگی اچانک پلٹا کھائے وہ ایک دم شریف بن جائے اور کسی اچھی

कलकत्ता की हंगामा परवर ज़िन्दगी और पुर जोश सरगर्मियों ने तुम्हारी मोहब्बत की नीम मुर्दा रेंगती हुई कहानी भुला दी और घर में होने वाले यह छोटे छोटे हादसे ज़हन के किसी कोने में थक कर सोगए।

एक बार आयशा ने लिखा कि अतहर की मुसलसल नाफ़रमानियों के सबब अब्बा ने उसे आक़ कर दिया है और वह घर से चला गया। फिर मालूम हुआ कि तुम अचानक घर से ग़ायब हो गईं। किसी ने मुझे बताया कि तुम दोनों लखनऊ में रहते हो। चचा अब्बा तुम्हें वापस बुलाने पर तैयार नहीं हैं। उस से आगे की कहानी मुझे किसी ने नहीं सुनाईं मगर मैं इस बात का मुन्तज़िर रहा कि अब अत्हर अपना उल्लू सीधा कर के बम्बई जाएगा। जहां कई बरसों के बाद मैं तुम्हें एक फ़िल्म में देखूंगा। हीरोइन के पीछे! एक्सट्राओं में कुल्हे मटकाती हुईं, कोई आवारा सा गीत तुम्हारे लबों पर होगा, जो तुम्हारे चेहरे, पिंडलियों और छातियों की नुमाइश करेगा, तुम झूठ का एक खोल होगी, सेलोलैड की गुड़िया, जिस की हर जुंबिश[1] दूसरों के ताबे होती है। तुम अपनी खुद्दारी की लाश पर नाच रही होगी।

एक हद से ज़्यादा जज़्बाती लड़की के तख़य्युल की उड़ान यों ही खाइयों में गिर के दम तोड़ देती है। मुझे तुम दोनों के नाम से नफ़रत हो गई। आयशा ने एक बार लिखा भी कि क़ुदसिया ने लखनऊ के किसी प्राइवेट स्कूल में नौकरी करली है, अत्हर बीमार है और वह दोनों बड़ी तकलीफ़ से दिन गुज़ार रहे हैं। लेकिन मैं ने बड़ी सख़्ती से लिख दिया कि अब मैं क़ुदसिया के मुताल्लिक़ कुछ सुनना नहीं चाहता, अत्हर की यह तब्दीली जितनी नफ़रत अंगेज़ थी उतनी ही ताज्जुब ख़ेज़ भी।

किसी की शादी की ख़बर सुन कर भी वह मज़ाक़ उड़ाया करता था, "एक ही राग मुसलसल कैसे सुने जाते हैं, मैं तो दो ही दिन में पागल हो जाऊं" फिर उस ने दो साल तक उस राग को कैसे सुना, अम्मी अपनी क़िस्तत को रोकर बैठ रहीं। उन की ज़िन्दगी के दोनों फल कड़वे निकले, मैं तो ख़ैर अपनी आज़ाद ज़िन्दगी से उन्हें कोई फ़ैज़ नहीं पहुचा सकता था मगर अब्बा यह भी बर्दाश्त ना कर सके कि अत्हर की ज़िन्दगी अचानक, पल्य्या खाए वह एक दम शरीफ़ बन जाए और किसी अच्छी पोस्ट पर ले लिया जाए।

1. हरकत

پوسٹ پر لے لیا جائے۔

پھر امی کے آنسوؤں نے ابا سے کئی خط لکھوائے جن میں اطہر کو خاندانی عزت اور بے شمار دولت کا واسطہ دیا گیا تھا اور تمھیں اطہر کی محبت کا۔ اور آج عائشہ نے لکھا ہے۔

''بھائی جان آپ قدسیہ سے نفرت کرتے رہیے کیوں کے آئندہ اس کی کوئی بات نہ ہوگی جو میں آپ کو سناؤں آج تنہا ابا اطہر بھائی کو گھر لے آئے ہیں قدسیہ کسی معمولی سی بیماری سے مر چکی ہے۔''

تم زندگی بھر میری عزت کرتی رہیں اور میں تم سے نفرت کرتا رہا۔

یہ اپنی اپنی قسمت کا قصور ہے۔ ادھر منھ کرو۔ تمھارے چمکتے آنسو کیا کہہ رہے ہیں۔ کیا سچ مچ تم کسی معمولی سی بیماری سے مر گئیں! اس چھوٹی سی بیماری کو اپنے نازک سے جسم پر نہ سہہ سکیں اور اس بیماری کا علاج کسی سے نہ ہوسکا۔ اطہر سے بھی نہیں۔ تمھیں اپنی شکست پر آنسو نہ بہانا چاہیے کیوں کہ اطہر کو تم نے وہ تحفہ دے دیا ہے جس کے لیے تم زندگی بھر سرگرداں رہیں اور چپ چاپ اندھیرے میں کھو گئیں۔ اب تمھاری روندی ہوئی سسکیاں اور جھلملاتے ہوئے آنسو ہی مجھے تمھاری موجودگی کا احساس دلاتے ہیں۔

تم آج پھر گھٹی گھٹی آہوں اور بہتے ہوئے آنسوؤں سے اس کمرے میں میرے لیے اپنی عزت کا تحفہ لے کر آئی ہو لیکن میں اس کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتا کہ جلتے ہوئے سگریٹ کو ایش ٹرے میں پھینک کر تمھارے خیال کو ذہن سے جھٹک دوں۔

फिर अम्मी के आंसूओं ने अब्बा से कई ख़त लिखवाए जिन में अत्हर को ख़ानदानी इज़्ज़त और बेशुमार दौलत का वासता दिया गया था और तुम्हें अत्हर की मोहब्बत का। और आज आयशा ने लिखा है।

"भाई जान! आप क़ुदसिया से नफ़रत करते रहिये! क्योंकि आइन्दा कोई उस की बात न होगी जो मैं आप को सुनाऊं आज तन्हां अब्बा अत्हर भाई को घर ले आए हैं। क़ुदसिया किसी मामूली सी बीमारी से मर चुकी है।"

तुम ज़िन्दगी भर मेरी इज़्ज़त करती रहीं और मैं तुम से नफ़रत करता रहा।

यह अपनी अपनी क़िस्मत का क़ुसूर है। इधर मुंह करो। तुम्हारे चमकते आंसू क्या कह रहे हैं।

क्या सचमुच तुम किसी मामूली सी बीमारी से मर गईं ! इस छोटी सी बीमारी को अपने नाज़ुक जिस्म पर न सह सकीं और इस बीमारी का इलाज किसी से न हो सका। अत्हर से भी नहीं। तुम्हें अपनी शिकस्त[1] पर आंसू न बहाना चाहिए क्योंकि अत्हर को तुम ने वह तोहफ़ा दे दिया है। जिस के लिए तुम ज़िन्दगी भर सर गरदां रहीं और चुपचाप अंधेरे में खो गईं। अब तुम्हारी रौंदी हुई सिसकियां और झिलमिलाते हुए आंसू ही मुझे तुम्हारी मौजूदगी का एहसास दिलाते हैं।

तुम आज फिर घुटी घुटी आंहों और बहते हुए आंसूओं से इस कमरे में मेरे लिए अपनी इज़्ज़त का तोहफ़ा लेकर आई हो लेकिन मैं इस के अलावा कुछ नहीं कर सकता कि जले हुए सिगरेट को एशट्रे में फैंक कर तुम्हारे ख़्याल को ज़ेहन से झटक दूं।

1. पराजय

نیر مسعود

طاؤس چمن کی مینا

(۱)

روز کا معمول تھا۔ میں باہر سے آتا، دروازہ کھٹکھٹاتا۔ دوسری طرف سے جعفراتی کی اماں کے کھانسنے کھنکھارنے کی آواز قریب آنے لگتی، لیکن اس سے پہلے ہی دوڑتے ہوئے چھوٹے چھوٹے قدموں کی آہٹ دروازے پر آکر رکتی۔ ادھر سے میں آواز لگاتا۔

''دروازہ کھولا۔ کالے کالے خاں آئے ہیں۔''

دروازے کے پیچھے سے کھلکھلانے کی دبی دبی آواز آتی اور قدموں کی آہٹ دور بھاگ جاتی کچھ دیر بعد جعفراتی کی اماں آپہنچتیں، دروازہ کھلتا اور میں گھر میں ہر طرف کچھ ڈھونڈھتا ہوا سا داخل ہوتا۔ ایک ایک کونے کو دیکھتا اور آواز لگاتا:

''ارے بھئی، کالے خاں کی گوری گوری بیٹی کہاں ہے۔''

کبھی پکارتا:

''یہاں کوئی فلک آرا شہزادی رہتی ہے؟''

اور کبھی کامنی کی شاخوں کو ہلا کر کہتا:

''ہماری پہاڑی مینا کسی نے دیکھی ہے؟''

ساتھ ساتھ کنکھیوں سے دیکھتا جاتا کہ ننھی فلک آرا ایک کونے سے بھاگ کر دوسرے کونے میں چھپ رہی ہے اور رہ رہ کر ہنس پڑتی ہے۔ لیکن میں اندھا بہرا بنا وہاں ڈھونڈتا جہاں وہ نہیں ہوتی تھی۔ آخر مجھے اپنے پیچھے کھلکھلا کر ہنسنے کی آواز سنائی دیتی۔ میں چیخ مار کر اچھل پڑتا، پھر گھوم کر اسے گود میں اُٹھا لیتا اور وہ واقعی پہاڑی مینا کی طرح چہکنا شروع کر دیتی۔ روز کا یہی معمول تھا، اور یہ اس دن سے شروع ہوا تھا جب شاہی جانوروں کے داروغہ نبی بخش نے مجھ کو قیصر باغ کے طاؤس چمن میں ملازمت دلائی تھی۔

नय्यर मसूद

ताऊस[1] चमन की मैना

रोज़ का मामूल था, मैं बाहर से आता दरवाज़ा खटखटाता, दूसरी तरफ़ से जुमेराती की अम्मां के खांसने, खंखारने की आवाज़ क़रीब आने लगती, लेकिन उससे पहले ही दौड़ते हुए छोटे छोटे क़दमों की आहट दरवाज़े पर आकर रुकती, इधर से मैं आवाज़ लगाता।

"दरवाज़ा खोलो, काले काले काले खां आए हैं।"

दरवाज़े के पीछे से खिलखिलाने की दबी दबी आवाज़ आती और क़दमों की आहट दूर भाग जाती, कुछ देर बाद जुमेराती की अम्मां आ पहुंचती, दरवाज़ा खुलता और मैं घर में हर तरफ़ कुछ ढूंढता हुआ सा दाख़िल होता, एक एक कोने को देखता और आवाज़ लगाता-:

"अरे भई काले खां की गोरी गोरी बेटी कहां है,"

कभी पुकारता-:

"यहां कोई फ़लक आरा शहज़ादी रहती हैं।"

और कभी कामनी की शाख़ों को हिला कर कहता-:

"हमारी पहाड़ी मैना किसी ने देखी है।"

साथ साथ कंखियों से देखता जाता कि नन्ही फ़लक आरा एक कोने से भाग कर दूसरे कोने में छुप रही है और रह रह कर हंस पड़ती है, लेकिन मैं अंधा बहरा बना उसे वहां ढूंढता जहां वह नहीं होती थी, आख़िर मुझे अपने पीछे खिलखिला कर हंसने की आवाज़ सुनाई देती, मैं चीख़ मार कर उछल पड़ता, फिर घूम कर उसे गोद में उठा लेता और वह वाक़ई पहाड़ी मैना की तरह चहकना शुरू कर देती।

---

1. मोर

اس سے پہلے میں گومتی کے کنارے جانوروں کے رمنوں کے آس پاس آوارہ گردی کیا کرتا، اونچے اونچے کٹہروں کے پیچھے گھومتے ہوئے شیروں تیندوؤں کو دیکھتا اور تمنا کرتا کہ رمنے کا شیر کٹہرا پھاند کر باہر آئے اور مجھے پھاڑ کھائے۔ اس وقت یہی میرا روز کا معمول تھا، اور یہ اس دن سے شروع ہوا تھا جب میری بیوی گیارہ مہینے کی فلک آرا کو چھوڑ کر مر گئی تھی۔ اس سے پہلے میں حسین آباد مبارک میں نوکر تھا۔ امام باڑے کی روشنیوں کا انتظام میرے ذمے تھا۔ تنخواہ کم تھی لیکن گذر ہو جاتی تھی۔ بیوی سگھڑ تھی۔ اسی تنخواہ میں گھر چلاتی اور پرندے پالنے کا شوق پورا کرتی تھی۔ ہمارے یہاں کئی طوطے پلے ہوئے تھے جنہیں اس نے خوب پڑھایا تھا۔ دیسی مینائیں بھی تھیں، لیکن اسے پہاڑی مینا کا ارمان تھا کیونکہ اس نے سن رکھا تھا کہ پہاڑی مینا بالکل آدمیوں کی طرح باتیں کرتی ہے اسے خوش کرنے کے لیے میں نے وعدہ کرلیا تھا کی اگلی تنخواہ پر اس کے لیے پہاڑی مینا لاؤں گا۔

لیکن تنخواہ ملنے سے چار دن پہلے اس کے سینے میں درد اٹھا اور دوسرے ہی دن وہ چل بسی۔ میرا ہر شئے سے جی اچاٹ ہوگیا۔ نوکری پر جانا بھی چھوڑ دیا۔ اپنے آپ سے بیگانہ ہوگیا تھا پھر بھلا فلک آرا کی پرورش کیا کرتا۔ جمعراتی کی اماں نہ ہوتیں تو اس بچی کا جینا نہ ہوتا۔ وہ میرے ہی مکان کی باہری کوٹھری میں رہتی تھیں۔ چھ مہینے پہلے ان کا کماتا ہوا جمعراتی گومتی کے کسی کنڈ میں پھنس کر ڈوب گیا تھا۔ اس کے بعد سے میری بیوی ان کی خبر رکھتی۔ بیوی کے بعد فلک آرا کی نگہداشت انھوں نے اپنے ذمے لے لی تھی۔ جب تک میں گھر سے باہر رہتا وہ میرے گھر میں رہتیں۔ روٹی بھی پکا دیتی تھیں اور میں دو وقت کے کھانے کے علاوہ ڈلی تمباکو کے لیے کچھ پیسے ان کے ہاتھ پر رکھ دیتا تھا۔

نوکری ختم ہوگئی تھی۔ حسین آباد کے داروغہ احمد علی خان نے کئی بار آدمی بھی بھیجا لیکن میں نے پلٹ کر ادھر کا رخ نہیں کیا تو ان بے چارے نے بھی مجبور ہو کر تنخواہ موقوف کرادی اور میں مہاجنوں سے سودی قرض لے لے کر کام چلانے لگا۔ گھر صرف رات کو جاتا تھا۔ اس وقت فلک آرا سو چکی ہوتی تھی۔ صبح صبح طوطے میری بیوی کے سکھائے ہوئے بول دہراتے تو مجھے گھر میں ٹھہرنا مشکل ہو جاتا۔ آخر ایک دن میں اٹھا اور سارے پرندوں کو چڑیا بازار میں بیچ آیا۔

रोज़ का यही मामूल था और यह उस दिन से शुरू हुआ था जब शाही जानवरों के दारोग़ा नबी बख़्श ने मुझ को क़ैसर बाग़ के ताऊस चमन में मुलाज़मत दिलाई थी, इससे पहले मैं गोमती के किनारे जानवरों के रमनों के आस पास आवारा गर्दी किया करता, ऊंचे ऊंचे कटहरों के पीछे घूमते हुए शेरों, तेंदुओं को देखता और तमन्ना करता कि किसी रमने का शेर कटहरा फांद कर बाहर आए और मुझे फाड़ खाए, उस वक़्त यही मेरा रोज़ का मामूल था, और यह उस दिन से शुरू हुआ था जब मेरी बीवी ग्यारह महीने की फ़लक आरा को छोड़ कर मर गई थी, इससे पहले मैं हुसैनाबाद मुबारक में नौकर था, इमाम बाड़े की रौशनियों का इंतज़ाम मेरे ज़िम्मे था, तन्ख़्वाह कम थी लेकिन गुज़र हो जाती थी, बीवी सुघड़ थी, उसी तन्ख़्वाह में गुज़र चलाती और परिंदे पालने का शौक़ भी पूरा करती थी, हमारे यहां कई तोते पले हुए थे जिन्हें उसने ख़ूब पढ़ाया था, देसी मैनाएं भी थीं, लेकिन उसे पहाड़ी मैना का अरमान था क्योंकि उसने सुन रखा था पहाड़ी मैना बिल्कुल आदमी की तरह बातें करती हैं उसे ख़ुश करने के लिये मैंने वादा कर लिया था कि अगली तन्ख़्वाह पर उसके लिये पहाड़ी मैना लाऊंगा।

लेकिन तन्ख़्वाह मिलने से चार दिन पहले उसके सीने में दर्द उठा और दूसरे ही दिन वह चल बसी मेरा हर शै से जी उचाट हो गया। नौकरी पर जाना भी छोड़ दिया। अपने आप से बेगाना हो गया था। फिर भला फ़लक आरा की परवरिश क्या करता, जुमेराती की अम्मां न होतीं तो उस बच्ची का जीना न होता, वह मेरे ही मकान की बाहरी कोठरी में रहती थीं। छः महीने पहले उनका कमाता हुआ जुमेराती गोमती के किसी कण्ड में फंस कर डूब गया था। उसके बाद से मेरी बीवी उनकी ख़बर रखती थी। बीवी के बाद फ़लक आरा की निगहदाश्त[1] उन्होंने अपने ज़िम्मे ले ली थी। जब तक मैं घर से बाहर रहता वह मेरे घर में रहतीं, रोटी भी पका देती थीं, और मैं दो वक़्त के खाने के अलावा डली तम्बाकू के लिये कुछ पैसे उनके हाथ पर रख देता था।

नौकरी ख़त्म हो गई थी। हुसैनाबाद के दारोग़ा अहमद अली खां ने कई बार आदमी भी भेजा लेकिन मैंने पलट कर उधर का रुख़ नहीं किया तो उन बेचारे ने भी मजबूर हो कर तन्ख़्वाह मौक़ूफ़[2] करा दी और मैं महाजनों से सूदी क़र्ज़ ले

1. लालन पालन 2. वेतन बन्द करना

اسی زمانے میں ایک دن داروغہ نبی بخش نے مجھے پاس بلایا۔ کئی دن سے وہ مجھ کو رمنوں کے پاس آوارہ گردی کرتے دیکھ رہے تھے۔ انھوں نے کچھ ایسی دل سوزی سے میرا حال دریافت کیا کہ میں نے سب کچھ بتادیا۔ انھوں نے بڑی تسلی دی لیکن مہاجنوں سے قرض لینے کی بات پر بہت ناراض ہوئے۔ قرض ادانہ کرنے کی صورت میں جو کچھ ہونا تھا اس کا ایسا نقشہ کھینچا کہ میں بدحواس ہوگیا اور خود کو کبھی زنداں کی دیواروں سے سر ٹکراتے، کبھی ننھی بچی کی انگلی تھامے لکھنؤ کے گلی کوچوں میں بھیک مانگتے دیکھنے لگا۔

''دیکھو کالے خاں، ابھی سویرا ہے'' داروغہ نے کہا، ''کہیں نوکری چاکری کرو اور قرض بھگتانے کی فکر شروع کردو، نہیں تو ......''

''داروغہ صاحب، مگر نوکری کہاں کروں۔''

''کیوں؟'' انھوں نے کہا، ''ایک تو حسین آباد مبارک ہی کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔''

''وہاں مل سکتی ہے۔ لیکن داروغہ احمد علی خاں صاحب سے کس طرح آنکھیں چار کروں گا۔ انھوں نے کتنی بار آدمی بلانے بھیجا، میں نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔ اب کیا منہ لے کر ان سے نوکری مانگوں۔''

''اچھا، باغوں میں کام کرلوگے؟''

''کرلوں گا، میں نے کہا، گھاس کھودنے کا کام ہوگا وہ بھی کرلوں گا۔''

''بس، تو چلو میرے ساتھ، ابھی،'' انھوں نے کہا'' ایک اسامی خالی ہے۔''

داروغہ اسی وقت مجھے بادشاہ منزل کے دفتروں میں لے گئے۔ کئی جگہ پر میرا نام اور حلیہ وغیرہ درج کیا گیا۔ ضمانتی کی جگہ داروغہ نے اپنا نام لکھوایا۔ پھر ہم لکھی دروازے پر پہنچے۔ یہاں سرکاری عملے کے آدمیوں، سپاہیوں وغیرہ کا ہجوم تھا۔ داروغہ نے کئی لوگوں سے صاحب سلامت کی پھر مجھ سے کہا:

''یہاں کھڑے رہو۔ ابھی نام پکارا جائے گا۔'' اور دروازے پر جھولتا ہوا عنابی زربفت کا پردہ ذرا سا ہٹا کر اندر چلے گئے۔ میں لکھی دروازے کی صنعتوں کو دیکھتا اور حیران ہوتا رہا۔ آخر دفتروں سے میرے کاغذات بن کر آگئے اور میرا نام پکارا گیا ایک خواجہ سرا نے مجھ سے کئی سوال کیے، میرے جوابوں کو کاغذات سے ملایا، پھر عنابی پردے کی

ले कर काम चलाने लगा। घर सिर्फ़ रात को जाता था। उस वक़्त फ़लक आरा सो चुकी होती थी। सुबह सुबह तोते मेरी बीवी के सिखाए हुए बोल दोहराते तो मुझे घर में ठहरना मुश्किल हो जाता। आख़िर एक दिन मैं उठा और सारे परिंदों को चिड़िया बाज़ार में बेच आया।

उसी ज़माने में एक दिन दारोग़ा नबी बख़्श ने मुझे पास बुलाया। कई दिन से वह मुझ को रमनों के पास आवारा गर्दी करते देख रहे थे। उन्होंने कुछ ऐसी दिलसोज़ी से मेरा हाल दरयाफ़्त किया कि मैंने सब कुछ बता दिया उन्होंने बड़ी तसल्ली दी, लेकिन महाजनों से क़र्ज़ लेने की बात पर बहुत नाराज़ हुए। कर्ज़ अदा न करने की सूरत में जो कुछ होना था उसका ऐसा नक़्शा खींचा कि मैं बदहवास हो गया और ख़ुद को भी ज़िन्दां की दीवारों से सर टकराते, कभी नन्ही बच्ची की उंगली थामे लखनऊ के गली कूचों में भीख मांगते देखने लगा।

"देखो काले खां, अभी सवेरा है।" दारोग़ा ने कहा "कहीं नौकरी चाकरी करो और क़र्ज़ भुगताने की फ़िक्र शुरू कर दो, नहीं तो..........."

"दारोग़ा साहब, मगर नौकरी कहां करूं ?"

"क्यों ?" उन्होंने कहा "एक तो हुसैनाबाद मुबारक ही का दावाज़ा खुला हुआ है।"

"वहां मिल सकती है। लेकिन दारोग़ा अहमद अली खां साहब से किस तरह आंखें चार करूंगा। उन्होंने कितनी बार आदमी बुलाने भेजा, मैंने पलट कर नहीं देखा। अब क्या मुंह लेकर उनसे नौकरी मांगूं।"

"अच्छा बाग़ों में काम कर लोगे।"

"कर लूंगा," मैंने कहा, "घास खोदने का काम होगा वह भी कर लूंगा।"

"बस तो चलो मेरे साथ अभी," उन्होंने कहा "एक असामी ख़ाली है।"

दारोग़ा उसी वक़्त मुझे बादशाह मंज़िल के दफ़्तर में ले गए। कई जगह पर मेरा नाम और हुलिया वग़ैरा दर्ज किया गया। ज़मानती की जगह दारोग़ा ने अपना नाम लिखवाया। फिर हम लख्खी दरवाज़े पर पहुंचे। यहां सरकारी अमले के आदमियों, सिपाहियों वग़ैरह का हुजूम था। दारोग़ा ने कई लोगों से साहब सलामत की फिर मुझ से कहा—:

"यहां खड़े रहो, अभी नाम पुकारा जाएगा," और दरवाज़े पर झूलता हुआ

طرف اشارہ کیا اور کہا:

''طاؤس چمن میں چلے جاؤ۔''

اب میں پردے کے دوسری طرف کھڑا تھا۔ اس وقت کی گھبراہٹ میں وہاں کی بہار کیا دیکھتا، کئی روشوں پر مور ناچتے گھومتے نظر آئے تو سمجھا یہی طاؤس چمن ہے۔ لیکن داروغہ نبی بخش کہیں دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ سمجھ میں نہ آتا تھا کدھر کا رخ کروں۔ ہر طرف سناٹا سناٹا سا تھا۔ درختوں پر اور بارہ دری کی شکل کے بڑے بڑے پنجروں میں پرندے البتہ بہت تھے۔ فاختہ اور شاما کی آوازیں رہ رہ کر آرہی تھیں۔ کبھی کبھی دور رمنوں کی طرف کوئی ہاتھی چنگھاڑ دیتا تھا، بس۔ میں پریشان کھڑا ادھر ادھر دیکھ رہا تھا کہ دور پر سبز رنگ کے بہت بڑے بڑے مور کھڑے نظر آئے۔ ذرا غور سے دیکھا تو پتا چلا درخت ہیں جنھیں موروں کی صورت میں چھانٹا گیا ہے۔

''طاؤس چمن،'' میں نے دل میں کہا اور لپکتا ہوا وہاں پہنچ گیا۔ چمن کے پھاٹک پر بھی چاندی کے پتروں سے مور بنائے گئے تھے۔ اندر داروغہ تلے اوپر رکھی ہوئی سنگ مرمر کی سلوں کے پاس کھڑے تھے۔

''چلے آؤ اندر کالے خاں،'' انھوں نے مجھے پھاٹک کے باہر رکا ہوا دیکھ کر آواز دی اور میں ان کے پاس چلا گیا۔ چمن کے بیچوں بیچ میں کئی مستری ایک نیچا سا چبوترہ بنا رہے تھے۔ داروغہ نے انھیں کچھ ہدایتیں دیں، پھر میرا ہاتھ پکڑ کر چمن کا ایک چکر لگایا۔ میں ان درختوں کی چھنٹائی دیکھ کر حیران تھا۔ موروں کی ایسی سچی شکلیں بنی تھیں کہ معلوم ہوتا تھا درختوں کو پگھلا کر کسی سانچے میں ڈھال دیا گیا ہے۔ تکونی کلغیاں اور چونچیں تک صاف نظر آرہی تھیں۔ سب سے کمال کا وہ مور بنا تھا جو گردن پیچھے کی طرف موڑ کر اپنے پروں کو کرید رہا تھا۔ ہر مور پاس پاس لگے ہوئے پتلے تنوں والے درختوں کو ملا کر بنایا گیا تھا۔ یہی تنے موروں کے پیروں کا کام کرتے تھے، اور ان کی کچھ جڑیں اسی طرح زمین پر ابھری ہوئی چھوڑ دی گئی تھیں کہ بالکل مور کے پنجے بن گئے تھے داروغہ نے بتایا کہ روز اندھیرے منھ بہت سے مالی سیڑھیاں لگا کر اور پاڑ باندھ کر ایک ایک درخت کی چھنٹائی کرتے ہیں۔

میں نے تعریفوں پر تعریفیں شروع کیں تو داروغہ ہنسنے لگے۔

उनाबी ज़रे बफ़्त का पर्दा ज़रा सा हटा कर अंदर चले गये, मैं लख्खी दरवाज़े की सिन्अतों[1] को देखता और हैरान होता रहा। आख़िर दफ़्तरों से मेरे काग़ज़ात बन कर आ गये और मेरा नाम पुकारा गया, एक ख़्वाजा सर ने मुझ से कई सवाल किये, मेरे जवाबों को काग़ज़ात से मिलाया, फिर उनाबी पर्दे की तरफ़ इशारा किया और कहा—:

"ताऊस चमन में चले जाओ"

अब मैं पर्दे के दूसरी तरफ़ खड़ा था। उस वक़्त की घबराहट में वहां की बहार क्या देखता, कई रविशों पर मोर नाचते घूमते नज़र आए तो समझा यही ताऊस चमन है। लेकिन दारोग़ा नबी बख़्श कहीं दिखाई नहीं दे रहे थे। समझ में न आता था किधर का रुख़ करूं, हर तरफ़ सन्नाटा सन्नाटा सा था। दरख़्तों पर और बारादरी की शक्ल के बड़े बड़े पिंजड़ों में परिंदे अलबत्ता बहुत थे। फ़ाख़्ता और शामा की आवाज़ें रह रह कर आ रही थीं। कभी कभी दूर रमनों की तरफ़ कोई हाथी चिंघाड़ देता था, बस मैं परेशान खड़ा इधर उधर देख रहा था कि दूर पर सब्ज़ रंग के बहुत बड़े बड़े मोर खड़े नज़र आए। ज़रा ग़ौर से देखा तो पता चला दरख़्त हैं जिन्हें मोरों की सूरत में छांटा गया है।

"ताऊस चमन" मैंने दिल में कहा और लपकता हुआ वहां पहुंच गया। चमन के फाटक पर भी चांदी के पतरों से मोर बनाए गए थे। अंदर दारोग़ा तले ऊपर रखी हुई संग मरमर की सिलों के पास खड़े थे।

"चले आओ अन्दर काले खां," उन्होंने मुझे फाटक के बाहर रुका हुआ देख कर आवाज़ दी और मैं उनके पास चला गया। चमन के बीचों बीच में कई मिस्त्री एक नीचा सा चबूतरा बना रहे थे। दारोग़ा ने उन्हें कुछ हिदायतें दीं, फिर मेरा हाथ पकड़ कर चमन का एक चक्कर लगाया। मैं उन दरख़्तों की छटाई देख कर हैरान था। मोरों की ऐसी सच्ची शक्लें बनी थीं कि मालूम होता था दरख़्तों को पिघला कर किसी सांचे में ढाल दिया गया है। तिकोनी कलिग़यां और चोंचें तक साफ़ नज़र आ रही थीं। सबसे कमाल का वह मोर बना था जो गर्दन पीछे की तरफ़ मोड़ कर अपने परों को कुरेद रहा था। हर मोर पास पास लगे हुए पतले तनों वाले दरख़्तों को मिलाकर बनाया गया था। यही तने मोरों के पैरों का काम करते

1. कारीगरी

"تم ننگے پیڑوں کو ہی دیکھ کر عش عش کر رہے ہو،" انھوں نے کہا "اسی مہینے تو ان کی بیلیں اتاری گئی ہیں۔ نئی بیلیں چڑھ کے پھولیں گی تو پروں کے رنگ دیکھنا۔"

اس کے بعد وہ مجھے قریب کے ایک اور چمن میں لے گئے جس کے سب درخت شیر کی شکل کے تھے۔

"یہ اسد چمن ہے،" انھوں نے بتایا "بادشاہ نے اس چمن کے درختوں کے نام بھی رکھے ہیں۔"

پھر وہ مجھے طاؤس چمن میں واپس لائے۔

"تمھارا کام طاؤس کو آئینے کی طرح رکھنا ہے" انھوں نے کہا اور ادھورے چبوترے کی طرف اشارہ کیا، "اس کی تیاری کے بعد کام کچھ بڑھے گا، بڑھ کر بھی آدھے دن سے زیادہ کا نہ ہوگا تمھاری باری ایک ہفتہ صبح سے دوپہر، ایک ہفتہ دوپہر سے مغرب تک۔"

انھوں نے میرے کاموں کی کچھ تفصیل بتائی۔ آخر میں کہا:

"آج سے تم سلطان عالم کے ملازم ہوئے۔ اللہ مبارک کرے۔ بس اب گھر جاؤ۔ کل سے آنا شروع کردو، اور یہ واہی تباہی پھرنا چھوڑو"

میں ان کو دعائیں دینے لگا۔

"کیسی باتیں کرتے ہو، انھوں نے کہا اور مستریوں کو ہدایتیں دینے لگے۔"

(2)

بیوی کے مرنے کے بعد اس دن پہلی بار میں نے اپنی فلک آرا کو غور سے دیکھا۔ اس نے بالکل ماں کا رنگ روپ پایا تھا۔ یقین کرنا مشکل تھا کہ یہ چینی کی گڑیا ایسی بچی اسی کالے دیو کی بیٹی ہے جسے لوگ شیدیوں کے احاطے کا کوئی حبشی سمجھ لیتے ہیں۔ مجھے فلک آرا پر ترس آیا اور خود پر غصہ بھی کہ ماں سے بچھڑ کر یہ ننھی سی جان اتنے دن تک باپ کی محبت کو بھی ترستی رہی۔ مگر خیر، دو ہی تین دن میں وہ مجھ سے ایسا مل گئی کہ اپنی ماں سے بھی نہ ملی ہوگی، اور میں بھی بس کسی کسی دن بازاروں کی سیر کر لینے کے سوا کام پر سے سیدھا گھر آتا اور دروازہ کے پیچھے اس کے دوڑتے ہوئے چھوٹے چھوٹے قدموں کی آہٹ کا انتظار

थे, और उनकी कुछ जड़ें उसी तरह ज़मीन पर उभरी हुई छोड़ दी गई थीं कि बिल्कुल मोर के पंजे बन गये थे दारोग़ा ने बताया कि रोज़ अंधेरे मुंह बहुत से माली सीढ़ियां लगाकर और पाड़ बांध कर एक एक दरख़्त की छटाई करते हैं। मैंने तारीफ़ों पर तारीफ़ें शुरू की तो दारोग़ा हंसने लगे।

"तुम नंगे पेड़ों ही को देख कर अश अश कर रहे हो" उन्हों ने कहा इसी महीने तो इनकी बेलें उतारी गईं हैं। नई बेलें चढ़ के फूलेंगी तो परों के रंग देखना।

उस के बाद वह मुझे क़रीब के एक और चमन में ले गए जिस के सब दरख़्त शेर की शक़्ल के थे।

"यह असद चमन है," उन्होंने बताया "बादशाह ने इस चमन के दरख़्तों के नाम भी रखे हैं।"

फिर वह मुझे ताऊस चमन में वापस लाए।

"तुम्हारा काम ताऊस को आईने की तरह रखना है," उन्हों ने कहा और अधूरे चबूतरे की तरफ़ इशारा किया, "इसकी तैयारी के बाद काम कुछ बढ़ेगा, बढ़ कर भी आधे दिन से ज़्यादा का न होगा। तुम्हारी बारी एक हफ़्ता सुबह से दोपहर, एक हफ़्ता दोपहर से मग़रिब तक।"

उन्होंने मेरे कामों की कुछ तफ़सील बताई। आख़िर में कहा-:

"आज से तुम सुल्ताने आलम के मुलाज़िम हुए। अल्लाह मुबारक करे। बस अब घर जाओ। कल से आना शुरू कर दो, और यह वाही तबाही फिरना छोड़ो।"

मैं उनको दुआयें देने लगा।

कैसी बातें करते हो, उन्होंने कहा और मिस्त्रियों को हिदायतें देने लगे।

(2)

बीवी के मरने के बाद उस दिन पहली बार मैंने अपनी फ़लक आरा को ग़ौर से देखा। उसने बिल्कुल मां का रंग रूप पाया था। यक़ीन करना मुश्किल था कि यह चीनी की गुड़िया ऐसी बच्ची उसी काले देव की बेटी है जिसे लोग शैदियों के अहाते का कोई हब्शी समझ लेते हैं। मुझे फ़लक आरा पर तरस आया और ख़ुद पर गुस्सा भी कि मां से बिछड़ कर यह नन्हीं सी जान इतने दिन तक बाप की मुहब्बत को भी तरसती रही। मगर ख़ैर, दो ही तीन दिन में वह मुझ से ऐसा हिल

کرتا تھا۔

میں اس کے لیے بازار سے کچھ نہیں لاتا تھا۔ تنخواہ حالاں کہ حسین آباد سے زیادہ ملتی تھی لیکن قرضوں کی واپسی میں اتنی کٹ جاتی تھی کے دال روٹی کا خرچ نکل پاتا تھا۔ خود اس نے بھی فرمائش کرنا نہیں سیکھا تھا۔ لیکن ایک دن باتیں کرتے کرتے اچانک وہ بولی:

''ابا، اللہ ہمیں پہاڑی مینا لا دو''۔

میں چپ رہ گیا بیوی کے مرنے کے بعد میں نے قسم کھائی تھی۔ کہ اب گھر میں کوئی پرندہ نہیں پالوں گا، پھر بھی جب میں نے دیکھا وہ امید بھری نظروں سے مجھے دیکھ رہی ہے تو میں نے کہا:

''ہم اپنی پہاڑی مینا کو اس کی پہاڑی مینا لا کے بالکل دیں گے۔''

اس دن سے وہ روز اپنی مینا کا انتظار کرنے لگی۔ ایک دن میں نے چڑیا بازا کا ایک پھیرا بھی کیا۔ پہاڑی مینا کے دام دیسی مینا سے زیادہ تھے، اتنے زیادہ بھی نہیں کہ میں مول نہ لے سکتا، لیکن جتنی تنخواہ اس وقت ہاتھ آئی تھی اس میں نہیں لے سکتا تھا۔ میں چڑیوں سے ذرا ہٹ کر پنجرے والوں کے قریب چلا گیا۔ گاہکوں کی بھیڑ تھی اور اس بھیڑ میں اس دن پہلی بار میں نے حضور عالم کے ایجادی قفس کا ذکر سنا۔ لوگوں کی باتوں سے مجھے معلوم ہوا کہ وہ بادشاہ کو نذر کرنے کے لیے بہت دن سے ایک بڑا پنجرا بنوا رہے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ لکھنؤ میں ہر طرف اس کا چرچا ہے۔ چڑیا بازار کے ان گاہکوں میں سے کئی نے اسے بنتے دیکھنے کا دعوی کیا اور یہ بھی کہا کہ ان کی سمجھ میں نہیں آتا اتنا بڑا پنجرہ قیصر باغ میں پہنچایا کس طرح جائے گا۔ اس پر ایک پرانے بڈھے نے کہا:

''اے میاں یہ وزیروں کے معاملے ہیں۔ یہ چاہیں تو سلطنت کی سلطنت ادھر سے ادھر پہنچادیں۔ آپ اتی سی پنجری کے لیے ہلکان ہو رہے ہیں۔''

سب لوگ ہنسنے لگے۔ پنجرا دیکھنے کا ایک دعوے دار بولا: ''بڑے میاں آپ بے دیکھے کی بات کر رہے ہیں۔ پنجری! اجی اگر آپ نے اس کی اونچائی ......

''کتنی ہوگی؟ رومی دروازے سے زیادہ؟''

''رومی دروازہ تو خیر، لیکن حسین آباد کے پھاٹکوں سے کم نہ ہوگی۔''

मिल गई कि अपनी मां से भी न हिली मिली होगी, और मैं भी बस किसी किसी दिन बाज़ारों की सैर कर लेने के सिवा काम पर से सीधा घर आता और दरवाज़े के पीछे उसके दौड़ते हुए छोटे छोटे क़दमों की आहट का इंतिज़ार करता था।

मैं उसके लिये बाज़ार से कुछ नहीं लाता था। तनख़्वाह हालांकि हुसैनाबाद से ज़्यादा मिलती थी लेकिन क़र्ज़ों की वापसी में इतनी कट जाती थी कि दाल रोटी भर का ख़र्च निकल पाता था। ख़ुद उसने भी फ़र्माइश करना नहीं सीखा था, लेकिन एक दिन मुझ से बातें करते करते अचानक वह बोली:

"अब्बा, अल्लाह हमें पहाड़ी मैना ला दो।"

मैं चुप रह गया बीवी के मरने के बाद मैंने क़सम खा ली थी, कि अब घर में कोई परिंदा नहीं पालूंगा, फिर भी जब मैं ने देखा कि वह उम्मीद भरी नज़रों से मुझे देख रही है तो मैंने कहा:

"हम अपनी पहाड़ी मैना को उसकी पहाड़ी मैना ला के बिल्कुल देंगे।"

उस दिन से वह रोज़ अपनी मैना का इंतज़ार करने लगी, एक दिन मैंने चिड़िया बाज़ार का एक फेरा भी किया, पहाड़ी मैना के दाम देसी मैना से ज़्यादा थे, इतने ज़्यादा भी नहीं कि मैं मोल न ले सकता, लेकिन जितनी तनख़्वाह उस वक़्त हाथ आई थी उसमें नहीं ले सकता था। मैं चिड़ियों से ज़रा हट कर पिंजड़े वालों के क़रीब चला गया। ग्राहकों की भीड़ थी और उस भीड़ में उस दिन पहली बार मैंने हुज़ूरे आलम के ईजादी क़फ़स का ज़िक्र सुना। लोगों की बातों से मुझे मालूम हुआ कि वह बादशाह को नज़्र करने के लिये बहुत दिन से एक बड़ा पिंजड़ा बनवा रहे हैं। यह भी मालूम हुआ कि लखनऊ में हर तरफ़ उसका चर्चा है। चिड़िया बाज़ार के उन ग्राहकों में से कई ने उसे बनते देखने का दावा किया और यह भी कहा कि उनकी समझ में नहीं आता कि इतना बड़ा पिंजड़ा क़ैसर बाग़ में पहुंचाया किस तरह जाएगा। उस पर एक पुराने बुड्ढे ने कहा,

"ऐ मियां यह वज़ीरों के मामले हैं। यह चाहें तो सल्तनत की सलतनत इधर से उधर पहुंचा दें। आप इत्ती सी पिंजड़ी के लिये हलकान हो रहे हैं।"

सब लोग हंसने लगे, पिंजड़ा देखने का एक दावेदार बोला:

"बड़े मियां आप बेदेखे की बात कर रहे हैं, पिंजड़ी! अजी अगर आप ने उसकी ऊंचाई..........."

''بس ؟'' بڑے میاں بولے،'' پھر اسے تو وہ بائیں ہاتھ کی چھنگلیا میں لٹکا کر رومی دروازے کے اوپر............''

قہقہے لگنے لگے اور میں وہاں سے گھر چلا آیا۔

☆☆☆

دوسرے ہی دن میں نے طاؤس چمن میں بھی حضور عالم کے ایجادی قفس کا ذکر سنا۔ چبوترہ تیار ہوگیا تھا۔ چمن کی ہریالی میں اس کی چمکیلی سنگین سفیدی آنکھوں کو بھلی بھی لگتی تھی چبھتی بھی تھی۔ داروغہ نبی بخش نے مجھے بتایا کے قفس اسی چبوترے پر رکھا جائے گا۔

''مگر داروغہ صاحب'' میں نے پوچھا ''اتنا بڑا قفس یہاں تک پہنچے گا۔ کس طرح............''

''ٹکڑوں ٹکڑوں میں آرہا ہے۔ بھائی'' داروغہ نے بتایا۔'' پھر یہیں جوڑا جائے گا۔ حضور عالم کے آدمی آتے ہوں گے۔ اب یہاں ان کا تصرف ہوگا۔ رات بھر کام کریں گے۔کل قفس میں جانور چھوڑے جائیں گے......''

''جانور چھوڑے جائیں گے۔ یا بند کیے جائیں گے؟'' میں نے ہنس کر کہا۔

''ایک ہی بات ہے۔ اماں زبان کے کھیل چھوڑو اور مطلب کی سنو۔ حضور عالم تو خیر آ ہی رہے ہیں۔ عجیب نہیں حضرت سلطان عالم بھی تشریف لائیں۔کل سے تمھارا اصلی کام شروع ہوگا۔ تمھیں ایجادی قفس اور اس کے جانوروں کی نگاہ داری پر رکھا گیا ہے کیا سمجھے؟ کل آ ئیے گا ضرور کہیں چھٹی نہ لے بیٹھیے گا۔''

اسی وقت ایک چوبدار طاؤس چمن میں داخل ہوا اس نے داروغہ کے پاس جا کر چپکے چپکے کچھ باتیں کیں۔ داروغہ نے جواب میں کہا۔'' سر آنکھوں پر آئیں۔ ہمارا کام پورا ہوگیا۔'' انھوں نے چبوترے کی طرف اشارہ کیا پھر مجھ سے کہا'' چلو بھائی قفس کے لیے چمن چھوڑو۔''

دوسرے دن میں وقت سے بہت پہلے گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ ننھی فلک آرا نے روز کی طرح چلتے چلتے یاد دلایا۔

"कितनी होगी? रूमी दरवाज़े से ज़्यादा?"

"रूमी दरवाज़ा तो ख़ैर, लेकिन हुसैनाबाद के फाटकों से कम न होगी।"

"बस?" बड़े मियां बोले, "फिर उसे तो वह बाएं हाथ की छिंगुलिया में लटका कर रूमी दरवाजे के ऊपर ......"

क़हक़हे लगने लगे और मैं वहां से घर चला आया।

☆☆

दूसरे ही दिन मैंने ताऊस चमन में भी हुज़ूरे आलम के ईजादी क़फ़स का ज़िक्र सुना। चबूतरा तैयार हो गया था। चमन की हरियाली में उसकी चमकीली संगीन सफ़ेदी आंखों को भली भी लगती थी, और चुभती भी थी दारोग़ा नबी बख्श ने मुझे बताया कि क़फ़स उसी चबूतरे पर रखा जाएगा।

"मगर दारोग़ा साहब," मैं ने पूछा "इतना बड़ा क़फ्स[1] यहां तक पहुंचेगा किस तरह?"

"टुकड़ों टुकड़ों में आ रहा है भाई," दारोग़ा ने बताया, "फिर यहीं जोड़ा जायेगा। हुज़ूरे आलम के आदमी आते होंगे। अब यहां उनका तसर्रूफ़[2] होगा। रात भर काम करेंगे, कल क़फ़स में जानवर छोड़े जाएंगे..........."

"जानवर छोड़े जाएंगे या बंद किये जायेंगे?" मैंने हंसकर कहा।

"एक ही बात है, अमां ज़बान के खेल छोड़ो और मतलब की बात सुनो। हुज़ूरे आलम तो ख़ैर आ ही रहे हैं, अजब नहीं हज़रत सुलताने आलम भी तशरीफ लाएं। कल से तुम्हारा असली काम शुरू होगा। तुम्हें ईजादी क़फ़स और उसके जानवरों की निगहदारी पर रखा गया है, क्या समझे? और कल आईयेगा ज़रूर कहीं छुट्टी न ले बैठिएगा।"

उसी वक़्त एक चोबदार ताऊस चमन में दाख़िल हुआ उसने दारोग़ा के पास जाकर चुपके चुपके कुछ बातें कीं। दारोग़ा ने जवाब में कहा।

"सर आंखों पर आएं हमारा काम पूरा हो गया," उन्होंने चबूतरे की तरफ़ इशारा किया फिर मुझ से कहा, "चलो भाई। क़फ़स के लिये चमन छोड़ो।"

☆☆

दूसरे दिन मैं वक़्त से बहुत पहले घर से निकल खड़ा हुआ। नन्ही फ़लक

---

1. पिंजरा 2. प्रयोग

''ابا، ہماری پہاڑی مینا............''

''ہاں بیٹی، بالکل لائیں گے۔''

''آپ روز بھول جاتے ہیں گے'' اس نے ٹھنک کر کہا اور میں دروازے سے باہر آگیا۔ کچھ دور جانے کے بعد میں نے مڑکر دیکھا وہ دروازے کا ایک پٹ پکڑے مجھ کو دیکھ رہی تھی، بالکل اسی طرح جیسے اس کی ماں مجھے نوکری پر جاتے دیکھا کرتی تھی۔

رمنوں کے پاس سے ہوتا ہوا میں قیصر باغ کے شمالی پھاٹک میں، وہاں سے لکھی دروازے میں داخل ہوا۔ اور سیدھا طاؤس چمن پہنچا آج وہاں بڑی چہل پہل تھی۔ چمن کے باہر سپاہیوں کا پہرا تھا۔ اور داروغہ نبی بخش ان سے باتیں کر رہے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی بولے:

'' آؤ بھئی کالے خاں، دیکھا میں نے کیا کہا تھا۔ حضرت سلطان عالم تشریف لا رہے ہیں۔ تم نے اچھا کیا۔ جو آج سویرے سے آگئے۔ میں آدمی دوڑایا ہی چاہتا تھا۔''

پھر وہ مجھے لے کر طاؤس چمن میں داخل ہوئے۔ سامنے ہی چبوترے پر حضور عالم کا ایجادی قفس نظر آ رہا تھا۔ میں سمجھتا تھا یہ قفس کوئی بڑا سا خوبصورت پنجرا ہوگا۔ بس مگر اسے دیکھ کر میری تو آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ قفس کیا تھا ایک عمارت تھی۔ اس کا ڈھانچہ کوئی چار چار انگل چوڑی پٹریاں سے تیار کیا گیا تھا۔ پٹریاں ایک رخ سے لال، دوسرے رخ سے سبز تھیں۔ معلوم نہیں لکڑی کی تھیں یا لوہے کی لیکن اس پر روغن ایسا کیا گیا تھا کہ لعل اور زمرد کا دھوکا ہوتا تھا۔ جس دیوار کی پٹریاں باہر لال اندر سبز تھیں اس کے مقابل والی دیوار کی پٹریاں باہر سبز اندر لال رکھی گئی تھیں۔ اس طرح ایک طرف سے دیکھنے پر پورا قفس لال نظر آتا تھا دوسری طرف جاکر دیکھو تو سبز پٹریوں کے بیچ کی جگہوں میں پھولوں اور پرندوں کی شکلیں بناتی ہوئی روپہلی تیلیاں اور تیلیوں کے بیچ کی جگہوں میں سنہرے تاروں کی نازک جالیاں تھیں۔ ہر طرف چھوٹے دروازے اور کھڑکیاں بنائی گئی تھیں۔ اصل دروازہ قد آدم سے اونچا تھا۔ اور اس کی پیشانی پر دو جل پریاں شاہی تاج کو تھامے ہوئے تھیں۔ چھت کے چاروں کونوں پر روپہلی برجیاں اور بیچ میں بڑا سا سنہرا گنبد تھا۔ گنبد کے کلس پر بہت بڑا چاند تھا۔ برجیوں کی کلیاں تلے اوپر بٹھائے ہوئے ستاروں سے بنائی گئی تھیں۔

आरा ने रोज की तरह चलते चलते याद दिलाया-:

"अब्बा, हमारी पहाड़ी मैना......"

"हां बेटी, बिल्कुल लाएंगे।"

"आप रोज़ भूल जाते हैं" उसने ठुनक कर कहा और मैं दरवाज़े से बाहर आ गया। कुछ दूर जाने के बाद मैंने मुड़ कर देखा। वह दरवाज़े का एक पट पकड़े मुझ को देख रही थी, बिल्कुल उसी तरह जैसे उसकी मां मुझे नौकरी पर जाते देखा करती थी।

रमनों के पास से होता हुआ मैं क़ैसर बाग़ के शुमाली[1] फाटक में, वहां से लख्खी दरवाज़े में दाख़िल हुआ और सीधा ताऊस चमन पहुंचा। आज वहां बड़ी चहल पहल थी। चमन के बाहर सिपाहियों का पहरा था और दारोग़ा नबी बख़्श उन से बातें कर रहे थे, मुझे देखते ही बोले:

"आओ भाई काले खां, देखा मैंने क्या कहा था? हज़रत सुलताने आलम तशरीफ ला रहे हैं। तुमने अच्छा किया जो आज सवेरे से आ गये। मैं आदमी दौड़ाया ही चाहता था।"

फिर वह मुझे लेकर ताऊस चमन में दाख़िल हुए। सामने ही चबूतरे पर हुज़ूरे आलम का ईज़ादी क़फ़स नज़र आ रहा था। मैं समझता था यह क़फ़स कोई बड़ा सा, खूबसूरत पिंजड़ा होगा, बस। मगर उसे देख कर मेरी तो आंखें खुली की खुली रह गईं। क़फ़स क्या था एक इमारत थी। उसका ढांचा कोई चार चार उंगल चौड़ी पटरियों से तैयार किया गया था। पटरियां एक रुख़ से लाल और दूसरे रुख़ से सब्ज़ थीं। मालूम नहीं लकड़ी की थीं या लोहे की लेकिन उनपर रोगन ऐसा किया था कि लाल और ज़मुर्रुद[2] का धोखा होता था। जिस दीवार की पटरियां बाहर लाल, अंदर सब्ज़ थी उसके मुक़ाबिल वाली दीवार की पटरियां बाहर सब्ज़ अंदर लाल रखी गई थीं। इस तरह एक तरफ़ से देखने पर पूरा क़फ़स लाल नज़र आता था। दूसरी तरफ़ जाकर देखो तो सब्ज़। पटरियों के बीच की जगहों में फूलों और परिंदों की शक्लें बनाती हुई रूपहली तीलियां और तीलियों के बीच की जगहों में सुनहरे तारों की नाज़ुक जालियां थीं हर तरफ़ छोटे दरवाज़े और खिड़कियां बनाई गई थीं। असल दरवाज़ा क़द्दे-आदम से ऊंचा था और उसकी

1. उत्तरी 2. गहरा हरा

قفس کے بڑے دروازے سے کچھ ہٹ کر دس دس کی چار قطاروں میں چھوٹے چھو ٹے گول پنجرے رکھے ہوئے تھے اور ہر پنجرے میں ایک پہاڑی مینا تھی۔ داروغہ نے کہا ''انھیں اچھی طرح دیکھ لو کالے خاں، اصل پہاڑی مینا ئیں ہیں۔ مینا ئیں نہیں سونے کی چڑیاں ہیں۔ بادشاہ نے اس قفس کے لیے مہیا کرائی ہیں۔ انھیں شہزادیاں سمجھو۔''

پنجروں کے سامنے صندل کی ایک اونچی نازک سی میز تھی۔ جس پر ہاتھی دانت سے پھول پتیاں اور طرح طرح کی چڑیاں بنی ہوئی تھیں۔

''اچھا اب ادھر دیکھو'' داروغہ نے میز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ''اس پر ایک ایک پنجرا رکھا جائے گا۔ حضرت ملاحظہ فرماتے جائیں گے۔ تم یہاں دروازے کے پاس کھڑے ہوگے۔ حضرت کے ملاحظے کے بعد ہر پنجرا ہاتھوں ہاتھ ہوتا ہوا تمھارے پاس آئے گا۔ تمھارا کام جانور کو پنجرے سے نکال کر قفس میں ڈالنا ہوگا۔ یہ بہت چوکسی کا کام ہے۔ ذرا ڈھیلے پڑے اور چڑیا پھرر............''

''فکر نہ کیجیے استاذ'' میں نے کہا'' ہزار چڑیا اس پنجرے سے اس پنجرے میں کر دوں مجال ہے۔ جو ہاتھ بہک جائے۔''

''سچ کہتے ہو بھائی'' داروغہ بولے،'' پھر بھی حضرت کا سامنا ہوگا، ذرا اوسان ٹھکانے رکھنا''۔

اس کے بعد وہ باہر چلے گئے اور میں پھر قفس کو دیکھنے لگا۔ اندر سے وہ ایک چھوٹا سا قیصر باغ ہو رہا تھا۔ فرش پر سنگ سرخ کی بجری بچھی ہوئی تھی۔ بیچ میں پانی سے بھرا ہوا حوض جس میں چھوٹی چھوٹی سنہری کشتیاں تیر رہی تھی۔ اور ان کشتیوں میں بھی تھوڑا تھوڑا پانی تھا۔ فرش پر لال سبز چینی کی نیچی نیچی ناندوں میں پتلی لمبی شاخوں والے چھوٹے قد کے درخت تھے۔ دیواروں سے ملی ملی بسنت مالتی، بشن کانتا، جوہی اور کچھ ولایتی پھولوں کی بیلیں تھیں۔ ان میں ٹہنیوں سے زیادہ پھول تھے۔ اور انھیں اس طرح چھانٹا گیا تھا۔ کہ قفس کی صنعتیں ان میں چھپ جانے کے بجائے اور ابھر آئی تھیں۔ جگہ جگہ ستاروں کی وضع کے آئینے جڑے تھے۔ جن کی وجہ سے قفس میں جدھر دیکھو پھول ہی پھول نظر آتے تھے۔ پانی کے کاسے، دانے کی کٹوریاں، ہانڈیاں، چھوٹے چھوٹے جھولے، گھومنے والے اڈے،

पेशानी पर दो जलपरियां शाही ताज को थामे हुए थीं। छत के चारों कोनों पर रूपहली बुरजियां और बीच में बड़ा सा सुनहारा गुंबद था। गुंबद के कलस पर बहुत बड़ा चांद था। बुरजियों की कलियां तले ऊपर बिठाए हुए सितारों से बनाई गई थीं।

क़फ़स के बड़े दरवाज़े से कुछ हट कर दस दस की चार क़तारों में छोटे-छोटे गोल पिंजड़े रखे हुए थे और हर पिंजड़े में एक पहाड़ी मैना थी। दारोग़ा ने कहा:

"इन्हें अच्छी तरह देख लो काले खां, असली पहाड़ी मैनाएं हैं मैनाएं नहीं सोने की चिड़ियाएं हैं, बादशाह ने इस क़फ़स के लिये मुहय्या कराई हैं। इन्हें शहज़ादियां समझो।"

पिंजड़ों के सामने संदल की एक ऊंची नाज़ुक सी मेज़ थी जिस पर हाथी दांत से फूल पत्तियां और तरह तरह की चिड़ियां बनी हुई थीं।

"अच्छा अब इधर देखो" दारोग़ा ने मेज़ की तरफ़ इशारा करते हुए कहा, "इस पर एक पिंजड़ा रखा जाएगा। हज़रत मुलाहिज़ा[1] फरमाते जाएंगे। तुम यहां दरवाज़े के पास खड़े होगे। हज़रत के मुलाहिज़े के बाद हर पिंजड़ा हाथों हाथ होता हुआ तुम्हारे पास आएगा। तुम्हारा काम जानवर को पिंजड़े में से निकाल कर क़फ़स में डालना होगा। यह बहुत चौकसी का काम है। ज़रा ढीले पड़े और चिड़िया फुर्रर......"

"फ़िक्र न कीजिये उस्ताद" मैंने कहा। "हज़ार चिड़ियां इस पिंजड़े से उस पिंजड़े में कर दूं, मजाल है जो हाथ बहक जाये।"

"सच कहते हो भाई" दारोग़ा बोले "फिर भी, हज़रत का सामना होगा, ज़रा औसान ठिकाने रखना।"

उसके बाद वह बाहर चले गये और मैं फिर क़फ़स को देखने लगा। अंदर से वह एक छोटा सा क़ैसर बाग़ हो रहा था। फ़र्श पर संगे सुर्ख़ की बजरी बिछी हुई थी। बीच में पानी से भरा हुआ हौज़ जिसमें छोटी छोटी सुनहरी कश्तियां तैर रही थीं और इन कश्तियों में भी थोड़ा थोड़ा पानी था। फ़र्श पर लाल सब्ज़ चीनी की नीची नीची नांदों में पतली लम्बी शाख़ों वाले छोटे क़द के दरख़्त थे। दीवारों से मिली मिली बसंत मालती, बुशन कांता, जूही और कुछ विलायती फूलों की

1. ध्यानपूर्वक देखना

پتلے پتلے مچان اور آشیانے ہر طرف تھے اور انھیں سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ یہ جگہ پرندوں کے لیے ہے۔

ہوا چل رہی تھی۔ اور پورا قفس بہت ہلکی آواز میں جھنجھنا رہا تھا۔ مجھے محسوس ہوا کہ طاؤس چمن میں اچانک خاموشی چھا گئی ہے۔ اور میں چونک پڑا میں نے دیکھا بادشاہ حضور عالم اور اپنے خاص خاص مصاحبوں کے ساتھ طاؤس چمن میں داخل ہو رہے ہیں۔ سب سے پیچھے داروغہ نبی بخش سینے پر ہاتھ باندھے، سر جھکائے چل رہے تھے۔ صندل کی میز کے پاس آکر بادشاہ رکے اور دیر تک قفس کو دیکھتے رہے۔

''واہ'' انھوں نے کہا، پھر وزیر اعظم کو دیکھا،'' حضور عالم! یہ ہمارے ہی یہاں کا کام ہے۔''

''جہاں پناہ۔'' حضور عالم سینے پر ایک ہاتھ رکھ کر جھکے اور بولے، ایک ایک تار لکھنو کے کاریگروں کا موڑا ہوا ہے۔''

''تو انھیں کچھ اوپر سے بھی دیا؟''

''سلطان عالم کے تصدق میں ایک ایک کی سات پشتیں کھائیں گی۔''

''اچھا کیا،'' بادشاہ بولے،'' تو کچھ بڑھا کے ہم سے بھی دلوا دیجیے۔''

حضور عالم اور زیادہ جھک گئے۔ میں بادشاہ کے چہرے کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔ کوئی بھی نہیں دیکھ رہا تھا۔ سب آنکھیں جھکائے ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔ کچھ دیر بعد مجھے بادشاہ کی آواز سنائی دی۔

''لاؤ بھئی نبی بخش۔''

میں نے داروغہ کی طرف دیکھا انھوں نے سر اور ابروؤں کو بہت خفیف سی جنبش دے کر مجھے سنبھل جانے کا اشارہ کیا۔ ان کے پیچھے سے کسی ملازم نے پہلا پنجرا بڑھایا۔ داروغہ نے اسے دونوں ہاتھوں میں سنبھالا اور دو قدم آگے بڑھ کر شیشے کے کسی نازک برتن کی طرح بہت احتیاط سے میز پر رکھ دیا۔ اور پیچھے ہٹ گئے۔ بادشاہ نے پنجرا ہاتھ میں اٹھا لیا۔ مینا پنجرے میں ادھر سے ادھر پھدک رہی تھی۔ بادشاہ نے ہنس کر کہا۔

''ذرا قرار تو لو چلبلی بیگم!'' اور پنجرا واپس میز پر رکھ دیا۔

बेलें थीं। उनमें टहनियों से ज़्यादा फूल थे और उन्हें इस तरह छांटा गया था कि क़फ़स की सिन्अतें उनमें छुप जाने के बजाये और उभर आई थीं। जगह जगह सितारों की वज़ा के आईने जड़े थे जिनकी वजह से क़फ़स में जिधर देखो फूल ही फूल नज़र आते थे। पानी के कासे, दाने की कटोरियां, हांडियां, छोटे छोटे झूले, घूमने वाले अड्डे, पतले पतले मचान और आशियाने हर तरफ़ थे और उन्हीं से मालूम होता था कि यह जगह परिंदों के लिये है।

हवा चल रही थी और पूरा क़फ़स बहुत हल्की आवाज़ में झनझना रहा था। मुझे महसूस हुआ कि ताऊस चमन में अचानक ख़ामोशी छा गई है, और मैं चौंक पड़ा। मैंने देखा बादशाह हुज़ूरे आलम और अपने ख़ास ख़ास मुसाहिबों के साथ ताऊस चमन में दाख़िल हो रहे हैं। सबसे पीछे दारोग़ा नबी बख़्श सीने पर हाथ बांधे, सर झुकाए चल रहे थे। संदल की मेज़ के पास आकर बादशाह रुके और देर तक क़फ़स को देखते रहे।

"वाह!" उन्होंने कहा, फिर वजीरे आज़म को देखा "हुज़ूरे आलम! यह हमारे ही यहां का काम है?"

"जहां पनाह" हुज़ूरे आलम सीने पर एक हाथ रख कर झुके और बोले "एक एक तार लखनऊ के कारीगरों का मोड़ा हुआ है।"

"तो उन्हें कुछ ऊपर से भी दिया?"

"सुलताने आलम के तसद्दुक़[1] में एक एक की सात पुश्तें खाएंगी।"

"अच्छा किया" बादशाह बोले "तो कुछ बढ़ा के हम से भी दिलवा दीजिये।"

हुज़ूरे आलम और ज़्यादा झुक गये। मैं बादशाह के चेहरे की तरफ़ नहीं देख रहा था। कोई भी नहीं देख रहा था। सब आंखें झुकाए, हाथ बांधे खड़े थे। कुछ देर बाद मुझे बादशाह की आवाज़ सुनाई दी:

"लाओ भई नबी बख़्श"

मैंने दारोग़ा की तरफ़ देखा। उन्होंने सर और अबरूओं को बहुत खफ़ीफ़[2] सी जुंबिश[3] देकर मुझे संभल जाने का इशारा किया। उनके पीछे से किसी मुलाज़िम ने पहला पिंजड़ा बढ़ाया। दारोग़ा ने उसे दोनों हाथों में संभाला और दो

---

1. व्योछावर 2. हलकी 3. हरकत

ایک مصاحب نے پنجرا اٹھا کر دوسرے مصاحب کو دیا۔ دوسرے نے تیسرے کو اور آخر میں پنجرا میرے پاس آ گیا۔ میں نے اسے قفس کے دروازے کی جھری کے قریب کیا اور بڑی پھرتی کے ساتھ چلبلی بیگم کو نکال کر قفس میں ڈال دیا۔ ایک اور ملازم نے خالی پنجرا میرے ہاتھ سے لے لیا۔ اتنی دیر میں میز پر دوسرا پنجرا آ گیا تھا۔ بادشاہ نے اسے بھی ہاتھ میں اٹھایا اس کی مینا اڈے پر سر جھکائے بیٹھی تھی۔ بادشاہ نے اسے ہلکی سی چمکاری دی تو اس نے اور زیادہ سر جھکا لیا بادشاہ نے کہا۔

''اے بی صورت تو دیکھنے دو'' پھر پنجرا میز پر رکھ کر بولے: ''یہ حیادار دلھن ہیں۔''

پھر یہ پنجرا میرے پاس آیا۔ اور میں نے حیادار دلھن کو بھی قفس میں پہنچا دیا۔ اسی طرح ایک کے بعد ایک مینائیں بادشاہ کے پاس آتی رہیں اور وہ ان کے نام رکھتے رہے۔ کسی کا نام نازک قدم رکھا۔ کسی کا آہو چشم، کسی کا بردگن، ایک پنجرا جیسے ہی بادشاہ کے ہاتھ میں آیا اس کی مینا نے پر پھڑ پھڑا کر چہچہانا شروع کر دیا۔ بادشاہ نے اس کا نام زہرہ پری رکھا۔ مجھ کو سب مینائیں ایک سی معلوم ہو رہی تھیں۔ لیکن بادشاہ کو ہر ایک میں کوئی نہ کوئی بات سب سے الگ نظر آتی اور وہ اسی کی رعایت سے اس کا نام رکھتے تھے۔ دیر تک پنجرے میرے ہاتھ میں آتے اور میناؤں کے نام میرے کان میں پڑتے رہے۔ بادشاہ کی موجودگی سے شروع شروع میں مجھے جو گھبراہٹ ہو رہی تھی۔ وہ اب کچھ کم ہو گئی تھی۔ اور میں ہر مینا کو قفس میں ڈالنے سے پہلے ایک نظر دیکھ بھی لیتا تھا۔ بائیس تئیس پنجروں کے بعد اچانک میں نے بادشاہ کی آواز سنی:

''فلک آرا''

اور ایک پنجرا میرے ہاتھ میں آ گیا۔

میں نے دل ہی دل میں دہرایا، ''فلک آراء'' اور اس مینا کو غور سے دیکھا۔ وہ بھی دوسری میناؤں کی طرح تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ بادشاہ نے اسکا نام فلک آرا کیوں رکھا ہے۔ مینا کو دیکھ کر انھوں نے جو کچھ کہا ہوگا۔ وہ میں سن نہیں پایا تھا۔ میں نے فلک آرا کو اور غور سے دیکھا وہ گردن اٹھائے پنجرے میں بیٹھی تھی۔ اسنے تبھی مجھ کو دیکھا اور مجھے ایسا معلوم ہوا کہ میں اپنی ننھی فلک آرا کو دیکھ رہا ہوں اس میں مجھے کچھ دیر لگ گئی۔ اور

क़दम आगे बढ़ कर शीशे के किसी नाज़ुक बर्तन की तरह बहुत एहतियात से मेज़ पर रख दिया और पीछे हट गये। बादशाह ने पिंजड़ा हाथ में उठा लिया। मैना पिंजड़े में इधर से उधर फुदक रही थी। बादशाह ने हंस कर कहा:

"ज़रा क़रार तो लो, चुलबुली बेगम!" और पिंजड़ा वापस मेज़ पर रख दिया।

एक मुसाहिब ने पिंजड़ा उठा कर दूसरे मुसाहिब को दिया। दूसरे ने तीसरे को, और आख़िर में पिंजड़ा मेरे पास आ गया। मैंने उसे क़फ़स के दरवाज़े की झिरी के क़रीब किया और बड़ी फुर्ती के साथ चुलबुली बेगम को निकाल कर क़फ़स में डाल दिया। एक और मुलाज़िम ने खाली पिंजड़ा मेरे हाथ से ले लिया। इतनी देर में मेज़ पर दूसरा पिंजड़ा आ गया था। बादशाह ने उसे भी हाथ में उठाया इसकी मैना अड्डे पर सर झुकाए बैठी थी। बादशाह ने उसे हलकी सी चुमकारी दी तो उसने और ज़्यादा सर झुका लिया। बादशाह ने कहा:

"ऐ बी, सूरत तो देखने दो।" फिर पिंजड़ा मेज़ पर रख कर बोले "यह हयादार दुल्हन हैं" फिर यह पिंजड़ा मेरे पास आया तो मैं ने हयादार दुल्हन को भी क़फ़स में पहुंचा दिया। इसी तरह एक के बाद एक मैनाएं बादशाह के पास आती रहीं और वह उनके नाम रखते रहे। किसी का नाम नाज़ुक क़दम रखा किसी का आहू चश्म, किसी का ब्रोगन, एक पिंजड़ा जैसे ही बादशाह के हाथ में आया उसकी मैना ने फड़फड़ा कर चहचहाना शुरू कर दिया। बादशाह ने उसका नाम ज़ोहरा परी रखा। मुझ को सब मैनाएं एक सी मालूम हो रही थीं लेकिन बादशाह को हर एक में कोई न कोई बात सब से अलग नज़र आती और वह उसी की रिआयत[1] से उसका नाम रखते थे। देर तक पिंजड़े मेरे हाथ में आते और मैनाओं के नाम मेरे कान में पड़ते रहे। बादशाह की मौजूदगी से शुरू शुरू में मुझे जो घबराहट हो रही थी वह अब कुछ कम हो गई थी और मैं हर मैना को क़फ़स में डालने से पहले एक नज़र देख भी लेता था। बाईस तेईस पिंजड़ों के बाद अचानक मैं ने बादशाह की आवाज़ सुनी:

"फ़लक आरा"

और एक पिंजड़ा मेरे हाथ में आ गया। मैंने दिल ही दिल में दोहराया, "फ़लक आरा" और इस मैना को ग़ौर से देखा। वह भी दूसरी मैनाओं की तरह

1: अनुसार

ابھی پنجرا میرے ہاتھ میں اور چڑیا پنجرے ہی میں تھی کہ میں نے دیکھا اگلا پنجرا میری طرف آرہا ہے۔ میں نے بوکھلا کر فلک آرا کو ایسے بے تکے پن سے قفس میں ڈالا کہ وہ میرے ہاتھ سے چھوٹتے چھوٹتے بچی۔ خیریت گذری کہ کسی نے دیکھا نہیں اور فلک آرا قفس میں پہنچ کر ایک جھولے پر بیٹھ گئی۔

اس کے بعد سولہ سترہ پنجرے اور آئے ہر مینا کو قفس میں ڈالنے سے پہلے میں ایک نظر فلک آرا پر ضرور ڈال لیتا تھا۔ وہ اسی طرح جھولے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اور مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس وقت مجھے یہ محسوس کر کے تعجب ہوا کہ اگرچہ میں اس میں اور دوسری میناؤں میں کوئی فرق نہیں بتا سکتا لیکن اسے سب میناؤں سے الگ پہچان سکتا ہوں۔

چالیسوں مینائیں قفس میں پہنچ چکی تھیں۔ اور ادھر سے ادھر اڑتی پھر رہی تھیں۔ کچھ دیر بعد فلک آرا نے بھی اپنے جھولے پر سے ہلکی سی اڑان بھری اور قفس کے پوربی حصے میں ایک ٹہنی پر جا بیٹھی۔ بادشاہ دھیمی آواز میں داروغہ کو کچھ سمجھا رہے تھے کہ رمنوں کی طرف سے ایک شیر کی دہاڑ سنائی دی۔ بادشاہ نے بولتے بولتے رک کر پوچھا۔

"یہ موہنی کس پر بگڑ رہی ہیں نبی بخش"

داروغہ چپکے سے مسکرائے اور سر ذرا نیچے کر کے آنکھیں مٹکاتے ہوئے بولے۔"غلام جان کی امان پاوے تو عرض کرے۔"

"بتاؤ بتاؤ"

"وہ سلطان عالم ہی پر بگڑ رہی ہیں۔"

"ارے ارے ہم نے کیا کیا ہے۔ بھئی" بادشاہ نے پوچھا، پھر انکا چہرہ خوشی سے دمکنے لگا۔"اچھا اچھا ہم سمجھ گئے۔ آج ہم ان سے ملے بغیر سیدھے ادھر جو چلے آئے یہی بات ہے نہ؟"

داروغہ سینے پر دونوں ہاتھ رکھ کر جھک گئے اور بولے۔

"سلطان عالم سے زیادہ ان کی ادائیں کون پہچانے گا۔ اسی پر ناز دکھاتی ہیں۔ پھر بیاری سے اٹھی ہیں۔ اس سے اور ٹھنکھنی ہو رہی ہیں۔ غلام کی تو بات ہی نہیں سنتیں۔"

"سچ کہتے ہو!" بادشاہ نے کہا، مصاحبوں کی طرف دیکھا، پھر حضور عالم کی طرف،

थी, मेरी समझ में नहीं आया कि बादशाह ने इसका नाम फ़लक आरा क्यों रखा है। मैंना को देख कर उन्होंने जो कुछ कहा होगा वह मैं सुन नहीं पाया था। मैंने फ़लक आरा को और ग़ौर से देखा वह गर्दन उठाए पिंजड़े में बैठी थी उसने भी मुझ को देखा और मुझे ऐसा मालूम हुआ कि मैं अपनी नन्ही फ़लक आरा को देख रहा हूं। इसमें मुझे कुछ देर लग गई और अभी पिंजड़ा मेरे हाथ में और चिड़िया पिंजड़े ही में थी कि मैं ने देखा अगला पिंजड़ा मेरी तरफ़ आ रहा है। मैं ने बौखला कर फ़लक आरा को ऐसे बेतुक पन से क़फ़स में डाला कि वह मेरे हाथ से छूटते छूटते बची। ख़ैरियत गुज़री कि किसी ने देखा नहीं और फ़लक आरा क़फ़स में पहुंच कर एक झूले पर बैठ गई।

इसके बाद सोलह सतरह पिंजड़े और आए हर मैना को क़फ़स में डालने से पहले मैं एक नज़र फ़लक आरा पर ज़रूर डाल लेता था। वह इसी तरह झूले पर बैठी हुई थी और मुझे देख रही थी। उस वक़्त मुझे यह महसूस करके ताज्जुब हुआ कि अगरचे मैं इसमें और दूसरी मैनाओं में कोई फ़र्क़ नहीं बता सकता लेकिन उसे सब मैनाओं से अलग पहचान सकता हूं।

चालीसों मैनाएं क़फ़स में पहुंच चुकी थीं और इधर से उधर उड़ती फिर रही थीं। कुछ देर बाद फ़लक आरा ने भी अपने झूले पर से हलकी सी उड़ान भरी और क़फ़स के पूरबी हिस्से में एक टहनी पर जा बैठी। बादशाह धीमी आवाज़ में दारोग़ा को कुछ समझा रहे थे कि रमनों की तरफ़ से एक शेर की दहाड़ सुनाई दी। बादशाह ने बोलते बोलते रुक कर पूछा:

"यह मोहनी किस पर बिगड़ी रही हैं नबी बख़्श?"

दारोग़ा चुपके से मुस्कुराए और सर ज़रा नीचे करके आंखें मटकाते हुए बोले:

"ग़ुलाम जान की अमान पावे तो अर्ज़ करे।"

"बताओ बताओ,"

"वह सुलताने आलम ही पर बिगड़ रही हैं।"

"अरे अरे, हम ने क्या किया है भई?" बादशाह ने पूछा, फिर उनका चेहरा ख़ुशी से दमकने लगा। "अच्छा अच्छा, हम समझ गए। आज हम उनसे मिले बग़ैर सीधे इधर जो चले आए, यही बात है न?"

پھر نبی بخش کی طرف، اور بولے "تو چلو بھئی، ان کو منائیں۔"

سب لوگ اور ان کے پیچھے پیچھے داروغہ بھی چمن کے باہر نکل گئے۔ اتنی دیر میں ملازموں نے دانے کی تھیلیاں اور پانی کے بڑے بدھنے لاکر قفس کے دروازے کے پاس رکھ دیے تھے۔ میں نے دروازہ ذراسا کھولا اور ترچھا ہو کر قفس میں داخل ہو گیا ایک چھوٹے دروازے سے ہاتھ بڑھا بڑھا کر تھیلیاں اور بدھنے اٹھالیے اور سب برتنوں میں دانہ پانی بھر دیا۔ مینائیں اڑتی ہوئی ایک ٹہنی سے دوسری ٹہنی پر بیٹھ رہی تھیں۔ سب اسی طرح ایک سی نظر آرہی تھیں۔ لیکن فلک آرا کو میں نے پھر پہچان لیا۔ اور اس کے پاس کھڑا کچھ دیر تک اسے چمکارتا رہا۔

"میں تمھیں فلک مینا کہوں گا" میں نے اسے چپکے سے بتایا۔

قفس سے باہر نکل کر میں طاؤس چمن کی حد بندی کرنے والی رمنوں میں پہنچا جنھیں جالی سے گھیر کر اوپر جالی ہی کی چھتیں بنائی گئی تھیں۔ ان میں طرح طرح کی ہزاروں چڑیاں چہک رہی تھیں۔ یہاں بھی میں نے دانے پانی کے برتن بھرے، زمین کی صفائی کی، چھوٹی جھاڑیوں پر پانی کے چھینٹے دیے اور پھر طاؤس چمن میں چلا آیا۔

داروغہ رمنوں سے واپس آگئے تھے اور قفس کے پاس کھڑے شاید میرا ہی انتظار کر رہے تھے۔

"چلو بھائی، یہ مہم بھی سر ہوئی،" انھوں نے کہا اور قفس کو چاروں طرف سے گھوم پھر کر دیکھنے لگے۔

"ہمارے شہر میں بھی کیسا کیسا کاریگر پڑا ہے۔ داروغہ صاحب" میں نے کہا لیکن داروغہ قفس کی سیر دیکھنے میں محو تھے۔

"اتنا ہم کہیں گے۔" آخر وہ بولے، "حضور عالم نے اسے دل لگا کر بنوایا ہے۔"

(3)

طاؤس چمن میں میرا کام کچھ مشکل نہیں تھا۔ تھوڑے دنوں میں مجھ کو ہر بات کا ڈھب آگیا۔ میں جلدی کام ختم کرلیتا اور جتنا وقت بچتا وہ قفس کی مزید صفائی ستھرائی میں لگا دیتا تھا۔ مینائیں اب مجھ کو اچھی طرح پہچاننے لگی تھیں۔ اور مجھے دیکھتے ہی دانے کے خالی برتنوں

दारोग़ा सीने पर दोनों हाथ रख कर झुक गए और बोले:

"सुलताने आलम से ज़्यादा उन की अदाएं कौन पहचानेगा। इसी पर नाज़ दिखाती हैं। फिर बीमारी से उठी हैं, इससे और खनखनी हो रही हैं। गुलाम की तो बात ही नहीं सुनतीं।"

"सच कहते हो!" बादशाह ने कहा, मुसाहिबों की तरफ़ देखा, फिर हुज़ूरे आलम की तरफ़, फिर नबी बख़्श की तरफ़, और बोले "तो चलो भई, उनको मनाएं"

सब लोग और उनके पीछे पीछे दारोग़ा भी चमन से बाहर निकल गये। इतनी देर में मुलाज़िमों ने दाने की थैलियां और पानी के बड़े बधने लाकर क़फ़स के दरवाज़े के पास रख दिये थे। मैंने दरवाज़ा ज़रा सा खोला और तिरछा हो कर क़फ़स में दाख़िल हो गया। एक छोटे दरवाज़े से हाथ बढ़ा बढ़ा कर थैलियां और बधने उठा लिये और सब बर्तनों में दाना पानी भर दिया। मैनाएं उड़ती हुईं एक टहनी से दूसरी टहनी पर बैठ रही थीं। सब इसी तरह एक सी नज़र आ रही थीं, लेकिन फ़लक आरा को मैंने फिर पहचान लिया और उसके पास खड़ा कुछ देर तक उसे चुमकारता रहा।

"मैं तुम्हें फ़लक मैना कहूंगा," मैंने उसे चुपके से बताया।

क़फ़स से बाहर निकल कर मैं ताऊस चमन की हदबंदी करने वाली बग़ियों में पहुंचा, जिन्हें जाली से घेर कर ऊपर जाली ही की छतें बनाई गई थीं। उन में तरह तरह की हज़ारों चिड़ियां चहक रही थीं। यहां भी मैंने दाने पानी के बर्तन भरे, ज़मीन की सफाई की, छोटी झाड़ियों पर पानी के छींटें दिये और फिर ताऊस चमन में चला आया।

दारोग़ा रमनों से वापस आ गये थे और क़फ़स के पास खड़े शायद मेरा ही इंतिज़ार कर रहे थे।

"चलो भाई, यह मुहिम भी सर हुई," उन्होंने कहा और क़फ़स को चारों तरफ़ से घूम फिर कर देखने लगे।

"हमारे शहर में भी कैसा कैसा कारीगर पड़ा है, दारोग़ा साहब," मैंने कहा। लेकिन दारोग़ा क़फ़स की सैर देखने में महव थे।

"इतना हम कहेंगे," आख़िर वह बोले "हुज़ूरे आलम ने उसे दिल लगाकर

کے پاس بیٹھنا شروع کر دیتی تھیں۔ فلک مینا کو شاید اندازہ ہو گیا تھا کہ اس پر میری خاص توجہ ہے۔ وہ مجھ سے بہت ہل گئی تھی۔ مجھے قفس کے دروازے پر دیکھ کر قریب آتی اور سب میناؤں سے پہلے چہچہاتی تھی۔

ایک دن محلات میں معلوم نہیں کیا تھا کہ طاؤس چمن اور ایجادی قفس کی سیر کو کوئی نہیں آیا۔ میں نے اپنا سارا کام ختم کر لیا تھا۔ اور اب قفس کو ذرا پیچھے ہٹ کر دیکھ رہا تھا۔ حوض میں تیرتی ہوئی دو کشتیاں آپس میں مل گئی تھیں۔ اور دیکھنے میں اچھی نہیں معلوم ہو رہی تھیں۔ میں ایک بار پھر قفس میں داخل ہوا اور کشتیوں کو الگ الگ کر کے وہیں کھڑا رہا۔ چہچہاتی ہوئی مینائیں قفس بھر میں اڑتی پھر رہی تھیں۔ سب کے پوٹے بھرے ہوئے تھے۔اس لیے کسی کی توجہ میری طرف نہیں تھی۔ لیکن فلک مینا بار بار میرے قریب آتی، زور، زور سے بولتی، پھر دور کسی اڈے یا جھولے پر بیٹھ جاتی، پھر وہاں سے اڑان بھر کر میری طرف آتی، بولتی اور دور بھاگ جاتی۔ بالکل اسی طرح میری اپنی ننھی فلک آرا کسی کسی دن مجھ سے کھیل کرتی تھی۔ مجھے یہ سوچ کر اس پر ترس آیا کہ روز جب میں گھر پہنچتا ہوں تو وہ مجھ سے بھاگ کر چھپنے کے بجائے دروازے ہی پر ملتی ہے۔ اور پوچھتی ہے۔" ابا ہماری مینا لائے ؟" اور میرے خالی ہاتھ دیکھ کر اداس ہو جاتی ہے۔ اسکا اترا ہوا چہرہ میری نگاہوں کے سامنے گھومنے لگا۔ اچانک میرے دل میں برائی آ گئی اور میں نے کچھ اور ہی سوچنا شروع کر دیا۔ قفس میں چالیس مینائیں اڑتی پھرتی ہیں۔ ان کی صحیح صحیح گنتی کرنا آسان نہیں۔ آسان کیا ہے۔ ممکن ہی نہیں، ستاروں کی شکل والے آئینے ایک ایک کو دس دس کر کے دکھاتے ہیں۔ یوں بھی چالیس اور انتالیس میں فرق ہی کون سا ہے۔ ایک مینا کم ہو جائے تو کسی کو پتا بھی نہ چلے گا۔ اسی وقت فلک مینا میرے قریب آ کر بولی اور میں نے ہاتھ لپکا کر اسے بہت آہستگی کے ساتھ پکڑ لیا۔ اس کے پروں کو سہلاتا ہوا میں قفس کے ایک گوشے میں آ گیا اور اڑتی ہوئی میناؤں کو گننے لگا۔ بار بار گننے پر پتا نہیں چل پایا کہ مینائیں چالیس ہیں۔ یا انتالیس۔ مجھے اطمینان ہو گیا۔ فلک مینا کو میں نے ایک جھولے پر بیٹھا کر ہلکا سا پینگ دیا اور قفس سے باہر نکل آیا۔

اس دن لکھی دروازے سے نکلتے نکلتے میں فلک مینا کو گھر لے آنے کا پکا فیصلہ کر

बनवाया है।"

(3)

ताऊस चमन में मेरा काम कुछ मुश्किल नहीं था। थोड़े दिनों में मुझ को हर बात का ढब आ गया। मैं जल्दी काम खत्म कर लेता और जितना वक़्त बचता वह क़फ़स की मज़ीद सफाई सुथराई में लगा देता था। मैनाएं अब मुझ को अच्छी तरह पहचानने लगी थीं और मुझे देखते ही दाने के ख़ाली बर्तनों के पास बैठना शुरू कर देती थीं। फ़लक मैना को शायद अंदाज़ा हो गया था कि उस पर मेरी ख़ास तवज्जो है। वह मुझ से बहुत मिल गई थी, मुझे क़फ़स के दरवाज़े पर देख कर क़रीब आती और सब मैनाओं से पहले चहचहाती थी।

एक दिन महल्लात में मालूम नहीं क्या था कि ताऊस चमन और ईजादी क़फ़स की सैर को कोई नहीं आया। मैंने अपना सारा काम ख़त्म कर लिया था और अब क़फ़स को ज़रा पीछे हट कर देख रहा था। हौज़ में तैरती हुई दो कश्तियां आपस में मिल गई थीं और देखने में अच्छी नहीं मालूम हो रही थीं। मैं एक बार फिर क़फ़स में दाख़िल हुआ और कश्तियों को अलग अलग करके वहीं खड़ा रहा।

चहचहाती हुई मैनाएं क़फ़स भर में उड़ती फिर रही थीं सब के पोटे भरे हुए थे इस लिये किसी की तवज्जो मेरी तरफ़ नहीं थी। लेकिन फ़लक मैना बार बार मेरे क़रीब आती, ज़ोर ज़ोर से बोलती, फिर दूर किसी अड्डे या झूले पर बैठ जाती, फिर वहां से उड़ान भर कर मेरी तरफ़ आती, बोलती और दूर भाग जाती। बिल्कुल इसी तरह मेरी अपनी नन्ही फ़लक आरा किसी किसी दिन मुझ से खेल करती थी, मुझे यह सोच कर उसपर तरस आया कि रोज़ जब मैं वापस घर पहुंचता हूं तो वह मुझ से भाग कर छुपने के बजाये दरवाज़े ही पर मिलती है और पूछती है, "अब्बा हमारी मैना लाए?" और मेरे ख़ाली हाथ देख कर उदास हो जाती है। उसका उतरा हुआ चेहरा मेरी निगाहों के सामने घूमने लगा। अचानक मेरे दिल में बुराई आ गई और मैं ने कुछ और ही सोचना शुरू कर दिया। क़फ़स में चालीस मैनाएं उड़ती फिरती हैं,। उनकी सही सही गिनती करना आसान नहीं। आसान क्या, मुमकिन ही नहीं, सितारों की शक्ल वाले आईने एक एक को दस दस कर के दिखाते हैं यूं भी चालीस और उन्तालीस में फ़र्क़ ही कौन सा है? एक

چکا تھا۔ اور اسے ایک معمولی سا کام سمجھ رہا تھا۔ جس میں مجھ کو شرم یا پشیمانی والی کوئی بات نظر نہیں آرہی تھی۔ بلکہ شرمندگی تھی۔ تو صرف اپنی فلک آرا سے کہ میں اتنے دن تک خواہ مخواہ اسے مینا کے لیے ترساتا رہا۔ اور پچھتاوا تھا تو بس اسکا کہ فلک مینا کو آج ہی قفس سے کیوں نہیں نکال لایا۔

چڑیا بازار میں رک کر میں نے تھوڑے مول تول کے بعد ایک سستا سا پنجرا خرید لیا۔ پنجرے والے نے پیسے گنتے گنتے پوچھا۔

"کون سا جنور ہے۔؟"

"پہاڑی مینا"، میں نے کہا اور میرا دل آہستہ سے دھڑکا۔

"پہاڑی مینا پالی ہے۔ تو شیدی صاحب پنجرا بھی ویسا ہی رکھنا تھا" اس نے کہا" خیر، آپ کی خوشی۔"

میں پنجرا لے کر آگے بڑھ گیا۔ لیکن چند ہی قدم چلا ہوں گا کہ ہاتھ پاؤں سنسنانے لگے اور گلا خشک ہوگیا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا۔ جیسے کوئی میرے کان میں کہہ رہا ہوں کالے خاں !بادشاہی پرندے کی چوری ؟ راستے بھر مجھ کو یہی آواز سنائی دیتی رہی۔ کئی بار ارادہ کیا پنجرا پھیر آؤں پھر خیال آیا فلک آرا کو کسی طرح خالی پنجرے سے بہلالوں گا۔ گھر پہنچتے پہنچتے مجھے خود پر حیرت ہونے لگی۔ کہ میں نے ایسی خطرناک بات کا ارادہ کیا تھا۔ خوشی بھی بہت ہو رہی تھی۔ کہ میں نے فلک مینا کو قفس سے نکال نہیں لیا۔

یقین مجھے اب بھی تھا کہ ایک مینا کی چوری پکڑی نہیں جا سکتی تھی۔ پھر بھی معلوم ہو رہا تھا موت کے منہ سے نکل آیا ہوں۔

گھر پہنچا تو فلک آرا میرے ہاتھ میں پنجرا دیکھ کر خوشی سے چیخ پڑی۔

"ہماری مینا آگئی!"

لیکن جب وہ دوڑتی ہوئی میرے قریب آئی تو پنجرا خالی دیکھ کر پھر اسکا چہرہ اتر گیا اس نے میرے طرف دیکھا اور روہانسی ہوگئی۔ میں نے اسے گود میں اٹھا لیا اور کہا۔

"بھئی آج پنجرا آیا ہے۔ کل مینا بھی آجائے گی۔"

"نہیں!" اس نے کہا، آپ جھوٹ بہت بولتے ہیں گے۔"

मैना कम हो जाये तो किसी को पता भी न चलेगा। उसी वक़्त फ़लक मैना मेरे क़रीब आकर बोली और मैंने हाथ लपका कर उसे बहुत आहिस्तगी के साथ पकड़ लिया। उसके परों को सहलाता हुआ मैं क़फ़स के एक गोशे में आ गया और उड़ती हुई मैनाओं को गिनने लगा। बार बार गिनने पर भी पता नहीं चल पाया कि मैनाएं चालीस हैं या उन्तालीस। मुझे इत्मिनान हो गया। फ़लक मैना को मैंने एक झूले पर बिठा कर हल्का सा पैंग दिया और क़फ़स से बाहर निकल आया।

उस दिन लख्खी दरवाज़े से निकलते निकलते मैं फ़लक मैना को घर ले आने का पक्का फ़ैसला कर चुका था और उसे एक मामूली सा काम समझ रहा था जिस में मुझ को शर्म या पशेमानी वाली कोई बात नज़र नहीं आ रही थी, बल्कि शर्मिंदगी थी तो सिर्फ़ अपनी फ़लक आरा से कि मैं इतने दिन तक ख़्वाह-म-ख़्वाह[1] उसे मैना के लिये तरसाता रहा, और पछतावा था तो बस इसका कि फ़लक मैना को आज ही क़फ़स से क्यों नहीं निकाल लाया।

चिड़िया बाजार में रुक कर मैंने थोड़े मोल तोल के बाद एक सस्ता सा पिंजड़ा खरीद लिया। पिंजड़े वाले ने पैसे गिनते गिनते पूछा:

"कौन सा जनवर है?"

"पहाड़ी मैना," मैंने कहा और मेरा दिल आहिस्ता से धड़का।

"पहाड़ी मैना पाली है तो शैदी साहब पिंजड़ा भी वैसा ही रखना था," उसने कहा "ख़ैर, आप की ख़ुशी।"

मैं पिंजड़ा लेकर आगे बढ़ गया, लेकिन चंद ही क़दम चला हूंगा कि हाथ पाऊं सनसनाने लगे और गला ख़ुश्क हो गया। ऐसा मालूम हो रहा था जैसे कोई मेरे कान में कह रहा हो, "काले खां! बादशाही परिंदे की चोरी?" रास्ते भर मुझ को यही आवाज़ सुनाई देती रही। कई बार इरादा किया पिंजड़ा फेर आऊं, फिर ख़्याल आया फ़लक आरा को किसी तरह ख़ाली पिंजड़े से बहला लूंगा घर पहुंचते पहुंचते मुझे ख़ुद पर हैरत होने लगी कि मैंने ऐसी ख़तरनाक बात का इरादा किया था। ख़ुशी भी बहुत हो रही थी कि मैं ने फ़लक मैना को क़फ़स से निकाल नहीं लिया।

यक़ीन मुझे अब भी था कि एक मैना की चोरी पकड़ी नहीं जा सकती थी फिर भी मालूम हो रहा था मौत के मुंह से निकल आया हूं।

1. यूं ही

"جھوٹ نہیں بیٹی، کل دیکھنا،" میں نے کہا، "تمھاری مینا ہم نے لے بھی لی ہے۔"

"سچی؟" وہ چہک کر بولی اور اس کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا۔ "تو کہاں ہے؟"

"ایک بہت بڑے پنجرے میں ہے،" میں نے کہا، "وہ تو ضد کر رہی تھی۔ کہ ہم آج ہی بہن فلک آرا کے پاس جائیں گے۔ ہم نے کہا بھئی آج تو ہم تمھارے لیے پنجرا مول لیں گے۔ پھر فلک آرا پنجرے کو دھوئے گی، سجائے گی۔ اس میں تمھارے کھانے پینے کے برتن رکھے گی۔ تب تم کو لے چلیں گے۔

فلک آرا کی خوشی دیکھنے والی تھی۔ فوراً میری گود سے اتر کر اس نے پنجرے کو سینے سے لگالگا کر چوما اسی وقت اسے خوب اچھی طرح دھویا پونچھا اس کے اندر کامنی کی پتیوں کا فرش کیا، پھر مٹی کا آب خورہ اور دانے کے لیے سکوری رکھی۔ مجھ سے مینا کی ایک ایک بات پوچھتی رہی۔ اس کی چونچ کیسی ہے، پر کس رنگ کے ہیں، کیا کیا باتیں کرتی ہیں۔ رات کو اسے ٹھیک سے نیند نہیں آئی۔ بار بار جاگ کر مینا کی باتیں کرنے لگی تھی۔

دوسرے دن گھر سے نکلا تو دور تک اس کی آواز سنائی دیتی رہی۔

"آج ہماری مینا آئے گی، آج ہماری مینا آئے گی۔"

راستے بھر میں یہی سوچتا رہا کہ آج جب خالی ہاتھ گھر لوٹوں گا تو فلک آرا سے کیا بہانہ کروں گا۔ چمن میں میناؤں کو دانہ پانی دیتے ہوئے بھی طرح طرح کے بہانے سوچتا رہا۔ اس دن کام میں میرا دل نہیں لگ رہا تھا پھر بھی مغرب تک میں نے سارے کام نپٹا دیے اور ایک بار پھر پلٹ کر قفس کے اندر گیا۔ مجھے خیال آیا کہ آج میں نے فلک مینا کی طرف دیکھا تک نہیں۔ اس وقت وہ قفس کی پچھی جالی کے ایک مچان پر بیٹھی ہوئی تھی اور چپ چاپ میری طرف دیکھ رہی تھی۔ میں اس کے قریب گیا تو اس نے گردن گھما لی اور دوسری طرف دیکھنے لگی۔ میں نے اسے چمکارا۔ اس نے دھیرے سے پر پھڑپھڑائے پھر مجھے دیکھنے لگی میں نے قفس میں چاروں طرف نظریں دوڑائیں۔ سب مینائیں اپنی اپنی جگہ ساکت بیٹھی تھیں۔ پھر بھی ان کی گنتی آسان نہیں تھی اس لیے کہ ان میں سے آدھی کے قریب ٹہنیوں میں چھپی ہوئی تھیں۔ کل مجھے شاہی مینا کی چوری کے خیال سے جو ڈر لگا تھا وہ اچانک جاتا رہا، فلک آرا کو بہلانے کے لیے جو بہانے سوچے تھے وہ بھی دماغ سے نکل گئے اور مینا کی چوری پھر ایک معمولی بات معلوم ہونے لگی۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا۔ طاؤس چمن

घर पहुंचा तो फ़लक आरा मेरे हाथ में पिंजड़ा देख कर खुशी से चीख़ पड़ी:

"हमारी मैना आ गई!"

लेकिन जब वह दौड़ती हुई मेरे क़रीब आई तो पिजड़ा खाली देख कर फिर उसका चेहरा उतर गया। उसने मेरी तरफ़ देखा और रूहांसी हो गई, मैंने उसे गोद में उठा लिया और कहा:

"भई आज पिंजड़ा आया है, कल मैना भी आ जाएगी।"

"नहीं!" उसने कहा "आप झूठ बहुत बोलते हौ गे?"

"झूठ नहीं बेटी, कल देखना," मैंने कहा "तुम्हारी मैना हमने ले भी ली है।"

"सच्ची?" वह चहक कर बोली और उसका चेहरा खुशी से चमकने लगा। "तो वह कहां है?"

"एक बहुत बड़े पिंजड़े में है," मैंने कहा "वह तो ज़िद कर रही थी कि हम आज ही बहन फ़लक आरा के पास जाएंगे। हमने कहा भई आज तो हम तुम्हारे लिये पिंजड़ा मोल लेंगे। फिर फ़लक आरा पिंजड़े को धोएगी। सजाएगी, उसमें तुम्हारे खाने पीने के बर्तन रखेगी, तब तुम को ले चलेंगे।"

फ़लक आरा की खुशी देखने वाली थी। फ़ौरन मेरी गोद से उतर कर उसने पिंजड़े को सीने से लगा लगा कर चूमा, उसी वक़्त उसे खूब अच्छी तरह धोया पोछा, उसके अंदर कामनी की पत्तियों का फ़र्श किया, फिर मिट्टी का आबख़ोरा और दाने के लिये सिकोरी रखी, मुझ से मैना की एक एक बात पूछती रही, उसकी चोंच कैसी है, पर किस रंग के हैं, क्या क्या बातें करती हैं। रात को उसे ठीक से नींद नहीं आई। बार बार जाग कर मैना की बातें करने लगी थी।

दूसरे दिन घर से निकला तो दूर तक उसकी आवाज़ सुनाई देती रही:

"आज हमारी मैना आएगी, आज हमारी मैना आएगी"।

रास्ते भर मैं यही सोचता रहा कि आज जब खाली हाथ घर लौटूंगा तो फ़लक आरा से क्या बहाना करूंगा। चमन में मैनाओं को दाना पानी देते हुए भी तरह तरह के बहाने सोचता रहा। उस दिन काम में मेरा दिल नहीं लग रहा था फिर भी मग़रिब तक मैंने सारे काम निबटा दिये और एक बार फिर पलट कर क़फ़स के अंदर गया। मुझे ख़्याल आया कि आज मैंने फ़लक मैना की तरफ़ देखा तक

میں سناٹا تھا، مالی کام ختم کر کے جا چکے تھے۔ کوئی مجھے نہیں دیکھ رہا تھا۔ میں نے پھر فلک مینا کو چکارا۔ اس نے پھر دھیرے سے پر پھڑ پھڑا کر میری طرف دیکھا اور میں نے ایک دم سے ہاتھ بڑھا کر اسے پکڑ لیا۔ اس نے خود کو چھڑانے کے لیے زور کیا لیکن جب میں چکار چکار کر اس کے پروں پر ہاتھ پھیرنے لگا تو آنکھیں موند لیں اور بدن ڈھیلا چھوڑ دیا۔ میں کچھ دیر دم سادھے کھڑا رہا، پھر اسے اپنے کرتے کی لمبی جیب میں ڈالا اور قفس سے باہر نکل آیا۔

لکھی دروازے تک کئی جگہ پہرے کے سپاہی ملے لیکن انھیں معلوم تھا کہ میں طاؤس چمن میں شام تک کی باری کر رہا ہوں۔ کسی نے مجھ سے کچھ نہیں پوچھا اور میں جیب میں ہاتھ ڈالے ڈالے قیصر باغ سے نکل کر گھر کی طرف روانہ ہوگیا۔ جی تو چاہتا تھا پوری رفتار سے دوڑنے لگوں لیکن کسی طرح اپنے قدموں کو تھامے ہوئے چلتا رہا۔

گھر پہنچا۔ فلک آرا سو چکی تھی۔ جعراتی کی اماں میرا راستہ دیکھ رہی تھیں۔ انھیں کھانا دے کر رخصت کیا۔ مکان کا دروازہ اندر سے بند کر کے مینا کو جیب سے نکالا اور پنجرے کے پاس لے گیا۔ آج فلک آرا نے پنجرے کو اور بھی سجا رکھا تھا۔ تیلیوں کے بیچ بیچ میں چاندنی کے پھول لگائے تھے۔ جھاڑو کے تنکے میں رنگین کپڑے کی کترن باندھ کر اپنے خیال میں جھنڈا بنایا تھا جو پنجرے کے سہارے ٹیڑھا ٹیڑھا کھڑا تھا، پنجرے کے اندر آب خورے میں لبالب پانی بھرا ہوا تھا ٹوکری میں روٹی کے ٹکڑے بھیگ رہے تھے اور پرانی روٹی کی دو تین بتیاں سی بنا کر شاہی مینا کے لیے گاؤ تکیے تیار کیے گئے تھے۔ میں نے مینا کو آہستہ سے پنجرے میں پہنچایا اور پنجرا الگنی میں لٹکا دیا۔ مینا کچھ دیر تک پنجرے میں ادھر سے ادھر چکر کاٹتی رہی، پھر آرام سے ایک جگہ ٹھہر گئی۔

صبح فلک آرا کے کھلکھلانے اور مینا کے چہچہانے کی آوازوں سے میری آنکھ کھلی۔ فلک آرا نے معلوم نہیں کس وقت الگنی کے نیچے مونڈھا رکھ کر پنجرا اتار لیا تھا اور اب اسی مونڈھے پر پنجرا رکھے، زمین پر گھٹنے ٹیکے بار بار پنجرے کو چومتی تھی اور مینا بار بار بول رہی تھی مجھے دیکھتے ہی فلک آرا نے خبر سنائی۔

"ابا، ہماری مینا آ گئی۔"

नहीं। उस वक़्त वह क़फ़स की पश्चिमी जाली के एक मचान पर बैठी हुई थी और चुप चाप मेरी तरफ़ देख रही थी। मैं उसके क़रीब गया तो उसने गर्दन घुमा ली और दूसरी तरफ़ देखने लगी। मैंने उसे चुमकारा। उसने धीरे से पर फड़फड़ाए और फिर मुझे देखने लगी। मैंने क़फ़स में चारों तरफ़ नज़रें दौड़ाईं सब मैनाएं अपनी अपनी जगह साकित बैठी थी। फिर भी उनकी गिनती आसान नहीं थी इस लिये कि उनमें से आधी के क़रीब टहनियों में छुपी हुई थीं। कल मुझे शाही मैना की चोरी के ख़्याल से जो डर लगा था वह अचानक जाता रहा, फ़लक आरा को बहलाने के लिये जो बहाने सोचे थे वह भी दिमाग़ से निकल गये और मैना की चोरी फिर एक मामूली बात मालूम होने लगी मैं ने इधर उधर देखा। ताऊस चमन में सन्नाटा था, माली काम ख़त्म कर के जा चुके थे। कोई मुझे नहीं देख रहा था। मैं ने फिर फ़लक मैना को चुमकारा। उसने फिर धीरे से पर फड़फड़ा कर मेरी तरफ़ देखा और मैंने एक दम से हाथ बढ़ा कर उसे पकड़ लिया। उसने ख़ुद को छुड़ाने के लिये ज़ोर किया लेकिन जब मैं चुमकार चुमकार कर उसके परों पर हाथ फेरने लगा तो आंखें मूंद लीं और बदन ढीला छोड़ दिया। मैं कुछ देर दम साधे खड़ा रहा, फिर उसे अपने कुर्ते की लम्बी जेब में डाला और क़फ़स से बाहर निकल आया।

लक्खी दरवाज़े तक कई जगह पहरे के सिपाही मिले लेकिन उन्हें मालूम था कि मैं ताऊस चमन में शाम तक की बारी कर रहा हूं। किसी ने मुझ से कुछ नहीं पूछा और मैं जेब में हाथ डाले डाले क़ैसर बाग़ से निकल कर घर की तरफ़ रवाना हो गया। जी तो चाहता था पूरी रफ़्तार से दौड़ने लगूं लेकिन किसी तरह अपने क़दमों को थामे हुए चलता रहा।

घर पहुंचा। फ़लक आरा सो चुकी थी। जुमेराती की अम्मां मेरा रास्ता देख रहीं थीं। उन्हें खाना देकर रुख़्सत किया। मकान का दरवाज़ा अंदर से बंद करके मैना को जेब से निकाला और पिंजड़े के पास ले गया। आज फ़लक आरा ने पिंजड़े को और भी सजा रखा था। तीलियों के बीच बीच में चांदनी के फूल लगाए थे, झाड़ू के तिनके में रंगीन कपड़े की कतरन बांध कर अपने ख़्याल में झंडा बनाया था जो पिंजड़े के सहारे टेढ़ा खड़ा था, पिंजड़े के अन्दर आब-ख़ोरे[1] में लबा लब पानी भरा हुआ था, सिकोरी में रोटी के टुकड़े भीग रहे थे और पुरानी

1. मिट्टी के प्याले (सिकोरा)

دیر تک وہ مجھے بتاتی رہی کہ مینا کیا کہہ رہی ہے۔ میں نے بھی پنجرے کے پاس بیٹھ کر مینا سے دو تین باتیں کیں۔ لیکن اس نے اس طرح میری طرف دیکھا گویا مجھے پہچانتی ہی نہیں۔ اتنے میں فلک آراء نے پوچھا:

''ابا، اس کا نام کیا ہے؟''

''فلک آرا'' میرے منہ سے نکلا، پھر میں رکا اور بولا'' فلک آرا بیٹی، اس کا نام مینا ہے۔''

''واہ مینا تو یہ خود ہے''

''اسی لیے تو اس کا نام مینا ہے۔''

''تو مینا تو سب کا نام ہوتا ہے۔''

''اسی لیے اس کا بھی نام مینا ہے۔''

اس طرح میں اس کے چھوٹے سے دماغ کو الجھاتا رہا۔ اصل میں خود میرا دماغ الجھا ہوا تھا۔

کئی دن تک میں ڈرتا ہوا طاؤس چمن پہنچتا اور ڈرا ہوا وہاں سے واپس آتا۔ ہر وقت چونکا رہتا۔ قیصر باغ میں کوئی مجھے ذرا غور سے دیکھتا تو جی چاہتا بھاگ کھڑا ہوں۔ گھر پر دیکھتا کہ فلک آرا مینا کا پنجرا سامنے رکھے اس سے دنیا جہان کی باتیں کر رہی ہے۔ مجھے دیکھتے ہی وہ بتانا شروع کر دیتی کہ آج مینا نے اس سے کیا کیا باتیں کی ہیں۔ دھیرے دھیرے میری وحشت کم ہونے لگی، اور ایک دن جب فلک آرا مینا کی باتیں بتا رہی تھی، میں نے کہا:

''مگر تمھاری مینا ہم سے تو بولتی نہیں۔''

''آپ بھی تو اس سے نہیں بولتے، وہ شکایت کر رہی تھی۔''

''اچھا؟ کیا کہہ رہی تھی بھلا؟''

''کہہ رہی تھی تمھارے ابا تم کو چاہتے ہیں' ہم کو نہیں چاہتے۔''

''مگر اس کی بہن تو اسے بہت چاہتی ہے۔''

''کون بہن؟''

रोटी की दो तीन बत्तियां सी बनाकर शाही मैंना के लिए गाओ तकिए तैयार किए गए थे, मैं ने मैंना को आहिस्ता से पिंजड़े में पहुंचाया और पिंजड़ा अलगंनी में लटका दिया, मैंना कुछ देर तक पिंजड़े में इधर से उधर चक्कर काटती रही, फिर आराम से एक जगह ठहर गई,

सुबह फ़लक आरा के खिल-खिलाने और मैंना के चहचहाने की आवाज़ों से मेरी आंख खुली। फ़लक आरा ने मालूम नहीं किस वक़्त अलगंनी के नीचें मूंढा रख कर पिंजड़ा उतार लिया था और अब इसी मूंढे पर पिंजड़ा रखे ज़मीन पर घुटने टेके बार बार पिंजड़े को चूमती थी, और मैंना बार बार बोल रही थी। मुझे, देखते ही फ़लक आरा ने ख़बर सुनाई:

"अब्बा,हमारी मैना आ गई।"

देर तक वह मुझे बताती रही कि मैना क्या कहरही है। मैं ने भी पिंजड़े के पास बैठकर मैंना से दो तीन बातें की, लेकिन उसने इस तरह मेरी तरफ़ देखा गोया मुझे पहचानती ही नहीं। इतने में फ़लक आरा ने पूछा:

"अब्बा, इसका नाम क्या है?"

"फ़लक आरा", मेरे मुंह से निकला, फिर मैं रुका और बोला, "फ़लक आरा बेटी, इसका नाम मैना है।"

"वाह मैना तो यह ख़ुद है।"

"इसी लिये तो इसका नाम मैना है।"

"तो मैना तो सब का नाम होता है।"

"इसी लिये इसका भी नाम मैना है।"

इस तरह मैं उसके छोटे से दिमाग़ को उलझाता रहा। असल में ख़ुद मेरा दिमाग़ उलझा हुआ था।

कई दिन तक मैं डरता हुआ ताऊस चमन में पहुंचता और डरा हुआ वहां से वापस आता। हर वक़्त चौंका रहता। क़ैसर बाग़ में कोई मुझे ज़रा ग़ौर से देखता तो जी चाहता कि भाग खड़ा होऊं। घर पर देखता कि फ़लक आरा मैना का पिंजड़ा सामने रखे उससे दुनिया जहान की बातें कर रही है। मुझे देखते ही वह बताना शुरू कर देती कि आज मैना ने उससे क्या क्या बातें की हैं। धीरे-धीरे मेरी वहशत[1] कम होने लगी, और एक दिन जब फ़लक आरा मैना की बातें बता रही

1. डर

''فلک آرا شہزادی''

اس پر وہ اس طرح ہنسی کہ میرا سارا ڈر ختم ہوگیا اور دوسرے دن میں بے دھڑک طاؤس چمن میں داخل ہوا۔ شام کے وقت میں نے کئی مرتبہ میناؤں کو گنا مگر صحیح صحیح نہیں گن سکا۔ صفائی کے بہانے سے قفس کے سارے آئینوں کو اتارلیا، پھر بھی گنتی غلط ہوگئی۔ اس کے بعد میں روز کسی نہ کسی حیلے سے دو ایک مالیوں کو طاؤس چمن میں بلاتا اور ان سے میناؤں کی گنتی کراتا۔ ان کی بتائی ہوئی تعدادیں ایسی ہوتیں کہ مجھے ہنسی آجاتی تھی۔

مالیوں سے میناؤں کو گنوانے میں مجھے اتنا ہی مزہ لگا جتنا فلک آرا کو اپنی مینا سے باتیں کرنے میں آتا ہوگا۔ اور یہ میرا روز کا معمول ہو چلا تھا کہ ایک دن بادشاہ پھر طاؤس چمن میں تشریف لائے۔

ایجادی قفس کے پاس رک کر وہ درباریوں اور داروغہ نبی بخش سے باتیں کرنے لگے۔ ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی لیکن میرا دل دھڑ دھڑ کر رہا تھا۔ بادشاہ نبی بخش کو رمنے کے ہاتھیوں کے بارے میں کچھ بتا رہے تھے۔ بیچ بیچ میں وہ ایک نظر قفس پر بھی ڈال لیتے اور اس کی میناؤں کو ادھر سے ادھر اڑتے دیکھتے تھے۔ ایک بار انھوں نے زیادہ دیر تک میناؤں کو دیکھا، پھر نبی بخش سے پوچھا۔

''ان کی تعلیم شروع کرادی؟''

''عالم پناہ،'' داروغہ ہاتھ جوڑ کر بولے، ''میر داؤد روز فجر کے وقت آکر سکھاتے ہیں۔''

اب بادشاہ نے اپنے مصاحبوں سے قفس کی باتیں شروع کردیں۔ اس کے بنانے میں کاریگروں نے جو جو صنعتیں دکھائی تھیں ان کا ذکر ہوا۔ کچھ کاریگروں کے نام بھی لیے گئے جن میں بعض لکھنؤ کے مشہور سنار تھے۔ میری گھبراہٹ اب دور ہو چکی تھی میں سوچ رہا تھا ہمارے بادشاہ اپنے نوکروں سے بھی کیسے التفات کے ساتھ بات کرتے ہیں۔ اور ان کی آواز کس قدر نرم ہے۔

اسی وقت مجھے بادشاہ کی نرم آواز سنائی دی۔

''بھئی نبی بخش، آج فلک آرا نہیں دکھائی دے رہی ہیں۔''

ایک دم سے جیسے کسی نے میرے بدن سے سارا خون کھینچ لیا۔ داروغہ نے کہا۔

थी मैंने कहा :

"मगर तुम्हारी मैना हम से तो बोलती नहीं।"

"आप भी तो उससे नहीं बोलते, वह शिकायत कर रही थी।"

"अच्छा ? क्या कह रही थी भला ?"

"कह रही थी तुम्हारे अब्बा तुम को चाहते हैं, हम को नहीं चाहते।"

"मगर उसकी बहन तो उसको बहुत चाहती है।"

"कौन बहन ?"

"फ़लक आरा शहज़ादी।"

इस पर वह इस तरह हंसी कि मेरा सारा डर ख़त्म हो गया और दूसरे दिन मैं बेधड़क ताऊस चमन में दाख़िल हुआ। शाम के वक़्त मैंने कई मर्तबा मैनाओं को गिना, मगर सही सही नहीं गिन सका, सफ़ाई के बहाने से क़फ़स के सारे आईनों को उतार लिया, फिर गिना, फिर भी गिनती ग़लत हो गई। उसके बाद मैं रोज किसी न किसी हीले से दो एक मालियों को ताऊस चमन में बुलाता और उन से मैनाओं की गिनती कराता। उनकी बताई हुई तादाद ऐसी होती कि मुझे हंसी आ जाती थी।

मालियों से मैनाओं को गिनाने में मुझे इतना ही मज़ा लगा जितना फ़लक आरा को अपनी मैना से बातें करने में आता होगा। और यह मेरा रोज़ का मामूल हो चला था कि एक दिन बादशाह फिर ताऊस चमन में तशरीफ़ लाये ।

ईजादी क़फ़स के पास रुक कर वह दरबारियों और दारोग़ा नबी बख़्श से बातें करने लगे। डरने की कोई वजह नहीं थी लेकिन मेरा दिल धड़ धड़ कर रहा था। बादशाह नबी बख़्श को रमने के हाथियों के बारे में कुछ बता रहे थे। बीच बीच में वह एक नज़र क़फ़स पर भी डाल लेते और उस की मैनाओं को इधर से उधर उड़ते देखते थे। एक बार उन्होंने ज़्यादा देर तक मैनाओं को देखा, फिर नबी बख़्श से पूछा:

"इन को तालीम शुरू करा दी ?"

"आलम पनाह," दारोग़ा हाथ जोड़ कर बोले "मीर दाऊद रोज़ फजर के वक़्त आकर सिखाते हैं।"

अब बादशाह ने अपने मुसाहिबों से क़फ़स की बातें शुरू कर दीं, उसके

''جہاں پناہ، کہیں ٹہنیوں میں چھپ گئی ہیں۔ ابھی تو سارے میں اڑتی پھر رہی تھیں۔'' بادشاہ دھیرے سے ہنسے اور بولے۔

''ہم سے شرما تو نہیں رہی ہیں؟ اور انھیں دیکھو، حیادار دلہن کو، کیسی چہلیں کر رہی ہیں، حیادار دلہن یہی تمھارے لچھن رہے تو ہم تمھارا نام بدل کر شوخ ادا رکھ دیں گے۔''

سب لوگوں نے سر جھکا کر منہ پر رومال رکھ لیے اور بے آواز ہنسنے لگے۔ کوئی اور وقت ہوتا تو میں بھی بادشاہ کو اس طرح مزے مزے کی باتیں کرتے دیکھ کر نہال ہو جاتا اور اپنے تمام جاننے والوں کے سامنے ان کا ایک ایک لفظ دہراتا، لیکن اس وقت تو میرے کانوں میں ایک ہی آواز گونج رہی تھی۔ ''بھئی نبی بخش، آج فلک آرا نہیں دکھائی دے رہی ہیں۔''

بادشاہ اب پھر ہاتھیوں کی باتیں کر رہے تھے اور میں قفس سے کچھ ہٹ کر کھڑا ہوا تھا۔ بادشاہ کی بات سن کر پہلے تو مجھے ایسا محسوس ہوا تھا کہ میں اچانک سکڑ کر بالشت بھر کا رہ گیا ہوں، لیکن اب یہ معلوم ہو رہا تھا کہ میرا بدن پھیل کر اتنا بڑا ہوا جا رہا ہے کہ میں کسی کی بھی نظروں سے خود کو چھپا نہیں پاؤں گا۔ میں مٹھیاں بھینچ بھینچ کر سکڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کش مکش میں مجھے پتا بھی نہیں چلا کہ بادشاہ کب واپس گئے۔ جب میں چونکا تو طاؤس چمن میں سناٹا تھا۔ صرف قفس کے اندر اڑتی ہوئی میناؤں کے پروں کی آوازیں آ رہی تھیں۔

میرا بس نہیں تھا کہ ابھی اڑ کر گھر پہنچ جاؤں اور شاہی مینا کو لا کر قفس میں ڈال دوں۔

مغرب کے وقت تک کسی طرح کام ختم کر کے گھر واپس ہوا۔ راستے بھر تو اسی فکر میں رہا کہ مینا کو کس طرح چپکے سے قفس میں پہنچا دوں۔ لیکن جب گھر پہنچا اور فلک آرا نے روز کی طرح چہک چہک کر مینا کا دن بھر کا حال سنانا شروع کیا تو مجھے یہ فکر بھی لگ گئی کہ مینا کو تو لے جاؤں مگر فلک آرا سے کیا کہوں گا۔ اس رات بہت دیر تک جاگتا اور کروٹیں بدلتا رہا۔

دن چڑھے سو کر اٹھا تو خیال آیا کہ کل سے طاؤس چمن میں میری باری صبح کی ہو

बनाने में कारीगरों ने जो जो सिन्अतें दिखाई थीं उनका ज़िक्र हुआ। कुछ कारीगरों के नाम भी लिये गये जिन में बाज़ लखनऊ के मशहूर सुनार थे। मेरी घबराहट अब दूर हो चूकी थी, मैं सोच रहा था हमारे बादशाह अपने नौकरों से भी कैसे इल्तफ़ात[1] के साथ बातें करते हैं और उनकी आवाज़ किस क़द्र नर्म है।

उसी वक़्त मुझे बादशाह की नर्म आवाज़ सुनाई दी:

"भई नबी बख़्श, आज फ़लक आरा नहीं दिखाई दे रही हैं।"

एक दम से जैसे किसी ने मेरे बदन से सारा ख़ून खींच लिया। दारोग़ा ने कहा:

"जहां पनाह, कहीं टहनियों में छुप गई हैं। अभी तो सारे में उड़ती फिर रही थीं," बादशाह धीरे से हंसे और बोले ?:

"हम से शरमा तो नहीं रही हैं ? और उन्हें देखो, हयादार दुल्हन को कैसी चुहलें कर रही हैं, हयादार दुल्हन, यही तुम्हारे लक्षण रहे तो हम तुम्हारा नाम बदल कर, शोख़अदा, रख देंगे।"

सब लोगों ने सर झुका कर मुंह पर रूमाल रख लिये और बेआवाज़ हंसने लगे। कोई और वक़्त होता तो मैं भी बादशाह को इस तरह मज़े मज़े की बातें करते देख कर निहाल हो जाता और अपने तमाम जानने वालों के सामने उनका एक एक लफ़्ज दुहराता, लेकिन उस वक़्त तो मेरे कानों में एक ही आवाज गूंज रही थी, "भई नबी बख़्श, आज फ़लक आरा नहीं दिखाई दे रही हैं।"

बादशाह अब फिर हाथियों की बातें कर रहे थे और मैं क़फ़स से कुछ हट कर खड़ा हुआ था। बादशाह की बात सुन कर पहले तो मुझे ऐसा महसूस हुआ था कि मैं अचानक सुकड़ कर बालिश्त भर का रह गया हूं, लेकिन अब यह मालूम हो रहा था कि मेरा बदन फैल कर इतना बड़ा हुआ जा रहा है कि मैं किसी की भी नज़रों से खुद को छुपा नहीं पाऊंगा। मैं मुट्ठियां भींच भींच कर सुकड़ने की कोशिश कर रहा था। इस कशमकश में मुझे पता भी नहीं चला कि बादशाह कब वापस गये। जब मैं चौंका तो ताऊस चमन में सन्नाटा था, सिर्फ़ क़फ़स के अंदर उड़ती हुई मैनाओं के परों की आवाज़ें आ रही थीं।

मेरा बस नहीं था कि अभी उड़ कर घर पहुंच जाऊं और शाही मैना को लाकर क़फ़स में डाल दूं। मग़रिब के वक़्त तक किसी तरह काम ख़त्म करके घर

1. लगाव

جائے گی۔ پھر ایک ہفتے تک مینا کو قفس میں پہنچانا آسان نہ ہوگا۔ جو کچھ کرنا ہے آج ہی کرنا ہے۔ فلک آرا اس وقت بھی مینا سے کھیل رہی تھی۔ دونوں میں جدائی ڈال دینے کا خیال مجھے تکلیف دے رہا تھا لیکن اسی وقت ایک تدبیر میرے دماغ میں آگئی۔ میں نے پنجرے کے پاس بیٹھ کر مینا کو غور سے دیکھا اور فلک آرا سے کہا۔

"بیٹی، یہ تمھاری مینا کی آنکھیں کیسی ہو رہی ہیں؟"

"ٹھیک تو ہیں،" فلک آرا نے مینا کی آنکھیں دیکھتے ہوئے کہا۔

"کہیں بھی نہیں ٹھیک ہیں۔ میلی میلی تو ہو رہی ہیں، اور دیکھو کنارے زردی بھی ہے۔ افوہ اسے بھی یرقان ہو گیا ہے۔"

"ارقان کیا؟" فلک آرا نے گھبرا کر پوچھا۔

"بہت بری بیماری ہوتی ہے۔ بادشاہ کے باغ کی کتنی مینائیں اس میں مر چکی ہیں۔"

فلک آرا اور بھی گھبرا گئی، بولی:

"تو حکیم صاحب سے دوا لے آؤ۔"

"حکیم صاحب چڑیوں کی دوائیں تھوڑی دیتے ہیں،" میں نے کہا، اسے تو نصیر الدین حیدر بادشاہ کے انگریزی اسپتال میں بھرتی کرانا ہوگا۔ شاید بچ ہی جائے۔ اس کی حالت تو بہت خراب ہے، پھر بھی شاید...... دیکھو کہیں راستے ہی میں نہ مر جائے۔"

غرض میں نے بھولی بھالی بچی کو اتنا دہلایا کہ وہ رو کر کہنے لگی:

"اللہ! ابا اسے جلدی لے کر جاؤ۔"

"ابھی تو اسپتال بند ہوگا۔" میں نے اسے بتایا "جب کام پر جائیں گے تو اسے لیتے جائیں گے۔"

جانے کا وقت آیا تو میں نے مینا کو پنجرے سے نکالا۔ فلک آرا بولی:

"ابا پنجرے ہی میں لے جاؤ۔"

"وہاں چڑیاں پنجروں میں نہیں رکھی جاتیں۔ ان کے لیے پورا مکان بنا ہوا ہے۔ تم پنجرا صاف کر کے رکھو۔ جب یہ اسپتال سے اچھی ہو کر آئے گی تو مزے سے اپنے پنجرے میں رہے گی۔"

वापस हुआ, रास्ते भर तो इसी फ़िक्र में रहा कि मैना को किस तरह चुपके से क़फ़स में पहुंचा दूं। लेकिन जब घर पहुंचा और फ़लक आरा ने रोज़ की तरह चहक चहक कर मैना का दिन भर का हाल सुनाना शुरू किया तो मुझे यह फ़िक्र भी लग गई कि मैना को तो ले जाऊं मगर फ़लक आरा से क्या कहूंगा। उस रात बहुत देर तक जागता और करवटें बदलता रहा।

दिन चढ़े सो कर उठा तो ख़्याल आया कि कल से ताऊस चमन में मेरी बारी सुबह की हो जायेगी। फिर एक हफ़्ते तक मैना को क़फ़स में पहुंचाना आसान ना होगा, जो कुछ करना है आज ही करना है। फ़लक आरा उस वक़्त भी मैना से खेल रही थी। दोनों में जुदाई डाल देने का ख़्याल मुझे तकलीफ़ दे रहा था लेकिन उसी वक़्त एक तदबीर मेरे दिमाग़ में आ गई। मैंने पिंजड़े के पास बैठ कर मैना को ग़ौर से देखा, और फ़लक आरा से कहा:

"बेटी, यह तुम्हारी मैना की आंखें कैसी हो रही हैं?"

"ठीक तो है," फलक आरा ने मैना की आंखें देखते हुए कहा।

"कहीं भी नहीं ठीक हैं। मैली मैली तो हो रही है, और देखो किनारे किनारे ज़र्दी भी है, अफ़्फ़ोह इसे भी यरक़ान[1] हो गया है।"

"अरकान क्या?" फ़लक आरा ने घबरा कर पूछा।

"बहुत बुरी बीमारी होती है। बादशाह के बाग़ की कितनी मैनाएं इसमें मर चुकी हैं"

फ़लक आरा और भी घबरा गई, बोली:

"तो हकीम साहब से दवा ले आओ।"

"हकीम साहब चिड़ियों की दवाएं थोड़ी देते हैं।" मैंने कहा "इसे तो नसीरुद्दीन हैदर बादशाह के अंग्रेज़ी अस्पताल में भरती कराना होगा। शायद बच ही जाये। इसकी हालत तो बहुत ख़राब है, फिर भी शायद ...... देखो कहीं रास्ते ही में न मर जाये।"

ग़र्ज़ मैंने भोली भाली बच्ची को इतना दहलाया कि वह रो कर कहने लगी:

"अल्लाह अब्बा इसे जल्दी लेकर जाओ।"

"अभी तो अस्पताल बंद होगा," मैंने उसे बताया, "जब काम पर जायेंगे तो इसे लेते जायेंगे।"

1. पीलिया

فلک آرا نے مینا کو میرے ہاتھ سے لے لیا۔ دیر تک اسے پیار کرتی رہی۔ پھر بولی:
''ابا، اس پر کوئی دعا پھونک دو۔''
''راستے میں پھونک دیں گے'' میں نے کہا ''لاؤ دیر ہو رہی ہے۔ اسپتال بند ہو جائے گا۔''

مینا کو اس کے ہاتھ سے لے کر میں نے کرتے کی جیب میں ڈال لیا اور جلدی سے دروازے کے باہر نکل آیا۔ جانتا تھا کہ فلک آرا ہر روز کی طرح دروازے کا ایک پٹ پکڑے کھڑی ہوئی مجھے جاتے دیکھ رہی ہے۔ لیکن میں نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔

☆☆☆

قسمت نے ساتھ دیا اور طاؤس چمن میں داخل ہوتے ہی موقع مل گیا۔ مالیوں میں سے کوئی میری طرف متوجہ نہیں تھا۔ میں قفس کے اندر آ گیا مالی اپنے اپنے کام میں لگے ہوئے تھے۔ میں نے ایک بار زور سے کھانس کر گلا صاف کیا پھر بھی کسی نے میری طرف نہیں دیکھا۔ اب قفس کے ایک کنارے پر جا کر میں نے فلک مینا کو جیب سے نکالا اور ہلکے سے اچھال دیا۔ اس نے پر پھٹ پھٹا کر خود کو ہوا میں تولایا، پھر ایک جھولے پر بیٹھ گئی، وہاں سے اڑی ایک مچان پر پہنچی، مچان سے نیچے غوطہ مارا اور حوض کے کنارے آ بیٹھی جہاں بھی وہ بیٹھتی دوسری کئی مینائیں اس کے پاس آ بیٹھتیں اور اس طرح چہچہاتیں جیسے پوچھ رہی ہوں، بہن اتنے دن، کہاں رہیں۔

جس دن طاؤس چمن میں مینائیں آئی ہیں اس کے بعد سے آج پہلا دن تھا کہ میرے دل پر کوئی بوجھ نہیں تھا۔ ننھی فلک آرا کو بہلانے کے لیے بہت سی باتیں میں نے راستے ہی میں سوچ لی تھیں اور مجھے یقین تھا کہ کئی دن وہ اسی میں خوش رہے گی کہ اس کی مینا اسپتال میں اچھی ہو رہی ہے۔ پھر اسے بھول بھال جائے گی۔ آج میں نے قفس کی ساری میناؤں کو غور سے دیکھا اور مجھے بھی ان میں کچھ کچھ فرق نظر آیا، اور فلک مینا کو تو میں ہزاروں میناؤں میں پہچان سکتا تھا۔ اس وقت وہ سب سے الگ تھلگ ایک ٹہنی پر بیٹھی تھی اور ٹہنی دھیرے دھیرے نیچے اوپر ہو رہی تھی۔ میں نے قریب جا کر اس کو چمکارا۔ چپ

जाने का वक़्त आया तो मैंने मैंना को पिंजड़े से निकाला। फ़लक आरा बोली:

"अब्बा, पिंजड़े ही में ले जाओ।"

"वहां चिड़ियां पिंजड़ों में नहीं रखी जातीं। उनके लिये पूरा मकान बना हुआ है। तुम पिंजड़ा साफ कर के रखो जब यह अस्पताल से अच्छी हो कर आयेगी तो मज़े से अपने पिंजड़े में रहेगी।"

फ़लक आरा ने मैना को मेरे हाथ से ले लिया देर तक उसे प्यार करती रही, फिर बोली:

"अब्बा इस पर कोई दुआ फूंक दो।"

"रास्ते में फूंक देंगे," मैं ने कहा "लाओ देर हो रही है। अस्पताल बंद हो जायेगा।"

मैना को उसके हाथ से लेकर मैंने कुर्ते की जेब में डाल लिया और जल्दी से दरवाजे के बाहर निकल आया जानता था कि फ़लक आरा हर रोज़ की तरह दरवाज़े का एक पट पकड़े खड़ी हुई मुझे जाते देख रही है। लेकिन मैंने पीछे मुड़ कर नहीं देखा

☆☆☆

क़िस्मत ने साथ दिया और ताऊस चमन में दाख़िल होते ही मौक़ा मिल गया। मालियों में से कोई मेरी तरफ़ मुतवज्जह[1] नहीं था। मैं क़फ़स के अंदर आ गया माली अपने अपने काम में लगे हुए थे। मैंने एक बार ज़ोर से खांसकर गला साफ किया फिर भी किसी ने मेरी तरफ़ नहीं देखा। अब क़फ़स के एक किनारे पर जाकर मैं ने फ़लक मैना को जेब से निकाला और हल्के से उछाल दिया। उस ने पर फट फटा कर खुद को हवा में टिकाया, फिर एक झूले पर बैठ गई, वहां से उड़ी एक मचान पर पहुंची, मचान से नीचे ग़ोता मारा और हौज़ के किनारे आ बैठी जहां भी वह बैठती दूसरी कई मैनाऐं उस के पास आ बैठतीं और इस तरह चहचहातीं जैसे पूछ रही हों, बहन इतने दिन, कहां रहीं ?

जिस दिन ताऊस चमन में मैनाऐं आयीं हैं उसके बाद से आज पहला दिन था कि मेरे दिल पर कोई बोझ नहीं था। नन्हीं फ़लक आरा को बहलाने के लिए बहुत सी बातें मैं ने रास्ते ही में सोच ली थीं और मुझे यक़ीन था कि कई दिन वह

1. ध्यान देना

چاپ میری طرف دیکھنے لگی۔

''فلک آرا یاد آرہی ہے۔'' میں نے اس سے پوچھا۔

وہ اسی طرح میری طرف دیکھتی رہی۔ میں نے کہا:

''ہم سے ناراض تو نہیں ہو؟''

اچانک مجھے خیال آیا کہ میں بالکل بادشاہ کی طرح بول رہا ہوں۔ میں آپ ہی آپ ڈر گیا اور جلدی جلدی قفس کا کام ختم کر کے باہر نکل آیا۔

(4)

گھر آکر، جیسا میرا خیال تھا، مجھے فلک آرا کو بہلانے میں کوئی مشکل نہیں ہوئی۔ میں نے خوب مزے لے لے کر اسے بتایا کہ کس طرح اس کی مینا نے کڑوی دوا پینے سے انکار کر دیا اور اس کے لیے میٹھی میٹھی دوا بنوائی گئی۔

'' اور بھیا جب اسے مونگ کی کھچڑی کھانے کو دی گئی،'' میں نے بتایا''تو اس نے کہا ہم مونگ کی کھچڑی نہیں کھاتے، تو ڈاکٹر نے پوچھا پھر کیا کھاتی ہو۔''

اس نے کہا ہوگا ہم تو دودھ جلیبی کھاتے ہیں'' فلک آرا بیچ میں بول پڑی۔

''ہاں''۔ میں نے کہا، ڈاکٹر کی سمجھ میں نہیں آیا۔ بیچارا انگریز تھا نا؟ ہم سے پوچھنے لگا واہ مسٹر کالے خاں جلیبی کیا ہوتا ہے۔''

فلک آرا ہنسی سے لوٹ گئی۔ اس نے خالی پنجرے کو اٹھا کر سینے سے لگا لیا اور جلیبی کیا ہوتا ہے، کہہ کہہ کر دیر تک ہنستی رہی۔ رات گئے تک میں نے اسے اسپتال اور مینا کے قصے سنائے۔

جب وہ سوگئی تو میں نے اٹھ کر پنجرے کو اس کی سجاوٹوں سمیت کوٹھری کے کباڑ میں چھپا دیا۔ میں چاہتا تھا فلک آرا اپنی مینا کو بالکل بھول جائے۔

صبح وہ سوکر اٹھی چپ چپ تھی۔ دیر کے بعد اس نے مجھ سے صرف اتنا پوچھا:

''ابا، ہماری مینا اچھی ہو جائے گی۔''

''ہاں، اچھی ہو جائے گی'' میں نے جواب دیا،''لیکن، بیمار کی زیادہ باتیں نہیں

इसी में ख़ुश रहेगी कि उस की मैना अस्पताल में अच्छी हो रही है फिर उसे भूल भाल जाएगी। आज मैं ने क़फ़स की सारी मैनाओं को ग़ौर से देखा और मुझे भी उन में कुछ कुछ फ़र्क़ नज़र आया, और फ़लक मैना को तो मैं हजारों मैनाओं में पहचान सकता था। उस वक़्त वह सबसे अलग थलग एक टहनी पर बैठी थी और टहनी धीरे धीरे नीचे ऊपर हो रही थी। मैं ने क़रीब जाकर उसको चुमकारा। चुप चाप मेरी तरफ़ देखने लगी।

"फलक आरा याद आ रही है ?" मैं ने उस से पूछा।

वह इसी तरह मेरी तरफ़ देखती रही, मैं ने कहा:

"हम से नाराज़ तो नहीं हो ?"

अचानक मुझे ख़्याल आया कि मैं बिलकुल बादशाह की तरह बोल रहा हूं। मैं आप ही आप डर गया और जल्दी जल्दी क़फ़स का काम ख़त्म कर के बाहर निकल आया।

(4)

घर आकर, जैसा मेरा ख़्याल था, मुझे फ़लक आरा को बहलाने में कोई मुश्किल नहीं हुई। मैं ने ख़ूब मज़े ले ले कर उसे बताया के किस तरह उस की मैना ने कड़वी दवा पीने से इन्कार कर दिया और उस के लिए मीठी-मीठी दवा बनवाई गई।

"और भय्या जब उसे मूंग की खिचड़ी खाने को दी गई," मैं ने बताया, "तो उसने कहा हम मूंग की खिचड़ी नहीं खाते, तो डाक्टर ने पूछा फिर क्या खाती हो।"

"उस ने कहा होगा हम तो दूध जलेबी खाते हैं।" फ़लक आरा बीच में बोल पड़ी।

"हां" मैं ने कहा, "डाक्टर की समझ में नहीं आया। बेचारा अंग्रेज था न? हम से पूछने लगा वाह मिस्टर काले खां, जलेबी क्या होता है।"

फ़लक आरा हंसी से लोट गई। उसने ख़ाली पिंजड़े को उठाकर सीने से लगा लिया और जलेबी क्या होता है, कह कह कर देर तक हंसती रही। रात गये तक मैं ने उसे अस्पताल और मैना के क़िस्से सुनाए।

जब वह सो गई तो मैं ने उठ कर पिंजड़े को उसकी सजावटों समेत कोठरी

کرتے ہیں، اس سے بیماری بڑھ جاتی ہے۔"

اس کے بعد اس نے مجھ سے یہ بھی نہیں پوچھا کہ اس کی مینا کا پنجرا کیا ہوا میں اسے بہلانے کی ترکیبیں سوچ رہا تھا کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں باہر نکلا۔ داروغہ نبی بخش کا آدمی کھڑا تھا۔

"خیریت تو ہے، محرم علی؟" میں نے پوچھا۔

"داروغہ صاحب نے آج سویرے سے بلایا ہے" اس نے کہا، "حضرت سلطان عالم طاؤس چمن میں تشریف لا رہے ہیں۔"

"آج؟" میں نے حیران ہو کر پوچھا، "ابھی پرسوں ہی تو......"

"چڑیاں پڑھ گئی ہیں نا؟" محرم علی بولا "وہی سننے......"

"اچھا تم چلو۔"

میں نے جلدی کپڑے بدلے۔ باہر نکل کر جعراتی کی ماں سے فلک آرا کے پاس جانے کو کہا اور لپکتا ہوا طاؤس چمن پہنچ گیا۔ راستے میں کئی بار میں نے فلک مینا کو قفس میں پہنچا دینے پر خود کو شاباش بھی دی۔

آج ایجادی قفس کے سامنے چاندی کی منقش چوبوں پر سبز اطلس کا مقیشی جھالروں والا چھوٹا شامیانا تنا ہوا تھا۔ داروغہ اور بہت سے ملازم قفس کے پاس جمع تھے۔ ان کے بیچ میں بوڑھے میر داؤد اسطرح اینٹھے ہوئے کھڑے تھے جیسے وہ بادشاہ ہوں اور ہم سب ان کے غلام۔ میر داؤد کی نازک مزاجیوں اور اکڑ کے قصے طرح طرح کی رنگ آمیزیوں اور مبالغوں کے ساتھ لکھنؤ بھر میں مشہور تھے لیکن سب جانتے تھے کہ پرندوں کو پڑھانے میں ان کا جواب نہیں ہے۔

"ہاں میاں کالے خاں،" داروغہ نے مجھے دیکھتے ہی کہا۔ "قفس کو دیکھ بھال لو، ذرا جلدی......"

میں نے بڑی پھرتی کے ساتھ قفس کا فرش صاف کیا، پودوں پر پانی چھڑکا، گرے پڑے پھول پتے سمیٹے اور باہر نکلا ہی تھا کہ جلو خانے کی طرف شہنائیاں اور نقارے بجنے لگے۔ ہم سب ہوشیار ہو کر کھڑے ہو گئے۔ مجھے میر داؤد کی آواز سنائی دی:

के कबाड़ में छुपा दिया। मैं चाहता था फ़लक आरा अपनी मैना को बिल्कुल भूल जाए।

सुबह वह सो कर उठी चुप चुप थी। देर के बाद उसने मुझ से सिर्फ़ इतना पूछा:

"अब्बा, हमारी मैना अच्छी हो जाएगी ?"

"हां, अच्छी हो जाएगी", मैं ने जवाब दिया, "लेकिन बेटी, बीमार की ज़्यादा बातें नहीं करते हैं, इस से बीमारी बढ़ जाती है।"

इसके बाद उसने मुझसे यह भी नहीं पूछा कि उसकी मैना का पिंजड़ा क्या हुआ।

मैं उसे बहलाने की तरकीबें सोच रहा था कि किसी ने दरवाज़ा खटखटाया। मैं बाहर निकला। दारोग़ा नबीबख़्श का आदमी खड़ा था।

ख़ैरियत तो है, मोहर्रम अली ? मैं ने पूछा।

"दारोग़ा साहब ने आज सवेरे से बुलाया है," उसने कहा, "हज़रत सुलताने आलम ताऊस चमन में तशरीफ ला रहे हैं।"

"आज ?" मैं ने हैरान हो कर पूछा, "अभी परसों ही तो......"

"चिड़ियां पढ़ गई हैं न ?" मोहर्रम अली बोला, "वही सुनने......"

"अच्छा तुम चलो।"

मैं ने जल्दी कपड़े बदले। बाहर निकल कर जुमेराती की मां से फ़लक आरा के पास जाने को कहा और लपकता हुआ ताऊस चमन पहुंच गया रास्ते में कई बार मैं ने फ़लक मैना को क़फ़स में पहुंचा देने पर ख़ुद को शाबाश भी दी।

आज ईजादी क़फ़स के सामने चांदी की मुनक़्क़श[1] चोबों पर सब्ज़ अतलस[2] का मुक़य्यशी[3] झालरों वाला छोटा शामियाना तना हुआ था। दारोग़ा और बहुत से मुलाजिम क़फ़स के पास जमा थे। इन के बीच में बूढ़े मीर दाऊद इस तरह ऐंठे हुए खड़े थे जैसे वह बादशाह हों और हम सब उनके ग़ुलाम। मीर दाऊद की नाज़ुक मिज़ाजियों और अकड़ के क़िस्से तरह तरह की रंग आमेज़ियों और मुबालग़ों[4] के साथ लखनऊ भर में मशहूर थे लेकिन सब जानते थे कि परिंदों को पढ़ाने में उनका जवाब नहीं है।

"हां मिया काले खां," दारोग़ा ने मुझे देखते ही कहा, "क़फ़स को देख

1. चित्रित 2. रेश्मी कपड़ा 3. चाँदी सोने के तारों वाली 4. अतिशयोक्ति

''پھر کہتا ہوں سبق کے بیچ کوئی نہ بولے، نہیں جانور ہشک جائیں گے۔''

داروغہ کو کچھ غصہ آ گیا۔ بولے

'' میر صاحب ایک بار کہہ دیا، حضرت کے سامنے کسی کی مجال ہے جو چوں بھی کر جائے مگر آپ ہیں کہ جب سے یہی رٹ لگائے ہیں۔''

جواب میں میر صاحب نے بڑے اطمینان کے ساتھ داروغہ کے سینے پر انگلی رکھ کر پھر وہی کہا:

'' سبق کے بیچ میں کوئی نہ بولے، نہیں جانور ہشک جائیں گے۔''

''اماں جاؤ میر صاحب'' داروغہ منھ بنا کر بولے، ''کیا مٹھوؤں کی سی باتیں کر رہے ہو۔''

میر صاحب تلملا کر کچھ کہنے چلے تھے کہ شاہی جلوس دور پر نظر آنے لگا۔ ہم سب طاؤس چمن کے پھاٹک پر دو قطاریں بنا کر کھڑے ہو گئے کچھ دیر میں جلوس پھاٹک پر پہنچا۔ آج بادشاہ کے ساتھ حضور عالم اور مصاحبوں کے علاوہ بیلی گارد کے کئی انگریز افسر بھی تھے۔ حضور عالم انھیں قفس کی ایک ایک چیز دکھانے لگے۔ پھر بادشاہ نے ان سے دھیرے دھیرے کچھ کہا اور میر داؤد کو آنکھ سے اشارہ کیا۔ میر صاحب تسلیم بجالائے اور بڑھ کر قفس کے قریب آ گئے۔ انھوں نے منھ سے کچھ سیٹی سی بجائی۔ قفس میں اڑتی ہوئی مینائیں ان کی طرف آ کر جھولوں اور اڈوں پر بیٹھ گئیں اور زور زور سے چہچہانے لگیں۔ میر صاحب نے گلے پھلائے پچکائے۔ اور ایک عجیب سی آواز منھ سے نکالی۔ مینائیں ذرا دیر کو چپ ہوئیں۔ پھر سب کے گلے پھول گئے اور ان کی آوازیں ایک آواز ہو کر سنائی دیں:

''سلامت شاہ اختر، سلیمان زماں، سلطان عالم''

ایک ایک لفظ اتنا سچا نکل رہا تھا کہ مجھ کو حیرت ہو گئی۔ بالکل ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ بہت سی گانے والیاں ایک ساتھ مل کر مبارکباد گا رہی ہیں۔ میناؤں نے دوبارہ یہی شعر پڑھا، دم بھر کر رکیں، پھر بھاری آواز اور مردانے لہجے میں بولیں:

''دل کم لو طاؤس چمن!''

اس پر انگریز افسروں کو اتنا مزہ آیا کہ وہ بار بار مٹھیاں باندھ کر ہاتھ اوپر اچھالنے لگے۔ میناؤں نے پھر شعر پڑھا، پھر ایک اور شعر، پھر ایک اور۔ بادشاہ کچھ کچھ دیر بعد مسکرا

भाल लो, ज़रा जल्दी......"

मैं ने बड़ी फुर्ती के साथ क़फ़स का फ़र्श साफ़ किया, पौधों पर पानी छिड़का, गिरे पड़े फूल पत्ते समेटे और बाहर निकला ही था के जुलू ख़ाने की तरफ़ शहनाईयां और नक़्क़ारे[1] बजने लगे। हम सब होशियार हो कर खड़े हो गए, मुझे मीर दाऊद की आवाज़ सुनाई दी:

"फिर कहता हूं, सबक़ के बीच में कोई न बोले, नहीं जानवर हुशक जाएंगे।"

दारोग़ा को कुछ गुस्सा आगया, बोले:

"मीर साहब, एक बार कह दिया, हज़रत के सामने किस की मजाल है जो चूं भी कर जाए, मगर आप हैं कि जब से यही रट लगाए हैं।"

जवाब में मीर साहब ने बड़े इत्मीनान के साथ दारोग़ा के सीने पर उंगली रख कर फिर वही कहा:

"सबक़ के बीच में कोई न बोले, नहीं जानवर हुशक जाएंगे।"

"अमां जाओ मीर साहब," दारोग़ा मुंह बना कर बोले, "क्या मिठ्ठुओं की सी बातें कर रहे हो।"

मीर साहब तिलमिला कर कुछ कहने चले थे कि शाही जुलूस दूर पर नज़र आने लगा। हम सब ताऊस चमन के फाटक पर दो क़तारें बना कर खड़े हो गए कुछ देर में जुलूस फाटक पर आ पहुंचा आज बादशाह के साथ हुज़ूरे आलम और मुसाहिबों के अलावा बेली गार्द के कई अंग्रेज़ अफ़सर भी थे। हुज़ूरे आलम उन्हें क़फ़स की एक -एक चीज़ दिखाने लगे। फिर बादशाह ने उन से धीरे-धीरे कुछ कहा और मीर दाऊद को आंख से इशारा किया। मीर साहब तसलीम[2] बजा लाए और बढ़ कर क़फ़स के क़रीब आ गए। उन्होंने मुंह से कुछ सीटी सी बजाई। क़फ़स में उड़ती हुइ मैनाएं उन की तरफ़ आकर झूलों और अड्डों पर बैठ गईं और ज़ोर ज़ोर से चहचहाने लगीं। मीर साहब ने कल्ले फुलाए पिचकाए और एक अजीब सी आवाज़ मुंह से निकाली। मैनाएं ज़रा देर को चुप हुईं फिर सब के गले फूल गए और उन की आवाज़ें एक आवाज़ हो कर सुनाई दीं:

"सलामत शाह अख़्तर सुलेमाने ज़मां, सुलताने आलम।"

एक एक लफ़्ज़ इतना सच्चा निकल रहा था कि मुझ को हैरत हो गई,

1. ढोल 2. झुक कर सलाम करना

کر میر داؤد کی طرف دیکھتے، اور میر صاحب عجیب تماشا دکھا رہے تھے۔ سینہ پھلا کر تن جاتے اور فوراً ہی اس قدر جھک کر تسلیم کرتے کہ معلوم ہوتا تھا قلابازی کھا جائیں گے۔

میناؤں نے ایک نیا شعر پڑھا اور پھر پہلا شعر پڑھنا شروع کیا:

''سلامت شاہ اختر، جانِ عالم......''

''لیکن ابھی شعر پورا نہیں ہوا تھا کہ قفس کے پوربی حصے سے ایک تیز بچکانی آواز آئی''

''فلک آرا شہزادی ہے!''

سب مینائیں ایک دم سے چپ ہوگئیں اور میر داؤد کا منھ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ فلک مینا ایک ٹہنی پر اکیلی بیٹھی تھی اور اس کا گلا پھولا ہوا تھا۔ اس نے پھر کہا:

''فلک آرا شہزادی ہے۔ دودھ جلیبی کھاتی ہے۔''

بالکل میری ننھی فلک آرا کی آواز تھی۔ میری آنکھوں کے آگے اندھیرا سا چھانے لگا۔ مجھے خبر نہیں تھی کہ دوسروں پر ان بولوں کا کیا اثر ہوا لیکن میں یہی سوچ کر تھرا گیا کہ محل کی گھوڑیاں بھی دودھ جلیبی کو زیادہ منھ نہیں لگاتیں اور یہ ظالم مینا شہزادی کو دودھ جلیبی کھلائے دے رہی ہے، وہ بھی بادشاہ کے سامنے مجھے کچھ لوگوں کے دھیرے دھیرے بولنے کی آوازیں سنائی دیں لیکن سمجھ میں نہیں آیا کہ کون کیا کہہ رہا ہے اس لیے میرے کانوں میں سیٹیاں بج رہی تھیں۔ اور اب مجھے ان سیٹیوں سے بھی زیادہ تیز سیٹی کی آواز سنائی دی:

''فلک آرا شہزادی ہے۔ دودھ جلیبی کھاتی ہے۔ کالے خاں کی گوری گوری بیٹی ہے۔'' پھر فلک آرا کے کھلکھلا کر ہنسنے اور تالیاں بجانے کی آواز، اور پھر وہی:

''کالے خاں کی گوری گوری بیٹی ہے۔ کالے خاں کی گوری گوری بیٹی ہے۔''

اپنی آنکھوں کے آگے چھائے ہوئے اندھیرے میں بھی میں نے دیکھا کہ داروغہ نبی بخش آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر میری طرف دیکھ رہے تھے۔ پھر میں نے دیکھا کہ بادشاہ نے داروغہ کو دیکھا پھر آہستہ آہستہ گردن گھمائی اور نظریں مجھ پر جم گئیں۔ میرا بدن زور سے تھر تھرایا اور دانت بیٹھ گئے۔ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ قفس کا سفید پتھریلا چبوترا اوپر اچھلا اور میرے سر سے ٹکرا گیا۔

बिल्कुल ऐसा मालूम हो रहा था कि बहुत सी गाने वालियां एक साथ मिल कर मुबारकबाद गा रही हैं। मैनाओं ने दुबारा यही शेर पढ़ा, दम भर कर रुकीं, फिर भारी आवाज़ और मर्दाने लहजे में बोलीं:

"वैल कम टू ताऊस चमन"।

इस पर अंग्रेज़ अफ़सरों को इतना मज़ा आया कि वह बार बार मुट्ठियां बांध कर हाथ ऊपर उछालने लगें मैनाओं ने फिर शेर पढ़ा, फिर एक और शेर, फिर एक और। बादशाह कुछ कुछ देर बाद मुसकुरा कर मीर दाऊद की तरफ़ देखते, और मीर साहब अजीब तमाशा सा दिखा रहे थे। सीना फुला कर तन जाते और फ़ौरन ही इस क़दर झुक कर तसलीम करते कि मालूम होता था क़लाबाज़ी खा जाएगें।

मैनाओं ने एक नया शेर पढ़ा और फिर पहला शेर पढ़ना शुरू किया:

"सलामत शाह अखतर, जाने आलम......"

लेकिन अभी शेर पूरा नहीं हुआ था कि क़फ़स के पूर्बी हिस्से से एक तेज़ बचकानी आवाज़ आई:

"फलक़ आरा शहजादी है।"

सब मैनाएं एक दम से चुप हो गईं और मीर दाऊद का मुंह खुला का खुला रह गया। फ़लक मैना एक टहनी पर अकेली बैठी थी और उस का गला फूला हुआ था। उसने फिर कहा:

"फ़लक आरा शहज़ादी है। दूध जलेबी खाती है।"

बिल्कुल मेरी नन्हीं फ़लक आरा की आवाज़ थी। मेरी आंखों के आगे अंधेरा सा छाने लगा। मुझे ख़बर नहीं थी कि दूसरों पर इन बोलों का किया असर हुआ लेकिन मैं यही सोच कर थर्रा गया कि महल की घोड़ियां भी दूध जलेबी को मुंह नहीं लगातीं, और यह ज़ालिम मैना शहज़ादी को दूध जलेबी खिलाए दे रही है, वह भी बादशाह के सामने। मुझे कुछ लोगों के धीरे धीरे बोलने की आवाज़ें सुनाई दी लेकिन समझ में नहीं आया कि कौन क्या कह रहा है इस लिए कि मेरे कानों में सीटियां बज रही थीं। और अब मुझे इन सीटियों से भी ज़्यादा तेज़ सीटी की आवाज़ सुनाई दी-:

"फ़लक आरा शहज़ादी है। दूध जलेबी खाती है। काले खां की गोरी गोरी

دوسرے دن ہوش آیا تو میں نصیرالدین حیدر کے انگریزی اسپتال میں لیٹا ہوا تھا۔ داروغہ نبی بخش جھک کر مجھے دیکھ رہے تھے داروغہ پر نظر پڑتے ہی مجھ کو سب کچھ یاد آ گیا اور اٹھ کر بیٹھنے لگا لیکن داروغہ نے میرے سینے پر ہاتھ رکھ دیا۔

''لیٹے رہو، لیٹے رہو،'' انھوں نے کہا،'' اب سر کی چوٹ کیسی ہے؟''

''چوٹ؟'' میں نے پوچھا اور سر پر ہاتھ پھیرا تو معلوم ہوا کئی پٹیاں بندھی ہوئی ہیں۔ کچھ تکلیف بھی ہو رہی تھی۔ لیکن اس وقت مجھے تکلیف کی پروا نہیں تھی۔ میں نے داروغہ کا ہاتھ پکڑا اور کہا:

''داروغہ صاحب، آپ کو قسم ہے سچ سچ بتایئے وہاں کیا ہوا تھا؟''

''سب معلوم ہو جائے گا بھائی، سب معلوم ہو جائے گا۔ پہلے اچھے تو ہو جاؤ۔''

''میں بالکل اچھا ہوں، داروغہ صاحب'' میں نے کہا'' آپ کو قسم ہے۔''

''داروغہ کچھ دیر ٹالتے رہے، آخر مجبور ہو گئے۔''

''کیا پوچھتے ہو میاں کالے خاں'' انھوں نے کہنا شروع کیا،''تم تو غش کھا کے آرام پا گئے وہاں ہم لوگوں پر جو گذر گئی...... مگر پہلے یہ بتاؤ، تم اس کو کس وقت پڑھا دیتے تھے؟''

''کس کو؟''

''فلک آرا مینا کو، اور کس کو۔''

''میں نے اسے کچھ نہیں پڑھایا، داروغہ صاحب، قسم سے۔''

''پھر؟'' انھوں پوچھا'' پھر یہ بیہودہ کلام اس نے کہاں سن لیے؟''

میں کچھ دیر تک ہچکتا رہا، آخر بولا:

''میرے گھر پر۔''

داروغہ ہکا بکا رہ گئے۔

''کیا کہہ رہے ہو!''

''تب میں نے اول سے آخر پورا قصہ سنا دیا۔ داردغہ سناٹے میں آ گئے۔ دیر تک منھ سے آواز نہیں نکل سکی۔ آخر بولے:

''غضب کر دیا تم نے کالے خاں۔ بادشاہی پرندے کی چوری! اچھا اس دن حضرت

बेटी है।'' फिर फ़लक आरा के खिलखिला कर हंसने और तालियां बजाने की आवाज़, और फिर वही:

''काले खां की गोरी गोरी बेटी है। काले खां की गोरी गोरी बेटी है।''

अपनी आखों के आगे छाए हुए अंधेरे में भी मैं ने देखा कि दारोग़ा नबीबख़्श आंखें फाड़ फाड़ कर मेरी तरफ़ देख रहें हैं। फिर मैं ने देखा कि बादशाह ने दारोग़ा को देखा फिर आहिस्ता आहिस्ता गर्दन घुमाई और उन की नज़रें मुझ पर जम गईं। मेरा बदन ज़ोर से थर थराया और दांत बैठ गए। मुझे ऐसा मालूम हुआ कि क़फ़स का सफ़ेद पथरीला चबूतरा ऊपर उछला और मेरे सर से टकरा गया।

दूसरे दिन होश आया तो मैं नसीरुद्दीन हैदर के अंग्रेज़ी अस्पताल में लेटा हुआ था और दारोग़ा नबीबख़्श झुक कर मुझे देख रहे थे दारोग़ा पर नज़र पड़ते ही मुझ को सब कुछ याद आगया और मैं उठकर बैठने लगा लेकिन दारोग़ा ने मेरे सीने पर हाथ रख दिया ।

''लेटे रहो, लेटे रहो,'' उन्हों ने कहा, ''अब सर की चोट कैसी है।''

''चोट,'' मैंने पूछा,और सर पर हाथ फेरा तो मालूम हुआ कई पट्टियां बंधी हुई हैं। कुछ तकलीफ़ भी हो रही थी। लेकिन उस वक़्त मुझे तकलीफ़ की परवाह नहीं थी। मैने दारोग़ा का हाथ पकड़ा और कहा:

''दारोग़ा साहब, आप को क़सम है, सच सच बताइये वहां क्या हुआ था।''

''सब मालूम हो जाएगा, भाई'' ''सब मालूम हो जाएगा पहले अच्छे तो हो जाओ'' ''मैं बिल्कुल अच्छा हूं, दारोग़ा साहब मैंने कहा, आप को क़सम है।''

दारोग़ा कुछ देर टालते रहे, आख़िर मजबूर हो गए।

''क्या पूछते हो मियां काले खां'' उन्होंने कहना शुरू किया, ''तुम तो ग़श खा के आराम पा गए। वहां हम लोगों पर जो गुज़र गई...... मगर पहले यह बताओ, तुम उस को किस वक़्त पढ़ा देते थे?''

''किस को?''

''फ़लक आरा मैना को, और किसको।''

''मैं ने उसे कुछ नहीं पढ़ाया, दारोग़ा साहब, क़सम से।''

''फिर?'' उन्होंने पूछा ''फिर यह बेहूदा कलाम उसने कहां सुन लिए?''

نے فرمایا تھا کہ فلک آراء نہیں دکھائی دے رہی ہیں، تو کیا اس دن بھی وہ تمھارے گھر تھی؟''

میں نے سر جھکا لیا۔

''تم نے مجھے مار ڈالا'' داروغہ نے کہا،''مجھے کچھ پتا نہیں، میں نے کہہ دیا ابھی تو یہیں اڑتی پھر رہی تھی۔ واہ بھائی تم تو ہماری بھی نوکری لے گئے تھے۔ اب کل جو اس نے صاحبوں کے سامنے آؤ جاؤ بکنا شروع کیا تو حضرت پر سب کچھ روشن ہو گیا۔ اف اف اس کی کل کی لن ترانیاں سن کر حضرت نے جو بات کہی — وہی میں کہوں کہ یہ کیا زبان مبارک سے ارشاد ہو رہا ہے۔''

''کیا؟'' میں اٹھ کر بیٹھ گیا،'' حضرت نے کیا فرمایا؟''

''فرمایا تو بس اتنا کہ داروغہ صاحب ہمارے جانوروں کو باہر نہ بھیجا کیجیے؛'' داروغہ نے بتایا اور ٹھنڈی سانس بھری''داروغہ صاحب! آج تک حضرت نے نبی بخش کے سوا داروغہ نہیں کہا تھا، نہ داروغہ صاحب۔ اتنے دن کے نمک خواری کے بعد تمھارے سبب یہ بھی سننا پڑا۔ ابھی تک کان کڑوے ہو رہے ہیں۔''

''داروغہ صاحب؛'' میں نے لجاجت کے ساتھ کہا،''اب تو قصور ہوا، جو سزا چاہیے......''

''اچھا خیر؛'' انھوں نے ہاتھ اٹھا کر مجھے چپ کر دیا''تو حضرت تو رزیڈنسی کے صاحبوں کو لیے ہوئے سدھار گئے۔ یہاں طاؤس چمن میں غدر رچ گیا۔ حضور عالم ایک ایک کو پھاڑ کھاتے ہیں ادھر میر داؤد صاحب گردن اچھل رہے ہیں کہ دشمنوں نے ان کی میناؤں کو ہشکانے کے لیے باہر کا جانور لا کے قفس میں چھوڑ دیا۔ میں کہہ رہا ہوں۔ باہر کا جانور نہیں، حضرت کی پہچانی ہوئی مینا ہے۔ حضور عالم سامنے کھڑے ہوئے ہیں، میر صاحب نے ان کا بھی لحاظ نہیں کیا، لگے چلانے کہ میں نے اسے نہیں پڑھایا ہے۔ میں نے اسے نہیں پڑھایا ہے۔ اوپر سے حضور عالم نے اور یہ کہہ کے ان کے مرچیں لگا دیں کہ میر صاحب، وہ تو ظاہر ہے کہ تم نے اسے نہیں پڑھایا ہے، کس واسطے کہ یہ تمھاری میناؤں سے اچھا بولتی ہے۔ اب تو میر صاحب۔ کیا بتاؤں قفس سے سر تو وہیں ٹکرا دیا، پیادوں کے ہاتھ گھر کو روانہ کیے گئے تو گومتی میں پھاندے پڑتے تھے۔ جو کنواں راستے میں آیا...... درشن سنگھ کی باؤلی میں تو سمجھو کود ہی گئے تھے۔''

मैं कुछ देर हिचकिचाता रहा आख़िर बोला:

"मेरे घर पर।"

दारोग़ा हक्का बक्का रह गए।

"क्या कह रहे हो ?"

"तब मैंने उन्हें अव्वल से आख़िर पूरा क़िस्सा सुना दिया।" दारोग़ा सन्नाटे में आ गए। देर तक मुंह से आवाज़ नहीं निकल सकी। आख़िर बोले:

"ग़ज़ब कर दिया तुमने काले खां। बादशाही परिंदे की चोरी! अच्छा, उस दिन जो हज़रत ने फ़रमाया था कि फ़लक आरा दिखाई नहीं दे रही हैं तो क्या उस दिन भी वह तुम्हारे घर थी ?"

मैं ने सर झुका लिया।

"तुमने मुझे मार डाला," दारोग़ा ने कहा, "मुझे कुछ पता नहीं, मैंने कह दिया अभी तो यहीं उड़ती फिर रही थी। वाह भाई, तुम तो हमारी भी नौकरी ले गए थे। अब कल जो उसने साहिबों के सामने आओ जाओ बकना शुरू किया तो हज़रत पर सब कुछ रौशन हो गया। उफ़, उफ़, उस की कल की लन तरानियां सुन कर हज़रत ने जो बात कही......वही मैं कहूं कि यह क्या ज़ुबाने मुबारक से इरशाद हो रहा है।"

"क्या ?" मैं उठ कर बैठ गया, "हज़रत ने क्या फरमाया ?"

"फ़रमाया तो बस इतना कि, दारोग़ा साहब, हमारे जानवरों को बाहर न भेजा कीजिए।" दारोग़ा ने बताया और ठंडी सांस भरी, "दारोगा साहब! आज तक हज़रत ने, नबीबख़्श, के सिवा, दारोग़ा, नहीं कहा था, न कि दारोग़ा साहब, इतने दिन की नमक ख़ारी के बाद तुम्हारे सबब यह भी सुनना पड़ा, अभी तक कान कड़वे हो रहे हैं।"

"दारोग़ा साहब," मैंने लजाजत के साथ कहा, "अब तो क़ुसूर हुआ, जो सज़ा चाहिए......"

"अच्छा ख़ैर," उन्होंने हाथ उठा कर मुझे चुप करा दिया। तो हज़रत तो रेजिडेंस्टी के साहबों को लिए हुए सिधार गए, यहां ताऊस चमन में ग़दर मच गया। हुज़ूरे आलम एक एक को फाड़ खाते हैं उधर मीर दाऊद साहब गर्दन उछल रहे हैं कि दुश्मनों ने उन की मैनाओं को हुशकाने के लिए बाहर का जानवर ला के

مجھے میر صاحب کی کود پھاند سے کیا لینا دینا تھا۔ میں نے کہا:

''داروغہ صاحب، یہ بتائیے۔ میرا کیا ہوا؟''

''ہونا کیا تھا،'' وہ بولے ''جہاں پناہ یہ مقدمہ حضور عالم کو سونپ کر سدھارے تھے۔ سب پر کھلا ہوا تھا کہ یہ کچھ تمھاری ہی کارستانی ہے اس علامہ چڑیا نے کوئی کسر چھوڑی تھی؟ حضور عالم نے وہیں کھڑے کھڑے تمھارا فیصلہ کر دیا تھا۔ میں نے ٹوپی اتار کے ان کے پیروں میں ڈال دی۔ خیر وہ کسی طرح ٹھنڈے پڑے، ضمانت منظور کی، گرفتاری کا حکم واپس لیا، اب مقدمہ بنوا کے اظہار لیں گے۔ دیکھو کیا فیصلہ کرتے ہیں۔ جرمانہ تو ہوا ہی سمجھو اوپر سے......''

''داروغہ صاحب'' میں گھبرا کر بولا۔ ''یہاں پھوٹی کوڑی نہیں ہے۔ جرمانہ کہاں سے بھروں گا۔''

''اے بھائی، کیوں پریشان ہوتے ہو'' داروغہ نے کہا، ''آخر ہم کس دن کے لیے ہیں۔ ؟ لیکن بات جرمانے ہی پر ٹل جائے تب نا؟ حضور عالم کھسیائے ہوئے ہیں، صاحبوں کے آگے کرکری ہوئی ہے۔ کیا پتا بند ہی کرادیں، یا گنگا پار اتروادیں۔''

قید خانے سے زیادہ مجھے گنگا پار ہونے کے خیال سے وحشت ہوئی۔ ساری عمر لکھنؤ میں گزری تھی۔ باہر کہیں جاتا تو پاگل ہو جاتا، میں نے کہا:

''داروغہ صاحب، اس سے تو اچھا ہے کہ حضور عالم مجھے توپ دم کرادیں، خدا کے واسطے کوئی ترکیب نکالیئے۔'' پھر مجھے ایک خیال آیا ''کیوں داروغہ صاحب، بادشاہ کو عرضی لکھوں، شاید معافی مل جائے۔''

عرضیاں بادشاہ کو پہنچتی کہاں ہیں، میرے بھائی، داروغہ ٹھنڈی سانس لے کر بولے، ''ایکوں ایک کاغذ پہلے حضور عالم کے ملاحظے سے گذرتا ہے۔ اب وہ جس پر چاہیں آپ حکم صادر کریں جسے چاہیں حضرت کی خدمت میں پیش کریں۔''

داروغہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ چلتے چلتے ذرا رکے اور بولے:

''مگر یہ ضرور ہے کالے خاں، عرضی کی تمھیں سوجھی اچھی ہے۔''

''داروغہ صاحب، لیکن خدا را یہاں سے نکلوائیے۔'' میں نے کہا، ''نہیں تو دواؤں

क़फ़स में छोड़ दिया। मैं कह रहा हूं बाहर का जानवर नहीं, हज़रत की पहचानी हुई मैना है। हुज़ूरे आलम सामने खड़े हुए हैं, मीर साहब ने उनका भी लिहाज़ नहीं किया, लगे चिल्लाने कि मैंने उसे नहीं पढ़ाया है, मैंने उसे नहीं पढ़ाया है,। ऊपर से हुज़ूरे आलम ने और यह कह के उनके मिर्चें लगा दीं कि मीर साहब, वह तो ज़ाहिर हैं कि तुम ने उसे नहीं पढ़ाया है, किस वास्ते कि यह तुम्हारी मैनाओं से अच्छा बोलती है। अब तो मीर साहब। क्या बताऊं, क़फ़स से सर तो वहीं टकरा दिया, पियादों के हाथ घर को रवाना किये गए तो गोमती में फांदे पड़ते थे। जो कुआं रास्ते में आया......दर्शन सिंह की बाउली में तो समझो कूद ही गए थे।"

मुझे मीर साहब की कूद फांद से क्या लेना देना था। मैं ने कहा:

"दारोग़ा साहब, यह बताइये, मेरा क्या हुआ ?"

"होना क्या था," वह बोले, "जहां पनांह यह मुक़द्दमा हुज़ूरे आलम को सौंप कर सिधारे थे। सब पर खुला हुआ था कि यह कुछ तुम्हारी ही कारस्तानी है उस अल्लामा चिड़िया ने कोई कसर छोड़ी थी ? हुज़ूरे आलम ने वहीं खड़े खड़े तुम्हारा फ़ैसला कर दिया था। मैंने टोपी उतार के उनके पैरों में डाल दी। ख़ैर, वह किसी तरह ठंडे पड़े, ज़मानत मंज़ूर की, गिरफ़्तारी का हुक्म वापस लिया, अब मुक़द्दमा बनवा कर इज़हार लेंगे। देखो क्या फ़ैसला करते हैं, जुर्माना तो हुआ ही समझो ऊपर से है......"

"दारोग़ा साहब," मैं घबरा कर बोला, "यहां फूटी कौड़ी नहीं है जुर्माना कहां से भरूंगा ?"

"अरे भाई, क्यों परेशान होते हो," दारोग़ा ने कहा, "आख़िर हम किस दिन के लिए हैं ? लेकिन बात जुर्माने ही पर टल जाए तब न ? हुज़ूरे आलम खिसियाए हुए हैं, साहेबों के आगे किर किरी हुई है। क्या पता बंद ही करा दें, या गंगा पार उतरवा दें।"

क़ैद ख़ाने से ज़्यादा मुझे गंगा पार होने के ख़्याल से वहशत हुई, सारी उम्र लखनऊ में गुज़री थी, बाहर कहीं जाता तो पागल हो जाता, मैने कहा:

"दारोग़ा साहब, इस से तो अच्छा है कि हुज़ूरे आलम मुझे तोप दम करा दें, ख़ुदा के वास्ते कोई तरकीब निकालिए ," फिर मुझे एक ख़्याल आया, "क्यों दारोग़ा साहब, बादशाह को अर्ज़ी लिखूं ? शायद माफ़ी मिल जाए।"

کے یہ بھیکے مار ڈالیں گے۔"

"سچ کہتے ہو۔ اچھا تو چھٹی میں ابھی دلائے دیتا ہوں۔ تم گھر جا کر ایک دو دن آرام کرلو پھر کسی اچھے منشی سے عرضی لکھوانا، آپ نہ لکھنے بیٹھ جایئے گا۔"

"میں داروغہ صاحب، جاہل آدمی، آپ لکھ کر بنتا کام بگاڑوں گا۔؟"

"اور ہم کہہ کیا رہے ہیں۔"

داروغہ صاحب اسپتال والوں سے بات کر کے ادھر کے ادھر نکل گئے اور میں کچھ دیر بعد چھٹی پا کے گھر آگیا۔

ننھی فلک آرا کو گود میں بٹھا کر میں دیر تک بہلاتا رہا، لیکن مجھے خبر کچھ نہیں تھی کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اور وہ کیا کہہ رہی ہے۔

(5)

دوسرے ہی دن میں منشیوں کی فکر میں نکل کھڑا ہوا۔ اس وقت لکھنؤ میں ایک سے ایک لکھنے والا پڑا تھا۔ منشی کالکا پرشاد تو میرے ہی محلے میں تھے۔ تین کو میں جانتا تھا کہ بادشاہ کی خدمت میں رسائی رکھتے ہیں، ایک مرزا رجب علی صاحب، ایک منشی ظہیرالدین صاحب، ایک منشی امیر احمد صاحب، مرزا صاحب بڑی چیز تھے۔ ایک عالم میں ان کے قلم کی دھوم تھی، ان سے کہنے کی تو میری ہمت نہ ہوئی، منشی ظہیرالدین کو پوچھتا پاچھتا ان کے گھر پہنچا تو معلوم ہوا، بلگرام گئے ہوئے ہیں۔ اب منشی امیر احمد صاحب رہ گئے۔ ان کا گھر بتانے والا کوئی نہ ملا لیکن یہ معلوم ہوا کہ وہ جمعرات کے جمعرات شاہ میناصاحب کے مزار پر حاضری دیتے ہیں۔ اتفاق کی بات، اس دن جمعرات ہی تھی۔ وہ بھی نوچندی جمعرات، مغرب کے وقت مچھی بھون کے پہلو سے ہوتا ہوا میں شاہ مینا صاحب پہنچ گیا۔ آدمیوں کی ریل پیل تھی۔ کسی طرح مزار تک پہنچا، وہاں قوالی ہو رہی تھی۔ منشی صاحب ہی کا کلام گایا جارہا تھا۔ وہ خود بھی وہیں تشریف رکھتے تھے۔ میں انھیں قیصر باغ میں کئی بار دیکھ چکا تھا۔ ایک کونے میں کھڑا ہو کر قوالی سننے لگا۔ رات گئے محفل برخاست ہوئی تو منشی صاحب کو لوگوں نے گھیرلیا۔ اب باتیں ہو رہی ہیں۔ خدا خدا کر کے منشی صاحب اٹھے۔

"अर्ज़ियां बादशाह को पहुंचती कहां हैं, मेरे भाई," दारोग़ा ठंडी सांस लेकर बोले, एकों एक कागज पहले हुजूरे आलम के मुलाहिज़े से गुज़रता है। अब जिस पर चाहें आप हुक्म सादिर[1] करें, जिसे चाहें हज़रत की ख़िदमत में पेश करें।"

दारोग़ा उठ खड़े हुए, चलते चलते ज़रा रुके और बोले:

"मगर यह ज़रूर है काले ख़ां, अर्ज़ी की तुम्हें सूझी अच्छी है।"

"दारोगा साहब, लेकिन खुदारा यहां से निकलवाइये, मैं ने कहा," नहीं तो दवाओं के यह भपके मार डालें गे।

"सच कहते हो। अच्छा तो छुट्टी मैं अभी दिलाए देता हूं। तुम घर जाकर एक दो दिन आराम कर लो फिर किसी अच्छे मुन्शी से अर्ज़ी लिखवाना, आप न लिखने बैठ जाइयेगा।"

"मैं दारोग़ा साहब, जाहिल आदमी आप लिख कर बनता काम बिगाडूंगा?

"और हम कह क्या रहे हैं।"

दारोग़ा साहब अस्पताल वालों से बात करके उधर के उधर निकल गए और मैं कुछ देर बाद छुट्टी पाके घर आ गया।

नन्हीं फ़लक आरा को गोद में बिठा कर मैं देर तक बहलाता रहा, लेकिन मुझे ख़बर कुछ नहीं थी कि मैं क्या कह रहा हूं और वह क्या कह रही है।

(5)

दूसरे ही दिन मैं मुन्शियों की फ़िक्र में निकल खड़ा हुआ। उस वक़्त लखनऊ में एक से एक लिखने वाला पड़ा था। मुन्शी कालका प्रसाद तो मेरे ही मुहल्ले में थे। तीन को मैं जानता था कि बादशाह की ख़िदमत में रसाई रखते हैं एक मिर्ज़ा रजब अली साहब, एक मुन्शी ज़हीरुद्दीन साहब, एक मुन्शी अमीर अहमद साहब। मिर्ज़ा साहब बड़ी चीज़ थे, एक आलम में उनके क़लम की धूम थी, उन से कहने की तो मेरी हिम्मत न हुई, मुन्शी ज़हीरुद्दीन को पूछता पाछता उनके घर पहुंचा तो मालूम हुआ बेलग्राम गए हुए हैं। अब मुन्शी अमीर अहमद साहब रह गए। उनका घर बताने वाला कोई न मिला लेकिन यह मालूम हुआ कि वह जुमेरात के जुमेरात शाह मीना साहब के मज़ार पर हाज़री देते हैं। इत्तेफ़ाक़ की बात, उस दिन जुमेरात ही थी, वह भी नौचंदी जुमेरात, मग़रिब के वक़्त मच्छी भवन के पहलू से होता हुआ मैं शाह मीना साहब पहुंच गया। आदमियों की रेल

1. आदेश देना

میں پیچھے پیچھے ہولیا۔ اب منشی صاحب تسبیح گھماتے ہوئے ایک گلی سے دوسری، دوسری سے تیسری میں مڑتے جارہے ہیں اور میں سائے کی طرح ساتھ ساتھ۔ آخر وہ ٹھٹھک کر رک گئے۔ میں نے سامنے آکر سلام کیا۔ انھوں نے جواب دے کر مجھے غور سے دیکھا۔

''آپ کے کرم کا محتاج ہوں،'' میں نے کہا:

منشی صاحب جیب میں ہاتھ ڈالنے لگے۔ میں نے ہاتھ جوڑ لیے۔

''حضور، فقیر نہیں ہوں،''

''اچھا تو پھر؟''

''فقیروں سے بھی بدتر ہوں۔ آپ چاہیں تو خانہ خرابی سے بچ جاؤں۔''

''ارے بندہ خدا، کیوں پہیلیاں بجھوا رہے ہو؟ کچھ کھل کر نہیں کہوگے؟''

میں نے وہیں کھڑے کھڑے اپنا قصہ شروع کر دیا مگر منشی صاحب نے تھوڑی ہی دیر میں مجھے روک دیا۔ ان کا مکان قریب آگیا تھا۔ وہاں لے گئے۔ میں نے کتنا کتنا کہا کہ رات بہت آگئی ہے، میں کل حاضر ہوجاؤں گا، مگر انھوں نے اسی وقت سارا حال سنا، بیچ بیچ میں کبھی افسوس کرتے کبھی حیرت، کبھی ہنس پڑتے، کبھی بادشاہ کی تعریف کرنے لگتے، میں نے پورا قصہ سنا کر اپنا مطلب عرض کیا تو وہ کچھ سوچ میں پڑ گئے، پھر بولے۔

''سنو بھائی کالے خاں، قصہ ہمارے دل کو لگ گیا۔ عرضی تو تمھاری ہم لکھ دیں گے۔ اور جی لگا کے لکھیں گے، لیکن وہ حضرت تک پہنچے تو کیوں کر پہنچے؟ یہ تمھارے بس کا کام نہیں، کوئی وسیلہ ہے تمھارے پاس؟''

''وسیلہ؟'' میں نے کہا، ''منشی صاحب، میرا تو جو کچھ وسیلہ ہیں آپ ہی ہیں۔ آپ حضرت سلطان عالم خدمت میں......''

''ہاں بھائی، گاہے گاہے حاضری تو دیتا ہوں۔ غریب پروری ہے۔ حضرت کی کہ یاد فرمالیتے ہیں۔''

''تو پھر منشی صاحب،'' میں نے کچھ خوش ہو کر، کچھ ڈرتے ڈرتے کہا، ''اگر وہ عرضی آپ ہی......''

منشی صاحب ہنسنے لگے۔

पेल थी, किसी तरह मज़ार तक पहुंचा, वहां क़व्वाली हो रही थी। मुन्शी साहब ही का कलाम गाया जा रहा था। वह ख़ुद भी वहीं तशरीफ रखते थे। मैं उन्हें क़ैसर बाग़ में कई बार देख चुका था। एक कोने में खड़ा हो कर क़व्वाली सुनने लगा। रात गए महफ़िल बर्ख़ास्त[1] हुई तो मुन्शी साहब को लोगों ने घेर लिया, अब बातें हो रही हैं, ख़ुदा ख़ुदा कर के मुन्शी साहब उठे, मैं पीछे -पीछे हो लिया, अब मुन्शी साहब तसबीह घुमाते हुए एक गली से दूसरी, दूसरी से तीसरी, में मुड़ते जा रहे हैं और मैं साए की तरह साथ साथ। आख़िर वह ठिठक कर रुक गए। मैं ने सामने आकर सलाम किया। उन्होंने जवाब देकर मुझे ग़ौर से देखा।

"आप के करम का मोहताज हूँ," मैंने कहा।"

मुन्शी साहब जेब में हाथ डालने लगे, मैंने हाथ जोड़ लिए।

"हुज़ूर,फ़क़ीर नहीं हूं,"

"अच्छा तो फिर?"

"फ़क़ीर से भी बदतर हूं। आप चाहें तो ख़ाना ख़राबी से बच जाऊं।"

"अरे बन्दा-ए-ख़ुदा, क्यों पहेलियां बुझवा रहे हो? कुछ खुल कर नहीं कहोगे?"

मैंने वहीं खड़े खड़े अपना क़िस्सा शुरू कर दिया मगर मुन्शी साहब ने थोड़ी ही देर में मुझे रोक दिया। उनका मकान क़रीब आ गया था, वहां ले गए। मैं ने कितना कितना कहा कि रात बहुत आगई है, मैं कल हाज़िर हो जाऊंगा, मगर उन्होंने उसी वक़्त सारा हाल सुना। बीच बीच में कभी अफ़सोस करते कभी हैरत, कभी हंस पड़ते, कभी बादशाह की तारीफ़ करने लगते, मैंने पूरा क़िस्सा सुनाकर अपना मतलब अर्ज़ किया तो वह कुछ सोच में पड़ गए, फिर बोले:

"सुनो भाई काले ख़ां, क़िस्सा हमारे दिल को लग गया। अर्ज़ी तो तुम्हारी हम लिख देंगे, और जी लगा के लिखेंगे, लेकिन वह हज़रत तक पहुंचे तो क्यों कर पहुंचे? यह तुम्हारे बस का काम नहीं, कोई वसीला[2] है तुम्हारे पास?"

"वसीला?" मैंने कहा, "मुन्शी साहब, मेरा तो जो कुछ वसीला हैं आप ही हैं। आप हज़रत सुलताने आलम ख़िदमत में......"

"हां भाई, गाहे गाहे हाज़री तो देता हूं। ग़रीब परवरी है, हज़रत की कि याद फ़रमा लेते हैं।"

1. समाप्त होना 2. माध्यम

"بھئی کالے خاں...... مگر سچ ہے، تم بادشاہی کارخانے کو کیا جانو۔ وہاں یہ تھوڑی ہوتا ہے کہ "حضرت ظل سبحانی، آداب، یہ چٹھی لے لیجئے۔ اور حضرت نے ہاتھ بڑھا کر......"

میں جھینپ گیا، بولا:

"منشی صاحب، یہ میرا مطلب نہیں تھا، اصل یہ ہے کہ سلطان عالم کو عرضی پہنچوانے کے لیے میں آپ کے سوا اور کسی سے نہیں کہہ سکتا"

"عرضی بادشاہ تک پہنچی بھی تو ہزار ہاتھوں سے ہوتی ہوئی پہنچے گی۔ پھر مقدمہ تمھارا حضور عالم کے حوالے ہوا ہے۔ وہ کاہے کو پسند کریں گے کہ......"

منشی صاحب رک کر دیر تک کچھ سوچتے رہے۔ بیچ بیچ میں اپنے آپ سے باتیں بھی کرنے لگتے تھے۔ کچھ لوگوں کے نام بھی لیتے جاتے تھے، میاں صاحبان، مقبول الدولہ، راحت السلطان، امامین اور معلوم نہیں کون کون۔ آخر میں کہنے لگے،

"اچھا میاں کالے خاں، اللہ نے چاہا تو عرضی تمھاری حضرت کے ملاحظے سے گذر جائے گی۔"

"آگے تمھاری قسمت......"

میں نے منشی صاحب کو دعائیں دے دے کر ان کی تعریفیں شروع کر دیں تو گھبرا کر بولے:

"ارے بھائی، ارے بھائی، کیوں گناہگار کرتے ہو؟ کام بنانے والا اللہ ہے۔ تو بس اب تم گھر کو سدھارو۔"

وہ اٹھ کھڑے ہوئے میں چلنے لگا تو دروازے تک پہنچانے آئے۔ میں نے رخصت ہوتے وقت کہا:

"منشی صاحب، اس کا اجر اللہ آپ کو دے گا۔ غریب آدمی ہوں، آپ کا حق محنت......"

"ہا!" منشی صاحب نے زبان دانتوں تلے دبالی، اس کا تو نام بھی منہ سے نہ لینا، اور میرے کندھے پر ہاتھ رکھ پھر وہی کہا "بات یہ ہے کالے خاں تمھارا قصہ ہمارے دل کو لگ گیا ہے۔"

آصف الدولہ بہادر کے امام باڑے کا نوبت خانہ رات کا پچھلا پہر بجا رہا تھا،

"तो फिर मुन्शी साहब," मैने कुछ ख़ुश हो कर, कुछ डरते डरते कहा, "अगर वह अर्ज़ी आप ही ......" मुन्शी साहब हंसने लगे।

"भाई काले खां...... मगर सच है, तुम बादशाही कारख़ाने को क्या जानो। वहां यह थोड़ी होता है कि "हज़रत ज़िल्ले सुब्हानी, आदाब, यह चिट्ठी ले लीजिए," और हज़रत ने हाथ बढ़ा कर......"

मैं झेंप गया, बोला:

"मुन्शी साहब, यह मेरा मतलब नहीं था, असल यह है कि सुलताने आलम को अर्ज़ी पहुंचाने के लिए मैं आपके सिवा और किसी से नहीं कह सकता।"

"अर्ज़ी बादशाह तक पहुंची भी तो हज़ार हाथों से होती हुई पहुंचेगी। फिर मुक़द्दमा तुम्हारा हुज़ूरे आलम के हवाले हुआ हैं वह काहे को पसंद करेंगे कि......"

मुन्शी साहब रुक कर देर तक कुछ सोचते रहे। बीच-बीच में अपने आपसे बातें भी करने लगते थे, कुछ लोगों के नाम भी लेते जाते थे, मियां साहेबान, मक़बूलुद्दौला, राहतु स्सुल्तान, इमामीन और मालूम नहीं कौन कौन। आख़िर में कहने लगे:

"अच्छा मियां काले खां, अल्लाह ने चाहा तो अर्ज़ी तुम्हारी हजरत के मुलाहिज़े से गुज़र जाएगी, आगे तुम्हारी क़िस्मत......"

मैंने मुन्शी साहब को दुआ दे दे कर उनकी तारीफ़ें शुरू करदीं तो घबरा कर बोले:

"अरे भाई, अरे भाई, क्यों गुनहगार करते हो? काम बनाने वाला अल्लाह है। तो बस अब तुम घर को सिधारो।"

वह उठ खड़े हुए मैं चलने लगा तो दरवाज़े तक पहुचाने आए, मैंने रुख़सत होते वक़्त कहा:

मुन्शी साहब, इसका अजर अल्लाह आप को देगा। ग़रीब आदमी हूं, आप का हक़्क़ मेहनत......

"हां!" मुन्शी साहब ने ज़ुबान दातों तले दबाली, "उस का तो नाम भी मुंह से न लेना," और मेरे कंधे पर हाथ रख फिर वही कहा "बात यह है काले खां, तुम्हारा क़िस्सा हमारे दिल को लग गया है।"

جمراتی کی اماں بے چاری میں نے سوچا میرا رستہ دیکھتے دیکھتے سو گئی ہوں گی۔ انھیں جگانا اچھا نہیں معلوم ہوا، صبح تک شہر میں آوارہ گردی کرتا رہا۔

(6)

تین چار دن گذرے ہوں گے کہ کیا دیکھتا ہوں داروغہ نبی بخش دروازے پر کھڑے ہیں۔ میں گھبرا گیا، لیکن انھوں نے مجھے بولنے کا موقع ہی نہیں دیا، کہنے لگے۔

"ارے میاں کالے خاں، بھائی تم تو قیامت نکلے!"

میں اور بھی گھبرا گیا، بولا:

"داروغہ صاحب، اللہ مجھے کچھ خبر نہیں، کیا ہوا؟"

"کیا ہوا؟" داروغہ بولے، "یہ ہوا کہ تمھاری عرضی حضرت سلطان کی خدمت میں پہنچ گئی اور ملاحظے سے گزرتے ہی اس پر حکم بھی ہو گیا۔"

"حکم ہو گیا؟" میں نے بے تاب ہو کر کہا، "کیا حکم ہوا داروغہ صاحب؟"

"سلطانی فیصلے ہم لوگوں کو بتائے جائیں گے؟ کیا بات کرتے ہو کالے خاں، لیکن اسے لکھ رکھو...... اچھا پہلے یہ بتاؤ عرضی میں سارا حال لکھوا دیا تھا؟ بٹیا کا بن ماں کی ہونا، پہاڑی مینا کے لیے تمھیں دق کرنا اور......

"اول سے آخر تک عرضی میں نے دیکھی تو نہیں لیکن منشی امیر احمد صاحب نے کہا تھا جی لگا کر لکھوں گا۔"

"منشی امیر احمد صاحب؟" داروغہ تعجب سے بولے، "انھیں پکڑ لیا؟ اماں ہم تمھیں ایسا نہیں سمجھتے تھے۔ وہی ہم کہیں یہ عرضی حضرت سلطان عالم تک پہنچ کیونکر گئی؟"

"داروغہ صاحب وہ ابھی آپ کیا کہہ رہے تھے۔"

"اماں جو کہہ رہے تھے وہ کہہ رہے ہیں۔"

"نہیں، وہ آپ نے کیا کہا تھا، اسے لکھ رکھو۔"

"وہ، ہاں۔" داروغہ کو یاد آ گیا، "ہم کہہ رہے تھے اسے لکھ رکھو کہ تمھیں معافی مل گئی اور تمھاری بٹیا کو مینا۔"

आसिफुद्दौला बहादुर के इमाम बाड़े का नौबत ख़ाना रात का पिछला पहर बजा रहा था, जुमेराती की अम्मा बेचारी मैं ने सोचा मेरा रस्ता देखते देखते सो गई होगीं। उन्हें जगाना अच्छा नहीं मालूम हुआ, सुबह तक शहर में आवारा गर्दी करता रहा।

(6)

तीन चार दिन गुज़रे होगें कि क्या देखता हूं दारोग़ा नबीबख़्श दरवाज़े पर खड़े हैं। मैं घबरा गया, लेकिन उन्होंने मुझे बोलने का मौक़ा ही नहीं दिया,कहने लगे:

"अरे मियां काले खां, भाई तुम तो क़यामत निकले।"

मैं और भी घबरा गया बोला:

"दारोग़ा साहब, अल्लाह मुझे कुछ ख़बर नहीं क्या हुआ।"

"क्या हुआ ?" दारोग़ा बोले, "यह हुआ कि तुम्हारी अर्जी हज़रत सुलतान की ख़िदमत में पहुंच गई और मुलाहिज़े से गुज़रते ही उस पर हुक्म भी हो गया।"

"हुक्म हो गया ?" मैं ने बेताब हो कर कहा, "क्या हुक्म हुआ दारोगा साहब ?

"सुलतानी फ़ैसले हम लोगों को बताए जाएंगे ? क्या बात करते हो कालें खां, लेकिन इसे लिख रखो...... अच्छा पहले यह बताओ, अर्ज़ी में सारा हाल लिखवा दिया था ? बिटिया का बिन मां की होना, पहाड़ी मैना के लिए तुम्हें दिक़ करना और......"

"अव्वल से आख़िर तक, अर्ज़ी मैंने देखी तो नहीं लेकिन मुन्शी अमीर अहमद साहब ने कहा था जी लगा कर लिखूंगा।"

"मुन्शी अमीर अहमद साहब ?" दारोग़ा ताज्जुब से बोले, उन्हें पकड़ लिया, अमां हम तुम्हें ऐसा नहीं समझते थे। वही हम कहें यह अर्जी हजरत सुलताने आलम तक क्यों कर गई।

'दारोग़ा साहब, वह अभी आप क्या कह रहे थे ?"

"अमां जो कह रहे थे वह कह रहें हैं।"

"नहीं वह आप ने क्या कहा था, इसे लिख रखो।"

"بٹیا کو بیٹا؟" میں حیران ہو کر بولا، "یہ کیا کہہ رہے ہیں، داروغہ صاحب؟"

"تم ابھی بادشاہ کے مزاج سے واقف نہیں ہو" داروغہ بولے، "آج جو سویرے بندے علی، ان کا چوبدار مجھ سے تمھارا گھر پوچھنے آیا تو میں بھانپ گیا۔ بھئی جی خوش ہو گیا۔"

لیکن میں نے دیکھا داروغہ بہت خوش نہیں ہیں۔ رکے رکے سے تھے اور معلوم ہوتا تھا کچھ اور بھی کہنا چاہتے ہیں۔ مجھے گھبراہٹ سی ہونے لگی۔ میں نے کہا:

"داروغہ صاحب آپ نے ہمیشہ میرے سر پر ہاتھ رکھا ہے۔ اس وقت آپ خوش نہ ہوں گے تو کون ہو گا۔ لیکن...... داروغہ صاحب......کیا کچھ اور بات ہے؟"

داروغہ ذرا کسمسائے، پھر بولے:

"کہہ نہیں سکتے کالے خاں، ہوسکتا ہے کوئی بات نہ ہو، ہوسکتا ہے بہت بڑی بات ہو جائے، مگر تمھاری خیر رہے گی۔"

"داروغہ صاحب، خدا کے لیے......"

اب داروغہ صاحب پریشان نظر آرہے تھے۔

"بھائی۔" انھوں نے کہا "تازہ واردات بھی سن لو۔ آج نواب صاحب کے تین آدمی طاؤس چمن میں آئے۔"

"ارے حضور عالم، دستور معظم، وزیر اعظم الدولہ نواب علی نقی خاں بہادر، کہو سمجھے۔"

"سمجھا۔"

"یا شاید چار آدمی تھے۔" داروغہ نے یاد کرنے کی کوشش کی، "انھیں نے مجھے طاؤس چمن میں بلوایا۔ میں گیا تو دیکھا ایجادی قفس کے سامنے تنے کھڑے ہوئے ہیں۔ مجھے دیکھتے ہی بڑے تیوروں کے ساتھ پوچھنے لگے، ان میں فلک آرا کون سی مینا ہے۔ میں مل گیا، بولا انھیں میں کہیں ہوگی، میں کوئی سب کا نام یاد رکھتا پھرتا ہوں؟ ان کے بھی دماغ آسمان پر تھے کہنے لگے اتنے دن سے داروغہ ہو اور جانور کو نہیں پہچانتے؟ میں نے کہا۔ چلیے پہچانتے ہیں، نہیں بتاتے آپ پوچھنے والے کون؟ بات بڑھنے لگی۔ ان میں شاید ایک نئے نئے مصاحبی میں آئے تھے مونچھیں نکل رہی تھیں، ذرا صورت دار بھی تھے، انھوں نے زیادہ رنگ دکھانا شروع کیا تو

"वह, हां," दारोग़ा को याद आ गया, "हम कह रहे थे इसे लिख रखो कि तुम्हें माफ़ी मिल गई, और तुम्हारी बिटिया को मैना।

"बिटिया को मैना?" मैं हैरान हो कर बोला, "यह क्या कहरहे हैं, दारोग़ा साहब?"

"तुम अभी बादशाह के मिजाज से वाक़िफ़[1] नहीं हो," दारोग़ा बोले, "आज जो सवेरे बंदे अली, उनका चोबदार मुझ से तुम्हारा घर पूछने आया तो मैं भांप गया। भई जी ख़ुश हो गया।"

लेकिन मैंने देखा दारोग़ा बहुत ख़ुश नहीं हैं। रुके रुके से थे और मालूम होता था कुछ और भी कहना चाहते हैं। मुझे घबराहट सी होने लगी। मैंने कहा: "दारोग़ा साहब, आपने हमेशा मेरे सर पर हाथ रखा है, इस वक़्त आप ख़ुश न होंगे, तो कौन होगा। लेकिन……दारोग़ा साहब……क्या कुछ और बात भी है?"

दारोग़ा जरा कसमसाए, फिर बोले:

"कह नहीं सकते काले खां, हो सकता है कोई बात न हो, हो सकता है बहुत बड़ी बात हो जाए, मगर तुम्हारी ख़ैर रहेगी।"

"दारोग़ा साहब ख़ुदा के लिए……"

अब दारोग़ा साफ़ परेशान नज़र आरहे थे।

"भाई," उन्होंने कहा, "ताज़ा वारदात भी सुन लो। आज नवाब साहब के तीन आदमी ताऊस चमन में आए।"

"अरे हुज़ूरे आलम, दस्तूरे मोअज़्ज़म, वज़ीरे आज़मुद्दौला नवाब अली नक़ी ख़ां बहादुर, कहो समझे।"

"समझा।"

"या शायद चार आदमी थे।" दारोग़ा ने याद करने की कोशिश की, "उन्होंने मुझे ताऊस चमन में बुलवाया। मैं गया तो देखा ईजादी क़फ़स के सामने तने हुए खड़े हैं। मुझे देखते ही बड़े तेवरों के साथ पूछने लगे। इन में फ़लक आरा कौन सी मैना है। मैं हिल गया, बोला इन्हीं में कहीं होगी। मैं कोई सब का नाम याद रखता फिरता हूं। उन के भी दिमाग़ आसमान पर थे, कहने लगे, इतने दिन से दारोग़ा हो और जानवर को नहीं पहचानते? मैंने कहा चलिये पहचानते हैं, नहीं बताते। आप पूछने वाले कौन? बात बढ़ने लगी। उन में एक शायद नए नए

1. परिचित

میں نے کہا صاحزادے صاحب، اپنا جو بن سنبھال رکھیے، پٹھان بچہ ہوں، جب تک ڈاڑھی موچھیں پوری نہ نکل آئیں میرے سامنے آ گا پچھا دیکھ کر آیئے گا۔"

مجھے ہنسی آ گئی۔

"داروغہ صاحب، بھئی آپ کی زبان سے اللہ کی پناہ!"

"ہاں نہیں تو" داروغہ واقعی تاؤ میں آئے ہوئے تھے، "اب وہ لگے چکارنے...... میں نے کہا میرے شہزادے ہم سلطانی خاصے کے شیروں کو نوالہ کھلاتے ہیں۔ لے بس اب چونچ بند کیجیے، نہیں تو اٹھا کر موہنی کے کٹہرے میں پھینکوں گا پہلے، نام پوچھوں گا بعد میں، شور سن کر محلات کے بہت سے آدمی نکل آئے، معاملہ رفع دفع کرایا۔"

کچھ دیر ہم دونوں سوچ میں ڈوبے رہے، پھر میں نے کہا:

"بری واردات ہوئی، داروغہ صاحب؛"

"واردات؟" داروغہ بولے "واردات میرے یار ابھی تم نے سنی کہاں۔ اب سنو، محلات والوں میں نواب صاحب کے آدمیوں کے دوست آشنا بھی تھے، وہ ان کو الگ لے گئے۔ تب بھید کھلا کہ اس دن رزیڈنٹی کے جو صاحبان طاؤس چمن میں آئے تھے، ان میں سے کسی کو تمھاری مینا کے بے ہنگام بول بھا گئے۔ اس نے نواب صاحب سے اس کی تعریف کی۔ نواب صاحب کھٹ سے وعدہ کر بیٹھے کہ مینا رزیڈنٹی پہنچا دی جائے گی۔ یہی نہیں۔ اس کے لیے ایجادی قفس کے نمونے کا چھوٹا پنجرا ابھی بنوا لیا ہے۔"

میں اتنی ہی دیر میں فلک مینا کو اپنے گھر کا مال سمجھنے لگا تھا۔ میں نے کہا:

"لیکن مینا تو حضرت نے میری بیٹی کو عنایت کی ہے۔"

"کی ہے، دوست مگر نواب نے بھی تو گورے صاحب بہادر سے وعدہ کیا ہے۔"

"تو کیا نواب اپنے بادشاہ کا حکم نہیں مانیں گے اور اس......"

"بس بس، آگے کچھ نہ کہو کالے خاں، تمھیں خبر نہیں ہے یہاں کیا ہو رہا ہے۔ مگر خیر نواب صاحب بادشاہ کے فیصلے پر اپنا حکم تو کیا چلائیں گے، البتہ وہ مینا کو تم سے مول ضرور لیں گے۔ وہ بھی منھ مانگے داموں۔ اچھا ٹھیک ہے، بادشاہی تھے اسی لیے ہوتے ہیں کہ آدمی انھیں بیچ باچ کے پیسے بنا لے۔ لیکن اتنا یاد رکھو کالے خاں، مینا اگر رزیڈنٹی

मुसाहिबी में आए थे, मूंछें निकल रहीं थी। ज़रा सूरत दार भी थे, उन्होंने कुछ ज़्यादा रंग दिखाना शुरू किया तो मैं ने कहा साहबज़ादे साहब, अपना जौबन सम्भाल रखिये, पठान बच्चा हूं, जब तक दाढ़ी मूछें पूरी न निकल आयें मेरे सामने आगा पीछा देख कर आइयेगा।

मुझे हंसी आगई।

"दारोग़ा साहब भई आप की ज़बान से अल्लाह की पनाह।"

"हां नहीं तो," दारोग़ा साहब वाक़ई ताव में आए हुए थे, "अब वह लगे चुमकारने"। मैंने कहा मेरे शहज़ादे हम सुलतानी खासे के शेरों को निवाला खिलाते हैं। ले बस अब चोंच बंद कीजिए, नहीं तो उठा कर मोहनी के कटहरे में फेंकूंगा पहले, नाम पूछूंगा बाद में, शोर सुन कर महलात के बहुत से आदमी निकल आए, मामला रफ़ा दफ़ा कराया।

कुछ देर बाद हम दोनों सोच में डूबे रहे, फिर मैंने कहा।

"बुरी वारदात हुई, दारोग़ा साहब।"

"वारदात?" दारोग़ा बोले, "वारदात मेरे यार अभी तुम ने सुनी कहां। अब सुनो महलात वालों में नवाब साहब के आदमियों के दोस्त आशना भी थे, वह उन को अलग ले गए, तब भेद खुला कि उस दिन रेजीडेंटी के जो साहबान ताऊस चमन में आए थे, उन में से किसी को तुम्हारी मैना के बेहंगम बोल भा गए। उसने नवाब साहब से उसकी तारीफ़ की। नवाब साहब खट से वादा कर बैठे कि मैना रेजीडेंटी पहुंचा दी जाएगी। यहीं नहीं। इस के लिए ईजादी क़फ़स के नमूने का छोटा पिंजड़ा भी बनवा लिया है।

मैं इतनी ही देर में मैना को अपने घर का माल समझने लगा था, मैंने कहा:

"लेकिन मैना तो, हज़रत ने मेरी बेटी को इनायत की है।"

"की है, दोस्त, मगर नवाब ने भी तो गोरे साहब बहादुर से वादा किया है।

"तो क्या नवाब अपने बादशाह का हुक्म नहीं मानेंगे और इस......"

"बस बस, आगे कुछ न कहो, काले खां, तुम्हें ख़बर नहीं यहां क्या हो रहा है। मगर ख़ैर, नवाब साहब बादशाह के फ़ैसले पर अपना हुक्म तो क्या चलाऐंगे, अलबत्ता वह मैना को तुम से मोल ज़रूर ले लेंगे, वह भी मुंह मांगे दामों। अच्छा ठीक है, बादशाही तोहफ़े इसी लिए होते हैं कि आदमी उन्हें बेच बाच के पैसे बना

پہنچ گئی تو بادشاہ کو ملال ہوگا۔"

"ملال ہو ان کے دشمنوں کو" میں نے کہا، "نواب صاحب خرید کا ڈول ڈالیں گے تو کہلادوں گا میری بیٹی راضی نہیں، اس نے مینا کو بہن بنایا ہے۔"

"اور نواب صاحب چپ ہو کر بیٹھ جائیں۔" داروغہ فوراً بولے، "کہاں رہتے ہو بھائی اچھا اب جو ہم کہتے ہیں ذرا دھیان سے سنو۔ چھوٹے میاں یاد ہیں؟"

"کون چھوٹے میاں"۔

"اماں وہی جن کے پاس تصویریں اتارنے والا ولایتی بکسا ہے۔ نام لو بھئی۔ ہمیں تو عرفیت یاد رہتی ہے۔"

"اچھا وہ چھوٹے میاں؟ داروغہ احمد علی خاں،" میں نے کہا، "انھیں بھول جاؤں گا؟ حسین آباد مبارک میں کام کر چکا ہوں۔"

"بس تو اگر مینا تمھارے پاس پہنچ گئی تو وہ تمھارے گھر آئیں گے۔ جو وہ کہیں وہی کرنا۔ ذرا اس میں خلاف نہ ہو۔ اور دیکھو، پریشان نہ ہونا، تمھارا بھلا ہی بھلا ہوگا۔ اچھا ہم چلے۔ باقی چھوٹے میاں بتائیں گے۔"

"داروغہ صاحب، کچھ تو بتاتے جایئے" میں نے کہا، "مجھے ابھی ہول ہو رہی ہے۔"

تو سنو کالے خاں، ہم نہیں چاہتے کہ بادشاہی پرندہ رزیڈنٹی میں جائے۔ تم چاہتے ہو؟"

"زندگی بھر نہیں۔"

"جاؤ بس چین سے بیٹھو۔"

داروغہ رخصت ہوئے تو میں گھر میں آیا۔ طاؤس چمن والے قصے کے بعد آج پہلی بار میں نے اپنی فلک آرا کو غور سے دیکھا۔ وہ بہت جھٹک گئی تھی۔ میں سمجھ گیا اپنی مینا کے لیے ہڑک رہی ہے لیکن اس کا نام لیتے ڈرتی ہے۔ جی چاہا اسے ابھی بتادوں کے تمھاری مینا تمھارے پاس آرہی ہے۔ لیکن ابھی مجھے خود ہی ٹھیک ٹھیک کچھ نہیں معلوم تھا، اس کو کیا بتاتا، بس اسے گود میں لیے دیر تک ٹہلتا رہا۔

داروغہ نبی بخش کا خیال صحیح تھا۔ دوسرے ہی دن سویرے سویرے شاہی چوبدار اور دوسرکاری اہلکار میرے دروازے پر آموجود ہوئے۔ داروغہ خود بھی ان کے ساتھ تھے، ان

ले। लेकिन इतना याद रखो काले खां, मैना अगर रेज़ीडेंटी पहुंच गई तो बादशाह को मलाल होगा।

"मलाल हो उनके दुश्मनों को," मैंने कहा, "नवाब साहब ख़रीद का झोल डालेंगे तो कहला दूंगा मेरी बेटी राज़ी नहीं, उस ने मैना को बहन बनाया है।

"और नवाब साहब चुप होके बैठ जाएं।" दारोग़ा फ़ौरन बोले, "कहां रहते हो भाई? अच्छा अब जो हम कह रहे हैं, ज़रा ध्यान से सुनो। छोटे मियां याद हैं?"

"कौन छोटे मियां।"

"अमां वहीं जिनके पास तसवीरें उतारने वाला विलायती बक्सा है। नाम लो भाई, हमें तो उर्फ़ियत ही याद रहती है।"

"अच्छा वह छोटे मियां, दारोग़ा अहमद अली खां," मैंने कहा, "उन्हें भूल जाऊंगा? हुसैनाबाद मुबारक में काम कर चुका हूं।"

"बस, तो अगर मैना तुम्हारे पास पहुंच गई तो वह तुम्हारे घर आएंगे। जो वह कहें वही करना। ज़रा उसमें ख़िलाफ़ न हो। और देखो परेशान न होना, तुम्हारा भला ही भलाहोगा। अच्छा हम चले। बाक़ी छोटे मियां बताएंगे।"

"दारोग़ा साहब, कुछ भी तो बताते जाइये," मैं ने कहा, "मुझे अभी हौल हो रही है।" "तो सुनो काले खां, हम नहीं चाहते कि बादशाही परिंदा रेज़ीडेंटी में जाए...... तुम चाहते हो?"

"ज़िन्दगी भर नहीं,"

"जाओ बस, चैन से बैठो।"

दारोग़ा रुख़सत हुए तो मैं घर में आया। ताऊस चमन वाले क़िस्से के बाद आज पहली बार मैंने अपनी फ़लक आरा को ग़ौर से देखा, वह बहुत झटक गई थी। मैं समझ गया अपनी मैना के लिए हुड़क रही है लेकिन उसका नाम लेते डरती है। जी चाहा, उसे भी बता दूं कि तुम्हारी मैना तुम्हारे पास आ रही है। लेकिन अभी मुझे खुद ही ठीक ठीक नहीं मालूम था, उसको क्या बताता, बस उसे गोद में लिए देर तक टहलता रहा।

दारोग़ा नबीबख़्श का ख़्याल सही था। दूसरे ही दिन सवेरे-सवेरे शाही चोबदार और दो सरकारी अहलकार मेरे दरवाज़े पर आमौजूद हुए। दारोग़ा खुद भी

سے میری شناخت کرا کے ایک اہل کار نے شاہی حکم نامہ پڑھنا شروع کیا جس کا مضمون کچھ اس طرح تھا......

کالے خاں ولد یوسف کو معلوم ہو کہ عرض داشت اس کی حضور میں گذری ہرگاہ طاؤس چمن کی مینا اسمی فلک آرا کو چرا کر اپنے گھر لے جانا اس کا بہ موجب اقرار اس کے ثابت ہے۔ بنابریں اس کو ملازمت سلطانی سے برطرف کیا گیا مگر تنخواہ اس کی بحال رہے گی۔

مینا اسمی فلک آرا کو تعلیم دینے کے جلدو میں مینا مذکورہ مسماۃ فلک آرا بیگم بنت کالے خاں کو بر سبیل انعام عطا ہوئی۔ ونیز خزانہ عامرہ سے مینا مذکورہ کے دانے پانی کا خرچ ایک اشرفی ماہانہ مقرر ہوا۔

ونیز کالے خاں ولد یوسف خاں کو معلوم ہو کہ چوری اس گھر میں کرتے ہیں، جہاں مانگنے سے ملتا نہ ہو۔

اس آخری فقرے نے مجھے پانی پانی کر دیا۔ سر جھکا کر رہ گیا۔ اتنے میں دوسرے اہل کار نے سرخ باناتِ کے غلاف سے ڈھکا ہوا پنجرا چوبدار کے ہاتھ سے لے کر میرے ہاتھ میں دیا۔ پھر کمر سے ایک چھوٹی سی تھیلی کھول کر مجھے دی اور اس کے اندر کی بارہ اشرفیاں میرے ہاتھ میں گنوائیں۔ بتایا یہ مینا کا سال بھر کا خرچ ہے اور رسید نویسی کی مختصر کارروائی کے بعد مجھے مبارک باد دی، داروغہ نبی بخش نے بھی مبارک باد دی پھر چوبدار سے کہا:

''اچھا میاں بندے علی ہمارا کام ختم ہوا؟''

''کام ہمارا بھی ختم ہوا'' اس نے جواب دیا ''کیوں داروغہ صاحب ساتھ نہ چلیے گا؟''

''نہیں بھائی سوچتے ہیں حسین آباد مبارک میں حاضری دے آئیں۔''

''ہاں ہاں، ضرور جایئے'' بندے علی نے بڑے تپاک سے کہا، ''ہمارے لیے بھی دعا کر دیجیے گا۔''

''لو یہ بھی کہنے کی بات ہے؟''

داروغہ نے میری طرف دیکھا اور سر کے ہلکے اشارے سے پوچھا یاد ہے؟ میں نے بھی آہستہ سے سر ہلا دیا کہ یاد ہے۔

उनके साथ थे, उन से मेरी शनाख़्त[1] कराके एक अहलकार[2] ने शाही हुक्म नामा पढ़ना शुरू किया, जिसका मज़मून कुछ इस तरह था।

काले खां वल्द यूसुफ़ खां को मालूम हो कि अर्ज़ दाश्त उस की हुज़ूर में गुज़री।

हर गाह ताऊस चमन की मैना इसमी फ़लक आरा को चुरा कर अपने घर ले जाना उसका बमुजिब इक़रार[3] इसके साबित है। बिनाबरीं उस की मुलाज़मते सुलतानी से बर-तरफ़[4] किया गया मगर तनख़्वाह उसकी बहाल रहेगी।

मैना इसमी फ़लक आरा को तालीम देने के जिल्दू में मैना मज़कूरा[5] मुसम्मात[6] फ़लक आरा बेगम बिन्त काले खां को बरसबील[7] इनाम अता हुई। व नीज़ ख़ज़ानाए-आमिरा[8] से मैना मज़कूरा के दाने पानी का ख़र्च एक अशरफ़ी माहाना मुक़र्रर[9] हुआ।

व नीज़[10] काले खां वल्द यूसूफ़ ख़ां को मालूम हो कि चोरी उस घर में करते हैं जहां मांगे से मिलता न हो।

इस आख़री फ़िक़रे ने मुझे पानी पानी कर दिया। सर झुका कर रह गया। इतने में दूसरे अहलकार ने सुर्ख़ बानात के ग़िलाफ़ से ढका हुआ पिंजड़ा चोबदार के हाथ से ले कर मेरे हाथ में दिया। फिर कमर से एक छोटी सी थैली खोल कर मुझे दी और उसके अंदर की बारह अशरफ़ियां मेरे हाथ में गिनवाईं। बताया यह मैना का साल भर का ख़र्च है और रसीद नवीसी[11] की मुख़्तसर कार्रवाई के बाद मुझे मुबारकबाद दी। दारोग़ा नबी बख़्श ने भी मुबारकबाद दी, फिर चोबदार से कहा:

"अच्छा मियां बंदे अली, हमारा काम ख़त्म हुआ?"

"काम हमारा भी ख़त्म हुआ" उसने जवाब दिया, "क्यों दारोग़ा साहब, साथ न चलियेगा? "

"नहीं भाई, सोचते हैं हुसैनाबाद मुबारक में हाज़री दे आवें"

"हां हां, ज़रूर जाइये" बंदे अली ने बड़े तपाक से कहा, "हमारे लिये भी दुआ कर दीजियेगा।"

---

1. पहचान 2. कारिंदे 3. स्वीकार करना 4. हटा देना 5. कथित 6. श्रीमती 7. के वास्ते 8. बादशाह का ख़ज़ाना 9. तय होना 10. भी 11. लिखना

ان لوگوں کے جانے کے بعد گھر میں آیا تو معلوم ہوتا تھا خواب میں ہوا پر چل رہا ہوں۔ فلک آرا ابھی سو رہی تھی، میں نے پنجرا آنگن میں رکھ کر اس پر سے غلاف ہٹا دیا تو آنکھیں چوندھیا گئیں۔

''سونا!'' میرے منہ سے نکلا اور پنجرے کی خوب صورتی میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ میں اندازہ لگانے کی کوشش کرنے لگا کہ اس کی مالیت کتنی ہوگی۔ اسی وقت مجھے فلک مینا کی ہلکی سی آواز سنائی دی۔ میری طرف مچی مچی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے سر اوپر نیچے کیا اور پر چلا کر زور سے چہچہانے لگی۔ میں دوڑتا ہوا کوٹھری میں گیا اور اس کا پرانا پنجرا نکال لایا۔ مینا کو اس پنجرے سے اس پنجرے میں کر کے نئے پنجرے کو کوٹھری میں چھپا رہا تھا کہ باہر فلک آرا کی آواز سنائی دی۔

''ہماری مینا اچھی ہو گئی، ہماری مینا اچھی ہو گئی!''

میں کوٹھری سے باہر آیا تو چہک کر مجھے یہ خبر سنائی۔ لیکن میں دوسری فکروں میں تھا۔

''اچھا پہلے منہ ہاتھ دھو لو، پھر اس سے جی بھر کے باتیں کرنا''، میں نے اس سے کہا اور باہر دروازے پر جا کھڑا ہوا۔

گھر کے اندر سے مینا کے چہچہانے اور فلک آرا کے کھلکھلانے کی آوازیں چلی آ رہی تھیں۔ واقعی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دو بہنیں بہت دن بعد ملی ہیں۔ آوازیں دم بھر کو رکیں، پھر میں نے سنا۔

''فلک آرا شہزادی ہے، دودھ جلیبی کھاتی ہے۔ کالے خاں کی گوری بیٹی ہے۔''

پھر ہنسی، پھر تالیوں کی آوازوں میں سمجھ نہ سکا کہ یہ فلک آرا تھی یا اس کی مینا۔

(7)

دن بھر کبھی گھر میں آتا، کبھی دروازے پر جاتا۔ ہر وقت مجھے گمان تھا کہ داروغہ احمد علی خاں آتے ہی ہوں گے، لیکن دروازے تک ان کی راہ دیکھنے کے بعد پھر گھر میں آ جاتا۔ آخر قریب شام وہ آتے دکھائی دیے۔ ان کے ساتھ ایک آدمی اور تھا، کچھ دیہاتی سا معلوم ہوتا تھا، لنگی باندھے، موٹا کرتا پہنے، کمر میں چادر لپٹا ہوا اور سر پر بڑا

"लो, यह भी कहने की बात है?"

दारोग़ा ने मेरी तरफ़ देखा और सर के हलके इशारे से पूछा, "याद है?" मैंने भी आहिस्ता से सर हिला दिया कि याद है।

उन लोगों के जाने के बाद घर में आया तो मालूम होता था ख़्वाब में हवा पर चल रहा हूं फ़लक आरा भी सो रही थी, मैंने पिंजड़ा सेहन में रख कर उस पर से गिलाफ़ हटाया तो आंखें चौंद हो गईं।

"सोना!" मेरे मुंह से निकला और पिंजड़े की ख़ूबसूरती मेरी निगाहों से ओझल हो गई। मैं अंदाज़ा लगाने की कोशिश करने लगा कि उसकी मालियत[1] कितनी होगी। उसी वक़्त मुझे फ़लक मैना की हलकी सी आवाज़ सुनाई दी। वह मेरी तरफ़ मिची मिची आंखों से देख रही थी। फिर उसने सर ऊपर नीचे किया और पर चला कर ज़ोर ज़ोर से चहचहाने लगी। मैं दौड़ता हुआ कोठरी में गया और उसका पुराना पिंजड़ा निकाल लाया। मैना इस पिंजड़े से उस पिंजड़े में करके पिंजड़ा कोठरी में छुपा रहा था कि बाहर फ़लक आरा की आवाज़ सुनाई दी।

"हमारी मैना अच्छी हो गई, हमारी मैना अच्छी हो गई।"

मैं कोठरी से बाहर आया तो उसने चहक चहक कर मुझे भी यह ख़बर सुनाई। लेकिन मैं दूसरी फ़िक्रों में था।

"अच्छा पहले मुंह हाथ धो लो, फिर इससे जी भर के बातें करना" मैं ने उससे कहा और बाहर दरवाज़े पर जा खड़ा हुआ।

घर के अंदर से मैना के चहचहाने और फ़लक आरा के खिलखिलाने की आवाज़ें चली आ रही थीं। वाक़ई ऐसा मालूम होता था कि दो बहनें बहुत दिन बाद मिली हैं। आवाज़ें दम भर को रुकीं, फिर मैं ने सुना।

"फ़लक आरा शहज़ादी है, दूध जलेबी खाती है काले खां की गोरी गोरी बेटी है"

फिर हंसी, फिर तालियों की आवाज़ में मैं समझ न सका कि यह फ़लक आरा थी या उसकी मैना।

(7)

दिन भर मैं कभी घर में आता, कभी दरवाज़े पर जाता। हर वक़्त मुझे गुमान

1. क़ीमत

ساصافہ جس کا شملہ اس نے منھ پر اسی طرح لپیٹ لیا تھا کہ صرف۔ آنکھیں اور ناک کا آدھا بانسہ کھلا رہ گیا تھا۔ مجھے اس کی آنکھوں کی چمک سے کچھ ڈر سا لگا۔ اتنی دیر میں وہ دونوں دروازے پر آپہنچے۔ علیک سلیک ہوئی۔ احمد علی خاں نے جلدی جلدی میرا حال احوال پوچھا، پھر صافے والے آدمی کے طرف اشارہ کر کے پوچھا:

''انھیں پہچانتے ہو کالے خاں؟''

''صورت دیکھوں تو شاید پہچان لوں''

''نہیں، یوں ہی پہچانتے ہو؟'' انھوں نے پوچھا'' آگے کبھی کہیں دیکھو گے تو پہچان لوگے؟''

''ان کے ڈھانٹے کو پہچانوں تو پہچانوں۔''

''قاعدے کی کہی'' داروغہ بولے،'' اچھا دیکھو، یہ بادشاہی، مینا اور انعامی پنجرے کے خریدار ہیں۔ بولو کیا کہتے ہو۔؟''

میرے منھ سے صاف انکار نکلتے نکلتے رہ گیا۔ میں نے کہا۔

''میں کیا کہوں، داروغہ صاحب، آپ مختار ہیں۔''

''اچھا تو تم نے ہمیں اپنا مختار کیا۔''

''کیا''

''تو مینا تمھاری ہم نے اس کے ہاتھ بیچی۔ پنجرا ابھی بیچا۔ پیسے سوچ سمجھ کر طے کر لیں گے۔''

داروغہ نے کہا، پھر اس آدمی سے بولے'' لیجیے انھیں بیعانہ دیجیے۔''

آدمی نے ایک روپیہ میرے ہاتھ میں رکھ دیا اور بولا۔

''کالے خاں ولد یوسف خاں، کلام پاک کی قسم کھاؤ، کسی کو نہ بتاؤ گے کہ مینا تم نے کتنے کو بیچی پنجرے کے پیسے البتہ بتا دینا۔ مینا کے پیسے کوئی پوچھے تو کہہ دینا ہم پر قسم پڑ چکی ہے۔''

میں نے قسم کھالی۔ چھوٹے میاں نے مجھ سے کہا۔

''جاؤ، ذرا بٹیا کو بہلا کر مینا اور پنجرا لے آؤ۔''

था कि दारोग़ा अहमद अली खां आते ही होंगे लेकिन दरवाज़े पर देर तक उनकी राह देखने के बाद फिर घर में आ जाता। आख़िर क़रीब शाम वह आते दिखाई दिये। उनके साथ एक आदमी और था, कुछ देहाती सा मालूम होता था, लुंगी बांधे, मोटा कुर्ता पहने, कमर में चादर लिपटा हुआ और सर पर बड़ा सा साफ़ा[1] जिसका शमला[2] उसने मुंह पर इसी तरह लपेट लिया था कि सिर्फ़ आंखें और नाक का आधा बांसा खुला रह गया था। मुझे उसकी आंखों की चमक से कुछ डर सा लगा। इतनी देर में वह दोनों दरवाज़े पर आ पहुंचे। अलैक सलैक हुई। अहमद अली खां ने जल्दी जल्दी मेरा हाल अहवाल पूछा, फिर साफ़े वाले आदमी की तरफ़ इशारा करके पूछा:

"इन्हें पहचानते हो काले खां?"

"सूरत देखूं तो शायद पहचान लूं"

"नहीं, यूंही पहचानते हो?" उन्होंने पूछा, फिर पूछा "आगे कभी कहीं देखोगे तो पहचान लोगे?"

"उनके ढांटे को पहचानूं तो पहचानूं"

"क़ायदे की कही, दारोग़ा बोले," अच्छा देखो, यह बादशाही, मैना और इनामी पिंजड़े के ख़रीदार हैं, बोलो क्या कहते हो?"

मेरे मुंह से साफ़ इंकार निकलते निकलते रह गया। मैंने कहा:

"मैं क्या कहूं, दारोग़ा साहब, आप मुख़्तार[3] हैं।"

"अच्छा तो तुमने हमें अपना मुख़्तार किया?"

"किया"

"तो मैंना तुम्हारी हमने इनके हाथ बेची। पिंजड़ा भी बेचा। पैसे सोंच समझ कर तय कर लेंगे," दारोग़ा ने कहा, फिर उस आदमी से बोले "लीजिये इन्हें बयाना दीजिये। क़सम भी दीजिये"।

आदमी ने एक रुपया मेरे हाथ पर रख दिया और बोला :

"काले खां वल्द यूसुफ़ खां, कलाम पाक की क़सम खाओ किसी को नहीं बताओगे कि मैंना तुमने कितने को बेची। पिंजड़े के पैसे अलबत्ता बता देना। मैना के पैसे कोई पूछे कह देना हम पर क़सम पड़ चुकी है।"

मैंने क़सम खा ली है। छोटे मियां ने मुझ से कहा:

1. पगड़ी 2. पगड़ी का पुछल्ला 3. मालिक

میں گھر کے اندر آیا فلک آرا پنجرے کے پاس بیٹھی تھی۔ میں نے اس سے کہا ''فلک آرا، بیٹی اب اس کے بسیرے کا وقت ہے۔ نیند خراب کرو گی تو پھر بیمار ہو جائے گی۔ ہم اسے ہوا کھلا کے لاتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا ہے۔''

فلک آرا جلدی سے اٹھ کر اندر دالان میں چلی گئی۔ میں نے کوٹھری سے شاہی پنجرا نکالا، فلک مینا کا بھی پنجرا اٹھایا اور باہر آ گیا۔ داروغہ چھوٹے میاں خوش ہو کر بولے۔

''پنجرا بدل دیا، اچھا کیا، کالے خاں''

انھوں نے دونوں چیزیں آدمی کو دے دیں اور پوچھا۔

''پنجرا پایا؟''

''پایا''، وہ بولا۔

مینا پائی؟''

''پائی''

''سدھاریے''

آدمی دونوں پنجرے اٹھائے ہوئے مڑا اور روانہ ہو گیا۔ میں اس کے پیچھے لپکنے ہی کو تھا۔ کہ چھوٹے میاں نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ میں بولا۔

''داروغہ صاحب مینا کے بغیر میری بیٹی۔ ....''

''غم کھاؤ، کالے خاں، غم کھاؤ'' انھوں نے کہا اور سامنے اشارہ کیا۔

ڈھانٹے والا آدمی واپس آ رہا تھا۔ شاہی پنجرا اس نے کمر کے چادرے میں لپیٹ کر سر پر رکھ لیا تھا اور بالکل دھوبی معلوم ہو رہا تھا۔ قریب آ کر اس نے مینا والا پنجرا چھوٹے میاں کے ہاتھ میں دے دیا۔ اور تیز قدموں سے واپس چلا گیا۔

سورج ڈوب چکا تھا۔ اور چھوٹے میاں کا چہرہ مجھے ٹھیک سے نظر نہیں آ رہا تھا۔ انھوں نے پنجرا میرے ہاتھ میں دے دیا۔ مجھے کچھ بے چینی سی ہو رہی تھی۔ وہ بولے۔

''خیر ہی خیر ہے۔، کالے خاں، بہ شرط ٹھنڈے ٹھنڈے بات کرو، نہ آپ غصے میں آؤ نہ دوسرے کو غصہ دلاؤ۔ اور بھائی آج سویرے سے نہ سو جانا۔''

''سویرے سے'' میں نے کہا، '' آج نیند کس کو آتی ہے۔ داروغہ صاحب۔''

"जाओ, ज़रा बिटिया को बहला कर मैंना और पिंजड़ा ले आओ।"

मैं घर के अंदर आया। फ़लक आरा पिंजड़े के पास बैठी हुई थी। मैं ने उससे कहा:

"फ़लक आरा, बेटी अब इसके बसेरे का वक़्त है। नींद ख़राब करोगी तो बीमार हो जायेगी। हम इसे हवा खिला कर लाते हैं। डाक्टर साहब ने कहा है।"

फ़लक आरा जल्दी से उठ कर अंदर दालान में चली गई। मैंने कोठरी से शाही पिंजड़ा निकाला, फ़लक मैना का भी पिंजड़ा उठाया और बाहर आ गया। दारोग़ा छोटे मियां ख़ुश हो कर बोले:

"पिंजड़ा बदल दिया? अच्छा किया, काले खां।"

उन्होंने दोनों चीज़ें आदमी को दे दीं और पूछा:

"पिंजड़ा पाया?"

"पाया," वह बोला:

"मैना पाई?"

"पाई"

"सिधारिये"

आदमी दोनों पिंजड़े उठाये हुये मुड़ा और रवाना हो गया। मैं उसके पीछे लपकने ही को था कि छोटे मियां ने मेरा हाथ पकड़ लिया। मैं बोला:

"दारोग़ा साहब मैंना के बग़ैर मेरी बेटी......"

"ग़म खाओ, काले खां, ग़म खाओ," उन्होंने कहा और सामने इशारा किया।

ढांटे वाला आदमी वापस आ रहा था। शाही पिंजड़ा उसने कमर के चादर में लपेट कर सर पर रख लिया था और बिल्कुल धोबी मालूम हो रहा था क़रीब आकर उसने मैना वाला पिंजड़ा छोटे मियां के हाथ में दे दिया और तेज़ क़दमों से वापस चला गया। सूरज डूब चुका था और छोटे मियां का चेहरा मुझे ठीक से नज़र नहीं आ रहा था। उन्हों ने पिंजड़ा मेरे हाथ में दे दिया। मुझे कुछ बेचैनी सी हो रही थी, वह बोले:

"ख़ैर ही ख़ैर है, काले खां, बशर्ते ठंडे ठंडे बात करो, न आप ग़ुस्से में आओ न दूसरे को ग़ुस्सा दिलाओ। और भाई आज सवेरे से न सो जाना।"

"ارے بھائی، کہہ جو دیا تمھاری خیر ہے۔ بس ٹھنڈے رہنا پر ضرور ہے۔"

وہ واپس گئے۔ میں پنجرا لیے گھر میں آیا۔ اسے صحن کی الگنی میں ٹانگتے ٹانگتے میں نے کن آنکھیوں سے دیکھا۔ فلک آرا دالان کے کھمبے کی اوٹ سے جھانک رہی تھی۔ میں نے جا کر اسے تخت پر لٹا دیا۔ مینا کی باتیں کرتے کرتے وہ جلدی ہی سو گئی۔ میں اسے کچھ اڑھانے کے لیے اٹھا تھا کہ داروغہ نبی بخش نے دھیرے سے دروازہ تھپتھپایا۔

"سب انتظام ہوگیا۔" انھوں نے کہا، "کچھ کہو نہیں، بس چلے چلو۔ بیٹا اور اس کی مینا کو لے لو گھر میں کوئی اور تو نہیں ہے۔"

"کوئی نہیں،" میں نے کہا مجھے یاد آ گیا۔ "بس جمعراتی کی اماں ہیں۔"

"یہ کون ہیں" خیر انھیں بھی لو، ڈولی ساتھ لایا ہوں، اور ذرا جلدی کرو کالے خاں۔"

اور داروغہ صاحب گھر کا سامان؟"

"تم تو ابھی واپس آؤ گے۔ بس بیٹا اور وہ کس کی اماں ہیں۔ ان کا سامان اٹھاؤ ایک دو عدد چاہے اُپنے بھی رکھ لو۔"

(8)

حسین آباد میں ست کھنڈے کے پیچھے نرکلوں کے ایک قطعے کے نشیب میں چھوٹا سا محمد علی شاہی مکان تھا۔ وہاں ہم لوگ اترے۔ صاف ستھری جگہ تھی۔ جھاڑو ولی ہوئی۔ لوٹوں گھڑوں میں تازہ پانی بھرا ہوا، دالان چوکی پر کنول جل رہا تھا۔ فلک آرا سو رہی تھی۔ میں نے اسے ایک پلنگڑی پر لٹا کر مینا کا پنجرا سرہانے ٹانگ دیا۔ سامان رکھنے دھرنے میں کچھ دیر نہیں لگی۔ داروغہ ہمیں اتار کر کہیں چلے گئے تھے۔ ذرا دیر میں واپس آئے۔ مجھے دروازہ پر لایا۔ کمر سے ایک تھیلی کھول کر مجھے دی اور بولے۔

"پنجرا بک گیا۔ رقم چھوٹے میاں کی تحویل میں ہے۔ اوپر کے خرچے کے واسطے یہ سو روپے گنو۔ یا کہو پوری رقم ابھی دلوا دوں؟"

"نہیں داروغہ صاحب،" میں گھبرا کر بولا، "میرا تو اتنی ہی چاندی دیکھ کر دم الٹا جا رہا ہے۔"

"सवेरे से" मैंने कहा, "आज नींद किसको आती है, दारोग़ा साहब।"

"अरे भाई, कह जो दिया तुम्हारी ख़ैर है। बस ठंडे रहना पर ज़रूर है।"

वह वापस गये । मैं पिंजड़ा लिये घर में आया। उसे सेहन की अलगनी में टांगते टांगते मैंने कंखियों से देखा। फलक आरा दालान के खम्बे की ओट से झांक रही थी, मैंने जाकर उसे तख़्त पर लिटा दिया। मैना की बातें करते करते वह जल्दी ही सो गई। मैं उसे कुछ उढ़ाने के लिये उठा था कि दारोग़ा नबी बख़्श ने धीरे से दरवाज़ा थपथपाया।

"सब इन्तज़ाम हो गया" उन्होंने कहा, "कुछ कहो नहीं, बस चले चलो। बिटिया और उसकी मैना को ले लो। घर में कोई और तो नहीं है?"

"कोई नहीं है," मैंने कहा, मुझे याद आ गया, "बस जुमेराती की अम्मां।"

"यह कौन है? ख़ैर, उन्हें भी ले लो, डोली साथ लाया हूं, और ज़रा जल्दी करो काले खां। "

"और दारोग़ा साहब, घर का सामान?"

"तुम तो अभी वापस आओगे। बस बिटिया, और वह किसकी अम्मां हैं, उनका सामान उठाओ। एक दो अदद चाहे अपने भी रख लो।"

(8)

हुसैनाबाद में सत खंडे के पीछे नरकूलों के एक क़ते[1] के नशेब[2] में छोटा सा मुहम्मद अली शाही मकान था। वहां हम लोग उतरे । साफ़ सुथरी जगह थी। झाड़ू दिली हुई, लोटों घड़ों में ताज़ा पानी भरा हुआ, दालान में चौकी पर कंवल जल रहा था। फ़लक आरा सो रही थी। मैंने उसे एक पलंगड़ी पर लिटा कर मैंना का पिंजड़ा सरहाने टांग दिया। सामान रखने धरने में कुछ देर नहीं लगी। दारोग़ा हमें उतार कर कहीं चले गये। ज़रा देर में वापस आए। मुझे दरवाज़े पर लाया। कमर से एक थैली खोल कर मुझे दी और बोले :

"पिंजड़ा बिक गया, रक़म छोटे मियां की तहवील[3] में है। ऊपर के खर्चे के वास्ते यह सौ रूपये गिनो। या कहो पूरी रक़म अभी दिलवा दूं?"

"नहीं दारोग़ा साहब" मैं घबरा कर बोला, "मेरा तो इतनी ही चांदी देख कर दम उल्टा जा रहा है"। दारोग़ा हंसने लगे फिर बोले

1. टुकड़े 2. ढलान 3. कब्ज़े में

داروغہ ہنسنے لگے پھر بولے:

"اور دانے پانی کی اشرفیوں کو بھول گئے؟"

میں واقعی بھول گیا تھا۔ بلکہ اسوقت مجھ کو یہ یاد نہیں آرہا تھا۔ کہ میں نے اشرفیاں کیا کیں۔ داروغہ نے میری سراسیمگی دیکھی تو پوچھنے لگے۔

"کیا ہوگیا بھائی"

اسی وقت مجھے یاد آگیا۔ دوڑتا ہوا مکان میں گیا۔ ایک بقچہ کھولا شاہی پنجرے کے غلاف میں لپٹی ہوئی اشرفیاں اٹھائیں اور باہر آکر داروغہ کی طرف بڑھادیں۔

"داروغہ صاحب میں انھیں کہاں رکھوں گا۔؟" میں نے کہا "ان کو اپنے تحویل میں لیجیے، خواہ چھوٹے میاں کے پاس رکھ دیجیے۔"

"اوروں پر اتنا اعتبار نہ کیا کرو، کالے خاں،" انھوں نے کہا۔

"شرمندہ نہ کیجیے داروغہ صاحب میں نے کہا آپ لوگ کوئی اور ہیں۔"

"شاباش ہے تم کو" داروغہ نے کہا اور اشرفیاں کمربند میں رکھ لیں۔ پھر بولے اچھا کھانا آتا ہوگا۔ کھاپی کر اپنے مکان کو سدھارو، رات کو وہیں رہا کرو دن کا تمھیں اختیار ہے۔ حضور عالم کے آدمی اگر آئیں تو دل جمعی کے ساتھ ان سے بات کرنا اور دیکھو چھوٹے میاں کا نام نہ آنے پائے وہ تو کہتے ہیں۔ مقرر آئے، بگڑے دل آدمی ہیں۔ لیکن خواہی نخواہی کا تہور دکھانے سے فائدہ؟ تم خیال رکھنا۔ سمجھو وہ تمھارے گھر آئے ہی نہیں تھے۔ اچھا اللہ حافظ"

زیادہ رات نہیں گئی تھی کہ میں اپنے مکان پر پہنچ گیا۔ فلک آرا کے بغیر اچھا نہیں معلوم ہورہا تھا۔ بستر پر پڑا کروٹیں بدلتا رہا۔ دل بول رہا تھا، کچھ ہونے والا ہے۔ آخر مجھ سے لیٹا نہ گیا۔ اٹھ کر مکان سے باہر نکل آیا۔ دروازے کے سامنے ٹہلنے لگا۔

رات تھوڑی اور گئی تو میں نے دیکھا دو جلتی ہوئی مشعلیں میرے مکان کی طرف بڑھ رہی ہیں۔ میں تیزی سے گھر میں داخل ہوا اور دروازہ اندر سے بند کر کے بستر پر جا لیٹا ذرا دیر میں دستک ہوئی۔

مشعلچیوں کے علاوہ چار اور تھے۔ انھوں نے میرا نام وغیرہ دریافت کیا، روکھے پن

"और दाने पानी की अशरफियों को भूल गये"?

मैं वाक़ई भूल गया था बल्कि उस वक़्त मुझ को यह याद नहीं आ रहा था कि मैंने अशर्रफयां क्या कीं ? दारोग़ा ने मेरी सरासीमगी[1] देखी तो पूछने लगे:

"क्या हो गया भाई ?"

उसी वक़्त मुझे याद आ गया। दौड़ता हुआ मकान में गया, एक बक्चा खोला, शाही पिंजड़े के गिलाफ में लिपटी हुई अशरफियां उठाईं और बाहर आकर दारोग़ा की तरफ़ बढ़ा दीं।

"दारोगा साहब मैं इन्हें कहां रखूंगा ?" मैंने कहा "इनको अपनी तहवील में लीजिये, खाह छोटे मियां के पास रखा दीजिये।"

"औरों पर इतना एतबार न किया करो, काले खां" उन्होंने कहा।

"शर्मिन्दा न कीजिये, दारोग़ा साहब" मैंने कहा "आप लोग कोई और हैं ?"

"शाबाश है तुमको" दारोग़ा ने कहा और अशरफियां कमर बन्द में रख लीं, फिर बोले "अच्छा खाना आता होगा, खा पी कर अपने मकान को सिधारो, रात को वहीं रहा करो, दिन का तुम्हें इख़्तियार है। हुज़ूरे आलम के आदमी अगर आएं तो दिल जमई के साथ उनसे बात करना, और देखो छोटे मियां का नाम न आने पाये। वह तो कहते हैं मुकर्रर आये, बिगड़े दिल आदमी हैं, लेकिन ख़ाही-नख़ाही[2] तेवर दिखाने से फ़ायदा ? तुम ख्याल रखना, समझो वह तुम्हारे घर आए ही नहीं थे। अच्छा, अल्लाह हाफिज़"।

ज़्यादा रात नहीं गई थी कि मैं अपने मकान पर पहुंच गया। फ़लक आरा के बग़ैर अच्छा नहीं मालूम हो रहा था। बिस्तर पर पड़ा करवटें बदलता रहा था। दिल बोल रहा था कुछ होने वाला है। आख़िर मुझ से लेटा न गया उठ कर मकान से बाहर निकल आया। दरवाज़े के सामने टहलने लगा।

रात थोड़ी और गई तो मैंने देखा दो जलती हुई मशालें मेरे मकान की तरफ़ बढ़ रही हैं, मैं तेज़ी से घर में दाख़िल हुआ और दरवाज़ा अन्दर से बन्द करके बिस्तर पर जा लेटा। ज़रा देर में दस्तक हुई।

मशालचियों के अलावा चार और थे। उन्होंने मेरा नाम वग़ैरा दरयाफ़्त[3] किया, रूखे पन से शाही इनाम की मुबारकबाद दी, फिर मैना को पूछा कहां है ?

1. डर 2. अनचाहे 3. मालूम

سے شاہی انعام کی مبارکباد دی۔ پھر مینا کو پوچھا کہاں ہے۔

"بک گئی" میں نے کہا۔

"بک گئی" ایک نے حیرت سے پوچھا "آج کے آج؟"

"میں فقیر آدمی، بادشاہی پرندے کو گھر میں کہاں رکھتا؟"

اس کے بعد ان لوگوں نے سوالوں کی بوچھار کر دی۔ مشعلوں کی روشنی سیدھی میرے منھ پر پڑ رہی تھی۔ اور میرا ڈر بڑھتا جا رہا تھا۔ لیکن میں نے اپنے حواس بحال رکھے۔ اور ہر سوال کا فوراً جواب دیا۔

"کس نے خریدی؟"

"معلوم نہیں، وہ چہرہ چھپائے ہوئے تھا۔"

"دیکھو گے تو پہچان لو گے"

"نہیں، وہ چہرہ چھپائے ہوئے تھا۔"

"کتنے میں بیچی"

"نہیں بتا سکتا، اس نے قسم دے دی ہے۔"

"کیوں"

"وہ جانے"

"چھوٹے میاں آئے تھے"

"کون سے چھوٹے میاں"

اس کے بعد کچھ دیر خاموشی رہی پھر پوچھا گیا

"تو مینا بک گئی"

"بک گئی"

"پیسے کیا کیے؟" ایک نے پوچھا "ہم مدارالدولہ بہادر کے آدمی ہیں۔ ذرا سوچ سمجھ کے بات کرنا پیسے کیا کیے' کالے خاں"

"ابھی صرف بیعانہ لیا ہے۔"

"کتنا؟"

"बिक गई" मैंने कहा

"बिक गई" एक ने हैरत से पूछा, "आज के आज"?

"मैं फ़क़ीर आदमी, बादशाही परिंदे को घर में कहां रखता?"

उसके बाद उन लोगों ने सवालों की बौछार कर दी। मशालों की रौशनी सीधे मेरे मुंह पर पड़ रही थी और मेरा डर बढ़ता जा रहा था, लेकिन मैंने अपने हवास बहाल रखे और हर सवाल का फ़ौरन जवाब दिया।

"किसने ख़रीदी?"

"मालूम नहीं, वह चेहरा छुपाए हुए था"

"देखोगे तो पहचान लोगे?"

"नहीं, वह चेहरा छुपाए हुए था"

"कितने में बेची?"

"नहीं बता सकता, उसने क़सम दे दी है"

"क्यों?"

"वह जाने"

"छोटे मियां आए थे?"

"कौन से छोटे मियां?"

उसके बाद कुछ देर ख़ामोशी रही, फिर पूछा गया:

"तो मैना बिक गई?"

"बिक गई"

"पैसे क्या किये?" एक ने पूछा "हम मदारुद दौला बहादुर के आदमी हैं, ज़रा सोच समझ के बात करना। पैसे क्या किये, काले खां?"

"अभी सिर्फ़ बयाना लिया है।"

"कितना?"

"एक रुपया" मेरे मुंह से निकल गया।

फिर मुझे पसीने छूटने लगे। कौन मान सकता था कि मैंने सिर्फ़ एक रूपया बयाना लेकर सोने का पिंजड़ा और बादशाही परिंदा किसी अंजाने आदमी के हाथ में पकड़ा दिया होगा। उसी वक़्त किसी ने कड़क कर कहा:

"काले खां! सोच समझ कर बात करो"

''ایک روپیہ'' میرے منھ سے نکل گیا۔

پھر مجھے پسینے چھوٹنے لگے۔ کون مان سکتا تھا کہ میں نے صرف ایک روپیہ بیعانہ لے کر سونے کا پنجرا اور بادشاہی پرندہ کسی انجانے آدمی کے ہاتھ میں پکڑا دیا ہوگا۔ اسی وقت کسی نے کڑک کر کہا۔

'' کالے خاں! سوچ سمجھ کر بات کرو''

ایسی آواز تھی کے گلی کے کئی گھروں سے آدمی باہر نکل آئے۔ میں خاموش کھڑا تھا۔ آگے والے مشعلچی نے اپنی مشعل اس ہاتھ سے اس ہاتھ میں لی۔ مشعل کا شعلہ لہرایا اور بولنے والے کے منھ پر روشنی پڑی نوجوان آدمی تھا۔ نوجوان کیا، لڑکا کہنا چاہیے۔ پوری مونچھیں بھی نہیں نکلی تھیں۔ صورت اچھی تھی اس نے پھر کڑک کر کہا۔

'' کالے خاں، تم اس آدمی کو نہیں پہچانتے ؟''

اچانک میرا ڈر ہوا ہوگیا۔

''چلیے پہچانتے ہیں۔'' میں نے کہا، '' مگر نہیں بتاتے آپ پوچھنے والے کون؟''

وہ لوگ کچھ دیر تک خاموش کھڑے مجھے گھورتے رہے۔ پھر سب ایک ساتھ مڑے اور واپس چلے گئے محلے والے بڑھ کر میرے قریب آگئے پوچھنے لگے'' کیا ہوا۔ کیا ہوا۔''

'' کچھ نہیں،'' میں نے کہا '' برا زمانہ آگیا ہے۔''

میں نے گھر کا دروازہ بھی اندر سے بند نہیں کیا۔ بستر پر لیٹ کر سوچتا رہا۔

'' بات بگڑ گئی کالے خاں'' آخر میں نے خود سے کہا۔

اور سچ کہا۔ دوسرے دن سویرے مجھے گرفتار کرلیا گیا۔ میرے گھر سے ایجادی قفس کی ایک گنگا جمنی کٹوری برآمد ہوئی تھی۔

میں بھول چکا ہوں کہ میں نے قید خانے میں کتنی مدت گذاری ہے۔ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ میری ساری عمر اسی پنجرے میں گذری جارہی ہے۔ قیدیوں میں زیادہ تر لکھنؤ کے اوباش اور اٹھائی گیرے تھے۔ ان سے میرا دل نہیں ملا۔ سب سے الگ تھلگ رہتا۔ فلک آرا بہت یاد آتی تھی۔ کبھی کبھی تو کہیں بالکل قریب سے اس کے کھلکھلانے اور فلک مینا کے چہچہانے کی آوازیں کان میں آنے لگتیں، بڑی بے چینی ہوتی لیکن یہ سوچ کر کچھ اطمینان ہوجاتا تھا۔ کہ اپنی مینا کے ساتھ اس کا جی بہلا رہتا ہوگا۔ اور نبی بخش اور چھوٹے میاں اس

ऐसी आवाज़ थी कि गली के कई घरों से आदमी बाहर निकल आये । मैं ख़ामोश खड़ा था। आगे वाले मशालची ने अपनी मशाल इस हाथ से उस हाथ में ले ली, मशाल का शोला लहराया और बोलने वाले के मुंह पर रौशनी पड़ी। नौजवान आदमी था। नौजवान क्या, लड़की कहना चाहिये। पूरी मूंछें भी नहीं निकली थीं। सूरत अच्छी थी। उसने फिर कड़क कर कहा:

''काले खां, तुम उस आदमी को नहीं पहचानते ?''

अचानक मेरा डर हवा हो गया।

''चलिये पहचानते हैं'' मैंने कहा ''मगर नहीं बताते। आप पूछने वाले कौन ?''

वह लोग कुछ देर तक ख़ामोश खड़े घूरते रहे। फिर सब एक साथ मुड़े और वापस चले गये। मुहल्ले वाले बढ़ कर मेरे क़रीब आ गये पूछने लगे क्या हुआ, क्या हुआ।

''कुछ नहीं'' मैंने कहा'' बुरा ज़माना आ गया है''

मैंने घर का दरवाज़ा भी अन्दर से बन्द नहीं किया। बिस्तर पर लेट कर सोचता रहा।

''बात बिगड़ गई, काले खां'' आख़िर मैंने खुद से कहा:

और सच कहा। दूसरे दिन सवेरे मुझे गिरफ़्तार कर लिया गया। मेरे घर से ईजादी क़फ़स की एक गंगा जमनी कटोरी बरआमद(1) हुई थी।

मैं भूल चुका हूं कि मैंने कैद खाने में कितनी मुद्दत गुज़ारी। मुझे तो ऐसा मालूम होता था कि मेरी सारी उम्र इसी पिंजड़े में गुज़री जा रही है। क़ैदियों में ज़्यादातर लखनऊ के औबाश(2) और उठाई गीरे थे। उनसे मेरा दिल नहीं मिला। सब से अलग थलग रहता। फलक आरा बहुत याद आती थी, कभी कभी तो कहीं बिल्कुल क़रीब से उसके खिलखिलाने और फलक मैना के चहचहाने की आवाज़ें कान में आने लगतीं, बड़ी बेचैनी होती, लेकिन यह सोच कर कुछ इतमिनान हो जाता था कि अपनी मैना के साथ उसका जी बहला रहता होगा। और नबी बख़्श और छोटे मियां उसकी ख़बर गीरी मुझ से ज़्यादा कर रहे होंगे। सब से बढ़ कर पैसे का इतमिनान था। अपनी तनख़्वाह तो खैर अब क्या मिलती, लेकिन फ़लक मैना की माहाना एक अशरफी और शाही पिंजड़े की क़ीमत मिलाकर मेरे लिये

1. प्राप्त होना 2. आवारा

کی خبر گیری مجھ سے زیادہ کررہے ہوں گے۔ سب سے بڑھ کر پیسے کا اطمینان تھا۔ اپنی تنخواہ تو خیراب کیا ملتی، لیکن فلک مینا کی ماہانہ ایک اشرفی اور شاہی پنجرے کی قیمت ملاکر میرے لیے اتنی دولت تھی کہ کبھی سوچتا تو سمجھ میں نہ آتا تھا۔ اسے خرچ کس طرح کروں گا۔ پھر سوچنے لگتا کہ اسے خرچ کرنے کی نوبت بھی آئے گی۔ یا قیدخانے ہی میں گھٹ گھٹ کر مرجاؤں گا۔ بڑا جی چاہتا ہے کہ کسی طرح پھر بادشاہ کو عرضی پہنچوادوں ابھی تو میرا مقدمہ ہی نہیں بنا تھا۔ کچھ پتا نہیں تھا کہ مقدمہ کب شروع ہوگا۔ اوراس کے بعد اگر قید کی سزا ملے گی تو کتنے دن کی ملے گی۔

لیکن ایک دن کچھ کہے سنے بغیر اچانک ہی رہا کردیا تھا۔ مجھے خیال ہوا کہ شاید داروغہ نے منشی امیر احمد صاحب کو پکڑلیا، لیکن باہر نکلنے لگا تو دیکھا میری طرح اور بھی شاید سبھی قیدی چھوڑ دیے گئے ہیں۔ بڑا شور ہورہا تھا۔ مگر میں ایک کنارے ہوکر باہر نکل آیا اور سیدھا ست کھنڈے کی طرف چلا۔

کچھ دور تو میں اپنی دھن میں نکلا چلا گیا۔ پھر مجھے سب کچھ بدلا بدلا معلوم ہونے لگا۔ شہر پر عجیب مردنی سی چھائی ہوئی تھی۔ چوڑے راستوں پر گوروں کے فوجی دستے گشت کررہے تھے۔ اور میں جس گلی میں مڑتا اس کے دہانے انگریزی فوج کے دو تین سپاہی تنے ہوئے کھڑے نظر آتے تھے۔ گلیوں کے اندر لوگ ٹولیاں بنائے چپکے چپکے آپس میں باتیں کررہے ہیں۔ مجھے گھر پہنچنے کی جلدی تھی۔ اس لیے کہیں رکا نہیں لیکن ہر طرف ایک ہی گفتگو تھی۔ رکے بغیر بھی مجھے معلوم ہوگیا۔ کہ اودھ کی بادشاہی ختم ہوگئی۔ سلطان عالم واجد علی شاہ کو تخت سے اتار دیا گیا ہے۔ وہ لکھنؤ چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ اودھ کی حکومت انگریزوں کے ہاتھ میں آگئی ہے۔ اور اس خوشی میں انھوں نے بہت سے قیدیوں کو آزاد کیا ہے۔

ازآنجملہ میں بھی تھا۔ ایسا معلوم ہوا کہ ایک پنجرے سے نکل کر دوسرے پنجرے میں آگیا ہوں۔ جی چاہا لوٹ کر قید خانے میں چلا جاؤں پھر فلک آرا کا خیال آیا اور میں ست کھنڈے کی سیدھی سڑک پر دوڑنے لگا۔

گھر پہنچا تو سب کچھ پہلے کی طرح نظر آیا۔ فلک آرا پہلے تو مجھ سے کچھ کھنچی کھنچی رہی پھر جلدی سے گود میں بیٹھ کر اپنی مینا کے نئے نئے قصے سنانے لگی۔

इतनी दौलत थी कि कभी सोचता तो समझ में न आता था, उसे ख़र्च किस तरह करूंगा। फिर सोचने लगता कि उसे खर्च करने की नौबत भी आयेगी या क़ैद खाने ही में घुट घुट कर मर जाउंगा। बड़ा जी चाहता कि किसी तरह फिर बादशाह को अर्ज़ी पहुंचा दूं। अभी तो मेरा मुक़द्दमा ही नहीं बना था। कुछ पता नहीं था कि मुकद्दमा कब शुरू होगा, और उसके बाद अगर क़ैद की सज़ा मिलेगी तो कितने दिन की मिलेगी।

लेकिन एक दिन कुछ कहे सुने बग़ैर अचानक ही रिहा कर दिया था। मुझे ख़्याल हुआ कि शायद दारोग़ा ने मुन्शी अमीर अहमद साहब को पकड़ लिया, लेकिन बाहर निकलने लगा तो देखा मेरी तरह और भी, शायद सभी, क़ैदी छोड़ दिये गये हैं। बड़ा शोर हो रहा था मगर मैं एक किनारे हो कर बाहर निकल आया और सीधा सतखंडे की तरफ़ चला।

कुछ दूर तो मैं अपनी धुन में निकला चला गया फिर मुझे सब कुछ बदला बदला मालूम होने लगा। शहर पर अजीब मुर्दनी सी छाई हुई थी। चौड़े रास्तों पर गोरों के फौजी दस्ते गश्त कर रहे थे और मैं जिस गली में मुड़ता उसके दहाने पर अंग्रेज़ी फौज के दो तीन सिपाही तने हुए खड़े नज़र आते थे। गलियों के अन्दर लोग टोलियां बनाए चुपके चुपके आपस में बातें कर रहे हैं। मुझे घर पहुंचने की जल्दी थी इस लिये कहीं रुका नहीं। लेकिन हर तरफ़ एक ही गुफ़्तगू थी, रुके बग़ैर भी मुझे मालूम हो गया कि अवध की बादशाही ख़त्म हो गई। सुल्ताने आलम वाजिद अली शाह को तख़्त से उतार दिया गया है, वह लखनऊ छोड़ कर चले गये हैं। अवध की हुकूमत अंग्रेज़ों के हाथ में आ गई है और इस ख़ुशी में उन्होंने बहुत से क़ैदियों को आज़ाद किया है।

अज़ आंजुमला[1] मैं भी था। ऐसा मालूम हुआ कि एक पिंजड़े से निकल कर दूसरे पिंजड़े में आ गया हूं। जी चाहा लौट कर क़ैद ख़ाने में चला जाऊं फिर फ़लक आरा का ख़्याल आया और मैं सतखंडे की सीधी सड़क पर दौड़ने लगा। घर पहुंचा तो सब कुछ पहले की तरह नज़र आया फ़लक आरा पहले तो मुझ से कुछ खिंची खिंची रही फिर जल्दी गोद में बैठ कर अपनी मैना के नए नए क़िस्से सुनाने लगी।

☆☆☆

1. उन्ही में

☆☆☆
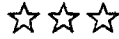
لکھنؤ میں میرا دل نہ لگنا اور ایک مہینے کے اندر بنارس میں آرہنا، ستاون کی لڑائی، سلطان عالم کا کلکتے میں قید ہونا، چھوٹے میاں کا انگریزوں سے ٹکرانا، لکھنؤ کا تباہ ہونا، قیصر باغ پر گوروں کا دھاوا کرنا۔ کٹہروں میں بند شاہی جانوروں کا شکار کھیلنا، ایک شیرنی کا اپنے گورے شکاری کو گھائل کر کے نکل بھاگنا، گوروں کا طیش میں آکر داروغہ نبی بخش کو گولی مارنا، یہ سب دوسرے قصے ہیں۔ اور ان قصوں کے اندر بھی قصے ہیں۔

لیکن طاؤس چمن کی فلک مینا کا قصہ وہیں پر ختم ہوجاتا ہے۔ جہاں ننھی فلک آرا میری گود میں بیٹھ کر اس کے نئے نئے قصے سنانا شروع کرتی ہے۔

लखनऊ में मेरा दिल न लगना और एक महीने के अंदर में बनारस में आ रहना, सत्तावन की लड़ाई, सुल्ताने आलम का कलकत्ते में क़ैद होना, छोटे मियां का अंग्रेज़ों से टकराना, लखनऊ का तबाह होना, क़ैसर बाग़ पर गोरों का धावा करना। कटहरों में बन्द शाही जानवरों का शिकार खेलना, एक शेरनी का अपने गोरे शिकारी को घायल करके निकल भागना, गोरों का तैश में आकर दारोग़ा नबी बख़्श को गोली मारना, यह सब दूसरे क़िस्से हैं और इन क़िस्सों के अन्दर भी क़िस्से हैं।

लेकिन ताऊस चमन की फ़लक मैना का क़िस्सा वहीं पर खत्म हो जाता है जहां नन्हीं फ़लक आरा मेरी गोद में बैठ कर उसके नये नये क़िस्से सुनाना शुरू करती है।

ذکیہ مشہدی

بِدّا نہیں مَری

املی کے پتّا۔ نوا نوا پتّا۔ کھڑا رہو بیٹا۔ دتے چھو۔ دتے چھو۔ دتے چھو۔

کمبخت درجنوں کے حساب سے تھے اور ایسا شور مچا رہے تھے جیسے میدان حشر میں کھڑے ہوں۔ مخالف ٹیم کا ایک کھلاڑی مار لیا گیا تو اور غل مچا۔ ہو ہوہو۔ نومبر کی خنک ہوا۔ ان ساری آوازوں کو سمیٹے گھر میں داخل ہوئی۔ توے پر اماں کی باریک چپاتی پھول کر غبارہ ہو اٹھی وہ اسے چمٹے سے اتارتی ہوئی بڑ بڑائیں۔ شیر کی چربی کھا رکھی ہے کم بختوں نے۔ سردی بھی نہیں لگتی کہ گھر جائیں رات ہوگئی اور سڑک پر کبڈی کھیل رہے ہیں۔ نہ اماں کو فکر نہ ابا کو۔

صفیہ ہی ہی ہی کر کے ہنس پڑی۔ سب کی فکر میں اماں ہی دیوانی رہا کرتی ہیں۔ اپنے بچوں کو تو دربے میں مرغیوں کی طرح بند کر رکھا ہے۔ دوسرے بھی ان کا فلسفہ مانیں۔

کیا ٹھی ٹھی لگا رکھی ہے۔ وہ با قاعدہ ناراض ہوگئیں۔ ساگ پڑا ہے توڑنے کو۔ آج پھر کھانا پکنے میں دیر ہوگئی۔ صفیہ نے ساگ کی ڈلیہ نزدیک سرکائی۔ چولہے کی آنچ خوشگوار معلوم ہو رہی تھی۔

اچانک جیسے بھونچال آگیا۔ سیڑھیوں پر بھد بھد کرتی بدّا دُور ہی سے چلاتی چلی آرہی تھی۔ ارے سپھو، سپھو رانی ہو۔

صفیہ کو اس سپھو سے پتنگے لگتے تھے۔ کتنی بار اس نے بدّا کا تلفظ صحیح کرنے کی کوشش کی تھی۔ مگر کمبخت کے منہ سے کبھی 'ف' صحیح ادا نہ ہوا۔ ویسے تو اس کا بھی صحیح نام ودّیا تھا، لیکن خود اس کے گھر والے اسے بدّا کہتے تھے۔ اور اس کا صحیح نام لینے والے تو کیا جانتے

ज़किया मशहदी

बिद्दा नहीं मरी

इमली के पत्ता, नवा नवा पत्ता, खड़ा रहो बेटा, दल्ले छू, दल्ले छू, दल्ले छू।

कम्बख़्त दर्जनों के हिसाब से थे और ऐसा शोर मचा रहे थे जैसे मैदाने हश्र में खड़े हों। मुख़ालिफ़ टीम का एक खिलाड़ी मार लिया गया तो और गुल मचा। हू हू हू— नवम्बर की खुनक हवा, उन सारी आवाज़ों को समेटे घर में दाख़िल हुई। तवे पर अम्मां की बारीक चपाती फूल कर गुबारा हो उठी वह उसे चिम्टे से उतारती हुईं बड़बड़ाईं। शेर की चरबी खा रखी है कम्बख़्तों ने। सर्दी भी नहीं लगती कि घर जाएं। रात हो गई और सड़क पर कबड्डी खेल रहे हैं। न अम्मा को फ़िक्र न अब्बा को।

सफ़िया ही-ही-ही कर के हंस पड़ी। सब की फ़िक्र में अम्मां ही दीवानी रहा करती हैं। अपने बच्चों को तो डरबे में मुर्ग़ियों की तरह बन्द कर रखा है। दूसरे भी उनका फ़लसफ़ा मानें।

क्या ठी-ठी लगा रखी है। वह बाक़ाएदा नाराज़ हो गईं। साग पड़ा है तोड़ने को। आज फिर खाना पकने में देर हो गई। सफिया ने साग की डलिया नज़दीक सरकाई। चूल्हे की आंच खुशगवार मालूम हो रही थी।

अचानक जैसे भूंचाल आ गया, सीढ़ियों पर भद भद करती बिद्दा दूर से ही चिल्लाती चली आ रही थी। ''अरे सफ्फू, सफ्फू रानी हो-''

सफ़िया को इस सफ़्फ़ू से पतंगे लगते थे। कितनी बार उसने बिद्दा का तलफ़्फ़ुज़[1] सही करने की कोशिश की थी। मगर कम्बख़्त के मुंह से कभी 'फ़े सही अदा न हुआ। वैसे तो उसका भी सही नाम विद्या था, लेकिन खुद उसके घर

1. उच्चारण

والے بھی محلے میں دو چار ہی تھے۔ جن میں وہ پنڈت جی بھی شامل تھے۔ جنھوں نے اس کا نام کرن کیا تھا، باقی سب کے لیے وہ بدّا تھی۔ سکھو سکھو کرتی اور صفیہ کا خون جلاتی بدّا اب اوپر چڑھ آئی تھی۔ گول مول، موٹی، گوری، بھر ہاتھ چوڑیاں اور مانگ میں چوڑا سیندور۔ وہ محض چودہ سال کی تھی۔ صفیہ سے سال ڈیڑھ سال بڑی۔ بیاہ ہوئے سال بھر ہو چکا تھا۔ اب کی لگن میں گونا بھی ہو جائے گا۔

''ارے اب کی گھر وندانہ سجے کا ...؟'' پھولتی سانسوں اور پائل کی چھما چھم کے درمیان وہ کہہ رہی تھی۔ کل دھن تیرس، پرسوں دیوالی بس کل ہی سجاتے ہیں۔ صفیہ نے لہجے کے جوش اور مسرت کو دباتے ہوئے کنکھیوں سے اماں کی طرف دیکھا اور ہڑ بڑاہٹ میں چنے ہوئے ساگ کے ساتھ کچھ ڈنٹھل بھی ملا دیے۔ بدّا کو اپنے بڑے اور بیاہے ہوئے ہونے کا شدید احساس تھا، صفیہ کے ہر کام میں اد بدا کر نقص نکالتی۔ اس وقت بھی وہ پسر کر بیٹھ گئی۔ اور صفیہ کے چنے ہوئے ساگ میں ملے اکا دکّا ڈنٹھل الگ کرنے لگی۔

''ارے سب گل جائیں گے۔ ایک دو رہ بھی گئے تو کیا ہوا'' صفیہ نے منہ لٹکا کر کہا۔ '' گُرا تو جائے بکری کے ہاتھ گوڑ جون تو کھات ہو۔ مُلا ساگ توڑے کا تریکہ باٹے'' (گل تو جائیں گے بکری کے ہاتھ پیر بھی جو تم کھاتی ہو، مگر ساگ توڑنے کا طریقہ بھی کوئی چیز ہے) بدّا اکثر صفیہ کو'' بکری کے ہاتھ پیر'' کھانے کے لیے چڑاتی تھی۔ اسے معلوم تھا صفیہ کو پائے کا سالن بہت پسند ہے۔

اماں ہنسنے لگیں یہ صفیہ تو بلا کی پھوہڑ ہے۔ آلو چھیلنے بیٹھتی ہے تو موٹے موٹے چھلکے اتار کر آدھے آلو پھینک دیتی ہے۔ ذرا اسے کچھ سکھاؤ بدا۔ تم سُگھڑ بیٹی ہو۔

بدا نے شرارت سے کاجل بھری آنکھیں مٹکائیں۔ منٹوں میں جھپا جھپ ڈلیا بھر ساگ توڑ کر اماں کے آگے سرکا دیا۔ پھر اٹھ کھڑی ہوئی۔ '' جیتی رہو'' اماں نے دعا دی۔ یہ صفیہ تو ابھی گھنٹوں اتنے سے ساگ میں الجھی رہتی۔ صفیہ نے دانت کچکچائے اور دل میں سوچا کہ وہ بدا کا گھروندا رنگنے ہرگز نہیں جائے گی۔ ، لیکن دوسرے دن دروازے پر سکھو کی پکار پڑتے ہی تیر کی طرح اٹھ کر بھاگی۔

چونے سے لپا پُتا دو منزلہ گھروندا بدا کے بڑے سے لب سڑک چبوترے پر سر

वाले उसे बिद्दा कहते थे, और उसका सही नाम लेने वाले तो क्या जानने वाले भी मुहल्ले में दो चार ही थे, जिन में वह पन्डित जी भी शामिल थे, जिन्होंने उस का नामकरण किया था, बाक़ी सब के लिये वह बिद्दा थी। सफ़्फ़ू सफ़्फ़ू करती और सफ़िया का ख़ून जलाती बिद्दा अब ऊपर चढ़ आई थी। गोल मोल, मोटी, गोरी, भर हाथ चूड़ियां और मांग में चौड़ा सेंदूर। वह महज़ चौदह साल की थी। सफ़िया से साल डेढ़ बरस बड़ी। ब्याह हुए साल भर हो चुका था। अब की लगन में गौना भी हो जायेगा।

"अरे अब की घरौंदा न सजे का- ?"

फूलती सांसों और पायल की छमा छम के दरमियान वह कह रही थी। कल धन तेरस, परसों दीवाली, बस कल ही सजाते हैं। सफ़िया ने लहजे के जोश और मसर्रत को दबाते हुए कनखियों से अम्मां की तरफ़ देखा और हरबड़ाहट में चुने हुए साग के साथ कुछ डन्ठल भी मिला दिये। बिद्दा को अपने बड़े और ब्याह हुए होने का शदीद एहसास था, सफ़िया के हर काम में अदबदा कर नक़्स[1] निकालती। उस वक़्त भी वह पसर कर बैठ गई और सफिया के चुने हुए साग में मिले इक्का दुक्का डन्ठल अलग करने लगी।

"अरे सब गल जाएंगे, एक दो रह भी गए तो क्या हुआ"। सफ़िया ने मुंह लटकाकर कहा।

"चुरा तो जाए बकरी के हाथ गौड़ जौन तू खात हो। मुला साग तोड़े का तरीका बाटे" (गल तो जाएंगे। बकरी के हाथ पैर भी जो तुम खाती हो, मगर साग तोड़ने का तरीक़ा भी कोई चीज़ है) बिद्दा अक्सर सफ़िया को "बकरी के हाथ पैर" खाने के लिये चिढ़ाती थी। उसे मालूम था सफ़िया को पाए का सालन बहुत पसंद है।

अम्मां हंसने लगीं। यह सफ़िया तो बला की फूहड़ है। आलू छीलने बैठती है तो मोटे मोटे छिलके उतार कर आधे आलू फेंक देती है। ज़रा इसे कुछ सिखाओ बिद्दा। तुम तो सुघड़ बेटी हो।

बिद्दा ने शरारत से काजल भरी आंखें मटकाईं। मिनटों में झपा झप डलिया भर साग तोड़ कर अम्मां के आगे सरका दिया। फिर उठ कर खड़ी हुई, "जीती

1. कमी

اٹھائے کھڑا تھا۔ بڑے اہتمام سے صفیہ نے مختلف کٹوریوں میں رنگ کی پڑیا گھولیں۔ بدا مٹی کے کھلونوں میں سے ایک تھالی نکال کر بھر تھالی پیڑے لے آئی۔ صفیہ کو پیڑے بہت پسند تھے۔ مگر اسے گھروندا رنگنے کے لیے کسی رشوت کی ضرورت نہیں تھی۔ ڈرائنگ کا خدا داد شوق تھا اور صلاحیت بھی۔ منٹوں میں دیوی دیوتاؤں کی تصویریں، کمل کا پھول، بیچ پر نکلتا سورج، پیڑ پودے چڑیاں سب کے سب بدا کے گھروندے پر منہ سے بول اٹھے اور ہر سال کی طرح اس سال بھی اس کا گھروندا محلے کا سب سے شان دار گھروندا ہو گیا۔ جیے میری سکھو۔ اس نے صفیہ کو لپٹا لیا اور آنکھ مار کر بولی۔ ''دیوالی ہو جائے تب چٹھی لکھوانے آئیں گے''۔

'سکھو' کے بعد صفیہ کو اس کے اس طرح آنکھ مارنے سے تپتے لگتے تھے۔ چڑھ کر بولی۔ کالو سے کیوں نہیں لکھواتیں۔ اب تو وہ ساتویں میں آگیا ہے مزے سے لکھ سکتا ہے۔

اری بے سرم، بھائی سے دلہا کو چٹھی لکھوائی جاتی ہے کیا؟

یہ چٹھی والا معاملہ بڑا ہی گڑ بڑ تھا۔ بدا کو پانچویں جماعت کے بعد اسکول سے اٹھا لیا گیا تھا۔ گھر بیٹھی تو جو پڑھا تھا وہ بھی بھول گئی۔ لڑکا میٹرک پاس تھا اور شوقین ورومانی مزاج۔ بیوی کو بڑے رنگیلے خط لکھتا اور ایسے ہی جوابوں کی امید کرتا۔ بدا کے خطوط میں دسیوں تو غلطیاں ہوتیں اور ایک خط لکھنے میں گھنٹوں لگ جاتے، اس لیے وہ پلّو کے کھونٹ میں خط باندھے سیدھی صفیہ کے پاس چلی آتی تھی۔ جواَب آٹھویں جماعت کی طالبہ تھی اور موتیوں جیسی لکھاوٹ تھی اس کی۔

ہاں یہ بات تو ہے۔ صفیہ نے خود کو بڑا احمق محسوس کیا۔ بھلا کالو سے کیسے خط لکھوایا جاسکتا ہے چھوٹا بھائی ٹھہرا۔ ہاں اسے چڑایا ضرور جا سکتا ہے۔ کالو۔ بھالو۔ خالو۔

دیوالی کی چھٹیاں ختم ہوتے ہوتے ہی کالو بھالو کے ششماہی امتحان شروع تھے، اس لیے وہ بیٹھا پہاڑے یاد کر رہا تھا اور دل ہی دل میں سارے ماسٹروں کے مرنے کی دعا کر رہا تھا۔ گھروندا رنگتی صفیہ کے فوک آرٹ پر اس نے کوئی نکتہ چینی بھی نہیں کی تھی۔ اس لیے کالو، بھالو، خالو کا بھی اس نے کوئی نوٹس نہیں لینا چاہا۔

اب کی صفیہ نے ذرا تیز اور زود اثر نسخہ آزمایا۔ کلّو معلّو کے دوئی بکرا۔ کھانست

रहो'' अम्मां ने दुआ दी। यह सफ़िया तो अभी घंटों इतने से साग में उल्झी रहती। सफ़िया ने दांत कचकचाए और दिल में सोचा कि वह बिद्दा का घरौंदा रंगने हरगिज़ नहीं जाएगी, लेकिन दूसरे दिन दरवाज़े पर सफ्फू की पुकार पड़ते ही तीर की तरह उठ कर भागी।

चूने से लिपा पुता दो मंज़िला घरौंदा बिद्दा के बड़े से लबे सड़क चबूतरे पर सर उठाये खड़ा था। बड़े एहतेमाम से सफ़िया ने मुख़्तलिफ़ कटोरियों में रंग की पुड़ियां घोलीं। बिद्दा मिट्टी के खिलौनों में से एक थाली निकालकर भर थाली पेड़े ले आई। सफ़िया को पेड़े बहुत पसन्द थे, मगर उसे घरौंदा रंगने के लिए किसी रिश्वत की ज़रूरत नहीं थी। ड्राइंग का ख़ुदादाद शौक़ था और सलाहीयत भी। मिनटों में देवी देवताओं की तसवीरें, कमल का फूल, बत्तख़, निकलता सूरज, पेड़ पौधे चिड़िया सब के सब बिद्दा के घरौंदे पर मुंह से बोल उठे और हर साल की तरह इस साल भी उस का घरौंदा मुहल्ले का सब से शानदार घरौंदा हो गया। जिये मेरी सफ्फू। उस ने सफ़िया को लिपटा लिया और आंख मार कर बोली ''दीवाली हो जाए तब चिट्ठी लिखवाने आऐंगे।''

''सफ्फू के बाद सफ़िया को उस के इस तरह आंख मारने से ततय्ये लगते थे। चिढ़कर बोली। कालू से क्यों नहीं लिखवातीं। अब तो वह सातवीं में आ गया है। मजे से लिख सकता है।''

''अरी बे सर्म, भाई से दुल्हा को चिट्टी लिखवाई जाती है क्या—?''

यह चिट्ठी वाला मामला बड़ा ही गड़बड़ था। बिद्दा को पांचवीं जमाअत के बाद स्कूल से उठा लिया गया था। घर बैठी तो जो पढ़ा था वह भी भूल गई। लड़का मैट्रीक पास था और शौक़ीन व रूमानी मिज़ाज। बीवी को बड़े रंगीले ख़त लिखता और ऐसे ही जवाबों की उम्मीद करता। बिद्दा के ख़ुतूत में दसियों तो ग़लतियां होतीं और एक ख़त लिखने में घन्टों लग जाते, इस लिए वह पल्लू के खूंट में ख़त बांधे सीधी सफ़िया के पास चली आती थी। जो अब आठवीं जमाअत की तालेबा थी और मोतियों जैसी लिखावट थी उसकी।

हां यह बात तो है। सफ़िया ने ख़ुद को बड़ा अहमक़ महसूस किया। भला कालू से कैसे ख़त लिखवाया जा सकता है। छोटा भाई ठहरा। हां उसे चिढ़ाया ज़रूर जा सकता है। कालू, भालू, ख़ालू।

چھینکت جیو نکرا (کلو مٹلو کے دو بکرے۔ کھانس چھینک کے مر گئے) کالو کی سات پشتوں میں بھی کبھی کسی نے بکرے نہیں پالے تھے پھر یہ بے تکی کہبت محلے محلے کے لونڈوں کے منہ سے تو قابل برداشت تھی۔ لیکن صفیہ کے منہ سے نہیں۔ اٹھارہ کا پہاڑہ بھی اٹھارہ چھکے پر آ کر اٹک گیا تھا۔ اس نے وہیں سے بیٹھے بیٹھے موٹی سی کتاب اٹھا کر صفیہ پر پھینکی جو سیدھی اس کے سر پر آکر گری۔ اسی وقت ساڑی کے آنچل سے چہرہ رگڑتی کا کی بر آمد ہوئیں۔

''ارے کل موہے پوتھی پھینکتا ہے۔ پڑھنا کیسے آئے گا'' خالص فیض آبادی اودھی میں وہ چلائیں۔ ''یہ تو نہیں ہوا کہ دیدی کا گھروندا سجا تا۔ سکھو بے چاری سجا رہی ہے تو اسے تنگ کرتا ہے۔'' وہ بڑ بڑاتی ہوئی اندر واپس ہوگئیں تو کالو نے صفیہ کی چوٹی اتنی زور سے کھینچی کہ وہ چبوترے سے گرتے گرتے بچی۔ بدا نے کالو کو دو جھاپڑ رسید کیے۔ ہڑکمپ مچ گیا۔

جہاں کالو رہے وہاں کوئی ہڑکمپ نہ مچے بھلا۔ صفیہ کی جان جلتی تھی اس کی صورت دیکھ کر مگر بدا کے گونے کے دن اس پر بڑا ترس آیا تھا۔ بدا پر ہر وقت مرکھنڈے بیل کی طرح سینگ چلانے والا کالو سبک سبک کر رو رہا تھا۔ پہلی بار صفیہ کو احساس ہوا کہ گندمی رنگت اور موٹی موٹی آنکھوں والا عمر میں اس سے دو برس چھوٹا یہ لڑکا کبھی ایسا بھی لگ سکتا ہے کہ اس پر پیار آسکے۔ اس نے جا کر اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔ گھنے بالوں کا ریشم جیسا لمس بہت دن تک ہتھیلی پر یوں ہی رہ گیا تھا۔ تازہ اور نیا اور ایسا ہی ایک لمس تازہ رہ گیا تھا کالو کی ہتھیلی پر جب کئی برس بعد اس نے صفیہ کی رخصتی پر صفیہ کے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔ اس کی آنکھیں نم تھیں۔ اکلوتی بہن بڑی شدت سے یاد آئی تھی جو گھر گرہستی میں الجھی تھی کہ برسوں مائیکے کا رخ نہیں کر پاتی تھی۔ دیوالی کے گھروندے خواب وخیال ہو گئے تھے۔ اب نہ کوئی جھگڑنے کو تھا نہ محبتیں نچھاور کرنے کو۔ وہ باقاعدہ رو پڑا تھا۔

املی کے پتّا۔ نوا نوا پتّا۔ ایئر انڈیا کے جمبو جیٹ کے دلی ہوائی اڈے پر اترتے وقت ایئر ہوسٹس کے شستہ انگریزی میں نہ جانے کہاں سے ان دیہاتی بچوں کی آوازیں آ کر مل گئی تھیں۔ پچیس تیس سال پرانی آوازیں۔ یہ گلی میں اب بھی گونجتی ہوں گی۔ بچے یوں ہی شور مچاتے ہوں گے۔ صبح صبح بوڑھے خوانچے والے کی آواز، جاڑوں کی ٹھنڈی یخ ہوا کو

दीवाली की छुट्टियां ख़त्म होते ही कालू भालू के शशमाही[1] इमतिहान शुरू शुरू थे। इस लिए वह बैठा पहाड़े याद कर रहा था और दिल ही दिल में सारे मास्टरों के मरने की दुआ कर रहा था। घरौंदा रंगती सफ़िया के फ़्रेक आर्ट पर उसने कोई नुकता चीनी भी नहीं की थी। इस लिए कालू, भालू, ख़ालू का भी उसने कोई नोटिस नहीं लेना चाहा।

अबकी सफ़िया ने ज़रा तेज़ और जूद असर नुसख़ा आज़माया। कल्लू मटल्लू की दोई बकरा— खांसत छींकत जियो निकरा (कल्लू मटल्लू के दो बकरे ,खांस छींककर मर गए) कालू की सात पुश्तों में भी कभी किसी ने बकरे नहीं पाले थे फिर यह बेतुकी कहबत तो मुहल्ले के लौंडों के मुंह से तो क़ाबिले बरदाश्त थीं, लेकिन सफ़िया के मुंह से नहीं। अठारह का पहाड़ा भी अठारह छक्के पर आकर अटक गया था। उस ने वहीं से बैठे बैठे मोटी सी किताबे उठाकर सफ़िया पर फेंकी जो सीधी उस के सर पर आकर गिरी। उसी वक़्त साड़ी के आंचल से चेहरा रगड़ती काकी बरआमद हुईं।

"अरे कल मूहे पोथी फेंकता है। पढ़ना कैसे आएगा" ख़ालिस़ फैज़ाबादी अवधी में वह चिल्लाईं। "यह तो नहीं हुआ कि दीदी का घरौंदा सजाता। सफ्फू बेचारी सजा रही है तो उसे तंग करता है" वह बड़बड़ाती हुई अन्दर वापस हो गईं तो कालू ने सफ़िया की चोटी इतनी ज़ोर से खींची कि वह चबूतरे से गिरते गिरते बची। बिद्दा ने कालू को दो झापड़ रसीद किए। हुड़कम्प मच गया जहाँ कालू रहे वहां कोई हुड़कंप न मचे भला। सफ़िया की जान जलती थी उस की सूरत देखकर मगर बिद्दा के गौने के दिन उस पर बड़ा तरस आया था। बिद्दा पर हर वक़्त मरखण्डे बैल की तरह सींग चलाने वाला कालू सुबक सुबक कर रो रहा था। पहली बार सफ़िया को एहसास हुआ के गन्दुमी रंगत और मोटी मोटी आंखों वाला उम्र में उस से दो बरस छोटा यह लड़का कभी ऐसा भी लग सकता है कि उस पर प्यार आ सके। उसने जाकर उसके सर पर हाथ रख दिया घने बालों का रेशम जैसा लम्स बहुत दिन तक हथेली पर यूंही रह गया था। ताज़ा और नया और ऐसा ही एक लम्स ताज़ा रह गया था कालू की हथेली पर जब कई बरस बाद उस ने सफ़िया की रुख़सती पर सफ़िया के सर पर हाथ रखा था। उस की आंखें नम थीं।

1. छः माही

کاتی بچوں کو بستر سے اٹھاتی ہوگی۔ تاجا حلوا۔ مارے گھی کے نہیں کھایا جائے گا۔ اور محلے کا کوئی بزرگ ہنس کر کہتا ہوگا۔ چوتا کہیں کا۔ ڈالڈا میں حلوا بنا تا ہے اوپر سے ذرا سا گھی چپڑ دیتا ہے اور کا کی ڈھیٹ کالوکو اٹھاتے ہوئے چلاتی ہوں گی'' جانُو ری کے بارے ماں (جاسور کے باڑے میں) اور بدا دیوالی میں گھروندے سجاتی ہوگی۔ صفیہ کے بغیر۔

املی کا پتا۔ نوا نوا پتا۔ دلی سے لے کر گھر کے سفر کے دوران ریل گاڑی کی چھک چھک میں بھی کوئی کبڈی کھیلتا رہا۔ کھڑکی سے باہر بھاگتے مناظر میں صفیہ کو وہ بچے دکھائی دیتے رہے جو برسہا برس سے اس کے اردگرد گھوم رہے تھے۔ ٹرین نے خاک وطن کو چوما تو اس نے جلدی جلدی گردن لمبی کر کے پلیٹ فارم کے پاس لگے گل مہر کے درخت کو دیکھنا چاہا۔ درخت وہیں تھا اور بہت بڑا چھتنار ہو گیا تھا۔ گزرتے ہوئے ماہ و سال اس کے ساتھ بھلائی کرتے گزرے تھے۔ ناک اوپر کرتے ہوئے اس نے ہوا کو سونگھا ہوا میں دیوالی کی خوشبو تھی۔ شہر کی سڑکوں پر دودھ جیسی کھیلیں اور بتاشے بکھرے پڑے تھے اور مٹی کی سوندھی خوشبو والے دیے۔ ابرک بھرے ہاتھی اور گجریاں۔ ابھی بدا کہیں سے تھال بھر کھیلیں، بتاشے اور مٹھائی لیے برآمد ہوگی اور ایک پڑیا بھر پیڑے الگ سے صفیہ کے ہاتھ میں پکڑائے گی اور پھلجھڑیوں کی روشنی میں دونوں کے چہرے ایک ساتھ گلنار ہو اٹھیں گے۔ اس کا دس سالہ بیٹا جو سال بھر کی عمر کے بعد یہاں پھر نہیں آسکا تھا۔ اس کے احساسات سے بے خبر حیرت سے سب کچھ یوں دیکھ رہا تھا، جیسے وہ میوزیم کے ایک گوشے میں کھڑا ہو۔ اس کی سمجھ میں اسٹیشن پر لینے آئے ہوئے لوگ بھی نہیں آرہے تھے جو اس کے ماموں ممانی تھے اور گھر کی سیڑھیاں چڑھتے وقت صفیہ کی آنکھوں سے لگی آنسوؤں کی جھڑی بھی اس کی عقل سے پرے تھی۔ ممی بغیر کسی وجہ کے یوں روئے کیوں جا رہی ہیں۔ ایسی بے وقوف تو وہ کبھی نہیں تھیں۔

اتنے زمانے بعد آپا آئیں بھی تو آج کل۔ چھوٹی بھاوج کہہ رہی تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ لڑکی کو ساتھ نہیں لائیں۔ اس کا لہجہ صفیہ کو بے چین کر گیا۔ وہ جان بوجھ کر تہوار کے زمانے میں آئی ہے۔ ہولی دیوالی دیکھنے کو آنکھیں ترس گئیں۔ مٹی کے کھلونوں کو وہ خواب میں دیکھتی ہے۔ اور رنگ کی پچکاریوں کو اور دیہاتی طرز سے سجے گھروندے کو جو

इकलौती बहन बड़ी शिद्दत से याद आई थी जो घर गृहस्ती में ऐसी उलझी थी कि बरसों मैके का रुख़ नहीं कर पाती थी। दीवाली के घरौंदे ख़्वाबो ख़्याल हो गए थे। अब न कोई झगड़ने को था न मुहब्बतें निछावर करने को। वह बाक़ाएदा रो पड़ा था।

इमली के पत्ता, नवा नवा पत्ता— एयर इण्डिया के जम्बूजेट के दिल्ली हवाई अड्डे पर उतरते वक़्त एयर होस्टेस की शुस्ता[1] अंग्रेज़ी में न जाने कहां से उन देहाती बच्चों की आवाज़ें आकर मिल गई थीं। पच्चीस तीस साल पुरानी आवाज़ें। यह गली में अब भी गूंजती होंगी। बच्चे यूंही शोर मचाते होंगे। सुबह सुबह बूढ़े खान्चे वाले की आवाज़, जाड़ों की ठण्डी यख़ हवा को काटती बच्चों को बिस्तर से उठाती होगी— ताज़ा हलवा— मारे घी के नहीं खाया जाएगा— और मुहल्ले का कोई बुज़ुर्ग हंस कर कहता होगा। चोट्टा कहीं का। डालडा में हलवा बनाता है ऊपर से ज़रा सा घी चुपड़ देता है और काकी ढींट कालू को उठाते हुए चिल्लाती होंगी "जा सुअरी के बारे मा" (जा सुवर के बाड़े में) और बिद्दा दीवाली में घरौंदे सजाती होगी सफ़िया के बग़ैर।

इमली के पत्ता— नवा नवा पत्ता। दिल्ली से लेकर घर के सफ़र के दौरान रेल गाड़ी की छक छक में भी कोई कबड्डी खेलता रहा। खिड़की से बाहर भागते मनाज़िर में सफ़िया को वह बच्चे दिखाई देते रहे जो बरस हा बरस से उस के इर्द गिर्द घूम रहे थे। ट्रेन ने ख़ाके-वतन[2] का चूमा तो उस ने जल्दी जल्दी गरदन लम्बी करके प्लेटफ़ार्म के पास लगे गुलमोहर के दरख़्त को देखना चाहा— दरख़्त वहीं था और बहुत बड़ा छतनार हो गया था। गुज़रते हुए माहोसाल उस के साथ भलाई करते गुज़रे थे। नाक ऊपर करते हुए उस ने हवा को सूंघा। हवा में दीवाली की ख़ुश्बू थी। शहर की सड़कों पर दूध जैसी खीलें और बताशे बिखरे पड़े थे और मिट्टी की सोंधी ख़ुश्बू वाले दीये। अबरक फिरे हाथी और गुजरियां अभी बिद्दा कहीं से थाल भर खीलें, बताशे और मिठाई लिए बरामद होगी और एक पुड़िया भर पेड़े अलग से सफ़िया के हाथ में पकड़ाएगी और फुलझड़ियों की रौशनी में दोनों के चेहरे एक साथ गुलनार हो उठेंगे। उस का दस साला बेटा जो साल भर की उम्र के बाद यहां फिर नहीं आ सका था। उस के एहसासात से बेख़बर हैरत से सब कुछ यूं देख रहा था, जैसे वह म्युज़ियम के एक गोशे[3] में

1. साफ़ सुथरी 2. राष्ट्र भूमि 3. कोने

اتنا خوبصورت ہوا کرتا تھا۔ اور محبت کی مٹھاس بھری اس سہیلی کو جو اس قدر جاہل تھی کہ میاں کو خط نہیں لکھ پاتی تھی۔ وہ آج کل کیوں نہ آتی۔ دیوالی تو ایسا محبت بھرا تہوار ہے روشن اور میٹھا۔ وہ چھجے پر چلی آتی ہے اور چق ہٹا کر باہر دیکھتی ہے۔ وہ سارے بچے سڑک پر بکھرے ہوئے ہیں۔ بالکل حقیقی۔ نور محمد میاں کا بکرا یوں ہی جگالی کر رہا ہے۔ کھپریل کے نیچے طاہر میاں کی مشین رواں دواں ہے۔ اور چھوٹے لال ترکاری کچوری کا ناشتہ کر کے توند پر ہاتھ پھیرتا ڈکار لے رہا ہے اور شام کو دھن تیرس کی خریداری کرنے والوں کے انتظار میں دکانیں سج رہی ہیں۔ اچانک سڑک پر زور کا شور بلند ہوتا ہے۔ زور زور کی آوازیں۔ ساتھ میں گالیاں بھی۔ گلی میں بہت سے لوگ اکٹھا ہونے لگے ہیں۔ چھوٹی بھاوج اندر سے ہڑبڑائی ہوئی آتی ہے۔

''کیا ہو رہا ہے آپا۔۔۔؟ کیا ہوا۔۔۔؟'' اس کا چہرہ فق ہے۔

پتہ نہیں۔ سمجھ نہیں آرہا۔ شاید کچھ لوگ اچانک ہی لڑ پڑے ہیں۔ خدا خیر کرے۔ یہ ابھی تک نہیں آئے۔ باہر ہی ہیں۔ الطاف آتا ہی ہوگا۔ تم اتنی فکر مند کیوں ہو۔ گلی محلے میں لوگ اکثر یوں ہی لڑ پڑتے ہیں۔

آپ کو نہیں پتا کیا کہ یہاں کیسا ماحول ہے آج کل۔ وہ اپنے لہجے میں جھنجھلاہٹ دبانے کی کوشش کرتے ہوئے کہتی ہے۔ اسی وقت کسی بچے نے آلو بم چھوڑا اور وہ گز بھر اچھل پڑی۔ اس کا پندرہ سالہ بیٹا عامر بالکونی میں نکلنا چاہتا ہے تو وہ اسے پیچھے گھسیٹ لیتی ہے۔ ''ممی دیکھنے دیجیے۔ ذرا سچویشن تو معلوم ہو جائے۔ صفیہ کو عامر اس لمحے اچانک بڑا ہوتا معلوم ہوتا ہے۔ بڑا اور سنجیدہ۔ چند منٹوں بعد پورا ماحول جیسے ایک اطمینان کی سانس لیتا ہے۔ پرلی گلی میں بسے سنار کا بڑا بیٹا بہت زیادہ پی آیا تھا اور چھوٹے بھائی پر ہاتھ اٹھا بیٹھا تھا۔ پھر گھر کی عورتیں بھی آپس میں الجھ گئی تھیں۔ صفیہ ہنسنے لگی۔ ایسے موقعوں پر نور محمد چاچا اپنی داڑھی ہلاتے باہر نکل آیا کرتے تھے۔ اور ڈانٹ ڈپٹ کر کے کبھی سمجھا بجھا کے معاملہ رفع دفع کرتے تھے۔

اب دبک کے گھر میں بیٹھ جاتے ہیں۔ بھاوج کا لہجہ تلخ تھا اور رنجیدہ بھی۔ کون سنتا ہے ان پرانے دقیانوس بڈھوں کی جو امن و آشتی کی باتیں کرتے اور لڑنے والوں میں صلح

खड़ा हो।

उस की समझ में स्टेशन पर लेने आए हुए लोग भी नहीं आ रहे थे जो उस के मामू मुमानी थे और घर की सीढ़ियां चढ़ते वक़्त सफ़िया की आंखों से लगी आंसूओं की झड़ी भी उस की अक़्ल से परे थे। मम्मी बग़ैर किसी वजह के यूं रोए क्यों जा रही हैं। ऐसी बेवक़ूफ़ तो वह कभी नहीं थीं।

इतने ज़माने बाद आपा आईं भी तो आजकल। छोटी भावज कह रही थी। खुदा का शुक्र है कि लड़की को साथ नहीं लाईं। उस का लहजा सफ़िया को बेचैन कर गया। वह जानबूझ कर त्योहार के ज़माने में आई है। होली दीवाली देखने को आंखें तरस गईं। मिट्टी के खिलौनों को वह ख़्वाब में देखती है और रंग की पिचकारियों को और देहाती तर्ज़ से सजे घरौंदे को जो इतना ख़ूबसूरत हुआ करता था और मुहब्बत की मिठास भरी उस सहेली को जो इस क़द्र जाहिल थी कि मियां को ख़त नहीं लिख पाती थी। वह आजकल क्यों न आती। दीवाली तो ऐसा मुहब्बत भरा त्योहार है। रौशन और मीठा। वह छज्जे पर चली आती है और चिक़ हटाकर बाहर देखती है। वह सारे बच्चे सड़क पर बिखरे हुए हैं। बिल्कुल हक़ीक़ी। नूर मुहम्मद मियां का बकरा यूंही जुगाली कर रहा है। खपरेल के नीचे ताहिर मियां की मशीन रवां दवां है। और छोटे लाल तरकारी कचौरी का नाश्ता करके तोन्द पर हाथ फेरता डकार ले रहा है। और शाम को धनतेरस की ख़रीदारी करने वालों के इंतज़ार में दुकानें सज रही हैं। अचानक सड़क पर ज़ोर का शोर बुलन्द होता है। ज़ोर ज़ोर की आवाज़ें। साथ में गालियां भी। गली में बहुत से लोग इकट्ठा होने लगे हैं। छोटी भावज अन्दर से हड़बड़ाई हुई आती है। "क्या हो रहा है आपा— ? क्या हुआ— ?" उस का चेहरा फ़क़ है।

"पता नहीं, समझ में नहीं आ रहा। शायद कुछ लोग अचानक ही लड़ पड़े हैं।"

खुदा ख़ैर करे। यह अभी तक नहीं आए। बाहर ही हैं। अलताफ आता ही होगा। तुम इतनी फ़िक्रमन्द क्यों हो। गली मुहल्ले में लोग अकसर यूंही लड़ पड़ते हैं।

"आप को नहीं पता क्या कि यहां कैसा माहौल है आजकल। वह अपने लहजे में झुंझलाहट दबाने की कोशिश करते हुए कहती है। उसी वक़्त किसी बच्चे ने आलू बम छोड़ा, और वह गज़ भर उछल पड़ी। उस का पन्द्रह साला बेटा

کرایا کرتے تھے۔ وہ اب آؤٹ ڈیٹیڈ ہیں۔

اور کا کی ....

کا کی کو مرے تین سال ہو گئے۔

صفیہ نے ٹھنڈی سانس لی گرہستی کی گاڑی ڈھوتی۔ کچے پکے بچے پیدا کرتی۔ ان کے شادی بیاہ زچگی اور جاپے نمٹاتی۔ محدود آمدنی کو ربڑ کی طرح کھینچنے کی کوشش کرتی، اپنی صحت کی طرف سے لاپروا۔ کا کی اور اماں دونوں نہیں رہی تھیں۔ پچھلی بار صفیہ گھر آئی تو تھیں۔ اس کا یہ بیٹا جو ساتھ آیا ہے کوئی سال بھر کا تھا۔ اپنے بدا کے گاؤں سندیسہ بھجوایا تھا اور وہ دوسرے ہی دن چلی آئی تھی۔ کڑھی ہوئی چادر میں اس کا گورا بھرپور جوان چہرہ چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ کجراری آنکھیں مٹکا کر اس نے صفیہ کے بیٹے سے کہا تھا۔ ہم کا چینھ لیو۔ ہم تہار موسی لاگیں۔

پھر پلو میں ہاتھ ڈال کر چاندی کا موٹا سا کڑا اس کے ہاتھ میں پہنا دیا تھا۔ پھر کا کی آئی تھیں گھٹنوں پر ہاتھ دھرے۔ ان کی آنکھوں میں موتیا بند اتر رہا تھا اور جوڑوں میں گٹھیا۔ میلی دھوتی کے آنچل سے کھول کر مڑا تڑا پانچ روپے کا نوٹ صفیہ کے بیٹے کو دیا تھا۔ ان کے جانے کے بعد اماں نے کہا تھا۔ بڑے لالہ تو گزر گئے۔ للائن کو ان کا بیٹا زیادہ پیسے نہیں دیتا۔ کہتا ہے بوڑھیا بلا وجہ خرچ کرتی رہتی ہے اب ان کے دیے پانچ روپئے تبرک سمجھو۔

یہ کالو بڑا ہو کر ایسا نکلا۔ چھوٹا تھا تو اماں کے پلو سے بندھا بندھا پھرتا تھا ملے تو گوشمالی کروں۔

اماں نے ٹھنڈی سانس لی تمہارے ابا کے بعد کیا میرے پاس بھی کبھی زیادہ پیسے ہو پاتے ہیں۔ دو روٹی کھلا کر لڑکے سمجھتے ہیں کہ ماں کو کسی اور چیز کی ضرورت نہیں۔ اب تم آئی ہو بچوں کے ساتھ کیا تمھیں میں خالی ہاتھ بھیج دوں؟ اماں اور للائن کے دکھ اب ایک ہی تھے۔

صفیہ کے شوہر ان دنوں دبئی جانے کی سوچ رہے تھے۔ ویسے بھی اچھی ملازمت میں تھے۔ اسے کسی چیز کی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن ایسا کہہ کر اماں کا دل نہیں دکھانا چاہتی

आमिर बालकोनी में निकलना चाहता है तो वह उसे पीछे घसीट लेती है ''मम्मी देखने दीजिए। ज़रा सिचुऐशन तो मालूम हो जाए। सफ़िया को आमिर उस लम्हे अचानक बड़ा होता हुआ मालूम होता है। बड़ा और संजीदा। चन्द मिनटों बाद पूरा माहौल जैसे एक इतमीनान की सांस लेता है। परली गली में बसे सुनार का बड़ा बेटा बहुत ज़्यादा पी आया था और छोटे भाई पर हाथ उठा बैठा था। फिर घर की औरतें भी आपस में उलझ गई थीं। सफ़िया हंसने लगी। ऐसे मौक़ों पर नूर मुहम्मद चाचा अपनी दाढ़ी हिलाते बाहर निकल आया करते थे और डांट डपट करके कभी समझा बुझाके मामला रफ़ा दफ़ा करते थे।

अब दुबक कर घर में बैठ जाते हैं। भावज का लहजा तल्ख़ था और रंजीदा भी। कौन सुनता है इन पुराने दक़यानूस बुढ़ों की जो अम्न-ओ-आशती की बातें करते और लड़ने वालों में सुलह कराया करते थे। वह अब आऊट डेटेड हैं।

और काकी—

काकी को मरे तीन साल हो गए। सफ़िया ने ठण्डी सांस ली। गृहस्ती की गाड़ी ढोती। कच्चे पक्के बच्चे पैदा करती। उन के शादी ब्याह ज़चकी और जापे निपटाती महदूद आमदनी को रबर की तरह खींचने की कोशिश करतीं, अपनी सेहत की तरफ़ से लापरवाह। काकी और अम्मां दोनों नहीं रही थीं। पिछली बार सफ़िया घर आई थी तो थीं। उस का यह बेटा जो साथ आया है कोई साल भर का था। उस ने बिद्दा के गांव संदेसा भिजवाया था और वह दूसरे ही दिन चली आई थी। कढ़ी हुई चादर में उस का गोरा भरपूर जवान चेहरा चाँद की तरह चमक रह था। कजरारी आंखें मटका कर उस ने सफ़िया के बेटे से कहा था। हम का चीन्हलीओ! हम तोहार मौसी लागी--फिर पल्लू में हाथ डालकर चाँदी का मोटा सा कड़ा उस के हाथ में पहना दिया था फिर काकी आई थीं घुटनों पर हाथ धरे। उन की आंखों में मोतिया बिन्द उतर रहा था और जोड़ों में गठिया। मैली धोती के आंचल से खोलकर मुड़ातुड़ा पांच रुपया का नोट सफ़िया के बेटे को दिया था। उनके जाने के बाद अम्मा ने कहा था। बड़े लाला तो गुज़र गए। ललाइन को उन का बेटा ज़्यादा पैसे नहीं देता। कहता है बुढ़िया बिला वजह ख़र्च करती रहती हैं। अब उन के दिए पांच रुपये तबर्रुक[1] समझो।

यह कालू बड़ा होकर ऐसा निकला। छोटा था तो अम्मां के पल्लू से बन्धा बन्धा फिरता था। मिले तो गोशमाली[2] करूं।

1. पवित्र प्रसाद 2. कान ऐंठना

تھی۔ کئی حیلے تراش کر اس نے اماں کو پانچ سو روپے دینے چاہے تھے کہ رکھ لیں۔ وقت بے وقت کام آئیں گے، لیکن اماں رونے لگیں بیٹی سے پیسے لے لوں؟ یہی ذلت باقی ہے کیا؟ وہ تیری سہیلی بدا نے بھی ایک بار للائن کو ایسے ہی ذلیل کیا تھا۔ انھوں نے تو یہ خیال بھی نہیں کیا کہ بیاہی ہے اور اولاد والی بھی۔ نکال کر چپل دو لگائے اس کو۔ بیٹا میرا سر ابھی اونچا ہے۔ دو چار دس دے کر ہی وداع کردوں گی۔ ہاں پانچ سو نہیں دے سکتی۔ اماں کی اور للائن کی اقدار بھی ایک ہی تھیں۔ صفیہ کی آنکھیں نم ہو اٹھیں بدا اس سے تھوڑی ہی بڑی تھی، لیکن اتنی کم عمری میں بیاہی گئی تھی کہ صفیہ کی شادی ہونے تک اس کے یہاں کئی بچے ہو چکے تھے۔ اب تو وہ نانی دادی بھی ہو چکی ہوگی پتا نہیں سسرال وہیں ہے یا یہ لوگ کہیں اور چلے گئے۔ سندیسہ بھجوانے پر کیا اب بھی ویسے ہی دوڑی آسکے گی۔ بھاوج سے اس نے پوچھا تو وہ صفیہ کا منہ دیکھنے لگی ''کون بدا -- راجا رام کی بہن؟''

ہاں وہی اور کون؟

وہ بھی مر گئی۔ کب کی کاکی کے سامنے ہی مری تھی۔

بدا مر گئی۔ یکا یک کسی نے پھونک مار کر سارے شہر کے دیے گل کر دیے۔

راجا رام کی فیملی تو محلے میں ہے نا؟ بہت دیر کی خاموشی کے بعد صفیہ نے رنجیدہ لہجے میں پوچھا۔ ہے تو۔ بھاوج کا لہجہ سپاٹ تھا۔ کسی سے کہلوا دینا میں آئی ہوئی ہوں۔ کالو ضرور آئے گا۔ نہیں آسکا تو میں جاؤں گی۔ بھاوج کوئی جواب نہ دے کر خاموشی سے رات کے کھانے کی تیاریوں میں لگ گئی۔ گہری ہوتی شام میں دھن تیرس کا میلہ رواں دواں تھا۔ ایک سناٹا صفیہ کے اندر اترنے لگا۔ یہ کوئی مرنے کی عمر تھی پچاس کو بھی نہیں پہنچ سکی۔ اماں نہیں، کاکی نہیں، بدا نہیں، سناٹے سے ڈر کر وہ عامر اور ریشماں سے باتیں کرنے لگی۔

''تم لوگ پٹاخے نہیں لائے''

''پٹاخوں سے مجھے ڈر لگتا ہے پھوپھی'' ریشماں دھیرے سے کہتی ہے۔

''کبھی جل گئی تھیں کیا بیٹا؟''

سنارا شہر جل گیا تھا پھوپھی۔ ریشماں کے لہجے میں ایک درد تھا۔ ایک کاٹ اور

अम्मां ने ठण्डी सांस ली। तुम्हारे अब्बा के बाद क्या मेरे पास भी कभी ज़्यादा पैसे हो पाते हैं। दो रोटी खिलाकर लड़के समझते हैं कि मां को किसी और चीज़ की ज़रूरत ही नहीं। अब तुम आई हो बच्चों के साथ। क्या तुम्हें मैं खाली भेज दूं? अम्मां और ललाइन के दुख अब एक ही थे।

सफ़िया के शौहर उन दिनों दुबई जाने की सोच रहे थे। वैसे भी अच्छी मुलाज़मत में थे। उसे किसी चीज़ की जरुरत नहीं थी। लेकिन ऐसा कह कर अम्मां का दिल नहीं दुखाना चाहती थी। कई हीले तराश कर उस ने अम्मां को पांच सौ रुपये देने चाहे थे कि रख लें। वक़्त बे वक़्त काम आऐंगे, लेकिन अम्मां रोने लगीं। बेटी से पैसे ले लूं? यही ज़िल्लत बाक़ी है क्या? वह तेरी सहेली बिद्दा ने भी एक बार ललाइन को ऐसे ही ज़लील किया था। उन्होंने तो यह ख़्याल भी नहीं किया कि ब्याही है और औलाद वाली भी, निकालकर चप्पल दो लगाए उस को। बेटा मेरा सर अभी ऊंचा है। दोचार दस दे कर ही विदा कर दूंगी हां पांच सौ नहीं दे सकती। अम्मां की और ललाइन की अक़दार भी एक ही थीं।

सफ़िया की आंखें नम हो उठीं। बिद्दा उस से थोड़ी ही बड़ी थी, लेकिन इतनी कम उमरी में ब्याही गई थी कि सफ़िया की शादी होने तक उस के यहां कई बच्चे हो चुके थे। अब तो वह नानी दादी भी हो चुकी होगी। पता नहीं ससुराल वहीं है या यह लोग कहीं और चले गए। सनदेसा भिजवाने पर क्या अब भी वैसे ही दौड़ी आ सकेगी भावज से उस ने पूछा तो वह सफ़िया का मुंह देखने लगी।
"कौन बिद्दा— राजा राम की बहन?"

हां वही और कौन?

वह भी मर गई, कब की। काकी के सामने ही मरी थी।

बिद्दा मर गई—यकायक[1] किसी ने फूंक मार कर सारे शहर के दीये गुल कर दिए।

राजा राम की फ़ेमिली तो मुहल्ले में है ना?

बहुत देर की ख़ामोशी के बाद सफ़िया ने रंजीदा लहजे में पूछा। "है तो," भावज का लहजा सपाट था। किसी से कहलवा देना मैं आई हुई हूं। कालू ज़रूर आएगा। नहीं आ सका तो मैं जाऊंगी। भावज कोई जवाब न दे कर ख़ामोशी से रात के खाने की तैयारियों में लग गईं। गहरी होती शाम में धनतेरस का मेला रवां दवां था। एक सन्नाटा सफ़िया के अन्दर उतरने लगा। यह कोई मरने की उम्र थी।

1. अचानक

چہرے پر خوف۔

سناٹا صفیہ کے دل میں اور گہرا ہو گیا۔ وہ گھبرا کر دوبارہ بالکونی میں آ گئی۔ محلے میں چھوٹی دیوالی کے دیے جگنوؤں کی طرح جھلمل جھلمل کرنے لگے تھے۔ سڑک پر ایک چھوٹی سی لڑکی کروشیا سے بنے خوان پوش سے ڈھکی پیتل کی تھالی لیے لپ جھپ چلی جا رہی تھی۔ بچی کے نقوش بے حد مانوس اور جانے پہچانے سے تھے۔

"یہ آپ کے کالو......ارے راجا رام کی بیٹی ہے" ریشماں جو صفیہ کے پیچھے پیچھے چلی آئی تھی کہہ رہی تھی۔ پکارو، پکارو، بلاؤ اسے صفیہ نے بے چین ہو کر بے تابی سے کہا بلاؤ نا ریشماں کیا نام ہے اس کا؟

شاید ہی آئے ریشماں نے اسے پکارا۔ منجو۔ او منجو۔ منجو گھر کے چبوترے تک آ کر رک گئی۔ صفیہ تیز تیز قدموں سے سیڑھیاں اتر کر نچلی منزل پر آ گئی چق ہٹا کر اس نے بچی سے کہا "اوپر چڑھ آؤ بیٹا۔ کمرے میں تو آؤ"

لڑکی بہت جھجکتی ہوئی اوپر آئی صفیہ نے بڑھ کر اسے گلے سے لگایا۔ وہ حیران ہو کر اس اجنبی عورت کو ٹکر ٹکر دیکھنے لگی۔

"اپنے بابو جی سے کہنا" قیمتی لباس والی اس پختہ عمر خوبصورت عورت نے منجو سے کہا منجو نے درمیان سے بات کاٹ دی۔ "ہم انھیں پاپا کہتے ہیں۔"

صفیہ ہنسنے لگی۔ اچھا بھائی اپنے پاپا سے کہنا الطاف چاچا کی بڑی دیدی آئی ہیں تو تم ان سے ملنے نہیں آئے۔ اور یہ بھی کہنا کہ تمھارا نام تو کالو تھا تم راجا رام کب سے ہو گئے۔ اور پتہ ہے۔ صفیہ نے بچی کو لپٹائے لپٹائے دھیرے سے اس کے کان میں کہا۔ "کالو ہی نہیں کالو۔ بھالو خالو" حیرانی کی جگہ لڑکی کے چہرے پر مسکراہٹ کھیلنے لگی۔ پھر وہ ایک دم سے ہنس پڑی۔

"آپ کون ہیں؟ اس نے صفیہ سے آخر سوال کر ہی دیا۔

"ہم تمہار پھوالا گیں ہو—"

صفیہ نے اس کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے سوچا کہ اس نے بدا کا تھوڑا سا قرض چکا دیا ہے۔ لڑکی ہنستے ہنستے پھر حیران ہو گئی۔ اس گھر میں اس کی پھوا کیسے آ سکتی

पचास को भी नहीं पहुंच सकी। अम्मां नहीं, काकी नहीं, बिद्दा नहीं। सन्नाटे से डर कर वह आमिर और रेशमा से बातें करने लगी।

"तुम लोग पटाख़े नहीं लाए?"

"पटाख़ों से मुझे डर लगता है फूफी" रेशमा धीरे से कहती है।

"कभी जल गई थी क्या बेटे?"

सारा शहर जल गया था फूफी। रेशमा के लहजे में एक दर्द था। एक काट और चेहरे पर ख़ौफ़।

सन्नाटा सफ़िया के दिल में और गहरा हो गया। वह घबराकर दोबारा बालकोनी में आ गई। मुहल्ले में छोटी दीवाली के दीये जुगनुओं की तरह झिलमिल झिलमिल करने लगे थे। सड़क पर एक छोटी सी लड़की किरोशिया से बुने ख़्वान पोश से ढकी पीतल की थाली लिए लप झप चली जा रही थी। बच्ची के नुक़ूश[1] बेहद मानूस[2] और जाने पहचाने से थे।

यह आप के कालू...... अरे राजा राम की बेटी है। "रेशमा जो सफ़िया के पीछे पीछे चली आई थी कह रही थी। पुकारो ,पुकारो, बुलाओ उसे । सफ़िया ने बेचैन होकर भतीजी से कहा। बुलाओ ना रेशमां। क्या नाम है उसका?

शायद ही आए। रेशमा ने उसे पुकारा: मन्जू, ओ मन्जू—— मन्जू घर के चबूतरे तक आकर रुक गई। सफ़िया तेज़ तेज़ क़दमों से सीढ़ियां उतर का निचली मंज़िल पर आ गई। चिक़ हटाकर उस ने बच्ची से कहा। "ऊपर चढ आओ बेटा— कमरे में तो आओ।"

लड़की बहुत झिझकती हुई ऊपर आई— सफ़िया ने बढ़कर उसे गले से लगा लिया। वह हैरान होकर उस अजनबी औरत को टुकुर टुकुर देखने लगी।

"अपने बाबू जी से कहना—" क़ीमती लिबास वाली उस पुख़्ता उमर ख़ूबसूरत औरत ने मन्जू से कहा। मन्जू ने दरमियान से बात काट दी "हम उन्हें पापा कहते हैं।"

सफ़िया हंसने लगी। अच्छा भाई अपने पापा से कहना, अलताफ़ चाचा की बड़ी दीदी आई हैं। तो तुम उन से मिलने क्यूँ नहीं आए। और यह भी कहना कि तुम्हारा नाम तो कालू था। तुम राजाराम कब से हो गए। और पता है— सफ़िया ने बच्ची को लिपटाए लिपटाए धीरे से उस के कान में कहा "कालू ही नहीं कालू, भालू , खालू" हैरानी की जगह लड़की के चेहरे पर मुस्कुराहट खेलने लगी। फिर

---

1. नक़्श (चिह्न) का बहुवचन 2. जाने-पहचाने

ہے، مگر محبت کی مٹھاس کا ذائقہ اس کی سمجھ سے پرے نہیں ہے۔ کسی کی سمجھ سے بھی نہیں ہوتا۔ واپس جاتے ہوئے وہ صفیہ کی طرف دیکھ کر مسکراتی ہے۔

الطاف کے منع کرنے کے باوجود صفیہ کالو کے یہاں جانے پر تلی رہی۔ راجا رام اب یہاں نہیں آتا۔ الطاف نے بتایا تھا۔ بس کہیں دکھائی دیتا ہے تو دعا سلام ہو جاتا ہے۔ کئی بار تو محسوس ہوا ہم دونوں ہی دعا سلام سے بھی کترا رہے ہیں۔

وجہ—؟

آپا بھولی تو نہیں ہو تم۔ بس بال کی کھال نکالتی ہو۔ وہ کسی پارٹی میں شامل ہو گیا ہے۔ دو سال پہلے شہر میں بڑی کشیدگی ہو گئی تھی۔ اس وقت دیواروں پر نعرے لکھنے میں سنا ہے اس کا بھی ہاتھ تھا۔ کیا ضرورت ہے اس کے یہاں جانے کی۔

الطاف، تم اور راجا اسکول میں ایک ساتھ پڑھتے تھے۔ ایک دو درجے آگے پیچھے شاید۔ صفیہ کے لہجے میں دکھ تھا۔

ہاں نور محمد چچا کے باغ سے امرود بھی ساتھ ہی چراتے تھے۔ پھر ایک بار چچا کی چھت پر چور کودا تھا تو ہم دونوں ساتھ ہی اسے پکڑنے دوڑے تھے۔

''اور محلے کی بجبجاتی نالیاں صاف کرنے کے لیے تمہارے اسکول نے شرم دان کی اسکیم بنائی تھی تو تم دونوں بھائیوں نے ساتھ ساتھ صفائی کی تھی نہ ....'' بوجھل دل کے ساتھ بات کرتی صفیہ کے چہرے پر مسکراہٹ کی لکیریں رینگنے لگی تھیں۔ نہ جانے کتنے دن تک اس نے کالو کو اس بات پر چڑایا تھا۔ وہ ہاتھ پیر پھینک کر لڑنے والا چھوٹا لڑکا اب ایک اچھے خاصے کاروبار کا مالک ہے۔ شادی شدہ ہے اور کئی بچوں کا باپ۔ مگر ذہن میں وہی تصویریں چلتی ہیں اس کی۔ وہ جو صفیہ کی رخصتی کے وقت آنکھیں ٹپٹپا ٹپٹپا کر آنسو پی رہا تھا۔ اسے کسی نے ورغلایا ہے۔ کس نے سکھایا ہے اسے یہ سب؟

وہ سامنے چبوترے پر ہی بیٹھا ملا تھا۔ جھانویں سے رگڑ رگڑ کر پیر صاف کرتا۔ چبوترہ بالکل ویسا ہی تھا۔ کونے میں اسکی بیٹیوں کا بنایا ہوا گھروندا سر اٹھائے کھڑا تھا۔ شام کو اس کی منڈیروں پر رکھی دیوں کی لویں انسانی امیدوں کی طرح جگمگا اٹھیں گی۔ صفیہ کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے کر مروڑا۔ صفیہ کو دیکھ کر وہ ہڑبڑا گیا تھا اور کچھ دیر یونہی دیکھتا رہا

वह एक दम से हंस पड़ी।

"आप कौन हैं?" उस ने सफ़िया से आख़िर सवाल कर ही दिया।

"हम तुहार फूवा लागीं हो।" सफ़िया ने उस के सर पर प्यार से हाथ फेरते हुए सोचा कि उस ने बिद्दा का थोड़ा सा क़र्ज़ चुका दिया है। लड़की हंसते हंसते फिर हैरान हो गई। इस घर में उसकी फुवा कैसे आ सकती है। मगर मुहब्बत की मिठास का ज़ाएक़ा उस की समझ से परे नहीं है किसी की समझ से भी नहीं होता। वापस जाते हुए वह सफ़िया की तरफ़ देखकर मुस्कुराती है।

अलताफ़ के मना करने के बावजूद सफ़िया कालू के यहां जाने पर तुली रही। राजा राम अब यहां नहीं आता। अलताफ़ ने बताया था। बस कहीं दिखाई देता है तो दुआ सलाम हो जाता है। कई बार तो महसूस हुआ हम दोनों ही दुआ सलाम से भी कतरा रहे हैं।

वजह...... ?

आपा भोली तो नहीं हो तुम। बस बाल की खाल निकालती हो। वह किसी पार्टी में शामिल हो गया है। दो साल पहले शहर में बड़ी कशीदगी[1] हो गई थी। उस वक़्त दीवारों पर नारे लिखने में सुना है उस का भी हाथ था। क्या ज़रूरत है उसके यहां जाने की।

अलताफ़, तुम और राजा राम स्कूल में एक साथ पढ़ते थे। एक दो दर्जे आगे पीछे शायद। सफ़िया के लहजे में दुख था।

हां नूर मुहम्मद चचा के बाग़ से अमरूद भी साथ ही चुराते थे। फिर एक बार चचा की छत पर चोर कूदा था तो हम दोनों साथ ही उसे पकड़ने दौड़े थे।

"और मुहल्ले की बिजबिजाती नालियां साफ़ करने के लिए तुम्हारे स्कूल ने श्रम दान की स्कीम बनाई थी तो तुम दोनों भाईयों ने साथ साथ सफ़ाई की थी......" बोझल दिल के साथ बात करती सफ़िया के चेहरे पर मुस्कुराहट की लकीरें रेंगने लगी थीं। न जाने कितने दिन तक उसने कालू को इस बात पर चिढ़ाया था। वह हाथ पैर फेंक कर लड़ने वाला छोटा लड़का अब एक अच्छे ख़ासे कारोबार का मालिक है। शादी शुदा है और कई बच्चों का बाप। मगर ज़ेहन में वही तसवीरें चलती हैं उस की। वह जो सफ़िया की रुख़सती के वक़्त आँखें टिपटिपा-टिपटिपाकर आंसू पी रहा था। उसे किसी ने वरग़लाया है। किस ने सिखाया है उसे यह सब?

---

1. तनाव

تھا۔ بہت سے پَل ان دونوں کے درمیان سے گزر گئے تھے۔

چینہت ہو کہ ناہیں؟ صفیہ نے اس میٹھی بولی میں کہا جو عرصہ ہوا سنائی دینا بند ہو گئی تھی۔ وہ بولی جو راجا رام بول سمجھ سکتا تھا۔ دہی میں کوئی نہیں۔

پہچان رہے ہیں۔ صفیہ دیدی ہو۔ کب آئیں؟ اس کے لہجے میں جوش و مسرت کا کوئی شائبہ نہیں تھا۔ صفیہ پر اداس سی پڑ گئی۔

''معلوم تو ہوا ہوگا کہ ہم آئے ہیں پھر آئے کیوں نہیں؟

وہ سر کھجانے لگتا ہے۔ کاروبار پھیلا لیا ہے۔ دس جھمیلے ہیں۔ فرصت نہیں ملتی۔ وہ بیوی کو آواز دیتا ہے۔ ''منجو کی ماں''۔

سنا ہے ویسے بھی آنا جانا بند کر رکھا ہے۔ بھیا سے جھگڑا کیا ہے کیا؟ اس کا بھی منہ پھولا ہوا تھا۔ وہ صفیہ کی بات کا کوئی جواب نہیں دیتا۔ بدستور جھانویں سے پیر رگڑتا رہتا ہے پھر بیوی کو دوبارہ پکارتا ہے۔ ''تنی چاہ لیے آوَ دو گلاس''۔

چائے وائے چھوڑو۔ بچے کتنے ہیں۔ کتنے بڑے ہوئے۔ لڑکیوں کو پڑھا رہے ہو کہ نہیں؟ پچھلی بار آئی تو تم سے ملاقات نہیں ہو سکی تھی۔ تم باہر گئے ہوئے تھے۔ تمھاری دلہن میکے گئی ہوئی تھی۔ بدا آئی تھی اور کا کی بدا کو کیا ہو گیا تھا کالو...... بدا کیسے مرگئی۔

راجا رام کی بیوی ہاتھ میں دو اسٹیل کے گلاس لیے ہوئے باہر آئی۔ ساڑی کا آنچل ماتھے تک کھنچا ہوا تھا۔ اس نے گلاس پیڑھی پر رکھے۔ صفیہ کو پرنام کیا۔

اس سے پوچھ لو۔ یہی سب بتائے گی۔ بیٹھ جاؤ ہو۔ بدا دیدی کی سکھی ہیں۔ وہ چائے لیے بغیر اٹھنے لگا۔

''دکان جانا ہے دیر ہو رہی ہے'' صفیہ نے کالو کی بیوی کی طرف دیکھا۔ نصف گھونگھٹ کے اندر اس کی آنکھوں میں کوئی جذبہ ایسا نہیں تھا جسے پڑھا جا سکے۔ بس ایک اجنبی لاتعلقی کا احساس۔

''چائے نہیں پئیں ہمیں'' صفیہ کی آواز میں غم و غصہ دونوں ہیں۔ ''کالو ہم تم سے ملنے آئے تھے۔'' وہ اٹھ کھڑی ہوئی اچانک دروازے میں سے دوڑتی ہوئی منجو نمودار ہوئی۔ اس کے پیچھے ذرا بڑا ایک لڑکا تھا جو شاید اس کا بھائی تھا۔ صفیہ کو دیکھ کر منجو ٹھٹھک کر رک گئی۔

वह सामने चबूतरे पर ही बैठा मिला था। झांवें से रगड़ रगड़ कर पैर साफ़ करता। चबूतरा बिल्कुल वैसा ही था। कोने में उस की बेटियों का बनाया हुआ घरौंदा सर उठाए खड़ा था। शाम को उस की मुण्डेरों पर रखी दीयों की लवें इंसानी उम्मीदों की तरह जगमगा उठेंगी। सफ़िया का दिल जैसे किसी ने मुट्ठी में लेकर मरोड़ा। सफ़िया को देखकर वह हड़बड़ा गया था और कुछ देर यूंही देखता रहा था। बहुत से पल उन दोनों के दरमियान से गुज़र गए थे।

चीन्हत हौ के नाहीं...... ? सफ़िया ने उस मीठी बोली में कहा जो अरसा हुआ सुनाई देना बन्द हो गई थी। वह बोली जो राजा राम बोल समझ सकता था। दुबई में कोई नहीं।

पहचान रहे हैं। सफ़िया दीदी हो। कब आईं ? उस के लहजे में जोशोमुसर्रत[1] का कोई शाइबा[2] नहीं था। सफ़िया पर ओस सी पड़ गई।

"मालूम तो हुआ। होगा कि हम आए हैं फिर आए क्यों नहीं ?"

वह सर खुजाने लगता है। कारोबार फैला लिया है। दस झमेले हैं। फ़ुर्सत नहीं मिलती। वह बीवी को आवाज़ देता है। "मन्जू की मां"

सुना है वैसे भी आना जाना बन्द कर रखा है। भैया से झगड़ा किया है क्या ? उस का भी मुंह फूला हुआ था।

वह सफ़िया की बात का कोई जवाब नहीं देता। बदस्तूर झांवे से पैर रगड़ता रहता है। फिर बीवी को दोबारा पुकारता है। "तनी चाह लीए आओ दो गिलास।"

चाय वाय छोड़ो। बच्चे कितने हैं। कितने बड़े हुए। लड़कियों को पढ़ा रहे हो कि नहीं ? पिछली बार आई तो तुम से मुलाक़ात नहीं हो सकी थी। तुम बाहर गए हुए थे। तुम्हारी दुल्हन मैके गई थी। बिद्दा आई थी और काकी। बिद्दा को क्या हो गया था कालू...... ? बिद्दा कैसे मर गई।

राजा राम की बीवी हाथ में दो स्टील के गिलास लिए हुए बाहर आई। सारी का आंचल माथे तक खिंचा हुआ था। उस ने गिलास पीढ़ी पर रखे। सफ़िया को प्रणाम किया।

इससे पूछलो, यही सब बताएगी। बैठ जाओ हो। बिद्दा दीदी की सखी हैं वह चाय लिए बग़ैर उठने लगा।

"दुकान जाना है देर हो रही है" सफ़िया ने कालू की बीवी की तरफ़ देखा।

---

1. प्रसन्नता और आवेश 2. संदेह

ایک پل کو اس کے چہرے پر حیرت کا سایہ ابھرا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے بادلوں سے جھانکتے سورج کی کرنوں جیسی شرمیلی مسکراہٹ پورے چہرے کو روشن کر گئی۔ گول مٹول چہرے کے بھرے بھرے گالوں میں دو بے حد مانوس، ننھے ننھے گڑھے۔ کالی کجراری آنکھیں عین مین بدا۔

''پاپا .... پاپاہو........ای ہمار پھوا لاگیں۔'' صفیہ کے بہت قریب آکر اس نے صفیہ کو چھوکر کہا اور اس کے چہرے کے نقوش میں بدا جیسے اچانک زندہ ہو اٹھی۔

निस्फ़[1] घूंघट के अन्दर उस की आंखों में कोई जज़्बा ऐसा नहीं था। जिसे पढ़ा जा सके। बस एक अजनबी लातअल्लुक़ी का एहसास।

''चाय नहीं पीनी हमें'' सफ़िया की आवाज़ में ग़मो गुस्सा दोनों हैं। ''कालू हम तुम से मिलने आए थे।'' वह उठ खड़ी हुई। अचानक दरवाज़े में से दौड़ती हुई मन्जू नमूदार[2] हुई। उसके पीछे ज़रा बड़ा एक लड़का था जो शायद उस का भाई था। सफ़िया को देखकर मन्जू ठिठक कर रुक गई। एक पल को उस के चेहरे पर हैरत का साया उभरा। लेकिन दूसरे ही लम्हे बादलों से झांकते सूरज की किरनों जैसी शर्मीली मुस्कुराहट पूरे चेहरे को रौशन कर गई। गोल मटोल चेहरे के भरे भरे गालों में दो बेहद मानूस नन्हे नन्हे गड्ढे। काली कजरारी आंखें, ऐन मैन बिद्दा।

पापा......पापा हो...... ई हमार फुवा लागीं। सफ़िया के बहुत क़रीब आकर उस ने सफ़िया को छूकर कहा और उस के चेहरे के नुक़ूश में बिद्दा जैसे अचानक ज़िन्दा हो उठी।

1. आधा 2. प्रकट होना

سلام بن رزاق

انجام کار

آج شام کو آفس سے گھر لوٹتے وقت تک بھی میں نہیں سوچ سکتا تھا کہ حالات مجھے اس طرح پیس کر رکھ دیں گے۔ میں چاہتا تو اس سانحے کو ٹال بھی سکتا تھا۔ مگر آدمی کے لیے ایسا کرسکنا ہمیشہ ممکن نہیں ہوتا۔ کچھ باتیں ہمارے چاہنے یا نہ چاہنے کی حدود سے پرے ہوتی ہیں اور شاید ایسے غیر متوقع سانحات ہی کو دوسرے الفاظ میں 'حادثہ' کہتے ہیں۔ جو بھی ہو، میں حالات کے غیر مرئی شکنجے میں جکڑا ہوا تھا اور اب اس سے نجات کی کوئی صورت دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

آج گھر لوٹنے میں مجھے دیر ہوگئی تھی اس لیے میں لمبے لمبے ڈگ بھرتا گھر کی طرف بڑھ رہا تھا۔ مجھے بیوی کی پریشانی کا بھی خیال تھا۔ وہ یقیناً کھڑکی کی جھری سے آنکھ لگائے میری راہ دیکھ رہی ہوگی اور ذرا ذرا سی آہٹ پر چونک چونک پڑتی ہوگی۔ سانجھ کی پرچھائیاں گھر آئی تھیں۔ میں جیسے ہی گلی میں داخل ہوا، اس جانے پہچانے ماحول نے مجھے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ ٹین کی کھولیوں کے چھجوں سے نکلتا ہوا دھواں، ادھر ادھر بہتی نالیوں کی بدبو اور ادھ ننگے بھاگتے دوڑتے بچوں کا شور، کتوں کے پلے، مرغیاں اور بطخیں، دو ایک کھولیوں سے عورتوں کی گالیاں بھی سنائی دیں جو شاید اپنے بچوں یا پھر بچوں کے بہانے پڑوسنوں کو دی جا رہی تھیں۔

میں جب اپنی کھولی کے سامنے پہنچا تو دیکھا کہ میرے دروازے کے سامنے گندے پانی کی نکاسی کے لیے جو نالی بنی تھی، اس میں شامو دادا کا ایک چھوکرا دیسی شراب کی کچھ بوتلیں چھپا رہا ہے۔ مجھے اپنے سر پر دیکھ کر پہلے تو وہ کچھ بوکھلایا۔ پھر سنبھل کر قدرے مسکرا دیا۔ دیسی شراب کی بو میرے نتھنوں سے ٹکرا رہی تھی۔ میں نے ذرا تیز لہجے میں پوچھا۔

सलाम बिन रज़्ज़ाक़

अन्जाम कार

आज शाम को ऑफ़िस से घर लौटते वक़्त तक भी मैं नही सोच सकता था कि हालात मुझे इस तरह पीस कर रख देंगे। मैं चाहता तो उस सान्हे को टाल भी सकता था। मगर आदमी के लिए ऐसा कर सकना हमेशा मुमकिन नहीं होता। कुछ बातें हमारे चाहने या न चाहने की हुदूद से परे होती हैं और शायद ऐसे ग़ैर-मुतवक़्क़े[1] सानेहात[2] ही को दूसरे अलफ़ाज़ में 'हादसा' कहते हैं। जो भी हो, मैं हालात के ग़ैर-मरई[3] शिकंजे में जकड़ा हुआ था और अब उस से निजात की कोई सूरत दिखाई नहीं दे रही थी।

आज घर लौटने में मुझे देर हो गई थी। इस लिए मैं लम्बे लम्बे डग भरता घर की तरफ़ बढ़ रहा था। मुझे बीवी की परेशानी का भी ख़्याल था। वह यक़ीनन खिड़की की झरी से आंख लगाए मेरी राह देख रही होगी और ज़रा ज़रासी आहट पर चौंक चौंक पड़ती होगी। सांझ की परछाईंयां घिर आई थीं। मैं जैसे ही गली में दाख़िल हुआ, उस जाने पहचाने माहौल ने मुझे चारो तरफ़ से घेर लिया। टीन की खोलियों के छज्जों से निकलता हुआ धुआं इधर उधर बहती नालियों की बदबू और अध नंगे भागते दौड़ते बच्चों का शोर, कुत्तों के पिल्ले, मुर्ग़ियां और बत्तख़ें, दो एक खोलियों से औरतों की गालियां भी सुनाई दीं जो शायद अपने बच्चों या फिर बच्चों के बहाने पड़ोसिनों को दी जा रही थीं।

मैं जब अपनी खोली के सामने पहुंचा तो देखा कि मेरे दरवाज़े के सामने गन्दे पानी की निकासी के लिए जो नाली बनी थी, उस में शामू दादा का एक छोकरा देशी शराब की कुछ बोतलें छुपा रहा है। मुझे अपने सर पर देख कर पहले तो वह कुछ बौखलाया। फिर संभल कर क़दरे मुसकुरा दिया। देसी शराब की बू

---

1. आशा के विपरित 2. सानिहा (घटना) का बहुवचन घटनाऐं 3. अदृश्य

''یہ کیا ہو رہا ہے؟''۔

وہ اطمینان سے مسکراتا ہوا بولا۔ ''دادا نے یہ چھ بوتلیں یہاں چھپانے کو بولا ہے۔''

گلی کی گندگی جب تک گلی میں تھی تو کوئی بات نہیں تھی۔ مگر اب وہ گندگی میرے دروازے تک پھیل آئی تھی اور یہ بات کسی بھی شریف آدمی کے لیے ایک چیلنج تھی۔ لہذا میں چپ نہ رہ سکا۔ میں نے اسی تیز لہجے میں کہا۔

''یہ بوتلیں یہاں سے ہٹاؤ۔ یہ گٹر تمھاری بوتلیں چھپانے کے لیے نہیں بنی ہے۔''

لڑکا تھوڑی دیر تک مجھے گھورتا رہا۔ پھر بولا۔ ''اپن کو نہیں معلوم۔ دادا نے یہاں چھپانے کو بولا تھا۔''

''میں کچھ نہیں جانتا۔ چلو اٹھاؤ یہاں سے۔''

لڑکے نے ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بڑابڑاتے ہوئے بوتلیں واپس اپنے میلے جھولے میں رکھ لیں۔ پھر جاتے جاتے مڑ کر بولا۔ ''ساب! جاستی (زیادہ) ہوساری دکھائے گا تو بھاری پڑے گا۔ یہ نہرو نگر ہے۔''

میں نے جواب میں کچھ نہیں کہا۔ اس آوارہ چھوکرے کے منہ لگنا بے کار تھا۔ وہ بوتلیں لے کر چلا گیا۔ یہی غنیمت تھا۔ میں اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ میں نے کنکھیوں سے دیکھا، میری اور لڑکے کی گفتگو سن کر ارد گرد کی کھولیوں کے دروازے کھلے اور کچھ عورتیں باہر جھانکتی ہوئی، دلچسپی اور تجسس سے میری طرف دیکھ رہی تھیں۔ میں نے اس طرف دھیان نہیں دیا اور اپنے کمرے کے دروازے پر پہنچ گیا۔ بیوی بھی شاید میری آواز سن چکی تھی۔ وہ دروازہ کھولے کھڑی تھی۔

''کیا ہوا؟ کون تھا؟'' اس نے قدرے گھبراہٹ کے ساتھ پوچھا میں کمرے میں داخل ہو گیا۔ بیوی نے دروازے کے پٹ بھیڑ دیے۔

''کم بختوں کو دوسروں کی تکلیف یا عزت کا ذرا خیال نہیں۔'' میں جوتے کی لیس کھولتے ہوئے بڑبڑایا۔

''کیا ہوا؟'' بیوی کا لہجہ گھبرایا ہوا ہی تھا۔

بیوی تھوڑی دیر چپ رہی پھر بولی۔ ''میں کہتی ہوں خدا کے لیے کوئی دوسری جگہ

मेरे नथुनों से टकरा रही थी। मैंने ज़रा तेज़ लहजे में पूछा।

"यह क्या हो रहा है?"

वह इतमीनान से मुसकुराता हुआ बोला दादा ने यह छः बोतलें यहां छुपाने को बोला है।

गली की गन्दगी जब तक गली में थी तो कोई बात नहीं थी। मगर अब वह गन्दगी मेरे दरवाज़े तक फैल आई थी और यह बात किसी भी शरीफ आदमी के लिए एक चैलेंज थी। लिहाज़ा मैं चुप न रह सका, मैंने उसी तेज़ लहजे में कहा।

"यह बोतलें यहां से हटाओ, यह गटर तुम्हारी बोतलें छुपाने के लिए नहीं बनी है" लड़का थोड़ी देर तक मुझे घूरता रहा फिर बोला "अपन को नहीं मालूम दादा ने यहां छुपाने को बोला था।"

"मैं कुछ नहीं जानता, चलो उठाओ यहाँ से"।

लड़के ने होंठों ही होंठों में कुछ बड़बड़ाते हुए बोतलें वापस अपने मैले झोले में रख लीं। फिर जाते जाते मुड़कर बोला "साब! जास्ती (ज़्यादा) होसारी दिखाएगा तो भारी पड़ेगा। यह नेहरू नगर है।"

मैंने जवाब में कुछ नहीं कहा। उस आवारा छोकरे के मुंह लगना बेकार था। वह बोतलें लेकर चला गया। यही ग़नीमत था। मैं अपने कमरे की तरफ़ बढ़ गया। मैंने कनखियों से देखा, मेरी और लड़के की गुफ्तगू सुनकर इर्द गिर्द की खोलियों के दरवाज़े खुले और कुछ औरतें बाहर झांकती हुई, दिलचस्पी और तजस्सुस[1] से मेरी तरफ़ देख रही थीं। मैंने उस तरफ़ ध्यान नहीं दिया और अपने कमरे के दरवाज़े पर पहुंच गया। बीवी भी शायद मेरी आवाज़ सुन चुकी थी। वह दरवाज़े खोले खड़ी थी।

"क्या हुआ? कौन था?" उसने क़दरे घबराहट के साथ पूछा। मैं कमरे में दाख़िल हो गया। बीवी ने दरवाज़े के पट भेड़ दिए।

"कम्बख़्तों को दूसरों की तकलीफ़ या इज़्ज़त का ज़रा ख़्याल नहीं"। मैं जूते की लैस खोलते हुए बड़बड़ाया।

"क्या हुआ?" बीवी का लहजा घबराया हुआ ही था।

बीवी थोड़ी देर चुप रही फिर बोली "मैं कहती हूं ख़ुदा के लिए कोई दूसरी

1. जिज्ञासा

ڈھونڈ لیجیے۔ آج نل پر چھ نمبر والی آنٹی بھی خواہ مخواہ مجھ سے الجھ پڑی تھی۔"

میں نے بُش شرٹ کے بٹن کھولتے ہوئے پوچھا۔ "کیا ہوا تھا؟"

ہوتا کیا، یہ لوگ تو جھگڑے کے لیے بہانے تلاشتے رہتے ہیں۔ سب کو نمبر سے تین تین ہنڈے پانی ملتا ہے۔ میں نے صرف دو ہنڈے لیے تھے، وہ کہنے لگی تمھارے گھر میں زیادہ ممبر نہیں ہیں۔ تم صرف دو ہنڈے لو، میں نے کہا سب کو تین ملتے ہیں تو میں بھی تین ہی لوں گی۔ دو کیوں لوں؟" بس اسی بات پر چڑھ گئی۔

میں کھاٹ پر لیٹ گیا۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آخر کیا کیا جائے۔ ابھی تین چار ماہ تک کھولی بدلنے جیسی میری حالت نہیں تھی اور یہاں ایک ایک دن گزارنا مشکل ہوتا جارہا تھا۔ مجھے یہاں آئے ہوئے صرف تین مہینے ہوئے تھے بیوی یہاں کے ماحول سے اس قدر پریشان ہوچکی تھی کہ روز رات کو سونے سے پہلے وہ ادھر ادھر کی باتوں کے درمیان گھر بدلنے کی بات ضرور کرتی۔ میں کبھی سمجھا کر کبھی ڈانٹ کر اسے ٹال دیتا۔ یہ بات نہیں تھی کہ وہ میری مالی حالت سے واقف نہیں تھی۔ مگر وہ بھی ایک عام گھریلو عورت کی طرح ایک اچھے گھر کی خواہش کو اپنے دل سے کسی طرح بھی الگ نہیں کرسکتی تھی۔ اس کی یہ خواہش اس وقت مزید شدت اختیار کرجاتی جب گلی میں کوئی لڑائی جھگڑا یا فساد ہوجاتا۔ اس قسم کے دنگے یہاں تقریباً روز ہی ہوا کرتے تھے۔ بعض اوقات تو معمولی جھگڑے سے بھی خون خرابے تک نوبت آجاتی۔ اتوار کے روز یہاں کے ہنگاموں میں خصوصیت سے اضافہ ہوجاتا۔ ہفتے کے چھے دن تو زیادہ تر عورتیں آپس میں لڑتی رہتیں۔ کبھی کبھی نل یا سنڈاس کی لائن میں دو چار عورتیں ایک دوسرے سے الجھ پڑتیں۔ جھوٹے پکڑ کر بھی کھینچے جاتے۔ مگر یہ جھگڑے گالی گلوج یا معمولی نوچ کھسوٹ سے آگے نہ بڑھ پاتے۔ مگر اتوار کا دن ہفتے بھر کے چھوٹے موٹے جھگڑوں کا فیصلہ کن دن ہوتا کیوں کہ اس دن ان عورتوں کے شوہروں، بیٹوں اور دوسرے عزیز رشتے داروں کی چھٹی کا دن ہوتا جو موٹر ورک شاپوں، ملوں اور دیگر چھوٹے موٹے کارخانوں میں کام کرتے تھے۔ اس دن شنکر پاٹل کا مٹکے کا کاروبار بھی کلوز رہتا۔ البتہ شامو دادا کے اڈے پر خاص رونق ہوتی۔ صبح ہی سے پینے والوں کا تانتا بندھا رہتا۔ اور لوگ نوٹا نک' پادسیر، پی پی کر گلی میں اس سرے

जगह ढूंढ लीजिए। आज नल पर छः नम्बर वाली आन्टी भी ख़्वाह मख़्वाह मुझ से उलझ पड़ी थी।" मैंने बुश शर्ट के बटन खोलते हुए पूछा "क्या हुआ था?"

"होता क्या, यह लोग तो झगड़े के लिए बहाना तलाशते रहते हैं। सब को नम्बर से तीन तीन हुण्डे पानी मिलता है। मैंने सिर्फ़ दो हुण्डे लिए थे। वह कहने लगी, तुम्हारे घर में ज़्यादा मेमबर नहीं हैं। तुम सिर्फ़ दो हुंडे लो। मैंने कहा सब को तीन मिलते हैं तो मैं भी तीन ही लूंगी। दो क्यों लूं? बस इसी बात पर चिढ़ गई"।

मैं खाट पर लेट गया। मेरी समझ में नहीं आ रहा था कि आख़िर क्या किया जाए। अभी तीन चार माह तक खोली बदलने जैसी मेरी हालत नहीं थी और यहां एक एक दिन गुज़ारना मुश्किल होता जा रहा था। मुझे यहां आए हुए सिर्फ़ तीन महीने हुए थे। बीवी यहां के माहौल से इस क़दर परेशान हो चुकी थी कि रोज़ रात को सोने से पहले वह इधर उधर की बातों के दरमियान घर बदलने की बात ज़रूर करती। मैं कभी समझाकर, कभी डांटकर उसे टाल देता। यह बात नहीं थी कि वह मेरी माली हालत से वाक़िफ़ नहीं थी। मगर वह भी एक आम घरेलू औरत की तरह एक अच्छे घर की ख़्वाहिश को अपने दिल से किसी तरह भी अलग नहीं कर सकती थी। उस की यह ख़्वाहिश उस वक़्त मज़ीद शिद्दत[1] इख़्तियार कर जाती जब गली में कोई लड़ाई झगड़ा या फ़साद हो जाता। इस क़िस्म के दंगे यहां तक़रीबन रोज़ ही हुआ करते थे। बाज़ औक़ात तो मामूली झगड़े से भी ख़ून ख़राबे तक नौबत आ जाती। इतवार के रोज़ यहां के हंगामों में ख़ुसूसियत से इज़ाफ़ा हो जाता। हफ़्ते के छः दिन तो ज़्यादा तर औरतें आपस में लड़ती रहतीं। कभी कभी नल या संडास की लाइन में दो चार औरतें एक दूसरे से उलझ पड़ती झोटे पकड़ कर भी खींचे जाते। मगर यह झगड़े गाली गलौच या मामूली नोच खसोट से आगे ना बढ़ पाते। मगर इतवार का दिन हफ़्ते भर के छोटे मोटे झगड़ों का फ़ैसलाकुन[2] दिन होता क्योंकि उस दिन उन औरतों के शौहरों, बेटों और दूसरे अज़ीज़ रिश्तेदारों की छुट्टी का दिन होता जो मोटर वर्क शापों, मिलों और दीगर छोटे मोटे कारख़ानों में काम करते थे। उस दिन शंकर पाटिल के मटके का कारोबार भी क्लोज़ रहता। अलबत्ता शागू दादा के अड्डे पर ख़ास

1. तीव्रता 2. निर्णायक

سے اس سرے تک لڑکھڑاتے، گالیاں دیتے اور ہنستے قہقہے لگاتے گھومتے رہتے۔ ہفتے بھر عورتیں انھیں اپنے چھوٹے چھوٹے جھگڑوں کی جو رپورٹیں دیتی تھیں وہ انھیں رپورٹوں کی بنیاد پر کسی نہ کسی بہانے لڑائی چھیڑ دیتے۔ ہفتے بھر کا حساب چکانے کے لیے مرد اپنے اپنے ٹین اور لکڑیوں کے ناپختہ جھونپڑوں سے نکل آتے۔ دن بھر خوب جم کر لڑائی ہوتی۔ دو چار کا سر پھوٹتا اور دو چار کو پولیس پکڑ کر لے جاتی۔ یہ ہر اتوار کا معمول تھا۔

یہاں کے ماحول سے میں بھی کافی پریشان تھا۔ مگر صرف پریشانی سے کب کوئی مسئلہ حل ہوتا ہے۔ شہروں میں ایک صاف ستھرے ماحول میں، مناسب مکان کا حاصل کرنا مجھ جیسے معمولی کلرک کے لیے کتنا مشکل ہے، اس کا صحیح اندازہ بیوی کو نہیں ہوسکتا تھا۔ کیوں کہ وہ گانو سے پہلی دفعہ شہر آئی تھی۔

اتنے میں بیوی چائے کا پیالہ لے کر ساڑی کے پلّو سے منہ پونچھتی میرے پاس آکر بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر تک خاموش نظروں سے میری طرف دیکھتی رہی۔ پھر بولی لیجیے چائے پی لیجیے۔

میں نے چائے کا پیالہ اٹھا لیا۔ وہ کہہ رہی تھی۔

''پرسوں تین نمبر والی زلیخا آئی تھی۔ اس نے مجھ سے ادھار آٹا مانگا۔ میں نے بہانہ کر دیا کہ گیہوں ابھی پسائے نہیں گئے ہیں اس وقت وہ چپ چاپ چلی گئی۔ مگر تب سے سنڈاس کی لائن میں، نل پر مجھے دیکھتے ہی ناک چڑھا کر آنکھیں مٹکاتی ہے اور میری طرف منہ کر کے تھوکتی ہے۔ کتیا کہیں کی''۔

بیوی نے منہ بناتے ہوئے تلخ لہجے میں کہا۔ میری نظریں بیوی کے چہرے پر گڑی ہوئی تھیں۔ میں نے چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے کہا'' تھوڑا سا آٹا دے دینا تھا''

''کیا دے دیتی؟'' اس کی آواز مزید تیکھی ہوگئی۔ ''آپ نہیں جانتے، ان لوگوں کی نہ دوستی اچھی، نہ دشمنی۔ اسی لین دین پر تو آئے دن یہاں جھگڑے ہوتے رہتے ہیں۔'' بیوی نے جیسے کسی بہت بڑے راز کا انکشاف کرنے والے انداز میں کہا۔ میں چپ تھا، وہ کہہ رہی تھی۔

''آج آپ نے دیر کر دی۔ خدا کے لیے آپ آفس سے جلد آیا کیجیے۔ آپ کے

रौनक़ होती। सुबह ही से पीने वालों का तांता बंधा रहता। और लोग नोटांक, पावसेर, पी पीकर गली में इस सिरे से उस सिरे तक लड़खड़ाते, गालियां देते और हंसते, क़हक़हे लगाते घूमते रहते। हफ़्ते भर औरतें उन्हें अपने छोटे छोटे झगड़ो की जो रिर्पोटें देती थीं वह उन्ही रिपोर्टों की बुनियाद पर किसी न किसी बहाने लड़ाई छेड़ देते। हफ़्ते भर का हिसाब चुकाने के लिए मर्द अपने अपने टीन और लकड़ियों के ना पुख़्ता झोंपड़ों से निकल आते । दिन भर ख़ूब जमकर लड़ाई होती। दोचार का सर फटता और दोचार को पुलिस पकड़कर ले जाती। यह हर इतवार का मामूल था।

यहां के माहैल से मैं भी काफ़ी परेशान था। मगर सिर्फ़ परेशानी से कब कोई मसला हल होता है। शहरों में एक साफ़ सुथरे माहौल में, मुनासिब मकान का हासिल करना मुझ जैसे मामूली कर्लक के लिए कितना मुश्किल है, इस का सही अन्दाज़ा बीवी को नहीं हो सकता था। क्यों कि वह गांव से पहली दफ़ा शहर आई थी।

इतने में बीवी चाय का प्याला लेकर साड़ी के पल्लू से मुंह पोंछती मेरे पास आकर बैठ गई। थोड़ी देर तक ख़ामोश नज़रों से मेरी तरफ़ देखती रही। फिर बोली "लीजिए चाय पी लीजिए।"

मैंने चाय का प्याला उठा लिया। वह कह रही थी।

"परसों तीन नंबर वाली ज़ुलेख़ा आई थी। उस ने मुझ से उधार आटा मांगा मैंने बहाना कर दिया कि गेहूं अभी पिसाए नहीं गए हैं उस वक़्त वह चुपचाप चली गई। मगर तब से संडास की लाइन में, नल पर मुझे देखते ही नाक चढ़ाकर आंखें मचकाती है और मेरी तरफ़ मुंह करके थूकती है। कुतिया कहीं की।

बीवी ने मुंह बनाते हुए तल्ख़ लहजे में कहा। मेरी नज़रें बीवी के चेहरे पर गड़ी हुई थीं। मैंने चाय का घूँट भरते हुए कहा। "थोड़ा सा आटा दे देना था।"

"क्या दे देती?" उस की आवाज़ मज़ीद तीखी हो गई। "आप नहीं जानते, इन लोगों की न दोस्ती अच्छी न दुश्मनी। इसी लेन देन पर तो आए दिन यहां झगड़े होते रहते हैं।" बीवी ने जैसे किसी बहुत बड़े राज़ का इन्किशाफ़[1] करने वाले अन्दाज़ में कहा। मैं चुप था, वह कह रही थी।

1. रहस्योदघाटन

آفس سے لوٹنے تک میری جان سوکھتی رہتی ہے۔ یہاں پل، پل ایک جھگڑا ہوتا رہتا ہے۔ آپ کے لوٹنے سے پہلے سامنے والی سکینہ اور رابو میں خوب گالی گلوج ہوئی"۔

"کیوں؟"

"کچھ نہیں، سکینہ کے بچے نے رابو کی بطخ کو کنکر مارا تھا۔ بس اسی پر دونوں میں خوب جم کر لڑائی ہوئی وہ تو سکھوتائی نے دونوں کو سمجھا بجھا کر چپ کرایا۔ ورنہ نوچ کھسوٹ تک کی نوبت آگئی تھی"۔

میں سننے کو تو بیوی کی باتیں سن رہا تھا۔ مگر میرا ذہن شامو دادا کے چھوکرے کے ساتھ ہوئی گفتگو میں الجھا ہوا تھا۔ کم بخت ایک تو غلط کرتے ہیں اور ٹوکو تو دھمکیاں دیتے ہیں۔ دادا ہے نا۔ قانون قاعدہ سب ان کا غلام ہے۔ جس دن قانون کی گرفت میں آجائیں گے ساری دادا گری دھری کی دھری رہ جائے گی۔ اچانک بیوی بولتے بولتے چپ ہوگئی۔ وہ کچھ سننے کی کوشش کر رہی تھی۔ آوازیں میرے دروازے پر آکر رک گئیں۔ میں نے شامو دادا کی آواز سنی، وہ کہہ رہا تھا۔

"چل بے لالو! رکھ اس میں بوتلیں۔ دیکھتا ہوں کون سالا روکتا ہے"۔

ایک لمحے کو میرا دل زور سے دھڑکا۔ آخر وہی ہوا جس سے میں اب تک بچتا آیا تھا۔ میں نے بیوی کی طرف دیکھا۔ اس کا چہرہ پیلا پڑ گیا تھا۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا:

"جانے دیجیے، رکھ لینے دیجیے۔ اپنا کیا جاتا ہے۔"

پیالے میں تھوڑی سی چائے بچی تھی۔ میں نے پیالہ اسی طرح فرش پر رکھ دیا۔ پھر اس سے اپنا ہاتھ دھیرے سے چھڑاتا ہوا بولا۔

"تم چپ بیٹھی رہو۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ ہم اس طرح ان کی ہر بات برداشت کرلیں گے تو یہ لوگ ہمارے سر پر سوار ہوجائیں گے۔" میں کھاٹ پر سے اٹھ گیا۔

بیوی گھگیائی۔ "نہیں خدا کے لیے آپ باہر مت جائیے۔ آپ اکیلے کیا کر سکیں گے۔ وہ بدمعاش لوگ ہیں۔"

میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ "پاگل ہوئی ہو۔ میں کیا جھگڑا کرنے جارہا

"आज आप ने देर कर दी। ख़ुदा के लिए आप ऑफ़िस से जल्द आया कीजिए। आप के ऑफ़िस से लौटने तक मेरी जान सूखती रहती है। यहां पल,पल एक झगड़ा होता रहता है आप के लौटने से पहले सामने वाली सकीना और राबो में खूब गाली गलौज हुई"

"क्यों?"

"कुछ नहीं, सकीना के बच्चे ने राबो की बत्तख़ को कंकर मारा था। बस इसी पर दोनों में ख़ूब जमकर लड़ाई हुई वह तो सिखू ताई ने दोनों को समझा बुझाकर चुप कराया। वरना नोच खसोट तक की नौबत आ गई थी"

मैं सुनने को तो बीवी की बातें सुन रहा था। मगर मेरा ज़ेहन शामू दादा के छोकरे के साथ हुई गफ़्तगू में उलझा हुआ था। कमबख़्त एक तो ग़लत काम करते हैं और टोको तो धमकियां देते हैं। दादा है ना, क़ानून क़ाइदा सब उन का ग़ुलाम है। जिस दिन क़ानून की गिरफ़्त में आ जाऐंगे सारी दादा गिरी धरी की धरी रह जाएगी। अचानक बीवी बोलते बोलते चुप हो गई। वह कुछ सुनने की कोशिश कर रही थी। आवाज़ें मेरे दरवाज़े पर आकर रुक गई। मैंने शामू दादा की आवाज़ सुनी, वह कह रहा था।

"चल बे लालू! रख इसमें बोतलें देखता हूं कौन साला रोकता है।"

एक लम्हे को मेरा दिल ज़ोर से धड़का। आख़िर वही हुआ जिस से मैं अब तक बचता आया था। मैंने बीवी की तरफ़ देखा। उस का चेहरा पीला पड़ गया था। उस ने मेरा हाथ पकड़ते हुए कहा:

"जाने दीजिए, रख लेने दीजिए अपना क्या जाता है"

प्याले में थोड़ी सी चाय बची थी। मैंने प्याला उसी तरह फ़र्श पर रख दिया। फिर उससे अपना हाथ धीरे से छुड़ाते हुए बोला।

"तुम चुप बैठी रहो। घबराने की ज़रूरत नहीं। हम इस तरह इनकी हर बात बर्दाश्त कर लेंगे तो यह लोग हमारे सर पर सवार हो जाऐंगे" मैं खाट पर से उठ गया।

बीवी घिघयाई "नहीं ख़ुदा के लिए आप बाहर मत जाइये, आप अकेले क्या कर सकेंगे। वह बदमाश लोग हैं।"

मैंने उसे तसल्ली देते हुए कहा "पागल हुई हो। मैं क्या झगड़ा करने जा रहा

ہوں۔ آخر بات کرنے میں کیا حرج ہے۔''

میں دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔ شامو دادا کمر پر دونوں ہاتھ رکھے کھڑا تھا۔ اس کے پاس اور دو چھوکرے جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑے تھے۔ وہی چھوکرا جو پہلے بھی آیا تھا، جھولے سے بوتلیں نکال کر گٹر میں دبا رہا تھا۔ میرے باہر نکلتے ہی وہ چاروں میری طرف دیکھنے لگے۔ شامو ایک لمحے تک مجھے گھورتا رہا۔ پھر چھوکرے سے مخاطب ہوا۔

''اے سالے! سنبھال کر رکھ، کوئی بوتل پھوٹ دوٹ گئی تو تیری بہن کی..... ایسی تیسی کر ڈالوں گا۔''

میں اپنے چبوترے کے کنارے پر آ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ لوگ میری طرف مڑے۔ ان کی آنکھوں میں غصہ، نفرت اور حقارت کے بھاؤ اتر آئے۔ میں نے قریب پہنچ کر نہایت نرم لہجے میں شامو سے کہا۔

''آپ ہی شامو دادا ہیں؟''

''ہاں کیوں؟'' شامو کسی کٹکھنے کتے کی طرح غرایا۔

''دیکھیے یہاں ان بوتلوں کو مت رکھئے، ہمیں تکلیف ہوگی''

''تکلیف ہوگی تو کوئی دوسری جگہ ڈھونڈو۔ اس جھونپڑ پٹی میں کیوں چلے آئے''

''میری بات سمجھنے کی کوشش کیجیے۔ یہ چیزیں ہمیں پسند نہیں ہیں۔ کسی دوسری جگہ کیوں نہیں رکھتے انھیں۔''

''یہ بوتلیں یہیں رہیں گی، تمھیں جو کرنا ہے کرلو''

اس کے باقی دونوں ساتھی میری طرف بڑھتے ہوئے بولے۔'' یہ تمہارے باپ کی گٹر ہے کیا؟''

اس وقت اندر ہی اندر ابلتے غصے کی وجہ سے میری جو حالت ہو رہی تھی وہ بیان سے باہر ہے۔ جی میں آ رہا تھا کہ ان تینوں کم بختوں کی ایک سرے سے لاشیں گرادوں۔ مگر میں جانتا تھا کہ ایسی جگہوں پر اپنا ذہنی توازن کھونے کا مطلب سوائے پٹنے کے اور کچھ بھی نہیں۔ میں نے لہجے کو ذرا بھاری بناتے ہوئے کہا:

'' دیکھو باپ دادا کا نام لینے کی ضرورت نہیں۔ میں اب تک شرافت سے آپ

हूं, आख़िर बात करने में क्या हर्ज है।''

मैं दरवाज़ा खोलकर बाहर आ गया। शामू दादा कमर पर दोनों हाथ रखे खड़ा था। उस के पास और दो छोकरे जेबों में हाथ डाले खड़े थे। वही छोकरा जो पहले भी आया था, झोले से बोतलें निकाल कर गटर में दबा रहा था। मेरे बाहर निकलते ही वह चारों मेरी तरफ़ देखने लगे। शामू एक लम्हे तक मुझे घूरता रहा। फिर छोकरे से मुख़ातिब हुआ।

''ऐ साले! संभाल कर रख, कोई बोतल फूट वूट गई तो तेरी बहन की ......ऐसी तैसी कर डालूंगा।''

मैं अपने चबूतरे के किनारे पर आकर खड़ा हो गया। वह लोग मेरी तरफ़ मुड़े, उन की आंखों में गुस्सा, नफ़रत और हिक़ारत(1) के भाव उतर आए। मैंने क़रीब पहुंचकर निहायत नर्म लहजे में शामू से कहा।

''आप ही शामू दादा हैं ?''

''हां क्यों ?'' शामू किसी कटखन्ने कुत्ते की तरह गुर्राया।

''देखिए यहां उन बोतलों को मत रखिए, हमें तकलीफ़ होगी''

''तकलीफ़ होगी तो कोई दूसरी जगह ढूंढो। इस झोंपड़ पट्टी में क्यों चले आए''

''मेरी बात समझने की कोशिश कीजिये। यह चीज़ें हमें पसन्द नहीं हैं किसी दूसरी जगह क्यों नहीं रखते इन्हें।''

''यह बोतलें यहीं रहेंगी, तुम्हें जो करना है कर लो''

उस के बाक़ी दोनों साथी मेरी तरफ़ बढ़ते हुए बोले ''यह तुम्हारे बाप की गटर है क्या ?''

उस वक़्त अन्दर ही अन्दर उबलते गुस्से की वजह से मेरी जो हालत हो रही थी वह बयान से बाहर है। जी में आ रहा था कि उन तीनों कमबख़्तों की एक सिरे से लाशें गिरा दूं। मगर मैं जानता था कि ऐसी जगहों पर अपना ज़ेहनी तवाज़ुन(2) खोने का मतलब सिवाए पिटने के और कुछ भी नहीं। मैंने लहजे को ज़रा भारी बनाते हुए कहा।

''देखो बाप दादा का नाम लेने की ज़रूरत नहीं। मैं अब तक शराफ़त से

1. घृणा 2. संतुलन

لوگوں کو سمجھا رہا ہوں"

"ارے تو، تو کیا کرلے گا ہمارا۔ تیری ماں کی ...... مادر...... سالا ...... ایک جھاڑ میں مٹی چاٹنے لگے گا اور ہم سے ہوشیاری کرتا ہے" شامو نے دو قدم میری طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

گالی سن کر میرے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ میں نے انگلی اٹھا کر کہا" دیکھو شامو! اپنی حد سے آگے مت بڑھو۔ ایک تو غیر قانونی کام کرتے ہو اوپر سے سینہ زوری کرتے ہو۔"

"ارے تیرے قانون کی بھی ماں کی ......" شامو میری طرف لپکتا ہوا بولا۔ اس کے ایک ساتھی نے اسے پیچھے ہٹاتے ہوئے کہا۔"ٹھہرو دادا، اس سالے کو میں ٹھیک کرتا ہوں۔"

اس نے جیب سے ایک لمبا سا چاقو نکال لیا۔ کڑ، ڑ، ڑکڑ، ڑ،، چاقو کھلنے کی آواز کے ساتھ ہی میرے جسم میں سر سے پیر تک چیونٹیاں رینگ گئیں۔ میری انتہائی کوشش کے باوجود حالات میرے قابو سے باہر ہو چکے تھے۔ ایک لمحے کو میں سر سے پیر تک کانپ گیا۔ اردگرد کے جھونپڑوں سے عورتیں، مرد اور بوڑھے سب نکل آئے تھے۔ سب کے سب اس جھگڑے کو بڑی دلچسپی سے دیکھ رہے تھے۔ شامو کے ساتھی کے چاقو نکالتے ہی دو تین عورتوں کے منہ سے چیخیں نکل گئیں اور ان چیخوں نے میری نس نس میں ایک کپکپاہٹ سی بھر دی۔ میں زندگی میں پہلی دفعہ اس قسم کی سچویشن سے دوچار ہوا تھا۔ میرا سارا غصہ ایک خوف زدہ بچے کی طرح سہم کر میرے اندر ہی دبک گیا۔ میں اب صرف ایک گھبراہٹ بھرے پچھتاوے کے ساتھ اس غنڈے کے چمچماتے چاقو کی طرف دیکھ رہا تھا۔ میں اس وقت بھاگ کر اپنے کمرے میں چھپ سکتا تھا۔ مگر اب بھاگنا بھی اتنا آسان نہیں رہ گیا تھا۔ کیونکہ بیسیوں آنکھیں مجھے اپنی نظر کے ترازو میں تول رہی تھیں۔ بھاگنے کا مطلب تھا میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ان نگاہوں میں مر جاتا۔

وہ غنڈا چاقو لیے میری طرف بڑھا اور میں بے حس وحرکت وہیں کھڑا رہا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اس وقت میں بہت بہادری سے کھڑا تھا۔ بلکہ اس وقت اپنے پیروں کو اس جگہ جمائے رکھنے میں مجھے جس کش مکش اور تکلیف کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا وہ میرا ہی دل

आप लोगों को समझा रहा हूं।''

''अरे तो, तू क्या कर लेगा हमारा। तेरी मां की...... मादर......साला---- एक झापड़ में मिट्टी चाटने लगेगा और हम से होशयारी करता है'' शामू ने दो क़दम मेरी तरफ़ बढ़ते हुए कहा।

गाली सुन कर मेरे तन बदन में आग लग गई। मैंने उँगली उठाकर कहा। ''देखो शामू! अपनी हद से आगे मत बढ़ो। एक तो ग़ैर क़ानूनी काम करते हो ऊपर से सीना ज़ोरी करते हो''

''अरे तेरे क़ानून की भी मां की......'' शामू मेरी तरफ़ लपकता हुआ बोला, उसके एक साथी ने उसे पीछे हटाते हुए कहा।''ठहरो दादा, इस साले को मैं ठीक करता हूं''

उस ने जेब से एक लम्बा सा चाक़ू निकाल लिया। कड़, ड़, कड़, डकड़, ड़, चाक़ू खुलने की आवाज़ के साथ ही मेरे जिस्म में सर से पैर तक चिटियां रेंग गई। मेरी इन्तहाई कोशिश के बावजूद हालात मेरे क़ाबू से बाहर हो चुके थे। एक लम्हे को मैं सर से पैर तक कांप गया। इर्द गिर्द के झोंपड़ों से औरतें, मर्द और बूढ़े सब निकल आए थे। सब के सब इस झगड़े को बड़ी दिलचस्पी से देख रहे थे। शामू के साथी के चाक़ू निकालते ही दो तीन औरतों के मुंह से चीखें निकल गईं और उन चीख़ों ने मेरी नस-नस में एक कपकपाहट सी भर दी। मैं ज़िन्दगी में पहली दफ़ा इस क़िस्म की सिचुएशन से दो चार हुआ था। मेरा सारा गुस्सा एक ख़ौफ ज़दा बच्चे की तरह सहम कर मेरे अन्दर ही दुबक गया। मैं अब सिर्फ़ एक घबराहट भरे पछतावे के साथ उस गुंडे के चमचमाते चाक़ू की तरफ़ देख रहा था। मैं उस वक़्त भाग कर अपने कमरे में छुप सकता था। मगर अब भागना भी इतना आसान नहीं रह गया था। क्यों कि बीसियों आंखें मुझे अपनी नज़र के तराज़ू में तौल रही थीं। भागने का मतलब था मैं हमेशा हमेशा के लिए उन निगाहों में मर जाता।

वह गुंडा चाक़ू लिए मेरी तरफ़ बढ़ा और मैं बेहिसो हरकत[1] वहीं खड़ा रहा। मैं यह नहीं कहता कि उस वक़्त मैं बहुत बहादुरी से खड़ा था। बल्कि उस वक़्त अपने पैरों को उस जगह जमाए रखने में मुझे जिस कशमकश और

1. बिना हिले डुले

جانتا ہے۔ میں اپنے کمرے کے چبوترے پر کھڑا تھا۔ وہ غنڈا بالکل میرے قریب پہنچ چکا تھا۔ قریب پہنچ کر وہ بھی ایک لمحے کو ٹھٹکا۔ شاید اسے بھی توقع تھی کہ میں بھاگ کر کمرے میں گھس جاؤں گا۔ مگر جب خلاف توقع اس نے مجھے اسی طرح کھڑا پایا تو بجائے مجھ پر چاقو کا وار کرنے کے بجائے میری ٹانگ پکڑ کر مجھے نیچے کھینچ لینا چاہا۔ میں ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ میری ٹانگ اس کے ہاتھ نہ آسکی۔ اتنے میں پیچھے سے ایک چیخ سنائی دی اور کوئی آ کر مجھ سے لپٹ گیا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا۔ میری بیوی میری کمر پکڑے مجھے اندر کھینچنے کی کوشش کرنے لگی۔ وہ بری طرح رو رہی تھی۔

''چلیے آپ اندر چلیے۔ خدا کے لیے آپ اندر چلیے۔'' اس نے مجھے کمرے کی طرف گھسیٹتے ہوئے کہا۔ بیوی میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ وہ مجھے اندر گھسیٹ لے جاتی۔ مگر میرا شعور بھی شاید اسی میں اپنی عافیت سمجھ رہا تھا۔ بیوی نے مجھے کمرے میں دھکیل کر دروازہ اندر سے بند کرلیا اور زور زور سے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ ایک لمحے تک باہر سناٹا چھایا رہا۔ صرف میری بیوی کی زور زور سے رونے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ پھر باہر سے مغلظات کا ایک طوفان اُمڈ پڑا۔ وہ سب مجھے بے تحاشا گالیاں دے رہے تھے۔ پھر ایسا بھی سنائی دیا جیسے کچھ لوگ انھیں سمجھا رہے ہوں۔ مگر دو تین منٹ تک گالیوں کا سلسلہ برابر چلتا رہا۔ بیوی دونوں پیر پکڑے میرے گھٹنوں پر سر ٹکائے بری طرح رو رہی تھی۔ میں کھاٹ پر کسی بت کی طرح چپ چاپ بیٹھا رہا۔ آخر مغلظات کا طوفان رکا اور پھر ایسا لگنے لگا جیسے بھیڑ چھٹ رہی ہو۔ تھوڑی دیر بعد باہر مکمل سناٹا چھا گیا۔ صرف رہ رہ کر کسی کھولی سے کسی عورت کی کوئی تیکھی گالی اڑتی ہوئی آتی اور ایک طمانچے کی طرح کان پر لگتی۔ میں پتہ نہیں کتنی دیر تک اسی طرح چپ چاپ بیٹھا رہا۔ بیوی پتہ نہیں کب تک گود میں سر ڈالے روتی رہی۔ اس وقت ندامت غصہ اور خوف سے میری عجیب کیفیت تھی۔ ذہن گویا ہوا میں اڑا جا رہا تھا اور دل تھا کہ سینے میں سنبھلتا ہی نہیں تھا۔ میری ساری کوششوں کے باوجود معاملہ کسی کانچ کے برتن کی طرح میرے ہاتھوں سے چھوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا اور اس کی کرچیں میرے جسم میں اس طرح گڑ گئی تھیں کہ میرا سارا وجود لہولہان ہو گیا تھا۔ میری ساری تدبیریں ناکام ہو گئیں تھیں اور اب میں بہت بلندی سے گرنے والے کسی بد

तकलीफ़ का सामना करना पड़ रहा था वह मेरा ही दिल जानता है। मैं अपने कमरे के चबूतरे पर खड़ा था। वह गुंडा बिल्कुल मेरे क़रीब पहुंच चुका था। क़रीब पहुंच कर वह भी एक लम्हे को ठिठका। शायद उसे भी तवक़्क़ो थी कि मैं भाग कर कमरे में घुस जाऊंगा। मगर जब ख़िलाफ़े तवक़्क़ो [1] उस ने मुझे इसी तरह खड़ा पाया तो बजाए मुझ पर चाक़ू का वार करने के मेरी टांग पकड़कर मुझे नीचे खींच लेना चाहा। मैं एक दम पीछे हट गया। मेरी टांग उस के हाथ न आ सकी। इतने में पीछे से एक चीख़ सुनाई दी और कोई आकर मुझ से लिपट गया। मैंने पलटकर देखा मेरी बीवी मेरी कमर पकड़े मुझे अन्दर खींचने की कोशिश करने लगी। वह बुरी तरह रो रही थी।

"चलिए आप अन्दर चलिए। ख़ुदा के लिए आप अन्दर चलिए" उसने मुझे कमरे की तरफ़ घसीटते हुए कहा। बीवी में इतनी ताक़त नहीं थी कि वह मुझे अन्दर घसीट ले जाती। मगर मेरा शऊर भी शायद इसी में अपनी आफ़ियत समझ रहा था। बीवी ने मुझे कमरे में धकेल कर दरवाज़ा अन्दर से बन्द कर लिया और ज़ोर ज़ोर से फूट-फूट कर रोने लगी। एक लम्हे तक बाहर सन्नाटा छाया रहा। सिर्फ़ मेरी बीवी की ज़ोर ज़ोर से रोने की आवाज़ सुनाई दे रही थी। फिर बाहर से मुग़ल्लेज़ात[2] का एक तूफ़ान उमंड पड़ा। वह सब मुझे बेतहाशा गालियां दे रहे थे। फिर ऐसा भी सुनाई दिया जैसे कुछ लोग उन्हें समझा रहे हों। मगर दो तीन मिनट तक गालियों का सिलसिला बराबर चलता रहा। बीवी दोनों पैर पकड़े मेरे घुटनों पर सर टिकाए बुरी तरह रो रही थी। मैं खाट पर किसी बुत की तरह चुप चाप बैठा रहा। आख़िर मुग़ल्लेज़ात का तूफ़ान रुका और फिर ऐसा लगने जैसे भीड़ छट रही हो। थोड़ी देर बाद बाहर मुकम्मल सन्नाटा छा गया। सिर्फ़ रह रह कर किसी खोली से औरत की कोई तीखी गाली उड़ती हुई आती और एक तमाचे की तरह कान पर लगती। मैं पता नहीं कितनी देर तक इसी तरह चुपचाप बैठा रहा। बीवी पता नहीं कब तक गोद में सर डाले रोती रही। उस वक़्त निदामत[3], गुस्सा और ख़ौफ से मेरी अजीब कैफ़ियत थी। ज़ेहन गोया हवा में उड़ा जा रहा था। और दिल था कि सीने में संभलता ही नहीं था। मेरी सारी कोशिशों के बावजूद मामला किसी कांच के बर्तन की तरह मेरे हाथों से छूटकर टुकड़े टुकड़े हो

1. आशा के विपरीत 2. गालियां 3. पछतावा

نصیب شخص کی طرح ہوا میں معلق ہاتھ پیر مار رہا تھا۔ کسی کگار کو چھو سکنے یا کسی ٹھوس جگہ پر پاؤں جمانے کی بے نتیجہ کوشش ...... آخر میں نے طے کر لیا کہ میں جلد ہی یہ کھولی چھوڑ دوں گا۔ مگر کھولی چھوڑنے سے پہلے اپنی توہین کا بدلا بھی لینا تھا۔ مگر میں اکیلا کیا کر سکتا تھا۔ میں بہت دیر تک اسی پیچ وتاب میں بیٹھا رہا۔ آج میں اپنی نظروں میں ذلیل ہوگیا تھا۔ رہ رہ کر ان غنڈوں کی گالیاں میرے کانوں میں گونج رہی تھیں اور میری بے بسی کا احساس بڑھتا جارہا تھا اور اس بے بسی کے احساس کے ساتھ ہی میرا غصہ بھی بڑھتا جارہا تھا۔ بیوی کی سسکیاں اب تھم چکی تھیں مگر اس کا سر میری گود میں اسی طرح رکھا تھا۔ میں نے آہستہ سے اس کا سر اٹھاتے ہوئے کہا۔

''اٹھو چارپائی پر لیٹ جاؤ''

بیوی اسی طرح فرش پر بیٹھی ساڑی کے پلو سے اپنی ناک سڑکنے لگی۔ میں اٹھ کر بش شرٹ پہننے لگا۔ بیوی نے میری طرف دیکھتے ہوئے پوچھا: ''کہاں جارہے ہو؟''

میں نے کہا: ''تم آرام کرو۔ میں ابھی پولیس اسٹیشن سے آتا ہوں''

''نہیں آپ کہیں نہ جایئے۔''

''گھبراؤ نہیں'' میں نے تسلی دیتے ہوئے کہا: ''میں ابھی دس منٹ میں آجاؤں گا۔''

''نہیں خدا کے لیے آپ ان لوگوں سے نہ الجھیے۔ وہ لوگ بہت بدمعاش ہیں''

''تم خواہ مخواہ گھبرا رہی ہو۔ یہ لوگ سیدھے سادے لوگوں پر اسی طرح دھونس جماتے ہیں۔ کسی کو مارنا اتنا آسان نہیں ہوتا۔ تم دیکھنا دس منٹ بعد پولیس ان سب کے ہتکڑیاں لگا کے لے جائے گی۔ کسی شریف آدمی کو اس طرح پریشان کرنا ہنسی کھیل نہیں ہے۔''

''مگر آپ اکیلے ہیں اور وہ بہت سارے ہیں۔ آپ اکیلے کتنوں سے لڑیں گے۔''

''ارے میں لڑنے کہاں جارہا ہوں۔ پولیس میں شکایت درج کراؤں گا۔ پولس خود آن کر ان سے سمجھ لے گی۔ ہم اس طرح ان کی بدمعاشی کو سہتے رہیں تو جینا دوبھر ہوجائے گا۔ انھیں ان کی بدمعاشی کی آخر کچھ تو سزا ملنی چاہیے۔''

بیوی کی آنکھوں سے پھر آنسو بہنے لگے۔ ''جب ہمیں یہاں رہنا ہی نہیں ہے تو پھر خواہ مخواہ ان کے منہ لگنے کی کیا ضرورت؟''

गया था और अब उस की किर्चें,मेरे जिस्म में इस तरह गड़ गई थीं कि मेरा सारा वजूद लहू लोहान हो गया था। मेरी सारी तदबीरें नाकाम हो गईं थीं और अब मैं बहुत बुलन्दी से गिरने वाले किसी बदनसीब शख़्स की तरह हवा में मुअल्लक़[1] हाथ पैर मार रहा था। किसी कणार को छू सकने या किसी ठोस जगह पर पांव जमाने की बे नतीजा कोशिश...... आख़िर मैं ने तै कर लिया कि मैं जल्द ही यह खोली छोड़ दूंगा। मगर खोली छोड़ने से पहले अपनी तौहीन का बदला भी लेना था। मगर मैं अकेला क्या कर सकता था। मैं बहुत देर तक इसी पेचोताब में बैठा रहा। आज मैं अपनी नज़रों में ज़लील हो गया था। रह रह कर उन गूंडों की गालियां मेरे कानों में गूंज रही थीं और मेरी बेबसी का एहसास बढ़ता जा रहा था और उस बेबसी के एहसास के साथ ही मेरा ग़ुस्सा भी बढ़ता जा रहा था। बीवी की सिसकियां अब थम चुकी थीं। मगर उस का सर मेरी गोद में उसी तरह रखा था। मैंने आहिस्ता से उस का सर उठाते हुए कहा।

"उठो चारपाई पर लेट जाओ"

बीवी उसी तरह फ़र्श पर बैठी साड़ी के पल्लू से अपनी नाक सुड़कने लगी। मैं उठ कर बुश शर्ट पहनने लगा। बीवी ने मेरी तरफ़ देखते हुए पूछा "कहां जा रहे हो ?" मैंने कहा "तुम आराम करो मैं अभी पुलिस स्टेशन से हो आता हूं"

"नहीं आप कहीं न जाइये।"

"घबराओ नहीं" मैंने तसल्ली देते हुए कहा "मैं अभी दस मिनट में आ जाऊंगा।"

"नहीं ख़ुदा के लिए आप उन लोगों से न उलझिए। वह लोग बहुत बदमाश हैं"

"तुम ख़्वाह म ख़्वाह घबरा रही हो। यह लोग सीधे सादे लोगों पर इसी तरह धौंस जमाते हैं। किसी को मारना इतना आसान नहीं होता। तुम देखना दस मिनट बाद पुलिस उन सब को हथकड़ियां लगाके ले जाएगी। किसी शरीफ़ आदमी को इस तरह परेशान करना हंसी खेल नहीं है।"

"मगर आप अकेले हैं और वह बहुत सारे हैं। आप अकेले कितनों से लड़ेंगे" "अरे मैं लड़ने कहां जारहा हूं। पुलिस में शिकायत दर्ज कराऊंगा। पुलिस

1. टंगा हुआ

میں نے ذرا کڑا کے لہجے میں کہا۔ ''تم اندر سے کنڈی لگا لو۔ تم ان باتوں کو نہیں سمجھتیں۔ وہ لوگ ہمارے دروازے پر آکر ہمیں یوں ذلیل کر جائیں اور ہم پولس میں شکایت تک نہ کریں۔ اس سے بڑی بزدلی اور کیا ہو سکتی ہے۔ آج انھوں نے دروازے پر گڑبڑ کی، کل گھر میں گھس سکتے ہیں۔''

پھر لہجے کو تھوڑا نرم بناتے ہوئے کہا: ''تم سمجھ دار ہو۔ ہمت سے کام لو۔ میں ابھی لوٹ آؤں گا۔ چلو اٹھو دروازہ اندر سے بند کرو۔''

یہ کہہ کر میں باہر نکل گیا۔ بیوی مرے قدموں سے چلتی میرے پیچھے آئی۔ میں نے دروازہ بند ہونے کے ساتھ ہی اس کی ہلکی ہلکی سسکیوں کی آواز بھی سنی۔ گلی میں کافی اندھیرا تھا۔ پاس کی کھولیوں کے دروازے بند ہو چکے تھے۔ چاروں طرف ایک ناگوار قسم کا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ میں گلی کو پار کر کے سڑک کے کنارے آگیا۔ یہاں لیمپ پوسٹ کی ملگجی روشنی اونگھ رہی تھی۔ میں نے مڑکر دائیں طرف نظر دوڑائی جہاں شامو کا شراب کا اڈا تھا۔ چاروں طرف ٹاٹ سے گھرے اس اڈے میں کافی روشنی ہو رہی تھی۔ باہر بنچوں پر کچھ لوگ بیٹھے پیتے دکھائی دیے۔ پاس ہی سیخ کباب والا اپنی انگیٹھی دہکائے بیٹھا تھا۔ اڈے سے رہ رہ کر ہلکے ہلکے قہقہوں اور گلاسوں کے کھنکنے کی ملی جلی آوازیں آرہیں تھیں۔ پولیس اسٹیشن جانے کا راستہ اسی طرف سے تھا۔ مگر میں اس طرف جانے کے بجائے دوسری طرف مڑگیا اور ریل کی پٹری کراس کر کے بڑی سڑک پر نکل آیا۔ میں دل ہی دل میں پولیس اسٹیشن۔ میں انسپکٹر کے سامنے کی جانے والی شکایت کا خاکہ ترتیب دینے لگا۔ میں زندگی میں پہلی دفعہ پولیس اسٹیشن جارہا تھا۔ دل میں ایک طرح کی گھبراہٹ بھی تھی۔ مگر ان بدمعاشوں کو مزہ چکھانے کا جذبہ اس گھبراہٹ پر کچھ ایسا حاوی تھا کہ پیر پولیس اسٹیشن کی طرف بڑھتے ہی گئے میں نے سن رکھا تھا کہ وہاں شریف آدمیوں سے کوئی سیدھے منہ بات تک نہیں کرتا۔ میں ذہن میں ایسے جملوں کو ترتیب دینے لگا جن کے ذریعے پولیس انچارج کے سامنے اپنی بے بسی اور پریشانی کا واضح نقشہ کھینچ سکوں اور وہ فوراً متاثر ہو جائے۔ پولیس اسٹیشن کی عمارت آگئی تھی۔ گیٹ میں داخل ہوتے وقت ایک بار پھر میرا دل زور سے دھڑکا۔

میں عمارت کی سیڑھیاں چڑھ کر ورانڈے میں پہنچا۔ پاس ہی بچھی بینچ پر ایک کانسٹیبل

ख़ुद आकर उन से समझ लेगी। हम इस तरह उन की बदमाशी को सहते रहेंगे तो जीना दूभर हो जाएगा। उन्हें उन की बदमाश की आख़िर कुछ तो सज़ा मिलनी चाहिए।"

"बीवी की आंखों से फिर आंसू बहने लगे। जब हमें यहां रहना ही नहीं है तो फिर ख़्वाह मख़्वाह उन के मुंह लगने की क्या ज़रूरत?"

मैंने ज़रा कड़के लहजे में कहा "तुम अन्दर से कुंडी लगा लो। तुम इन बातों को नहीं समझतीं । वह लोग हमारे दरवाज़े पर आकर हमें यूं ज़लील कर जाएं। और हम पुलिस में शिकायत तक न करें। इससे बड़ी बुज़दिली और क्या हो सकती है। आज उन्होंने दरवाज़े पर गड़बड़ की, कल घर में भी घुस सकते हैं।"

फिर लहजे को थोड़ा नर्म बनाते हुए कहा। "तुम समझदार हो। हिम्मत से काम लो। मैं अभी लौट आऊंगा। चलो उठो दरवाज़ा अन्दर से बन्द करो।"

यह कह कर मैं बाहर निकल गया। बीवी मरे क़दमों से चलती मेरे पीछे आई। मैंने दरवाज़े बन्द होने के साथ ही उस की हलकी हलकी सिसकियों की आवाज़ भी सुनी। गली में काफ़ी अंधेरा था। पास की खोलियों के दरवाज़े बन्द हो चुके थे। चारों तरफ़ एक नागवार क़िस्म का सन्नाटा छाया हुआ था। मैं गली को पार करके सड़क के किनारे आ गया। यहां लैम्प पोस्ट की मलगुजी[1] रौशनी ऊंघ रही थी। मैंने मुड़कर दाऐ तरफ़ नज़र दौड़ाई जहां शामू का शराब का अड्डा था। चारों तरफ़ टाट से घिरे उस अड्डे में काफ़ी रौशनी हो रही थी। बाहर बेंचों पर कुछ लोग बैठे पीते दिखाई दिए। पास ही सीख़ कबाब वाला अपनी अंगीठी दहकाए बैठा था। अड्डे से रह रह कर हलके-हलके क़हक़हों और गिलासों के खनकने की मिली जुली आवाज़े आ रही थीं। पुलिस स्टेशन जाने का रास्ता उसी तरफ़ से था। मगर मैं उस तरफ़ जाने के बजाए दूसरी तरफ़ मुड़ गया और रेल की पटरी क्रास करके बड़ी सड़क पर निकल आया। मैं दिल ही दिल में पुलिस स्टेशन में इन्सपेक्टर के सामने की जाने वाली शिकायत का ख़ाका तरतीब देने लगा। मैं ज़िन्दगी में पहली दफ़ा पुलिस स्टेशन जा रहा था। दिल में एक तरह की घबराहट भी थी। मगर उन बदमाशों को मज़ा चखाने का जज़्बा इस घबराहट पर कुछ ऐसा

---
1. धुंधली

بیٹھا ہتھیلی پر تمباکو اور چونا مسلتا نظر آیا۔ اس نے اپنی ٹوپی اتار کر بینچ پر رکھ لی تھی اور اس کی گنجی کھوپڑی بلب کی روشنی میں چمک رہی تھی۔ مجھ پر نظر پڑتے ہی اس نے استفہامیہ نظروں سے میری طرف دیکھا۔ میں اس کے قریب پہنچ کر ایک وقفے کے لیے رکا۔ پھر بولا" مجھے ایک کمپلینٹ لکھوانی ہے"

"کہاں سے آئے ہو؟" اس نے تیوری چڑھا کر پوچھا۔

"نہرو نگر سے"

"کیا ہوا؟" اس کی نظریں سر سے پیر تک میرا جائزہ لے رہی تھیں۔

"وہاں کچھ غنڈوں نے مجھ پر حملہ کرنا چاہا تھا۔"

"ہم" اس نے تمباکو کو اپنے نچلے ہونٹ کے نیچے دباتے ہوئے زور سے ہنکاری بھری۔ پھر ہاتھ جھاڑتا ہوا بولا۔" جاؤ، ادھر جاؤ" اس نے سیدھے ہاتھ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ میں اس طرف مڑ گیا جدھر کانسٹیبل نے اشارہ کیا تھا۔ کچھ قدم چلنے کے بعد ایک کھلا دروازہ دکھائی دیا۔ میں دروازے میں ٹھٹک گیا اور سامنے کرسی پر بیٹھے ایک موٹے حولدار کو دیکھنے لگا۔ وہ شاید ہیڈ کانسٹیبل تھا اور گردن جھکائے ہوئے کوئی فائل الٹ پلٹ رہا تھا۔ پاس ہی ایک دوسری میز پر کوئی کلرک کچھ ٹائپ کر رہا تھا اور ایک دوسرا کانسٹیبل ایک طرف کرسی پر بیٹھا جمائیاں لے رہا تھا۔ میں نے ایک لمحے توقف کے بعد کھنکار کر کہا "مے آئی، کم ان؟" ہیڈ کانسٹیبل نے فائل سے گردن اٹھائی اور جماہی لینے والا کانسٹیبل چندھیائی آنکھوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ ہیڈ کانسٹیبل نے گردن ہلا کر مجھے اندر آنے کی اجازت دی۔ میں اندر داخل ہوا اور میز کے پاس جا کھڑا ہوا۔

"کیا ہے؟" ہیڈ کانسٹیبل نے فائل پر سے نظریں اٹھاتے ہوئے پوچھا۔

"جی ......جی...... مجھے ایک کمپلین لکھوانی ہے۔"

"کہاں رہتے ہو؟"

"نہرو نگر میں۔"

"کیا ہوا، جلدی بولو۔" اس کا لہجہ بڑا اہانت آمیز تھا۔

हावी था कि पैर पुलिस स्टेशन की तरफ़ बढ़ते ही गए। मैंने सुन रखा था कि वहां शरीफ आदमियों से कोई सीधे मुंह बात तक नहीं करता। मैं ज़ेहन में ऐसे जुमलों को तरतीब देने लगा जिन के ज़रिये पुलिस इन्चार्ज के सामने अपनी बेबसी और परेशानी का वाज़ेह नक़्शा खींच सकूं। और वह फ़ौरन मुतास्सिर हो जाए। पुलिस स्टेशन की इमारत आ गई थी। गेट में दाख़िल होते वक़्त एक बार फिर मेरा दिल ज़ोर से धड़का।

मैं इमारत की सीढ़ियां चढ़कर वराण्डे में पहुंचा। पास ही बिछी बेंच पर एक कांस्टेबल बैठा हथेली पर तम्बाकू और चूना मसलता नज़र आया। उसने अपनी टोपी उतारकर बेंच पर रख ली थी और उस की गंजी खोपड़ी बल्ब की रौशनी में चमक रही थी। मुझपर नज़र पड़ते ही उस ने इस्तफ़हामिया[1] नज़रों से मेरी तरफ़ देखा। मैं उस के क़रीब पहुंच कर एक वक़्फे के लिए रुका, फिर बोला "मुझे एक कम्प्लेंट लिखवानी है।"

"कहां से आए हो?" उसने त्योरी चढ़ाकर पूछा।

"नेहरू नगर से"

"क्या हुआ?" उस की नज़रें सर से पैर तक मेरा जायज़ा ले रही थीं।

"वहां कुछ गुंडों ने मुझ पर हमला करना चाहा था"

"हुम" उस ने तम्बाकू को अपने निचले होंठ के नीचे दबाते हुए ज़ोर से हुंकारी भरी। फिर हाथ झाड़ता हुआ बोला। "जाओ, उधर जाओ" उसने सीधे हाथ की तरफ़ इशारा करते हुए कहा और दीवार से टेक लगाकर बैठ गया। मैं उस तरफ़ मुड़ गया जिधर कान्सटेबल ने इशारा किया था। कुछ क़दम चलने के बाद एक खुला दरवाज़ा दिखाई दिया। मै। दरवाज़े में ठिठक गया और सामने कुर्सी पर बैठे एक मोटे हवलदार को देखने लगा। वह शायद हेड कान्सटेबल था और गर्दन झुकाए हुए कोई फ़ाइल उलट पलट रहा था। पास ही एक दूसरी मेज़ पर कोई क्लर्क कुछ टाईप कर रहा था और एक दूसरा कान्सटेबल एक तरफ़ कुर्सी पर बैठा जमाईयां ले रहा था। मैंने एक लम्हे तवक़्क़ुफ़[2] के बाद खंखार कर कहा "मे आई, कमइन?" हेड कान्सटेबल ने फ़ाईल से गरदन उठाई और जमाई लेने वाला कान्सटेबल चुंधियाई आंखों से मुझे देखने लगा हेड कान्सटेबल ने गर्दन हिलाकर

1. प्रश्नवाचक 2. विलंब

میں نے دل میں الفاظ تولتے ہوئے کہا۔ ''جی بات یہ ہے کہ میں نہرونگر میں پانچ نمبر بلاک میں رہتا ہوں۔ وہاں شامو دادا کا شراب کا اڈا ہے۔ اس کے چھوکروں نے آج مجھ پر چاقو سے حملہ کرنا چاہا تھا۔''

''کیوں؟ تم نے اسے چھیڑا ہوگا۔'' ہیڈ کانسٹیبل نے کہا۔

میں اس ریمارک پر بوکھلا گیا۔ میں سمجھ رہا تھا شراب کے اڈے کا ذکر آتے ہی یہ لوگ ان غنڈوں کی غنڈا گردی کو سمجھ جائیں گے۔ کیونکہ شامو ناجائز شراب کا کاروبار کرتا تھا۔ مگر اب حولدار کے تیور دیکھ کر میرا دل ڈوبنے لگا۔ میں نے مسمسی صورت بنا کر کہا۔

''جی میں نے کچھ نہیں کیا۔''

''پھر کیا اس کا دماغ خراب ہوگیا تھا کہ جو خواہ مخواہ تم سے جھگڑا کرنے آگیا۔'' اس کے درشت لہجے نے میرے رہے سہے حواس بھی غائب کردیے تھے۔ پھر بھی میں نے سنبھلتے ہوئے کہا:

''جی بات یہ تھی کہ وہ ہمارے گھر کے سامنے والی نالی میں شراب کی بوتلیں چھپا رہا تھا۔ میں نے منع کیا بس اسی پر بگڑ گیا۔''

''ہم، یہ بات ہے۔ یہ بتاؤ تم نے منع کیوں کیا؟''

''جی!۔'' میں حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔'' صاحب وہ میرے گھر کے سامنے شراب چھپا رہا تھا۔ میں ایک شریف آدمی ہوں۔ کیا مجھے اس پر اعتراض کرنے کا حق بھی نہیں۔''

ہیڈ کانسٹیبل نے ایک بار مجھے گھور کر دیکھا اور بولا: ''ارے شراب کی بوتلیں نالی میں چھپا رہا تھا نا، تمھارا کیا بگڑتا تھا اس سے۔''

مجھے اب سچ مچ غصہ آگیا تھا۔ میں نے دل ہی دل میں اس موٹے حولدار کو ایک موٹی سی گالی دی مگر بہ ظاہر اپنے لہجے کو حتی الامکان نرم بناتے ہوئے کہا۔'' مگر حولدار صاحب (حرامی صاحب) وہ غنڈا آدمی ہے۔ اگر میں اس وقت اعتراض نہ کرتا تو وہ کل میرے گھر میں گھس سکتا تھا اور پھر اس کا دھندا بھی تو قانوناً ناجائز ہے۔''

''بس بس ہم کو معلوم ہے۔ یہاں قانون مت بگھارو۔ ادھر جاؤ پہلے صاحب سے

मुझे अन्दर आने की इजाज़त दी। मैं अन्दर दाख़िल हुआ और मेज़ के पास जा खड़ा हुआ।

"क्या है?" हेड कान्सटेबल ने फ़ाइल पर से नज़रें उठाते हुए पूछा।

"जी......जी......मुझे एक कंप्लेंट लिखवानी है।"

"कहां रहते हो?"

"नेहरू नगर"

"क्या हुआ, जल्दी बोलो" उसका लहजा बड़ा अहानत आमेज़ था।

मैंने दिल में अलफाज़ तौलते हुए कहा। "जी बात यह है कि मैं नहरू नगर में पांच नंबर ब्लॉक में रहता हूं। वहां शामू दादा का शराब का अड्डा है। उस के छोकरों ने आज मुझ पर चाकू से हमला करना चाहा था।"

"क्यों? तुम ने उसे छेड़ा होगा" हेड कान्सटेबल ने कहा।

मैं इस रिमार्क पर बौखला गया। मैं समझ रहा था शराब के अड्डे का ज़िक्र आते ही यह लोग उन गुंडों की गुंडा गर्दी को समझ जाऐंगे। क्यों कि शामू नाजायज़ शराब का कारोबार करता था। मगर अब हवलदार के तेवर देखकर मेरा दिल डूबने लगा। मैंने मिसमिसी सूरत बनाकर कहा। "जी मैंने कुछ नहीं किया।"

फिर क्या उस का दिमाग़ ख़राब हो गया था जो ख़्वाह-म-ख़्वाह[1] तुम से झगड़ा करने आ गया उस के दुरुश्त[2] लहजे ने मेरे रहे सहे हवास[3] भी ग़ायब कर दिए थे। फिर भी मैंने संभलते हुए कहा।

"जी बात यह थी कि वह हमारे घर के सामने वाली नाली में शराब की बोतलें छुपा रहा था। मैंने मना किया। बस इसी पर बिगड़ गया।"

"हुम, यह बात है। यह बताओ तुम ने मना क्यों किया।?"

"जी!" मैं हैरत से उसकी तरफ़ देखने लगा। "साहब वह मेरे घर के सामने शराब छुपा रहा था। मैं एक शरीफ आदमी हूं। क्या मुझे उस पर एतराज़ करने का हक़ भी नहीं।"

हेड कान्सटेबल ने एक बार मुझे घूरकर देखा और बोला। "अरे शराब की बोतलें नाली में छुपा रहा था ना, तुम्हारा क्या बिगड़ता था उससे।"

1. यूं ही 2. कठोर 3. होश

شکایت کرو۔ وہ کہے گا تو ہم کمپلین لکھ لے گا۔" اس نے بائیں طرف ایک کیبن کے بند دروازے کے طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ پھر وہ کرسی میں پڑے جماہی لیتے سپاہی سے مخاطب ہوا۔"بھالے راؤ اس آدمی کو صاحب کے پاس لے جاؤ۔"

بھالے راؤ نے ایک بار پھر منہ پھاڑ کر جماہی لی اور کچھ بڑبڑاتا ہوا ناگواری سے بولا: "چلو!"

وہ کرسی سے اٹھا اور لڑکھڑاتے قدموں سے چلتا ہوا کیبن کی چق ہٹا کر اندر چلا گیا۔ پھر چند سکنڈ بعد ہی باہر نکلا اور میری طرف دیکھے بغیر بولا۔" جاؤ" اور خود دوبارہ اسی کرسی کی طرف مڑ گیا جہاں پہلے بیٹھا جماہیاں لے رہا تھا۔ میں چق ہٹا کر اندر داخل ہوا۔ سامنے ایک سخت چہرے اور بڑی بڑی مونچھوں والا شخص مجھے گھور رہا تھا۔ میں نے تھوک نگلتے ہوئے دونوں ہاتھ جوڑ کر اسے نمسکار کیا اور اس کے سامنے جا کھڑا ہوا (میرے دونوں ہاتھ نمسکار کی شکل میں اب بھی جڑے ہوئے تھے) سامنے دو خالی کرسیاں پڑی تھیں۔ مگر میں اس قدر نروس ہو گیا تھا کہ کرسی پر بیٹھنے کے بجائے، میز کے کونے سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔

"کیا بات ہے؟" اس سخت چہرے والے پولیس انسپکٹر نے (ہاں وہ صورت سے پولیس انسپکٹر ہی لگتا تھا) اپنی موٹی آواز میں پوچھا۔

میں نے پھر اپنے خشک ہوتے گلے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا" صاحب میں ایک کمپلین لکھوانے آیا ہوں۔"

"کہاں رہتے ہو؟" اس نے بھی مجھے سر سے پاؤں تک گھورتے ہوئے پوچھا۔

"نہرو نگر میں" میں نے انتہائی نرم اور ملتجی آواز میں جواب دیا۔

"بیٹھو" اس نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا اور شام کے جھگڑے کی تفصیلات سنانے لگا۔ میری گفتگو کے دوران وہ سگریٹ سلگا کر ہلکے ہلکے کش لیتا رہا۔ وہ میری باتیں اتنی بے دلی سے سن رہا تھا جیسے کوئی گھسا پٹا ریکارڈ سن رہا ہو۔ بس وہ سننے کے لیے سن رہا تھا۔ جب میں چپ ہوا تو ایک لمحے کو اس کی تیز نگاہیں میرے چہرے پر جمی رہیں۔ پھر اس کی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔

मुझे अब सचमुच गुस्सा आ गया था। मैंने दिल ही दिल में उस मोटे हवलदार को एक मोटी सी गाली दी मगर बज़ाहिर अपने लहजे को हत्तल-इमकान[1] नर्म बनाते हुए कहा। मगर हवलदार साहब (ह़रामी साहब) वह गुंडा आदमी है अगर मैं उस वक़्त एतराज़ न करता तो वह कल मेरे घर में घुस सकता था और फिर उस का धंधा भी तो क़ानूनन नाजायज़ है।''

''बस बस हम को मालूम है। यहां क़ानून मत बघारो। उधर जाओ पहले साहब से शिकायत करो। वह कहेगा तो हम कंप्लेन लिख लेगा।'' उस ने बाएं तरफ़ एक केबिन के बन्द दरवाज़े की तरफ़ इशारा करते हुए कहा। फिर वह कुर्सी में पड़े जमाही लेते सिपाही से मुख़ातिब हुआ। भाले राव इस आदमी को साहब के पास ले आजो।''

भाले राव ने एक बार फिर मुंह फाड़कर जमाही ली और कुछ बड़बड़ाता हुआ नागवारी से बोला ''चलो!''

वह कुर्सी से उठा और लड़खड़ाते क़दमों से चलता हुआ केबिन की चिक़ हटाकर अन्दर चला गया। फिर चन्द सैकेंड बाद ही बाहर निकला और मेरी तरफ़ देखे बग़ैर बोला ''जाओ'' और खुद दोबारा उसी कुर्सी की तरफ़ मुड़ गया जहां पहले बैठा जमाइयां ले रहा था। मैं चिक़ हटाकर अन्दर दाख़िल हुआ। सामने एक सख़्त चेहरे और बड़ी बड़ी मूछों वाला शख़्स मुझे घूर रहा था। मैंने थूक निगलते हुए दोनों हाथ जोड़कर उसे नमस्कार किया और उसके सामने जा खड़ा हुआ। (मेरे दोनों हाथ नमस्कार की शकल में अब भी जुड़े हुए थे।) सामने दो खाली कुर्सियां पड़ी थीं मगर मैं इस क़द्र नरवस हो गया था कि कुर्सी पर बैठने के बजाए, मेज़ के कोने से लग कर खड़ा हो गया।

''क्या बात है?'' उस सख़्त चेहरे वाले पुलिस इन्सपैक्टर ने (हां वह सूरत से पुलिस इन्सपैक्टर ही लगता था।) अपनी मोटी आवाज़ में पूछा।

मैंने फिर अपने खुश्क होते गले पर हाथ फेरते हुए कहा। ''साहब मैं एक कंप्लेन्ट लिखवाने आया हूं।

''कहां रहते हो?'' उसने भी मुझे सर से पांव तक घूरते हुए पूछा।

''नेहरू नगर में'' मैंने इन्तहाई नर्म और मुल्तजी[2] आवाज़ में जवाब

1. यथासम्भव 2. प्रार्थना करने वाली

''اچھا تو اب تم کیا چاہتے ہو؟''

''جی!'' میں اس کے سوال کا مطلب نہیں سمجھ سکا تھا۔ اس لیے صرف جی کرکے رہ گیا۔ انسپکٹر نے شاید میرے لہجے میں چھپے استعجاب کو بھانپ لیا تھا۔ اس نے فوراً دوسرا سوال کیا۔

''کیا کام کرتے ہو؟''

''جی صاحب میں 'سی' وارڈ میں کلرک ہوں۔''

''گھر میں کون کون ہے؟۔''

''جی میں اور میری بیوی۔''

''شاید نئے آئے ہو؟''

''جی ہاں، چھ سات مہینے ہوئے ہیں''

''اچھا دیکھو واقعی تمھارے ساتھ زیادتی ہوئی ہے اور مجھے اس کا بڑا افسوس ہے مگر......۔''

انسپکٹر کے ان جملوں سے میری ڈھارس بندھی اور میرا حوصلہ بھی بڑھا۔ میں نے درمیان میں جلدی سے کہا۔ ''سر! اگر آپ چاہیں تو......۔''

انسپکٹر کو شاید میرا اس طرح درمیان میں ٹوکنا برا لگا۔ اس نے قدرے سخت لہجے میں کہا:

''پہلے ہماری بات تو سنو!''

''جی سر!'' میں سہم کر ایک دم سے چپ ہوگیا۔

''دیکھو! ہم ابھی تمھارے ساتھ دو چار سپاہی روانہ کر سکتے ہیں اور ساتھ ہی اس کے آدمیوں کی مشکیں کسوا کر یہاں بلا سکتے ہیں۔ مگر سوچو اس سے کیا ہوگا۔ وہ دوسرے ہی دن ضمانت پر چھوٹ جائے گا اور پھر تمھیں وہیں رہنا ہے اور وہ ہے غنڈا آدمی چھوٹنے کے بعد وہ انتقاماً کچھ بھی کر سکتا ہے۔ کیا تم میں اتنی طاقت ہے کہ اس سے ٹکرا سکو؟''

''مگر سر! قانون......''

اس نے ہاتھ اٹھا کر مجھے چپ کرادیا اور سگریٹ کی راکھ ایش ٹرے میں جھاڑتا ہوا بولا:

''قانون کی بات مت کرو۔ قانون ہم کو بھی معلوم ہے۔ پولیس تمھاری کمپلین پر ایکشن لے سکتی ہے۔ مگر چوبیس گھنٹے تمھاری حفاظت کی گارنٹی نہیں دے سکتی۔''

दिया। "बैठो" उस ने कुर्सी की तरफ़ इशारा किया।

मैं एक कुर्सी पर बैठ गया और शाम के झगड़े की तफ़सीलात सुनाने लगा। मेरी गुफ़्तगू के दौरान वह सिगरेट सुलगाकर हलके-हलके कश लेता रहा मेरी बातें इतनी बे दिली से सुन रहा था जैसे कोई घिसा पिटा रिकार्ड सुन रहा हो। बस वह सुनने के लिए सुन रहा था। जब मैं चुप हुआ तो एक लमहे को उसकी तेज़ निगाहें मेरे चेहरे पर जमी रहीं। फिर उस की आवाज़ मेरे कानों से टकराई।

"अच्छा तो अब तुम क्या चाहते हो ?"

"जी !" मैं उस के सवाल का मतलब नहीं समझ सका था। इसलिए सिर्फ़ जी करके रह गया। इन्सपैक्टर ने शायद मेरे लहजे में छुपे इस्तेजाब[1] को भांप लिया था। उसने फौरन दूसरा सवाल किया।

"क्या काम करते हो ?"

"जी साहब मैं 'सी' वार्ड में कलर्क हूं"

"घर में कौन कौन है ?"

"जी, मैं और मेरी बीवी"

"शायद नए आए हो ?"

"जी हां, छः सात महीने हुए"

"अच्छा देखो वाक़ई तुम्हारे साथ ज़्यादती हुई है और मुझे इस का बड़ा अफ़सोस है मगर............"

इन्सपैक्टर के उन जुमलों से मेरी ढाढ़स बंधी और मेरा हौसला भी बढ़ा। मैंने दरमियान में जल्दी से कहा। "सर! अगर आप चाहें तो......"

इन्सपैक्टर को शायद मेरा इस तरह दरमियान में टोकना बुरा लगा। उसने क़दरे सख़्त लहजे में कहा।

"पहले हमारी बात तो सुनो !"

"जी सर !" मैं सहम कर एकदम से चुप हो गया।

"देखो ! हम अभी तुम्हारे साथ दो चार सिपाही रवाना कर सकते हैं और साथ ही उस के आदमियों की मशकें कसवा कर यहां बुलवा सकते हैं। मगर सोचो उस से क्या होगा। वह दूसरे ही दिन ज़मानत पर छूट जाएगा और फिर तुम्हें

1. आश्चर्य

میں گردن جھکائے چپ چاپ بیٹھا رہا۔ انسپکٹر نے دوسری سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا:

''دیکھو! تم سیدھے سادے آدمی معلوم ہوتے ہو۔ ہو سکے تو وہ جگہ چھوڑ دو، اور اگر وہیں رہنا چاہتے ہو تو پھر ان غنڈوں سے مل کر رہو۔''

''مگر سر! وہ ناجائز شراب کا دھندا کرتا ہے کیا پولیس اس کا دھندا بند نہیں کرا سکتی؟'' (مجھے فوراً احساس ہوا کہ مجھے یہ سوال نہیں پوچھنا چاہیئے تھا) ایک پل کے لیے انسپکٹر کی آنکھوں میں غصہ اتر آیا۔ اس نے مجھے گھور کر دیکھا۔ پھر گمبھیر آواز میں بولا: ''پولیس خوب جانتی ہے کہ اسے کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں۔ شامو کا دھندا بند ہونے سے سارے کالے دھندے بند ہو جائیں گے، ایسا نہیں ہے۔''

جی میں آیا کہہ دوں۔ کالے دھندے تو بند نہیں ہوں گے۔ مگر شامو سے ملنے والا ہفتہ ضرور بند ہو جائے گا اور تم یہی نہیں چاہتے۔ مگر ایسا کچھ کہنا اپنے آپ کو اندھے کنویں میں گرانے جیسا ہی تھا۔ کیونکہ اگر یہ سامنے بیٹھا ہوا انسپکٹر ناراض ہو جائے تو الٹا مجھے اندر کر سکتا ہے۔ میں نے کتنی ہی دفعہ شامو کے اڈے پر پولیس والوں کو کوکا کولا پیتے اور سیخ کباب اڑاتے دیکھا تھا۔ ایک دو دفعہ تو وہ باہر بیٹھا ہوا ہیڈ کانسٹیبل بھی دکھائی دیا تھا۔ یہ میری ہی بھول تھی کہ میں یہاں دوڑا چلا آیا تھا۔ مجھے سچ مچ یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔ ان حرام خوروں سے منصفی کی توقع رکھنا، کنجوس سے سخاوت کی امید رکھنے جیسا ہی تھا۔ مجھے یوں گم سم بیٹھا دیکھ کر انسپکٹر نے سگریٹ کو ایش ٹرے میں رگڑتے ہوئے کہا۔

''دیکھو! اب بھی تم کمپلین لکھوانا چاہتے ہو تو باہر جا کر کمپلین لکھوا دینا۔ ایک کانسٹیبل تمھارے ساتھ جائے گا اور شامو کو یہاں بلا لائے گا۔ اب تم جا سکتے ہو' اتنا کہہ کر اس نے میز پر رکھی گھنٹی بجائی۔ جھٹ ایک حولدار اندر داخل ہوا۔ انسپکٹر نے رعب دار آواز میں کہا۔

''دیکھو یہ کوئی کمپلین لاج کرنا چاہتے ہیں۔ پانڈے سے کہو ان کی کمپلین لکھ لے اور بھالے راؤ کو ان کے ساتھ بھیج دے۔''

''یس ......سر......!'' حولدار نے سر جھکا کر کہا۔ پھر میری طرف مڑ کر بولا۔ ''چلو''

میں حولدار کے پیچھے باہر نکل آیا۔ حولدار نے اسی موٹے کانسٹیبل کو مخاطب کرتے

वहीं रहना है और वह है गुंडा आदमी। छूटने के बाद वह इन्तेक़ामन[1] कुछ भी कर सकता है। क्या तुम में इतनी ताक़त है कि उससे टकरा सको?"

"मगर सर! क़ानून......"

उसने हाथ उठाकर मुझे चुप करा दिया और सिगरेट की राख ऐशट्रे में झाड़ता हुआ बोला।

"क़ानून की बात मत करो। क़ानून हमको भी मालूम है। पुलिस तुम्हारी कंप्लेन पर एक्शन ले सकती है। मगर चौबीस घन्टे तुम्हारी हिफ़ाज़त की गारन्टी नहीं दे सकती।" मैं गर्दन झुकाए चुपचाप बैठा रहा। इन्सपैक्टर ने दूसरी सिगरेट सुलगाते हुए कहा।

--देखो! तुम सीधे सादे आदमी मालूम होते हो। हो सके तो वह जगह छोड़ दो, और अगर वहीं रहना चाहते हो तो फिर उन गुंडों से मिल कर रहो।"

"मगर सर! वह नाजायज़ शराब का धंधा करता है क्या पुलिस उस का धंधा बन्द नहीं करा सकती?" (मुझे फ़ौरन एहसास हुआ कि मुझे यह सवाल नहीं पूछना चाहिए था।) एक पल के लिए इन्सपैक्टर की आंखों में ग़ुस्सा उतर आया। उसने मुझे घूर कर देखा फिर गंभीर आवाज़ में बोला। "पुलिस ख़ूब जानती है कि उसें क्या करना चाहिए और क्या नहीं करना चाहिए। शामू का धंधा बन्द होने से सारे काले धंधे बन्द हो जाऐगे, ऐसा नहीं है।"

जी में आया कह दूँ- काले धंधे तो बंद नहीं होगें। मगर शामू से मिलने वाला हफ़्ता जरूर बंद हो जायेगा और तुम यही नहीं चाहते। मगर ऐसा कुछ कहना अपने आप को अंधे कुएं में गिराने जैसा ही था। क्योंकि अगर यह सामने बैठा हुआ इन्सपैक्टर नाराज़ हो जाये तो उलटा मुझे अन्दर करा सकता है। मैंने कितनी ही दफ़ा शामू के अड्डे पर पुलिस वालों को कोका कोला पीते और सीख़ कबाब उड़ाते देखा था। एक दो दफ़ा वह बाहर बैठा हुआ हेड कांसटेबल भी दिखाई दिया था। यह मेरी ही भूल थी कि मैं यहां दौड़ा चला आया था। मुझे सचमुच यहां नहीं आना चाहिए था। इन हरामख़ोरो से मुंसिफ़ी[2] की तवक्क़ो[3] रखना, कंजूस से सख़ावत[4] की उम्मीद रखने जैसा ही था। मुझे यूं गुम सुम बैठा देख कर इन्सपेक्टर ने सिगरेट को ऐश में रगड़ते हुए कहा।

---

1. बदले में 2. न्याय 3. आशा 4. दान शीलता

ہوئے کہا:

''پانڈے صاحب! بڑے صاحب نے اس آدمی کی کمپلین لاج کرنے کو کہا ہے۔''

پانڈے نے خشونت آمیز نظروں سے میری طرف دیکھا۔ چڑچڑاہٹ اور بیزاری اس کے چہرے سے صاف پڑھی جا سکتی تھی۔ اک لمحے کو اس کی اور میری نظریں ملیں۔ میں نے دھیرے سے کہا:

''نہیں مجھے کوئی کمپلین نہیں لکھوانی ہے۔''

اتنا کہہ کر میں تیزی سے دروازے کے باہر نکل گیا۔ اپنے پیچھے میں نے پانڈے کی آواز سنی جو شاید بھالے راؤ سے کہہ رہا تھا۔

''ذرا ان کا حلیہ تو دیکھو۔ دم تو کچھ بھی نہیں اور چلے ہیں دادا لوگوں سے ٹکر لینے۔''

میں تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا پولیس اسٹیشن کے باہر نکل آیا۔ کلائی کی گھڑی دیکھی، دس بج رہے تھے۔ دکانیں قریب قریب بند ہو چکی تھیں۔ صرف، نیو اسٹار، ہوٹل کھلا تھا اور پان والے کی دکان پر کچھ لوگ کھڑے نظر آرہے تھے۔ میں نے جیب سے دس پیسے کا ایک سکہ نکالا اور پان والے سے ایک پنا ما سگریٹ خرید کر پاس ہی جلتے ہوئے چراغ سے اسے سلگایا۔

میرے قدم پھر اپنے محلے کی طرف اٹھ گئے۔ میں اس وقت بالکل خالی الذہن ہو گیا تھا۔ نہ مجھے شامو پر غصہ آرہا تھا نہ پانڈے حولدار پر نہ پولیس انسپکٹر پر۔ مجھے وہ تینوں ایک جیسے ہی لگے۔ انسپکٹر کی باتوں نے مجھے جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ مجھے لگ رہا تھا، سچائی، انصاف اور شرافت سب کتابی باتیں ہیں۔ حقیقی زندگی سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اس دنیا میں شریف اور ایمان دار آدمی کو لوگ اسی طرح نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں جس طرح کسی زمانے میں برہمن، شدر لوگوں کو دیکھتے تھے۔ میں ریلوے پٹری کراس کر کے پتلی سڑک پر آگیا تھا۔ نالیوں سے اٹھنے والے بد بو کے بھبکوں نے میرا استقبال کیا۔ میں پھر اپنے محلے میں داخل ہو چکا تھا۔ سامنے شامو کے اڈے پر ویسی ہی چهل پہل تھی۔ سیخ کباب والے کی انگیٹھی برابر دہک رہی تھی اور گلاسوں کی کھنک اور پینے والوں کی بہکی بہکی گالیاں فضا میں تیرتی پھر رہی تھیں۔

میں ایک پل کے لیے ٹھٹکا۔ پھر اپنے گھر کی طرف مڑنے کے بجائے شامو کے

"देखो! अब भी तुम कम्पलेन लिखाना चाहते हो तो बाहर जा कर कम्पलेन लिखा देना। एक कान्सेटबल तुम्हारे साथ जायेगा और शामू को यहां बुला लायेगा। अब तुम जा सकते हो।" इतना कह कर उस ने मेज़ पर रखी घंटी बजायी। झट एक हवलदार अन्दर दाख़िल हुआ। इन्सपैक्टर ने रौब दार आवाज़ में कहा।

"देखो यह कोई कम्पलेन लाज करना चहाते हैं। पांडे से कहो इन की कम्पलेन लिख ले और भाले राव को इन के साथ भेज दे।"

"यस----सर----।" हवलदार ने सर झुका कर कहा फिर मेरी तरफ़ मुड़ कर बोला "चलो"

मैं हवलदार के पीछे बाहर निकल आया। हवलदार ने उसी मोटे कान्सटेबल को मुख़ातिब करते हुए कहा।

"पांडे साहब! बड़े साहब ने इस आदमी की कम्पलेन लाज करने को कहा है।"

पांडे ने ख़ुशूनत[1] आमेज़ नज़रों से मेरी तरफ़ देखा। चिड़चिड़ाहट और बेज़ारी उस के चेहरे से साफ़ पढ़ी जा सकती थी। एक लम्हे को उस की और मेरी नज़रे मिलीं मैंने धीरे से कहा।

"नहीं मुझे कोई कम्पलेन नहीं लिखवानी है।"

इतना कह कर मैं तेज़ी से दरवाज़े के बाहर निकल गया। अपने पीछे मैं ने पांडे की आवाज़ सुनी जो शायद भाले राव से कह रहा था।

"ज़रा इन का हुलिया तो देखो। दम तो कुछ भी नहीं और चले है दादा लोगों से टक्कर लेने।"

मैं तेज़ तेज़ क़दम उठाता हुआ पुलिस स्टेशन के बाहर निकल आया। कलाई की घड़ी देखी, दस बज रहे थे। दुकानें क़रीब क़रीब बंद हो चुकी थीं। सिर्फ़ न्यू स्टार होटल खुला था। और पान वाले की दुकान पर कुछ लोग खड़े नज़र आ रहे थे। मैं ने जेब से दस पैसे का एक सिक्का निकला और पान वाले से एक पनामा सिगरेट ख़रीद कर पास ही जलते हुए चिराग़ से उसे सुलगाया।

मेरे क़दम फिर अपने मुहल्ले की तरफ़ उठ गये। मैं इस वक़्त बिलकुल ख़ाली ज़हन हो गया था। न मुझे शामू पर गुस्सा आ रहा था। न पांडें हवलदार पर

1. कड़ाई

اڈے کی طرف بڑھ گیا۔ قریب پہنچ کر میں نے اڈے کا جائزہ لیا۔ ۔ پانچ دس آدمی بنچوں پر بیٹھے، سیخ کباب چکھتے، شراب کے گھونٹ لے رہے تھے۔ سوڈا واٹر کی بوتلیں اور شراب کے گلاس ان کے سامنے رکھے تھے۔ دیسی شراب کی تیز بو میرے نتھنوں سے ٹکرائی دو چھوکرے پینے والوں کو سرد کر رہے تھے۔ ان میں ایک وہی تھا، جس نے مجھ پر چاقو اٹھایا تھا۔ میں جیسے ہی روشنی میں آیا۔ اس کی نظر مجھ پر پڑی۔ ایک لمحے کے لیے وہ چونکا پھر اپنے ہاتھ میں دبی سوڈے کی بوتل دوسرے چھوکرے کے ہاتھ میں تھماتا ہوا دھیمی آواز میں کچھ بولا۔ اس چھوکرے نے بھی پلٹ کر مجھے دیکھا اور پھر لپک کر اندر کے کمرے میں چلا گیا۔ مجھ پر چاقو اٹھانے والا اپنی کمر پر دونوں ہاتھ رکھے اسی طرح کھڑا مجھے گھور رہا تھا۔ میں دھیرے دھیرے چلتا ہوا قریب کی ایک بینچ پر جا کر بیٹھ گیا۔ اتنے میں شامو لنگی اور بنیان پہنے باہر نکلا۔ اس کے ساتھ دو چھوکرے اور بھی تھے۔ شامو کے تیور اچھے نہیں تھے۔

''کون ہے رے!'' اس نے تیکھے لہجے میں مجھ پر چاقو اٹھانے والے چھوکرے سے پوچھا۔ پھر اس کے جواب دینے سے پہلے ہی اس کی نظر مجھ پر پڑ گئی اور وہ بھی ایک لمحے کے لیے ٹھٹک گیا۔ میری نظریں اس کے چہرے پر گڑی ہوئی تھیں۔ اس نے ان چھوکروں سے کچھ کہا۔ جسے میں نہیں سن سکا۔ پھر وہ دھیرے دھیرے چلتا ہوا میرے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔ دوسرے چھوکرے چند قدم کے فاصلے سے مجھے نیم دائرے کی شکل میں گھیرے کھڑے ہو گئے۔ شراب پینے والے دوسرے گاہک بھی اب بہکی بہکی باتیں کرنے کی بجائے ہماری طرف دیکھنے لگے تھے۔ شاید وہ بھی سمجھ گئے تھے کہ اب یہاں کچھ ہونے والا ہے میں اسی طرح بینچ پر بیٹھا شامو کی طرف دیکھ رہا تھا۔ شامو نے اپنی لنگی اوپر چڑھاتے ہوئے کڑے لہجے میں پوچھا:

''اب کیا ہے؟''

معاً اس کی اور میری نظریں ملیں۔ اس کی آنکھوں سے چنگاریاں نکل رہی تھیں۔ میں نے نہایت پرسکون لہجے میں جواب دیا۔

''پاؤ سیر موسمی اور ایک سادا سوڈا۔''

شامو کے ہاتھ سے لنگی کے چھور چھوٹ گئے اور وہ حیرت سے میری طرف دیکھنے لگا۔

न पुलिस इन्सपैक्टर पर मुझे वह तीनों एक जैसे ही लगे। इन्सपैक्टर की बातों ने मुझे झिंझोंड़कर रख दिया था। मुझे लग रहा था। सच्चाई, इन्साफ़, और शराफ़त सब किताबी बातें है। हक़ीक़ी जिन्दगी से इन का दूर का भी वास्ता नहीं। इस दुनिया में शरीफ़ और ईमानदार आदमी को लोग इसी तरह नफ़रत व हिक़ारत की नज़र से देखते हैं। जिस तरह किसी ज़माने में ब्राह्मण, शुद्र लोगों को देखते थे। मैं रेलवे पटरी क्रास करके पतली सड़क पर आ गया था। नालियों से उठने वाले बदबू के भबकों ने मेरा इस्तेक़बाल[1] किया। मैं फिर अपने मुहल्ले में दाख़िल हो चुका था। सामने शामू के अड्डे पर वैसी ही चहल पहल थी। सीख़ कबाब वाले की अंगीठी बराबर दहक रही थी और गिलासों की ग्नक और पीने वालों की बहकी बहकी गालियां फ़िज़ा में तैरती फिर रही थीं।

मैं एक पल के लिये ठिठका। फिर अपने घर की तरफ़ मुड़ने के बजाये शामू के अड्डे की तरफ़ बढ़ गया। क़रीब पहुंच कर मैं ने अड्डे का जायज़ा लिया। पांच दस आदमी बेंचो पर बैठे सीख़ कबाब चखते, शराब के घूंट ले रहे थे। सोडा वाटर की बोतलें और शराब के गिलास उन के सामने रखे थे। देसी शराब की तेज़ बू मेरे नथुनों से टकराई। दो छोकरे पीने वालों को सर्व कर रहे थे। उनमें एक वही था, जिसने मुझपर चाक़ू उठाया था। मैं जैसे ही रौशनी में आया। उसकी नज़र मुझपर पड़ी। एक लम्हे के लिए वह चौंका फिर अपने हाथ में दबी सोडे की बोतल दूसरे छोकरे के हाथ में थमाता हुआ धीमी आवाज़ में कुछ बोला। उस छोकरे ने भी पलटकर मुझे देखा और फिर लपककर अन्दर के कमरे में चला गया। मुझ पर चाक़ू उठाने वाला अपनी कमर पर दोनों हाथ रखे उसी तरह खड़ा मुझे घूर रहा था। मैं धीरे-धीरे चलता हुआ क़रीब की एक बेंच पर जाकर बैठ गया। इतने में शामू लुंगी और बनियान पहने बाहर निकला। उसके साथ दो छोकरे और भी थे। शामू के तेवर अच्छे नहीं थे।

"कौन है रे!" उसने तीखे लहजे में मुझपर चाक़ू उठाने वाले छोकरे से पूछा। फिर उसके जवाब देने से पहले ही उसकी नज़र मुझपर पड़ गई और वह भी एक लम्हे के लिए ठिठक गया। मेरी नज़रें उसके चेहरे पर गड़ी हुई थीं। उसने उन छोकरों से कुछ कहा। जिसे मैं नहीं सुन सका। फिर वह धीरे-धीरे चलता

1. स्वागत

نیم دائرے کی شکل میں کھڑے اس کے چھوکرے بھی حیران نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ ان کے لیے میرا یہ رویہ شاید قطعی غیر متوقع تھا۔ وہ سب پتھر کی مورتیوں کی طرح بے حس و حرکت کھڑے میری طرف دیکھ رہے تھے۔ ان کی آنکھوں میں اس وقت ایک عجیب قسم کی پریشانی جھلک رہی تھی۔ چند ثانیوں کے لیے ہی کیوں نہ ہو، اس وقت وہ مجھے بہت بے بس نظر آئے اور ان کی اس بے بسی کو دیکھ کر مجھے اندر سے بڑی راحت کا احساس ہوا۔ چند سیکنڈ تک کوئی کچھ نہ بولا۔ میں نے اسی ٹھہرے ہوئے لہجے میں آگے کہا۔

''اور ایک پلیٹ بھنی ہوئی کلیجی بھی دینا۔''

हुआ मेरे क़रीब आकर खड़ा हो गया। दूसरे छोकरे चन्द क़दम के फ़ासले से मुझे नीम दायरे की शक्ल में घेरे खड़े हो गए। शराब पीने वाले दूसरे ग्राहक भी अब बहकी बहकी बातें करने के बजाये हमारी तरफ़ देखने लगे थे। शायद वह भी समझ गए थे कि अब कुछ होने वाला है। मैं उसी तरह बेंच पर बैठा शामू की तरफ़ देख रहा था। शामू ने अपनी लुंगी ऊपर चढ़ाते हुए कड़े लहजे में पूछा।

"अब क्या है?"

मअन उसकी और मेरी नज़रें मिलीं। उसकी आंखों से चिंगारियां निकल रही थीं। मैंने निहायत पुरसुकून लहजे में जवाब दिया।

"पाव सेर मौसम्बी और एक सादा सोडा"

शामू के हाथ से लुंगी के छोर छूट गये और वह हैरत से मेरी तरफ़ देखने लगा।

नीम-दायरे[1] की शक्ल में खड़े उसके छोकरे भी हैरान नज़रों से एक दूसरे की तरफ़ देखने लगे। उन के लिए मेरा यह रवैया शायद क़तई ग़ैर मुतवक़्क़ा था। वह सब पत्थर की मूर्तियों की तरह बेहिसोहरकत खड़े मेरी तरफ़ देख रहे थे। उन की आंखों में उस वक़्त एक अजीब क़िस्म की परेशानी झलक रही थी। चन्द सानियों[2] के लिए ही क्यों न हो, उस वक़्त वह मुझे बहुत बेबस नज़र आए और उन की उस बे बसी को देखकर मुझे अन्दर से बड़ी राहत का एहसास हुआ। चन्द सेकेंड तक कोई कुछ न बोला। मैंने उसी ठहरे हुए लहजे में आगे कहा।

"और एक प्लेट भुनी हुई कलेजी भी देना"

انور خان

حق

''اپن کھالی میت کو کاندھا دینے کا پیسا نہیں لیتا، باقی ہر کام کا پیسا ہے فاروق بھائی ان کو سمجھا دو۔''

چائے پیتے ہوئے چونک کر میں نے اس کی طرف دیکھا۔ چہرے وہ کریہہ نہیں لگتا تھا۔ مسلسل پان چباتے چباتے اس کے دانت سڑ چکے تھے۔ برسہا برس کی شراب نوشی کے اثر سے چہرہ آگ بھبھوکا سا اور سوجا سوجا سا لگتا تھا۔ پھر بھی اندازہ ہوتا تھا کہ جوانی میں وہ خاصا برد بار رہا ہوگا، کپڑوں سے نفاست ظاہر تھی۔ سونے کی انگوٹھی، کلائی پر بیش قیمتی گھڑی، چہرے سے چالاکی ٹپکتی تھی۔ گفتگو کا انداز ممبئی کے سیانوں جیسا۔ ہر دو جملوں کے بعد ایک سوکھا قہقہہ۔ عمر پچاس سے کچھ اوپر ہی ہوگی۔ لیکن یہ جملہ سننے کے بعد وہ گندا سا ہوٹل ہم جس میں بیٹھے چائے پی رہے تھے، اس کا مالک، سامنے کرسی پر پیر چڑھائے قیمہ پاؤ کھاتا ادھیڑ عمر شخص، چائے کی بے رونق پیالیاں، ان پر بھنکتی مکھیاں سب انتہائی ناقابل برداشت معلوم ہوئے۔ وہاں سے بھاگ جانے کو جی چاہا لیکن پیر جمے رہے کیوں کہ میرے دوست فاروق نے مجھے یقین دلایا تھا کہ دانتوں میں خلال کرتا یہ شخص الہ دین کے جن سے کم نہیں۔ مکان کی ضرورت ہو، دکان خریدنی یا بیچنی ہو، یا پاسپورٹ بنوانا ہو۔ مصالحت کروانی ہو۔ طلاق دلوانی ہو، معاملہ سلجھانا ہو یا پھر الجھانا ہو۔ رئیس ایسے کام چٹکی بجاتے ہی کر دیتا ہے۔ سچ پوچھو تو جن بھی ایسے کام اتنی سہولت کے ساتھ نہیں کر سکتا۔

''آپ کب سے یہ کام کر رہے ہیں، رئیس بھائی'' میرے دوست نے یونہی گفتگو جاری رکھنے کے خیال سے پوچھا۔

''تم لوگ پیدا بھی نہیں ہوئے ہوگے۔'' رئیس ہنسا۔ ''اس وقت سے میں یہ کام

अनवर ख़ान

हक़

''अपन ख़ाली मय्यत को कांधा देने का पैसा नहीं लेता, बाक़ी हर काम का पैसा है फारूक़ भाई इनको समझा दो।''

चाय पीते हुए चौंक कर मैं ने उस की तरफ़ देखा। चेहरे से तो वह करीह नहीं लगता था। मुसलसल पान चबाते चबाते उस के दांत सड़ चुके थे। बरसहा बरस की शराब नोशी के असर से चेहरा आग भभूका सा और सूजा -सूजा सा लगता था। फिर भी अन्दाज़ा होता था कि जवानी मैं वह ख़ासा खूबरू रहा होगा कपड़ो से नफ़ासत ज़ाहिर थी। सोने की अंगूठी कलाई पर बेशक़ीमत घड़ी, चेहरे से चालाकी टपकती थी। गुफ़्तगू का अन्दाज़ बम्बई के सियानों जैसा -हर दो जुमलों के बाद एक सूखा क़हक़हा - उम्र 50 से कुछ ऊपर ही होगी। लेकिन यह जुमले सुनने के बाद वह गन्दा सा होटल हम जिसमे बैठे चाय पी रहे थे, उसका मालिक सामने कुर्सी पर पैर चढ़ाये क़ीमा पाव खाता अधेड़ उम्र शख़्स, चाय की बेरौनक़ प्यालियाँ, उन पर भिनकती मक्खियां सब इन्तहाई नाक़ाबिले बरदाश्त मालूम हुए। वहां से भाग जाने को जी चाहा लेकिन पैर जमे रहे क्योंकि मेरे दोस्त फ़ारूक़ ने मुझे यक़ीन दिलाया था। कि दांतो में खिलाल करता यह शख़्स अलादीन के जिन से कम नहीं। मकान की ज़रूरत हो, दुकान ख़रीदनी या बेचनी हो,या पासपोर्ट बनवाना हो, मसालेहत[1] करवानी हो, तलाक़ दिलवानी हो, मामला सुलझाना हो या फिर उलझाना हो, रईस ऐसे काम चुटकी बजाते ही कर देता है। सच पूछिये तो जिन भी ऐसे काम इतनी सहूलियत के साथ नहीं कर सकता।

''आप कब से यह काम कर रहे है, रईस भाई,'' मेरे दोस्त ने यूं ही ग़ुफ़्तगू

---
1. मेल जोल

کر رہا ہوں۔"

لہجہ سوکھا اور سپاٹ تو تھا لیکن اس میں طنز کا شائبہ نہ تھا۔ وہ ایک سادہ سچائی بیان کر رہا تھا۔

مجھے 'اچھو تا' میں ایسے جواب کا متوقع نہ تھا۔ کھانس کے بہانے میں نے جھک کر منہ چھپانے کی کوشش کی، فاروق نے پیر دبا کر سنبھلنے کا اشارہ کیا اور میں نے ہنسی کو دباتے ہوئے چہرے پر سنجیدگی طاری کر لی۔ وہ کہہ رہا تھا۔

''انیس سو پچپن میں میں اپنی پہلی بیوی کے ساتھ کراچی چلا گیا تھا۔ بیس سال کا بھی نہ تھا۔ وہاں جا کر چائے کی دکان شروع کی۔ بہت اچھا دھندا تھا۔ پچاس ساٹھ روپے روز کما لیتا تھا۔ بچہ تو تھا نہیں ٹھاٹھ سے زندگی گزرتی تھی لیکن سالی ممبئی بہت یاد آتی تھی۔ ممبئی بھی بیوی سے کم نہیں۔ اس کی عادت لگ گئی تو سمجھو آدمی گیا کام سے۔ ایک دن اپنی بیوی کو بولا۔ چلو ممبئی واپس چلتے ہیں۔ ادھر میرا من نہیں لگتا۔ اس کے بھائی بہن سگے سمبھندی سبھی ساتھ تھے کراچی میں۔ وہ کیوں تیار ہوتی۔ میں نے اس سے کہا۔ دیکھ امینہ ابھی تو جوان ہے دوسری شادی کر سکتی ہے۔ اپنی چائے کی دکان ہے اچھی چلتی ہے۔ تیرے بھائی دکان سنبھال سکتے ہیں تجھے کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ میں ممبئی واپس چلا جاتا ہوں۔ زندگی رہی، قدرت کو منظور ہوا تو پھر ملیں گے۔ وہ بہت روئی دھوئی بہت گڑگڑائی۔ میرے ہاتھ پیر جوڑے اس کے بھائیوں نے بھی سمجھایا۔ پر میرا دل تو ممبئی میں اٹکا تھا، اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے ممبئی آنکھوں کے آگے گھومتی تھی۔ کبھی دیکھتا میں میرین ڈرایو پر چل رہا ہوں۔ کبھی چوپاٹی پر ریت میں لیٹا ہوں۔ کبھی بھنڈی بازار میں اپنے دوستوں کے ساتھ ہنسی مذاق ہو رہا ہے۔ نیند میں بھی ممبئی بلاتی تھی۔ ایک دن چپکے سے نکلا اور کھوکھرا پار کے راستہ واپس ممبئی آ گیا۔"

ادھر آ کر میرے کو بہت سکون ملا۔ وہی پرانی لائف چالو ہو گئی۔ صبح کو میٹنی شو۔ شام کو کبھی وی ٹی اسٹیشن پر فاؤنٹین پین بیچا۔ کبھی سڑک پر پلاسٹک کے کھلونے، اڑی جوڑی، تین پتہ کی اڑی، ربر کا سانپ، سب دھندا اپن نے کیا۔ وہ گھاس میں چٹھی ڈالتے ہیں نا۔

जारी रखने के ख़्याल से पूछा।

"तुम लोग पैदा भी नहीं हुए होंगे" रईस हंसा "उस वक़्त से मैं यह काम कर रहा हूं।"

लहजा सूखा और सपाट तो था। लेकिन उसमें तंज़[1] का शायबा[2] न था। वह एक सादा सच्चाई बयान कर रहा था। बस।

मुझे उच्छू लगा, मैं ऐसे जवाब का मोतवक़्क़ा[3] न था। खांसी के बहाने मैंने झुक कर मुंह छिपाने की कोशिश की, फ़ारूक़ ने पैर दबा कर संभलने का इशारा किया और मैंने हंसी को दबाते हुए चेहरे पर संजीदगी तारी कर ली । वह कह रहा था ।

"उन्नीस सौ पचपन में अपनी पहली बीवी के साथ कराची चला गया था। बीस साल का भी न था। वहां जाकर चाय की दुकान शुरू करी। बहुत अच्छा धंधा था। पचास साठ रूपये रोज़ कमा लेता था। बच्चा तो था नहीं ठाठ से जिन्दगी गुज़रती थी। लेकिन साली बम्बई बहुत याद आती थी। बम्बई भी बीवी से कम नहीं। इसकी आदत लग गई तो समझो आदमी गया काम से। एक दिन अपनी बीवी को बोला चलो बम्बई वापस चलते हैं। इधर मेरा मन नहीं लगता। उसके भाई बहन सगे संबंधी साथ थे कराची में वह क्यों तैयार होती, । मैंने उससे कहा देख अमीना अभी तू जवान है, दूसरी शादी कर सकती है। अपनी चाय की दुकान है। अच्छी चलती है, तेरे भाई दुकान संभाल सकते हैं। तुझे कोई तकलीफ़ नहीं होगी। मैं वापस बम्बई जाता हूं जिन्दगी रही, और क़ुदरत को मंज़ूर हुआ तो फिर मिलेंगे। वह बहुत रोई धोई। बहुत गिड़गिड़ाई। मेरे हाथ पैर पकड़े उसके भाइयों ने भी समझाया। पर मेरा दिल तो बम्बई में अटका था, उठते बैठते, सोते जागते बम्बई आंखों में घूमती थी। कभी देखता मैं मेरिन ड्राइव पर चल रहा हूं। कभी चौपाटी पर रेत में लेटा हूं, कभी भिंडी बाज़ार पर अपने दोस्तों के साथ हंसी मज़ाक़ हो रहा है। नींद में भी बम्बई बुलाती थी। एक दिन चुपके से निकला और खोखरा पार के रस्ते वापस बम्बई आ गया।

"इधर आकर मेरे को बहुत सुकून मिला। वही पुरानी लाइफ़ चालू हो गई। सुबह को मैटनी शो। शाम को कभी वी. टी. स्टेशन पर फाउन्टेन पेन बेचा। कभी

1. कटाक्ष 2. सन्देह 3. आशा

کسی چٹھی میں ایک کا' دو کا پانچ کا نوٹ ہوتا ہے۔ باقی سب خالی ہوتی ہے۔ چار آنے میں کوئی بھی چٹھی اٹھاؤ پھر جیسی جس کی قسمت۔ یہ میرا آئڈیا تھا۔ سب سے پہلے میں نے اندھیری اسٹیشن پر شروع کیا۔ ٹی وی آیا تو سب سے پہلے میں نے مستم ل کمپاؤنڈ میں اتوار کو فلم دکھانا چالو کیا۔ بڑے آدمی کا چار آنہ، بچے کا دو آنہ۔ عورتیں اور بچہ بہت آتے تھے۔ پورا کمپاؤنڈ بھر جاتا تھا۔"

مجھے الجھن ہو رہی تھی۔ اس کی باتیں سننے کا جی تو چاہ رہا تھا لیکن میرے کام کی اب تک کوئی بات ہی نہ ہوئی تھی۔ مجھے کمرہ کرائے پر چاہیے تھا۔ بال بچوں کو وطن سے لانا تھا۔ میرا دل کہیں اور تھا۔

"آپ نے شادی نہیں کی' فاروق نے پوچھا۔

"اس کی لمبی اسٹوری ہے۔ بالکل فلم کے ما فک۔ ایک دن ناز سنیما پر ٹکٹ کی لائن میں کھڑا تھا۔ بہت لمبی لائن تھی۔ ایک لڑکی آئی میرے پاس بولی۔ میرا ٹکٹ نکالیں گے آپ؟ میں بولا کیوں نہیں۔ لڑکی ناک نقشے کی بہت اچھی تھی۔ رنگ گورا پان۔ آنگ اکھا اسٹیج اور اسپرنگ میں تو مست ہوگیا۔ ٹکٹ نکالا تو اس کی سیٹ میرے بازو میں ہی آئی۔ میں اس کے ساتھ بہت شرافت کے ساتھ بیٹھا۔ میرے لیے وہ انٹرویل میں آئس کریم لے کر آئی۔ میں بولا تھینک یو، خوش ہوگئی۔ بولی پڑھے لکھے معلوم ہوتے ہو۔ میں نے کہا انگلش میڈیم سے آٹھویں تک پڑھا ہوں۔ آپ روز پکچر دیکھتے ہیں؟ میں نے کہا ہاں میں ہر روز میٹنی شو دیکھتا ہوں۔ وہ ہنسی بولی میں بھی روز میٹنی شو دیکھتی ہوں۔ کل آپ کون سی فلم دیکھیں گے۔ میں نے چانس لیا۔ کل امپریل میں "جال" دیکھنے کا ارادہ ہے، دیو آنند کی۔ ابھی ٹھیک سے یاد نہیں شاید جال ہی تھی، دوسرے دن ہم دونوں نے امپریل میں ساتھ میں فلم دیکھی۔ پھر تو معاملہ جمتا ہی چلا گیا۔ دونوں کا شوق ایک، نیچر ایک۔ مجھے وہ پسند، اس کو میں پسند۔ ہم لوگ شادی کر کے ساتھ ساتھ رہنے لگے ناگپاڑے پر۔"

ٹیبل والا تیسری بار میز صاف کرنے کے لیے آیا تو رئیس بھڑک اٹھا۔ "کیوں بے نیا آیا ہے کیا۔ یہ تیسری بار ٹیبل صاف کرتے میں دیکھ رہاں ہوں۔"

"جانے دو رئیس بھائی" گلے والے نے معاملہ ٹھنڈا کرنے کے لیے کہا "نیا چھوکرا

सड़क पर प्लास्टिक के खिलौने, अड्डी जोड़ी, तीन पत्ते की अड़ी, रबड़ का सांप, सब धंधा अपन ने किया। वह घास में चिट्ठी डालते हैं ना। किसी चिट्ठी में एक का, दो का या पांच का नोट होता है। बाकी सब खाली होती है। चार आने में कोई भी चिट्ठी उठाओ। फिर जैसी जिसकी क़िस्मत। यह मेरा आइडिया था। सब से पहले मैंने अंधेरी स्टेशन पर शुरू किया। टी. वी. आया तो सब से पहले मैंने हस्ती मिल कम्पाउंड में इतवार की फ़िल्म दिखाना चालू किया। बड़े आदमी का चार आना बच्चे का दो आना, औरतें और बच्चे बहुत आते थे। पूरा कम्पाउंड भर जाता था।''

मुझे उल्झन हो रही थी। उसकी बातें सुनने को जी तो चाह रहा था लेकिन मेरे काम की अब तक कोई बात ही न हुई थी। मुझे कमरा किराये पर चाहिये था, बाल बच्चों को वतन से लाना था। मेरा दिल कहीं और था।

''आप ने शादी नहीं की,'' फ़ारूक़ ने पूछा।

''इस की लम्बी स्टोरी है। बिल्कुल फ़िल्म के माफ़िक़[1]। एक दिन नाज़ सिनेमा पर टिकट की लाइन में खड़ा था बहुत लम्बी लाइन थी। एक लड़की आई मेरे पास, बोली मेरा टिकट निकालेंगे आप? मैं बोला क्यों नहीं, लड़की नाक नक़्शे की बहुत अच्छी थी। रंग गोरापान, आंग अखा स्पंज, और स्प्रिंग में तो मस्त हो गया। टिकट निकाला तो उसकी सीट मेरे बाज़ू में ही आई। मैं उसके साथ बहुत शराफत में बैठा। मेरे लिये वह इंटरवल में आईस क्रीम लेकर आई। मैं बोला थैंक्यू। खुश हो गई। बोली पढ़े लिखे मालूम होते हो। मैंने कहा इंगिलश मीडियम से आठवीं तक पढ़ा हूं। आप रोज़ पिक्चर देखते हैं? मैंने कहा हां मैं हर रोज़ मैटनी शो देखता हूं। वह हंसी। बोली मैं भी डेली मैटनी शो देखती हूं। कल आप कौन सी फ़िल्म देखेंगे। मैंने चांस लिया, कल इम्पेरियल में जाल देखने का इरादा है, देवानंद की अभी ठीक से याद नहीं शायद जाल, ही थीं दूसरे दिन हम दोनों ने इम्पेरियल में साथ में फ़िल्म देखी। फिर तो मामला जमता ही चला गया दोनों का शौक़ एक टेम्पर एक, मुझे वह पसंद, उसको मैं पसंद। हम लोग शादी करके साथ साथ रहने लगे नागपाड़े पर।''

टेबुल वाला तीसरी बार मेज़ साफ़ करने के लिये आया तो रईस भड़क

1. अनुरूप

ہے۔ اس کو ابھی سمجھ نہیں کون پرانا گراہک ہے کون نیا"

رئیس کا بھڑکنا میری سمجھ میں نہیں آیا۔ فاروق نے بتایا کہ یہ گاہک کو ایک طرح کا اشارہ ہے ٹیبل خالی کرو۔ بہت وقت ہوگیا۔

فاروق بھائی نے موقع غنیمت جان کر تین چائے کا آرڈر دیا۔ اور رئیس کا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔

"رئیس بھائی ان کو ایک کمرہ چاہیے"۔ اس سے پہلے کہ رئیس بھائی دوبارہ اپنی پیاری کہانی سنائیں فاروق نے جلدی سے کہا۔

"مل جائے گا" رئیس نے بے پروائی سے کہا۔ "آپ مجھ سے دو چار دن کے بعد ملیں۔ رئیس کے پاس آئے تو سمجھو کام ہوگیا۔"

ہم اپنی بات کہہ چکے تو دوسرے کام یاد آئے۔ ہم نے سوچا کہ اب چائے پی کر جلدی سے سکیں۔ چائے پینے لگے تو رئیس نے پھر یاد دلایا اپن کھالی میت کو کاندھا فری دیتا ہے۔

"رئیس بھائی یہ کارڈ رکھیے۔ ہم تو آپ سے ملیں گے ہی۔ لیکن آپ اگر ہمیں فون کردیں تو ہم فوراً آجائیں گے۔"

چائے کے پیسے فاروق نے ادا کیے۔ رئیس نے تکلفاً بھی منع نہیں کیا بلکہ اس طرح غافل ہوگیا۔ گویا ہمیں پہچانتا ہی نہ ہو۔

واقعی اس نے دو دن میں کام کردیا۔ کمرہ مختصر تھا۔ بلڈنگ بھی چھوٹی ہی تھی۔ اس لیے کرایہ دار کم تھے پڑوسی پڑھے لکھے معلوم ہوتے تھے۔ دروازوں پر ناموں کی تختیاں لگی تھیں جن پر ناموں کے آگے بی۔ اے، ایم۔ اے، ایل۔ ایل۔ بی۔ وغیرہ کندہ تھے۔ ڈپازٹ کم تھا۔ کرایہ بھی میری حیثیت کے مطابق۔ جو اس وقت کچھ زیادہ نہ تھی۔ میں رئیس کی سوجھ بوجھ کا قائل ہوگیا۔

کمرے سے ہوٹل پر آئے۔ چائے پیتے ہوئے میں نے شکریہ ادا کیا اور ان کی ہنرمندی کی داد دی تو ایک سوکھا قہقہہ لگا کر کہا۔ "بھائی یہی تو دھندے کی اصل بات ہے۔ آپ ہی سوچو آدمی رئیس کے پاس ہی کیوں آتا ہے۔ جو آدمی ایک بار رئیس کے پاس آگیا وہ پھر دوسرے کے پاس نہیں جاسکتا۔ یہ اپنا چیلنج ہے۔ اپن آدمی کو دیکھتے ہی سمجھ جاتا

उठा। "क्यों बे नया आया है क्या। यह तीसरी बार टेबुल साफ करते मैं देख रहा हूं।"

"जाने दो रईस भाई," गल्ले वाले ने मामला ठंडा करने के लिये कहा, "नया छोकरा है, उस को अभी समझ नहीं कौन पुराना ग्राहक है कौन नया।"

रईस का भड़कना मेरी समझ में नहीं आया। फ़ारूक़ ने बताया कि यह ग्राहक को एक तरह का इशारा है कि टेबुल खाली करो। बहुत वक़्त हो गया है।

फ़ारूक़ ने मौक़ा ग़नीमत जान कर तीन चाय का आर्डर दिया। और रईस का ग़ुस्सा झाग की तरह बैठ गया।

"रईस भाई इनको एक कमरा चाहिये।" इससे क़ब्ल कि रईस भाई अपनी प्यारी कहानी सुनाएं फ़ारूक़ ने जल्दी से कहा।

"मिल जायेगा," रईस ने बेपरवाई से कहा, "आप मुझ से दो चार दिन बाद मिलें, रईस के पास आये तो समझो काम हो गया।"

हम अपनी बात कह चुके तो दूसरे काम याद आये, हमने सोचा अब जल्दी से चाय पी कर सटकें।

चाय पीने लगे तो रईस ने फिर याद दिलाया कि अपन ख़ाली मय्यत को कांधा फ़्री देता है।

"रईस भाई यह कार्ड रखिये। हमतो आप से मिलेंगे ही। लेकिन आप अगर हमें फ़ोन कर दें तो हम फ़ौरन आ जाएगे।

चाय के पैसे फ़ारूक़ ने अदा किये। रईस ने तकल्लुफ़न[1] भी मना नहीं किया। बल्कि इस तरह ग़ाफ़िल[2] हो गया गोया हमें पहचानता ही न हो।

वाक़ई उसने दो दिन में काम कर दिया। कमरा मुख़्तसर था। बिल्डिंग भी छोटी ही थी। इस लिये किरायादार कम थे। पड़ोसी पढ़े लिखे मालूम होते थे। दरवाज़ों पर नामों की तख़्तियां लगी थीं, जिनपर नामों के आगे बी. ए, एम. ए, एल. एल. बी, वग़ैरा कंदा थे, डिपाज़िट कम था। किराया भी मेरी हैसियत के मुताबिक़। जो उस वक़्त कुछ ज़्यादा न थी। मैं रईस की सूझ बूझ का क़ायल[3] हो गया।

कमरे से होटल पर आये। चाय पीते हुए मैंने शुक्रिया अदा किया और उनकी

1. संकोच में 2. बे परवाह 3. मान लेना

ہے اس کو کیا چاہیئے۔ وہ کتنا پیسا دے سکتا ہے۔ آپ کو پوچھ کر اگر ہم نے آپ کا کام کیا ہوتا تو اس میں کون سی کمال کی بات ہے! یہ تو کوئی بھی کر سکتا ہے۔ کر سکتا ہے کہ نہیں؟''

ہم نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

اس نے چائے کا گھونٹ لیا۔ کچھ دیر اس کا لطف لیتا رہا پھر بات شروع کی۔

''آپ کو معلوم ہے جب میں کراچی سے واپس آیا۔ سالی پولس میرے پیچھے پڑ گئی۔ ایک آدمی نے میرے کو پتا بتایا۔ اس آدمی کو مل تیرا کام ہو جائے گا''۔

اس نے پھر چائے کا گھونٹ لیا اور لگا جیسے واقعات کی کڑیاں جما رہا ہو۔ پھر ایک گھونٹ لیا، ہم خاموشی سے اس کا چہرہ تکتے رہے۔ کام ہو جانے کے بعد ہمیں یہ آدمی اور دلچسپ معلوم ہونے لگا تھا اور اس کی زندگی کی کہانی بھی۔

''پھر اس آدمی سے آپ ملے رئیس بھائی'' فاروق نے کہانی کو آگے بڑھانے کی کوشش کی۔

اس نے ایک بڑے سے گھونٹ میں چائے کا کپ خالی کیا اور ایک لمبی سی ہوں کی۔ گویا تمام باتیں ذہن میں جم گئیں ہوں۔ سگریٹ سلگا کر دو تین لمبے کش لیے۔

''میں اس آدمی سے ملا۔ اس کو اپنی مشکل بیان کی۔'' رئیس نے بات شروع کی۔

''وہ آدمی میرے کو بولا، میں آپ کو آئیڈیا دے سکتا ہوں۔ آپ چار پانچ سال ممبئی میں آسانی سے رہ سکو گے۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ بعد میں سوچیں گے۔''

''اس آدمی نے آپ کو کیا آئیڈیا دیا؟ میں نے پوچھا۔

''اس نے کہا آئیڈیے کا پچاس روپے لوں گا۔ اس ٹائم پچاس روپے بہت تھا۔ لیکن میں بولا ٹھیک ہے۔ دس دس کے پانچ نوٹ گن کر اس کے ہاتھ پر رکھا۔''

رئیس نے چٹکی مار کر سگریٹ کی راکھ جھاڑی اور مسکرایا۔

''اس کا آئیڈیا بھی کمال کا تھا۔ پہلے میں سمجھا بے وقوف بنا رہا ہے اس کے آئیڈیے کے مطابق ایک خط قادر بھائی سے لکھا کر جو بھنڈی بازار پوسٹ آفس کے باہر خط لکھتا تھا۔ راشن ڈپارٹمینٹ کو بھیج دیا کہ میں اپنے خاندان کو ادھر کراچی پہنچانے گیا تھا کیوں کہ وہ لوگ جانا چاہتے تھے لیکن میں ہندوستان میں ہی رہنا چاہتا ہوں۔ اور میری شہریت

हुनरमंदी की दाद दी तो एक सूखा क़हक़हा लगा कर कहा।

"भाई यही तो धंधे की असल बात है। आप ही सोचो आदमी रईस के पास ही क्यों आता है जो आदमी एक बार रईस के पास आ गया वह फिर दूसरे के पास नहीं जा सकता। यह अपना चेलैंज है। अपन आदमी को देखते हीं समझ जाता है, कि उस को क्या चाहिए, वह कितना पैसा दे सकता है आप को पूछ कर अगर हमने आप का काम किया तो इस में कौन सी कमाल की बात है। यह तो कोई भी कर सकता है, कर सकता है कि नहीं ?"

हमने असबात में सर हिलाया।

उस ने चाय का घूंट लिया, कुछ देर उस का लुत्फ़ (1) लेता रहा फिर बात शुरू की।

"आप को मालूम है जब मैं कराची से वापस आया। साली पुलिस मेरे पीछे पड़ गयी। एक आदमी ने मेरे को पता बताया। उस आदमी को मिल तेरा काम हो जाएगा।

उस ने फिर चाय का घूंट लिया और सोचने लगा जैसे वाक़ेआत(2) की कड़ियां जमा रहा हो। फिर एक घूंट भरा, हम ख़ामोशी से उस का चेहरा तकते रहे। काम हो जाने के बाद हमें यह आदमी और दिलचस्प मालूम होने लगा था और उस की ज़िन्दगी की कहानी भी।

"फिर उस आदमी से आप मिले रईस भाई," फ़ारूक़ ने कहानी को आगे बढ़ाने की कोशिश की।

उस ने एक बड़े से घूंट में चाय का कप ख़ाली किया और एक लम्बी सी हूं की गोया तमाम बातें ज़हन में जम गई हो सिगरेट सुलगा कर दो तीन लम्बे कश लिये।

"मैं उस आदमी से मिला, उस को अपनी मुश्किल बयान किया।" रईस ने बात शुरू की,

"वह आदमी मेरे को बोला, मैं आप को आइडिया दे सकता हूं। आप चार पांच साल आसानी से रह सकोगे। मैंने कहा ठीक है, बाद में सोचेगें।"

"उस आदमी ने आप को क्या आइडिया दिया ?" मैं ने पूछा।

---

1. आनन्द 2. वाकेआ (घटना) का बहुवचन घटनाऐं

۔ ہندستان کی ہی ہے۔"

"پھر کیا ہوا؟"

"ہوتا کیا۔ تین مہینے بعد چٹھی واپس آئی کہ یہ کام ہمارے ڈپارٹمینٹ کا نہیں ہے۔

"پھر"؟

"پھر میں نے ایجوکیشن منسٹر کو چٹھی ڈال دی"

"ایجوکیشن منسٹر کو"؟

"یہی تو آئیڈیا تھا۔ ہوم منسٹری کے علاوہ میں نے سب کو چٹھی بھیجی"۔ رئیس نے ایک سوکھا قہقہہ لگایا۔ وہ کہیں سے تین مہینے کے بعد کہیں سے چھے مہینے کے بعد، کسی نے سال بھر کے بعد۔ ایک چھپی ہوئی خط کے ساتھ نتھی کر کے واپس بھیج دیا کہ یہ کام ہمارے ڈپارٹمیٹ کا نہیں"

"فائل اب اتنی موٹی ہو گئی ہے"

اس نے ہاتھ کے اشارہ سے ضخامت بتائی۔

"اور شہریت"؟ میں نے پوچھا۔

"پچیس سال ہو گئے۔ اس معاملہ کو" اس نے ایک اور سوکھا قہقہہ لگایا

اب دو چار مہینے اور لگیں گے۔ اب تو سب سے پہچان ہو گئی ہے۔ بڑے افسر سے بھی ملا۔ بولتا ہے۔ آرام سے رہو۔ آپ کا کام ہو جائے گا۔"

کمرے کا انتظام ہوتے ہی میں نے بیوی کو وطن سے بلا لیا۔ بن باس ختم ہوا اسے بھی کمرہ پسند آیا۔ اگلا مہینا رجب کا تھا گھر گھر کونڈے ہونے لگے۔ میری بیوی نے بھی کھیر اور پوریاں بنائیں۔ ہم نے پڑوسیوں کو بلایا رئیس کو بھی دعوت دی۔ بہت خوش ہوا۔ ایسی دعوتیں اسے بہت کم ملتی تھیں۔ کام پڑتا تو رئیس یاد آتا پھر لوگ بھول جاتے۔ سامنے سے بغیر پہچانے گزر جاتے۔ وہ اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ آیا۔ اس کی بیوی واقعی خوبصورت تھی۔ رئیس سے خاصی کم عمر۔ چالیس سے کم ہی ہوگی۔ غالبًا اس کے بعد وہ کئی بار ہمارے گھر آئی۔

"उस ने कहा आइडिया का पचास रूपये लूंगा। उस टाइम पचास रूपये बहुत था। लेकिन मैं बोला ठीक है। दस दस के पांच नोट गिन कर उस के हाथ पर रखा।

रईस ने चुटकी मजा कर सिगरेट की राख झाड़ी और मुस्कुराया।

"उस का आइडिया भी कमाल का था। पहले मैं समझा बेवक़ूफ़ बना रहा है। उस के आइडिये के मुताबिक़ एक ख़त क़ादिर भाई से लिखा कर जो भिंडीबाज़ार पोस्ट आफिस के बाहर ख़त लिखता था। राशन डिपार्ट मेन्ट को भेज दिया कि मैं अपने ख़ानदान को उधर कराची पहुंचाने गया था क्योंकि वह लोग वहां जाना चाहते थे लेकिन मैं हिन्दुस्तान में ही रहना चाहता हूं। और मेरी शहरियत हिन्दुस्तान की है।"

"फिर क्या हुआ ?"

"होता क्या। तीन महीने बाद चिट्ठी वापस आ गई कि यह काम हमारे डिपार्ट मेन्ट का नहीं है।"

"फिर ?"

"फिर मैंने एजूकेशन मिनिस्टर को चिट्ठी डाल दी।"

"एजूकेशन मिनिस्टर को ?"

"यही तो आइडिया था। होम मिनिस्ट्री के अलावा मैंने सब को चिट्ठी भेजी।" रईस ने एक सूखा क़हक़हा लगाया। "कहीं से तीन महीने के बाद, कहीं से छह महीने के बाद किसी ने साल भर के बाद छपी हुई खत के साथ नथ्थी कर के वापस कर दिया कि यह काम हमारे डिपार्ट मेंन्ट का काम नहीं है।"

"वह फाइल अब इतनी मोटी होगई है।"

उसने हाथ के इशारे से ज़ख़ामत[1] बताई।

"और शहरियत ?" मैं ने पूछा,

"पच्चीस साल हो गए। इस मामले को।" उस ने एक और सूखा क़हक़हा लगाया, "अब दो चार महीने और लगेंगें। अब तो सब से पहचान हो गई है। बड़े अफसर से भी मिला। बोलता है, आराम से रहो। आपका काम हो जाएगा।"

कमरे का बनदो-बस्त होते ही मैंने बीवी को वतन से बुला लिया। बन बास

1. मोटाई

وہ ہوٹل جس میں رئیس کی بیٹھک تھی اسی راستہ پر تھا جاتے ہوئے مجھے جس پر سے گزرنا پڑتا تھا اس لیے اکثر علیک سلیک ہوتی۔ دو ایک بار اس نے مجھے چائے کے لیے کہا تو بل بھی خلاف توقع خود ہی ادا کیا۔

''اپنا ایک اصول ہے'' اس نے کہا ''جب آدمی اپنے کام سے آتا ہے تو چائے اسی کو پلانی چاہیے۔ جب میں چائے پلاتا ہوں تو پیسا خود دیتا ہوں۔''

کونڈوں کی دعوت کے بعد رئیس کے ساتھ ایک طرح سے گھریلو مراسم قائم ہوگئے۔

ایک دن میں اس کے ساتھ ہوٹل میں چائے پی رہا تھا۔ فاروق بھی ساتھ تھا۔ ایک پارسی آیا۔ آپس میں دو منٹ تک میٹھی میٹھی گالیوں کا تبادلہ ہوتا رہا، گویا دوستی کی تجدید ہو رہی ہو۔ کچھ گالیاں تو ہمارے سمجھ میں ہی نہیں آئیں۔

''اچھا رستم'' یار تیرے کباٹ میں یہ بتا کہ آج میری یاد کیسے آئی؟''

کیوں میں تیرے کو ایسے ہی ملنے کو نہیں آ سکتا کیا؟''

''سالے میں تیرے کو خوب سمجھتا ہوں۔ تو بتا کام کیا ہے؟''

ایک پرابلم ہے یار'' وہ سنجیدہ ہوگیا ''لیکن تو پہلے چائے منگا، پھر تیرے کو بتاتا ہوں''

میں سمجھا اب رئیس اپنا اصول بتائے گا۔ لیکن اس نے فوراً چائے کا آرڈر دیا اس سے اندازہ ہوا کہ دونوں میں کافی یارانہ ہوگا۔

''ہاں اب بتا کیا بات ہے؟'' چائے پینے کے بعد رئیس نے کہا۔

''یار وہ میری لڑکی فرح ہے نا؟''

''وہ جو بنک میں کام کرتی ہے'' رئیس نے پوچھا۔

''ہاں۔ وہی۔ ادھر ناگپاڑے میں کوئی مسلمان لڑکا ہے۔ اس سے شادی کرنے کو منگتی ہے''

رستم نے سنجیدگی سے کہا۔

''تو پرابلم کیا ہے''۔

''تو جرا اس کا فیملی پتا کر۔ کیسی فیملی ہے۔ جاوید نام ہے اس کا جاوید شیخ۔ لڑکے

ख़त्म हुआ उसे भी कमरा पसन्द आया। अगला महीना रजब का था। घर घर कून्डे होने लगे। मेरी बीवी ने भी खीर और पूरियां बनाई। हमने पड़ोसियों को बुलाया। रईस को भी दावत दी। बहुत ख़ुश हुआ। ऐसी दावतें उसे कम ही मिलती थीं। काम पड़ता तो रईस याद आता। फिर लोग भूल जाते। सामने से बग़ैर पहचाने गुज़र जाते। वह अपने बीवी और बच्चों के साथ आया। उसकी बीवी वाक़ई ख़ूबसूरत थी। रईस से ख़ासी कम उम्र। चालीस से कम ही होगी। ग़ालेबन[1] उसके बाद वह कई बार हमारे घर आई।

वह होटल जिस में रईस की बैठक थी उसी रास्ते पर था अपने कमरे पर जाते हुए मुझे जिस पर से गुज़रना पड़ता था इस लिए अक्सर अलैक सलैक होती। दो एक बार उस ने मुझे चाय के लिए कहा तो बिल भी ख़िलाफ़े-तवक़्क़ो[2] ख़ुद ही अदा किया।

"अपना एक उसूल है" उस ने कहा "जब आदमी अपने काम से आता है तो चाय उसी को पिलानी चाहिए। जब मैं चाय पिलाता हूं तो पैसा ख़ुद देता हूं"।

कून्डों की दावत के बाद रईस के साथ एक तरह से घरेलू मरासिम[3] क़ायम हो गए।

एक दिन मैं उस के साथ होटल में चाय पीरहा था। फ़ारूक़ भी साथ था एक पारसी आया। आपस में दो मिनट तक मीठी मीठी गालियों का तबादला होता रहा, गोया दोस्ती की तजदीद[4] हो रही हो। कुछ गालियां तो हमारी समझ में ही नहीं आई।

"अच्छा रुस्तम, यार तेरे कबाट में लुल यह बता के आज मेरी याद कैसे आई?"

"क्यों, मैं तेरे को ऐसे मिलने को नई आ सकता क्या?"

"साले मैं तेरे को ख़ूब समझ ता हूं। तू बता काम क्या है?"

"एक प्राबलम है यार," वह संजीदा होगया "लेकिन तू पहले चाय मंगा फिर तेरे को बता ता हूं।" मैं समझा अब रईस उसे अपना उसूल बताएगा। लेकिन उस ने फ़ौरन चाय का आर्डर दिया उस से अंदाज़ा हुआ कि दोनो में काफ़ी याराना होगा।

---

1. सम्भवतः 2. आशा के विपरीत 3. सम्बन्ध 4. नवीनी करण

کو میں ملا ہوں۔ اچھا لڑکا ہے ایم۔ اے پاس ہے۔ اجوکیٹیڈ ہے۔ ڈیسنٹ ہے۔ لیکن تو جرا فیملی کا پتا کر"

"کیا پتا کروں؟" رئیس نے کہا "اس کی فیملی میں کوئی لڑکی کو جلایا ولایا تو نہیں؟"

رئیس نے سوکھا قہقہہ لگایا۔

"گانڈے مجاک مت کر۔" رستم بگڑ گیا۔ ذرا دیکھ فیملی برو بر ہے کہ نہیں۔ شادی کے بعد وہ لوگ فرح کو برقع تو نہیں ڈالیں گے۔ اور ڈکرے ایک لفڑا اور ہے۔ جس کے لیے میں خاص تیرے پاس آیا ہوں"۔

"وہ کیا"

"تیرے کو معلوم ہے۔ یہ مسلمان میں لفڑا بہت ہے کہ سالا تین بار لڑکے نے طلاق طلاق، طلاق بول دیا سب معاملہ کھلاس۔ یہ میرے کو نہیں منگتا۔ میری فرح تو بے چاری مر جاوے گی نا"۔

"تو اس میں میں کیا کر سکتا ہوں۔ تیرے کو ڈر لگتا ہے تو مت کر شادی" رئیس نے کہا۔

"وہ میں فرح کو بہت سمجھایا۔ لیکن نہیں مانتی۔ بولتی ہے شادی کروں گی تو اس سے" میں میری بیوی کو بولا تو فکر مت کر۔ میرا دوست ہے۔ وہ آئیڈیا دے گا اپن کو۔ ممبئی کا پرانا چاول ہے۔ سیانے لوگ میں بھی اس کے سریکا ملنا مشکل ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن رستم تیرے کو معلوم ہے۔ یہ دھندے کی بات ہے اور اپن۔"

"سالے تو یہ میرے کو مت سکھا"۔ رستم نے چڑ کر جیب سے سو سو کے کئی نوٹ نکالے۔

"یہ ڈائلاگ تو میرے کو کیا سناتا ہے کہ تو کھالی میت کو کاندھا دینے کا پیسا نہیں لیتا۔ سالے تو مرے گا نا تو میں تیری میت کو بھی بنا پیسا کندھا دینے والا نہیں"

"لے تیرے کو کتنا پیسا منگتا ہے۔ سو، دوسو، پانچ سو"۔

رستم نے نوٹ میز پر ڈال دیے۔

"हां अब बता, क्या बात है?" चाय पीने के बाद रईस ने कहा।

"यार वह मेरी लड़की फ़रहा है ना?"

"वह जो बैंक में काम करती है" रईस ने पूछा,

"हां वही— इधर नागपाड़े पर कोई मुसलमान लड़का है। उस से शादी करने को मांगती है।" रुस्तम ने संजीदगी से कहा

"तो प्रोबलम क्या है"

"तू ज़रा इसका फ़ैमिली पता कर। कैसी फ़ैमिली है। जावेद नाम है उसका, जावेद शेख़। लड़के को मैं मिला हूं— अच्छा लड़का है। एम.ए पास ऐजुकेटेड है। डिसेन्ट है। लेकिन तू ज़रा फ़ैमिली का पता कर"

"क्या पता करुँ?" रईस ने कहा "उसकी फ़ैमिली में कोई लड़की को जलाया वलाया तो नहीं? रईस ने सूखा क़हक़हा लगाया।

"गांडे मजाक मत कर" रुस्तम बिगड़ गया। जरा देख फैमिली बरोबर है कि नहीं। शादी के बाद वह लोग फ़रहा को बुरक़ा तो नहीं डालेंगे और ड़करे एक लफड़ा और है जिसके लिये मैं ख़ास तेरे पास आया हूँ।

"वह क्या"

तेरे को मालूम है यह मुसलमान में लफड़ा बहुत है कि साला तीन बार लड़के ने तलाक़, तलाक़, तलाक़ बोल दिया। सब मामला ख़ल्लास। यह मेरे को नई मांगता। मेरी फ़रहा तो बेचारी मर जाएगी ना"

"तो इसमें मैं क्या कर सकता हूँ तेरेको डर लगता है तो मत कर शादी," रईस ने कहा।

"वह मैं फ़रहा को बहुत समझाया लेकिन नहीं मानती। बोलती है शादी करुँगी तो उसीच" मैं मेरी बीवी को बोला कि तू फ़िक्र मत कर मेरा दोस्त है। वह आइडिया देगा अपन को बम्बई का पुराना चावल है सियाने लोग में भी उसके सरीका मिलना मुश्किल है"

"वह तो ठीक है लेकिन रुस्तम तेरे को मालूम है। यह धंधे की बात है। और अपन—"

"साले तू यह मेरे को मत सिखा। रुस्तम ने चिढ़कर जेब से सौ-सौ के कई नोट निकाले। यह डायलॉग तू मेरे को क्या सुनाता है कि तू खाली मय्यत को कांधा देने का पैसा नहीं लेता साले तू मरेगा ना तो मैं तेरी मय्यत को भी बिना पैसे

رئیس نے ایک نوٹ لے کر باقی سارے واپس کر دیے۔

"تو تو یار کھالی پیلی گرم ہوتا ہے"۔ رئیس نے حسب عادت ایک سوکھا قہقہہ لگا کر کہا:

"یہ اصول کی بات ہے۔ اصول کے بنا کوئی دھندا ہوتا ہے کیا؟"

رستم مطمئن ہوگیا جیسے اسے اسی جواب کی توقع تھی۔

"ٹھیک ہے۔ تو پھر بول کیا کروں"

"یار تھوڑا ٹایم تو دے سوچنے کے لیے"۔

"تیرے کو ٹائم کی کیا جرورت۔ ایسے دس پانچ آیئڈیا تو تیرے مستک میں فالتو پڑے رہتے۔ ہے کہ نہیں؟"

"اچھا ایک کام کر" رئیس ہنسا "تو بھی کیا یاد کرے گا۔ تو لڑکے سے بات کر۔ شادی کو کتنا ٹائم ہے؟"

"ابھی دو تین مہینہ تو ہوئے گا"

"تو اس کو بول کورٹ میں نوٹس ڈال دے۔ شادی جیسا چاہتا ہے کرے اس کی ریت رسم کے مالک۔ لیکن کورٹ میں ایک دن پہلے اس کو میرج رجسٹر میں سائن کرنا پڑے گا"۔

"ایسا ہو سکتا ہے؟"

"بالکل، سو ٹکے"

"یہ تو نے سرس آیئڈیا دیا مانتا ہوں تیرے کو"

فاروق اس لڑکے کو جانتا تھا۔ اس نے بعد میں مجھے بتایا اس کے گھر والے تو تبلیغی جماعت میں ہیں۔ تین ماہ بعد شادی ہوئی تو فاروق اس میں شریک ہوا۔ اس نے بتایا کہ وہاں نہ تصویریں کھینچی نہ فلمی گانے بجے۔ رستم بہت لال پیلا ہو رہا تھا لیکن اس کی بیوی اور دوستو ں نے اسے سنبھالا۔ رئیس بھی وہاں موجود تھا۔ اس نے رستم کو خوب آئس کریم کھلائی۔ بریانی دیکھ کر اس کا سارا غصہ ختم ہوگیا۔ برقع لڑکے کو بھی پسند نہ تھا نہ ہی لڑکے کے باپ کو اس پر اصرار تھا۔ اس سے بھی رستم کو تسلی ہوئی۔ چھ سات ماہ بعد فاروق سے

कंधा देने वाला नहीं।"

"ले तेरेको कितना पैसा मंगता। सौ, दो सौ, पांच सौ,"

रुस्तम ने नोट मेज़ पर डाल दिये।

रईस ने एक नोट लेकर बाक़ी वापस कर दिये

"तू तो यार ख़ाली पीली गर्म होता है" रईस ने हसबे आदत एक सूखा क़हक़हा लगा कर कहा।"यह उसूल की बात है उसूल के बिना कोई धंधा होता है क्या?"

"रुस्तम मुतमइन हो गया जैसे उसे इसी जबाव की तवक़्क़ो[1] थी—

"ठीक है तो फिर बोल क्या करूँ—"

यार थोड़ा सोचने के लिए टाइम तो दे

"तेरे को टाइम की क्या जरूरत। ऐसे दस पांच तो आइडिया तेरे मस्तक में फ़ालतू पड़े रहते—हैं कि नहीं?"

"अच्छा एक काम कर रईस हंसा।" तू भी क्या याद करेगा। तू लड़के से बात कर।"शादी को कितना टाइम है?"

"अभी दो तीन महीना तो होएगा"

"तू उस को बोल कोर्ट में नोटिस डाल दे। शादी जैसा चाहता है करे उस के रीत रसम के माफ़िक़[2]। लेकिन कोर्ट में एक दिन पहले उसको मैरैज रजिस्टर में सायन करना पड़ेगा"

"ऐसा हो सकता है?"

"बिल्कुल सौ टके।"

"यह तूने सरस आईडिया दिया मानता हूं तेरे को,"

फ़ारुक़ उस लड़के को जानता था, उस ने बाद में मुझे बताया कि उस के घर वाले तो तबलीग़ी जमाअत में हैं, तीन माह बाद शादी हुई तो फ़ारूक़ उस में शरीक हुआ। उस ने बताया कि वहां न तसवीरें खींची गईं न फ़िल्मी गीत बजे। रुस्तम बहुत लाल पीला हो रहा था लेकिन उसकी बीवी ने और दोस्तों ने सम्भाला। रईस भी वहां मौजूद था, उस ने रुस्तम को खूब आईसक्रीम खिलाई। बिरयानी देख कर उस का सारा ग़ुस्सा ठंडा हो गया, बुरक़ा लड़के को भी पसंद न था न ही लड़के के

1. उम्मीद 2. अनुरूप

پتہ چلا کہ نندوں اور بھاوجوں کے ساتھ وہ لڑکی بھی تبلیغی اجتماعات میں باقاعدگی سے شریک ہونے لگی ہے۔

ایک شام گھر لوٹ رہا تھا کہ ہوٹل سے کچھ دور آگے نکل آنے کے بعد احساس ہوا کہ رئیس اپنی مخصوص نشست پر نہیں ہے۔ خیال آیا کہ کسی گاہک کے ساتھ گیا ہوگا۔ اگلے دن بھی وہ نظر نہیں آیا تو میں نے گلے والے سے پوچھا۔ اس نے بتایا کہ رئیس دس پندرہ دن سے غائب ہے۔

''کیوں؟'' میں نے پوچھا۔

آپ کو پتہ نہیں اس کی عورت نے طلاق لے لی؟

''طلاق؟''

''ہاں۔ وہ عورت طلاق لیتی ہے تو اس کو کیا کہتے ہیں نا؟''

''خلع''

''ہاں ہاں وہی''

''کیوں؟''

''یہ تو مجھے بھی نہیں معلوم؟''

میں نے سوچا رئیس کے گھر چلا جاؤں۔ پھر خیال آیا کہ ممبئی کے لوگ دوسروں کی دخل اندازی پسند نہیں کرتے۔ عادت کے مطابق جب بھی وہاں سے گزرتا۔ نظر اسی مخصوص میز پر پڑتی لیکن وہ نظر نہیں آیا۔ فاروق نے ایک دن بتایا کہ نرگس نے دوسری شادی کرلی ہے اور وہ بھی اپنے سے کافی کم عمر شخص سے۔

ایک ڈیڑھ ماہ بعد ایک دن پھر وہ اپنی میز پر جما ہوا نظر آیا اور میں اس کی طرف بڑھ گیا۔ رئیس نے خود چائے منگوائی۔ چائے پینے کے بعد میں نے افسوس ظاہر کیا۔

''بہت دکھ ہوا'' میں نے کہا

''پچھتائے گی'' رئیس نے بظاہر بڑی لاپرواہی سے کہا۔ ''یہ چالیس سال کی۔ وہ چھبیس سال کا۔ کتنے دن رکھے گا۔ جس دن دل بھر جائے گا چھوڑ دے گا''۔

बाप को उस पर इसरार था। इस से भी रुस्तम को तमल्ली हुई, छः सात. माह बाद फारूक से पता चला कि ननदों और भावजों के साथ वह लड़की भी तबलीग़ी[1] इजतमाआत[2] में बाक़ाइदगी[3] से शरीक होने लगी है।

एक शाम घर लौट रहा था कि होटल से कुछ दूर आगे निकल आने के बाद एहसास हुआ कि रईस अपनी महफूज़[4] नशिस्त[5] पर नहीं है, ख़्याल आया कि किसी ग्राहक के साथ गया होगा, अगले दिन भी नज़र नहीं आया तो मैंने गल्ले वाले से पूछा। उस ने बताया के दस पंद्रह दिन से ग़ायब है।

"क्यों ?" मैंने पूछा,

"आप को पता नहीं ? उस की औरत ने तलाक़ ले ली,"

"तलाक़ ?"

"हां, वह औरत तलाक़ लेती है तो उसे क्या कहते है ना ?"

"खुला,"

"हां हां वही।"

"क्यों ?"

"यह तो मुझे नहीं मालूम ?"

मैंने सोचा रईस कि घर चला जाऊं, फिर ख़्याल आया कि बम्बई के लोग दूसरों की दख़ल अंदाज़ी पसंद नहीं करते। आदत के मुताबिक़ जब भी वहां से गुज़रता नज़र उसी मख़सूस मेज़ पर पड़ती। लेकिन वह नज़र नहीं आया, फ़ारूक़ ने एक दिन बताया कि नर्गिस ने दूसरी शादी करली है और वह भी अपने से काफ़ी कम उम्र शख़्स से।

एक डेढ़ माह बाद-एक दिन फिर वह मेज़ पर जमा हुआ नज़र आया और मैं उस की तरफ़ बढ़ गया, रईस ने ख़ुद चाय मंगवाली। चाय पीने के बाद मैंने अफ़सोस का इज़हार किया।

"बहुत दुख हुआ।" मैंने कहा।

"पछतायगी," रईस ने बज़ाहिर बड़ी लापरवाही से कहा, "यह चालीस

---

1. एक गिरोह जो इस्लाम के प्रचार का काम करता है 2. प्रोग्राम 3. पाबंदी से
4. सुरक्षित 5. सीट

"وہ ہے کون" میں نے پوچھا۔

"اندھیری میں ریڈی میڈ گارمینٹ کا باکڑہ ہے اس کا"

چند ماہ بعد رئیس نے بھی دوسری شادی کر لی۔ عورت پچاس سال کی تھی لیکن بظاہر پینتالیس سال سے زیادہ کی نہیں لگتی تھی۔ یہ مجھے رئیس نے بتایا۔

ممبئی میں شب و روز اتنی تیزی سے گزرتے ہیں کہ احساس نہیں ہوتا۔ گیارہ مہینے کے لیے کرایے پر مکان لیا تھا۔ اس کا وقت ختم ہونے میں بس چند دن رہ گئے تھے جس کا کمرہ تھا اس نے مجھے کمرہ خالی کرنے کا نوٹس دے دیا۔ میں رئیس کے پاس گیا۔ رئیس نے تسلی دی کہ فکر نہ کرو۔ میں اس سے بات کرتا ہوں"

دو دن بعد اس نے مجھے بتایا کہ وہ شخص دراصل ڈپازٹ اور بڑھانا چاہتا ہے۔ مجھے کمرہ پسند آیا تھا۔ پڑوسیوں سے بھی گھریلو قسم کے تعلقات ہو گئے تھے میں نے اضافہ قبول کر لیا اور پھر ایگریمینٹ ہو گیا۔ زندگی پھر اسی ڈگر پر چل پڑی جیسی چل رہی تھی۔

ایک شام بیوی نے بتایا کہ سارے محلّہ میں رئیس پر تھوتھو ہو رہی ہے۔

"کیوں" میں نے پوچھا

"نرگس واپس آ گئی"

"واپس آ گئی! رئیس نے اسے رکھ لیا گھر پر؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"اسی لیے تو تھوتھو ہو رہی ہے"

"یہ تو واقعی بے غیرتی ہے"

اس کے بعد میں کئی بار ہوٹل کے پاس سے گزرا۔ لیکن اس سے بات کرنے کا جی نہیں چاہا۔ بے غیرتی کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ آخر میں میں نے سوچ ہی لیا کہ رئیس سے بس رسمی تعلقات ہی ٹھیک ہیں۔ ایک دن رئیس ہی نے مجھے آواز دی۔

"کیا بھائی ہم اتنے پرائے ہو گئے"۔

میں ہڑبڑا گیا۔

"نہیں نہیں رئیس بھائی میں نے سچ مچ آپ کو نہیں دیکھا"۔

साल की, वह छब्बीस साल का। कितने दिन रखेगा। जिस दिन दिल भर जाएगा छोड़ देगा।"

"वह है कौन?" मैंने पूछा।

"अंधेरी में रेडीमेड गारमेंट का बाकड़ा है उस का"

चंद माह बाद रईस ने भी दूसरी शादी करली। औरत पचास साल की थी लेकिन बज़ाहिर[1] पैंतालिस साल से ज़्यादा की नहीं लगती थी। यह मुझे रईस ने बताया।

बम्बई में शबो-रोज़ इतनी तेज़ी से गुज़रते है कि एहसास नहीं होता। ग्यारह महीने के लिए किराए पर मकान लिया था। उस का वक़्त ख़त्म होने में बस चंद दिन रह गए थे जिस का कमरा था उसने मुझे कमरा ख़ाली करने का नोटिस दे दिया। मैं रईस के पास गया, रईस ने तसल्ली दी कि फ़िक्र न करो। मैं उस से बात करता हूं।

दो दिन बाद उस ने मुझे बताया कि, वह शख़्स दर असल डिपाज़िट की रक़म और किराया बढ़ाना चाहता है। मुझे कमरा पसंद आया था पड़ोसियों से भी घरेलू क़िस्म के ताअल्लुक़ात हो गए थे। मैंने इज़ाफ़ा क़बूल कर लिया था और फिर ऐग्रीमैन्ट हो गया ज़िन्दगी फिर उसी डगर पर चल पड़ी जैसे चल रही थी,

एक शाम बीवी ने बताया कि सारे मुहल्ले में रईस पर थू थू हो रही है।

"क्यों," मैंने पूछा।

"नर्गिस वापस आगई।"

"वापस आगई। रईस ने उसे रख लिया घर पर?" मैंने हैरत से पूछा,

"इसी लिए तो थू थू हो रही है।"

"यह तो वाक़ई बेग़ैरती है।"

उस के बाद मैं कई बार होटल के पास से गुज़रा। उस से बात करने को जी नहीं चाहा, बेग़ैरती की भी एक हद होती है। आख़िर मैंने सोच लिया कि रईस से बस रसमी तअल्लुक़ात ही ठीक हैं। एक दिन रईस ही ने मुझेआवाज़ दी।

"क्या भाई, हम इतने पराए हो गये।"

मैं हड़बड़ा गया।

1. देखने में

''ہاں بھائی'' اس نے ٹھنڈی سانس بھری'' اپنے ہی دن خراب ہیں۔ لوگ تو پہچاننے کو تیار نہیں۔ کم از کم آپ نے پہچانا تو''

رئیس نے چائے منگوائی. ہم دونوں نے خاموشی سے چائے ختم کی آخر اسی نے خاموشی توڑی۔

''آپ بھی ناراض ہیں مجھ پر، کیوں؟''

میں خاموش رہا۔

''سب ناراض ہیں۔ جن کی میرے سامنے منہ کھولنے کی ہمت نہ تھی آج مجھ پر حرام کاری کا الزام لگا رہے ہیں۔ آپ کیا سوچتے ہیں؟ کیا واقعی میں ایسا ہوں؟''

میری سمجھ میں نہیں آیا آخر کیا کہوں۔

''آپ بھی یقین نہیں کرتے نہ'' رئیس کی آواز بھرآ گئی۔''اللہ پاک کی قسم کھاتا ہوں جو میں نے اس کو ہاتھ بھی لگایا ہو۔ نہیں تو میرا منہ مرتے وقت سور کا ہو جاوے میں آپ کو کیا بولا تھا وہ چھبیس سال کا وہ چالیس سال کی۔ کتنے دن رکھے گا وہ؟ میری بات سچ نکلی کہ نہیں۔ میرے کو تو پہلے ہی معلوم تھا کہ یہ ہونے والا ہے''

وہ تو ٹھیک ہے رئیس بھائی'' میں نے کہا۔ لیکن آپ نے اسے دوبارہ گھر میں کیسے رکھ لیا''

''آپ کو معلوم ہے۔ وہ کتنی بیمار ہے؟'' رئیس نے کہا ''روز پچاس روپیا میں ڈاکٹر کی فیس دیتا ہوں۔ ایسی حالت میں کیا اس کو دھکے مار کر گھر سے نکال دوں؟ آپ ہی سوچیں بھائی اس عورت نے پچیس برس میری خدمت کی ہے۔ میرے دکھ سکھ میں شریک رہی ہے۔ پچیس سالہ زندگی کو ہم دونوں نے ساتھ میں جیا۔ میرے بچوں کی ماں ہے وہ۔ آدمی ایک کمپنی میں بھی پچیس سال کام کرتا ہے تو کمپنی اس کو پراویڈنٹ فنڈ دیتی ہے۔ گریچویٹی دیتی ہے جتنا آدمی فنڈ میں جمع کراتا ہے اس کا ڈبل کر دیتی ہے۔ آخر اس عورت کا بھی تو کوئی حق بنتا ہے کہ نہیں میرے پر؟ آپ ہی بولو۔ آپ تو پڑھے لکھے ہیں۔ ایسی حالت میں کیا میں اس کو سڑک پر چھوڑ دوں کیا یہ آپ کو اچھا لگے گا؟ میں اس کو بول

"नहीं नहीं रईस भाई, मैं ने सच मुच आप को नहीं देखा"

"हां भाई," उस ने ठन्डी सांस भरी, "अपने ही दिन ख़राब हैं। लोग तो पहचानने को तैयार नहीं। कम से आप ने कम पहचाना तो।"

रईस ने चाय मंगवाई। हम दोनों ने ख़ामोशी से चाय ख़त्म की। आख़िर उसी ने ख़ामोशी तोड़ी।

"आप भी नाराज़ हैं मुझ पर, क्यों?"

मैं ख़ामोश रहा।

"सब नाराज़ हैं जिनकी मेरे सामने मुँह खोलने की हिम्मत न थी आज मुझपर हरामकारी[1] का इल्ज़ाम लगा रहें हैं आप क्या सोचते हैं? क्या वाक़ई मैं ऐसा हूं।"

मेरी समझ में नहीं आया आख़िर क्या कहूँ।

"आप भी यक़ीन नहीं करते न," रईस की आवाज़ भर्रा गयी, "अल्लाह पाक़ की कसम खाता हूँ जो मैंने उसको हाथ लगाया हो तो मरते वक़्त मेरा मुँह सूअर का हो जावे। मैं आप को क्या बोला था? वह छब्बीस साल का यह चालीस साल की। कितने दिन रखेगा वह? मेरी बात सच निकली कि नहीं। मेरे को तो पहले मालूम था कि यह होने वाला है।

वह तो ठीक है रईस भाई। मैंने कहा। "आप ने उसे दुबारा घर में कैसे रख लिया।

"आपको मालूम है वह कितनी बीमार है?" रईस ने कहा "रोज़ पचास रुपये मैं डॉक्टर की फ़ीस देता हूँ ऐसी हालत में मैं क्या उसको धक्के मार कर निकाल दूं? आप ही सोचिये भाई उस औरत ने मेरी पच्चीस बरस ख़िदमत की। मेरे दुख सुख में शरीक रही है। पच्चीस साल ज़िन्दगी को हम दोनों ने साथ में जिया। मेरे बच्चो की माँ है वह। आदमी एक कम्पनी में भी पच्चीस साल काम करता है तो कम्पनी उसको प्रोविडेन्ट फ़न्ड देती है ग्रेचविटी देती है। जितना आदमी फन्ड में जमा करता है उसका डबल कर देती है। आख़िर उस औरत का भी तो कोई हक बनता है कि नहीं मेरे पर? आप ही बोलो आप तो पढ़े-लिखे हैं ऐसी हालात में क्या मैं उसे सड़क पर छोड़ दूं ,क्या यह आप को अच्छा

1. ग़लत काम (कुकर्म)

دیا ہوں۔ تو بے فکر رہ۔ دنیا کچھ بھی بولے۔ ادھر چالی میں سوجانا۔ میں ہوں میری بیوی ہے۔ تیری دوا دارو کے لیے جتنا خرچ ہوگا میں دوں گا۔ ہاں تو اچھی ہوجائے پھر تیری مرضی جدھر جی چاہے چلی جانا۔ نہیں تو دوسرا روم دلا دوں گا تیرے کو۔ تیرا حق ہے میرے پر۔ ہاں جو بات خلاص ہوگئی خلاص ہوگئی۔ میں تھوک کر واپس چاٹنے والا نہیں۔ ایک بار تو میرے گھر سے چلی گئی۔ اب وہ بات پھر سے نہیں ہوسکتی۔ نہیں ہوسکتی نا؟''

رئیس نے مجھ سے سوال کیا۔

میں حیرت سے اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔ میرا سر اپنے آپ اثبات میں ہل گیا۔

''رئیس بھائی، ایک چائے اور منگوائیں؟'' میں نے کہا۔

اس کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔

''ہاں ہاں کیوں نہیں''۔

''اس چائے کے پیسے میں دوں گا'' میں نے کہا۔

نہیں اس چائے کے پیسے بھی میں دوں گا'' رئیس نے کہا۔

اس کے بعد وہ دیر تک ہنس ہنس کر باتیں کرتا رہا اور میں سنتا رہا۔

लगेगा ? मैं उसको बोल दिया हूँ तू बेफ़िक्र रह दुनियां कुछ भी बोले, इधर चाली में सोना। मैं हूं मेरी बीवी है। तेरी दवा दारू के लिए जितना ख़र्च होगा मैं दूंगा। हां तू अच्छी हो जाए फिर तेरी मर्ज़ी जिधर जी चाहे चली जाना। नहीं तो दूसरा रूम दिला दूंगा तेरे को। तेरा हक़ है मेरे पर। हां जो बात ख़लास हो गई ख़लास हो गई। मैं थूककर वापस चाटने वाला नहीं। एक बार तू मेरे घर से चली गई । अब वह बात फिर से नहीं हो सकती, नहीं हो सकती ना ?"

रईस ने मुझ से सवाल किया।

मैं हैरत से उस का चेहरा देखने लगा। मेरा सर अपने आप अस्बात[1] में हिल गया,

"रईस भाई, एक चाय और मंगवाएं ?" मैं ने कहा।

उस का चेहरा ख़ुशी से खिल उठा।

"हां हां क्यों नहीं"

"इस चाय के पैसे मैं दूँगा। मैंने कहा।

"नहीं इस चाय के पैसे भी मैं दूँगा" रईस ने कहा।

उस के बाद वह देर तक हंस हंस कर बातें करता रहा और मैं सुनता रहा।

1. स्वीकृति

علی امام نقوی

ڈونگرواڑی کے گدھ

اس انہونی پہ دونوں ششدر رہ گئے۔ غیر ارادی طور پر انھوں نے اسٹریچر زمین پر رکھا۔ حیرت سے لاش کو دیکھا پھر ایک دوسرے کو، آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے سے بہت سے سوالات کیے، کافی دیر تک ان کی آنکھوں کے ڈھیلے گھومتے رہے اور جب وہ تھے تو لاعلمی کے طور پر دونوں کے کندھے اچکے۔ بیک وقت دونوں نے گلے کی رگوں پر زور دے کر جبڑوں کو دائیں بائیں کھینچا اور پھر ان کی نظروں نے ڈونگرواڑی کے گھنے درختوں کا طواف شروع کیا۔

دور، دور تک ایک بھی گدھ کا پتہ نہ تھا۔ اور یہ بالکل پہلی مرتبہ، ہوا تھا۔ دو گھنٹہ پہلے اطلاعی گھنٹی بجی تھی، پندرہ منٹ بعد ہی دو نمبر بنگلی کے خدام لاش ان دونوں کے سپرد کر رہے تھے، لاش کو باؤلی کی حدود میں لینے کے بعد دونوں نے کواڑ بند کیے تھے پھر دروازے کی کھڑکی کھول کر آنے والوں سے متوفی کے قرابت داروں کی بابت معلوم کرنے کے بعد فیروز بھاٹینہ نے پوچھا تھا۔

ساب لوگ بخشش آپیا—؟

جواب میں خادم نے مسکراتے ہوئے دس دس کے دو نوٹ بھاٹینہ کی طرف بڑھا دیے تھے اس نے فوراً ہی ایک نوٹ ڈگلے کی جیب میں ڈالا اور دوسرا اپنے ساتھی ہرمز کی طرف بڑھاتے ہوئے کھڑکی کی بند کردی۔

اے کھدا...... ہرمز نے سر اٹھا کر بلند و بالا درختوں کی گھنی شاخوں سے جھانکتے آسمان کی طرف دیکھا پھر آنکھوں سے بھاٹینہ کو اشارہ کیا، دونوں جھکے، اسٹریچر اٹھایا اور باؤلی کی طرف چل پڑے۔

فیروز...... چلتے چلتے ہرمز نے اپنے ساتھی کو مخاطب کیا۔

अली इमाम नक़्वी

डोंगरवाड़ी के गिद्ध

इस अनहोनी पे दोनों शशदर[1] रह गए। ग़ैर इरादी तौर पर उन्होंने स्ट्रेचर ज़मीन पर रखा। हैरत से लाश को देखा फिर एक दूसरे को,आंखों ही आंखों में एक दूसरे से बहुत से सवालात किए, काफ़ी देर तक उन के आखों के ढेले घूमते रहे और जब वह थमे तो ला-इल्मी[2] के तौर पर दोनों के कंधे उचके। बयक वक़्त दोनों ने गले की रगों पर ज़ोर देकर जबड़ों को दाऐ बाऐ खींचा और फिर उन की नज़रों ने डोंगरवाड़ी के घने दरख़्तों का तवाफ़[3] शुरू किया।

दूर दूर तक एक भी गिद्ध का पता न था! और यह बिल्कुल पहली मर्तबा हुआ था। दो घंटा पहले इत्तेलाई[4] घंटी बजी थी, पन्द्रह मिनट बाद ही दो नंबर बगली के ख़ुद्दाम[5] लाश उन दोनो के सुपुर्द कर रहे थे, लाश को बाउली की हुदूद[6] में लेने के बाद दोनों ने किवाड़ बन्द किए थे फिर दरवाज़े की खिड़की खोलकर आने वालों से मुतवफ़्फ़ी[7] के क़राबतदारों[8] की बाबत मालूम करने के बाद फिरोज़ भाटिना ने पूछा था।

साब लोग बखशीश आपिया—?

जवाब में ख़ादिम ने मुस्कराते हुए दस दस के दो नोट भाटिना की तरफ़ बढ़ा दिए थे उसने फ़ौरन ही एक नोट डगले की जेब में डाला और दूसरा अपने साथी हर्मज़ की तरफ़ बढ़ाते हुए खिड़की बन्द कर दी।

ऐ ख़ुदा! हर्मज़ ने सर उठाकर बुलन्दोबाला दरख़्तों की घनी शाखों से झांकते आसमान की तरफ़ देखा फिर आंखों से भाटिना को इशारा किया, दोनों झुके, स्ट्रेचर उठाया और बाउली की तरफ़ चल पड़े।

फ़िरोज़...... चलते चलते हर्मज़ ने अपने साथी को मुख़ातिब किया।

---

1. चकित 2. बेख़बरी 3. फेरा लगाना 4. सूचना देने वाली 5. नौकर
6. सीमा 7. मरने वाला 8. रिश्तेदारों

بول۔

اپن کب تلک...... یہ کام کریں گے۔

چل چل مگج نادہی خاکر (چل چل۔ دماغ کی دہی نہ کر)۔

یار۔ اپن کا واسطے، یہی کام رہ گئیلا ہے؟

سوں وچار چھے۔ (کیا خیال ہے)۔

کچھ پن نتھی۔ ہوں کہالی پوچھوں (کچھ نہیں، میں صرف پوچھ رہا ہوں۔)۔

ہانسٹ۔

کسم زرتشت کی...... اس نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر قسم کھائی، دو پل دونوں خاموش رہے۔ پھر بھاٹینہ بولا۔

دیکھ ہرمز......! پارسی پنچایت اپن کو پالا۔ آپر ونصیف سالو کھوٹو ہتو (اپنا نصیب سالا کھوٹا تھا) سمجھا کیا......ابھی تو، بتا؟

ایچ اسٹوری چھے بپا...... کچھ جاستی فرق نئیں، پر یچی بولوں۔ ابھی اپن کنغال گیا ایک دم سالا کنغال گیا، اور پھر ان کی باتوں کا سلسلہ ادھورا رہ گیا تھا۔ باؤلی آگئی تھی۔ ہرمز کے پیر کی ایک ہی ٹھوکر سے باؤلی کا دروازہ کھل گیا تھا اور دوسرے ہی پل دونوں لاش کے سرہانے اور پائنتی کھڑے تھے۔ دہی میں لپا لاش کا چہرہ بالکل سفید تھا۔ ہرمز نے لاش کا سرہانہ اک ذرا سا بلند کیا۔ بھاٹینہ نے کفن کھینچ لیا۔ پھر باری باری دونوں نے لاش کے پیر چھوئے، ہاتھوں کو آنکھوں اور سینے سے لگایا اور کھڑے ہوگئے۔ ستر پوشی کی خاطر بس ایک رومال کستی سے لاش کی کمر پر باندھ دیا تھا جسے انہوں نے جوں کا توں رہنے دیا تھا اور پھر وہ دونوں لوٹ گئے تھے۔ اپنے کمرے میں پہنچ کر دونوں میز کے آس پاس کرسیوں پر بیٹھ گئے، تھوڑی دیر بعد ہرمز نے شراب کی بوتل میز پہ رکھ لی تھی اور دونوں اپنا اپنا گلاس بھر رہے تھے۔ پتریل کا ایک ٹکڑا منہ میں رکھنے کے بعد فیروز بھاٹینہ بولا۔

ہرمز۔

بول۔

سوں لائف چھے (کیا زندگی ہے؟)۔

کیم تھیا (کیا ہوا)۔

بگلی۔ ایک......دو......چار......بنگل......سالا...... اور

बोल

अपन कब तलक ...... यह काम करेंगे।

चल चल, मगज ना दही खाकर (चल चल, दिमाग़ की दही न कर)

यार, अपन का वासते, यही काम रह गईला है?

सौं वि चार छे, (क्या ख़्याल है)

कुछ पन नथ्थी। हूं खाली पुछों छींयों (कुछ नही, मैं सिर्फ़ पूछ रहा हूं)

हालिस्ट

क़सम ज़रतुश्त[1] की...... उसने आसमान की तरफ़ सर उठाकर क़सम खाई, दो पल दोनों ख़ामोश रहे फिर भाटिना बोला।

देख हर्मज़—! पारसी पंचायत अपन को पाला, आपरू नसीब सालो खोटो हतो (अपना नसीब साला खोटा था) समझा क्या ...... अभी तू, बता?

एकच स्टोरी छे बप्पा ..... कुछ जासती फर्क नई, पर सच्ची बोलूं। अभी अपन कंटाल गया। एक दम साला कंटाल गया। और फिर उनकी बातों का सिलसिला अधूरा रह गया था। बाउली आ गई थी। हर्मज़ के पैर की एक ही ठोकर से बाउली का दरवाज़ा खुल गया था और दूसरे ही पल दोनों लाश के सिराहने और पायंती खड़े थे। दही में लिपा लाश का चेहरा बिल्कुल सफ़ेद था। हर्मज़ ने लाश का सिरहाना एक ज़रा सा बुलन्द किया। भाटिना ने कफ़न खींच लिया। फिर बारी बारी दोनों ने लाश के पैर छुए, हाथों को आंखों और सीने से लगाया और खड़े हो गए। सत्रपोशी[2] की ख़ातिर बस एक रूमाल कसती से लाश की कमर पे बांध दिया गया था। जिसे उन्होंने जूं का तूं रहने दिया था और फिर वो दोनों लौट गये थे। अपने कमरे में पहुंच कर दोनों मेज़ के आस पास कुर्सियों पर बैठ गये। थोड़ी देर बाद हर्मज़ ने शराब की बोतल मेज़ पर रख ली थी। और दोनों अपना अपना गिलास भर रहे थे। पतरैल का एक टुकड़ा मुंह में रखने के बाद फ़िरोज़ भाटिना बोला।

हर्मज़

बोल

सुं लाइफ छे (क्या ज़िंदगी है?

और केम थिया (क्या हुआ) बगली एक--- दो--- चार----

1. पारसियों का ख़ुदा 2. गुप्तांगों को ढकना

اور۔؟

ہاں اور۔

اور کیا۔

اور میتوں، میتو......(اور میت میت)۔

ہوں، مجھیو نتھی (میں سمجھا نہیں)۔

جوتو۔ پارسی نالائف (دیکھ تو پارسی کی زندگی)۔

لائف۔

آستو (ہاں)۔

کیا ہوا؟۔

اے نی جوانی سپر فاسٹ انے بڑھاپو مال گاڑی مافق چلے کھرد بولے بپا۔ کھرد بولے:

بچی ایک دم کھرا۔

پھر وہ دونوں کافی دیر تک کھر وکھر دی گردان کرتے رہے پیتے رہے۔ کچھ دیر بعد وہ سبک رہے تھے۔ کوئی گھنٹہ بھر بعد پھر بیل بجی تھی۔ اب بنگلی نمبر چار سے لاش آنے والی تھی۔

واہ کھدائے زرتشن۔ دارونا بند وبست کیدا (خدائے زرتشت نے شراب کا انتظام کیا)۔

ہاڈری۔ چل چل۔

دونوں باؤلی کے صدر دروازے کی طرف بڑھے تھے۔ ایک مرتبہ پھر دروازہ کھلا تھا۔ خالی اسٹریچر باہر رکھ دیا گیا تھا اور کچھ دیر بعد بنگلی نمبر چار کی لاش ان کی تحویل میں تھی۔ آنے والے خدام میں سے ایک نے پھر ایک مرتبہ دس دس کے دونوٹ ان کی طرف بڑھادیے تھے۔ جنہیں اس مرتبہ آگے بڑھ کر ہرمز نے وصول کیا۔ دروازہ بند کیا گیا۔ اسٹریچر اٹھایا گیا اور دونوں بار کی طرف بڑھنے لگے۔

ہرمز۔

بول۔

ایک دیوس آپر وبھی ایم اج جاونی (ایک دن ہم بھی اسی طرح جائیں گے نا)۔

چلتے چلتے ہرمز رک گیا۔ گردن گھما کر اس نے فیروز بھاٹینہ کو دیکھا۔ پھر کسی قدر درشت لہجے میں اس سے پوچھا۔

बैल---साला--और

हां और

और क्या

और मय्यतो, मैय्यतो----(और मैय्यत मैय्यत)

हों, समझियो नथ्थी (मैं समझा नहीं)

जोतु, पारसी नालाईफ़ (देख तो पारसी की ज़िंदगी)

लाईफ़

आस्तो (हां)

क्या हुआ ?

ऐनी जवानी सुपर फ़ास्ट अने बुढ़ापु माल गाड़ी माफिक़ चले।

खरद बोले बप्पा, खरद बोले।

सच्ची एक दम खरा।

फिर वह दोनों काफ़ी देर तक खरद खरद की गरदान करते रहे पीते रहे, कुछ देर बाद वह सुबुक रहे थे, कोई घण्टा भर बाद फिर बेल बजी थी, अब बगली नम्बर चार से लाश आने वाली थी।

वाह खुदाए ज़रतुश्तन। दारोना बंदोबस्त कीदा (खुदाए ज़रतुश्त ने शराब का इंतज़ाम किया)

हादड़ी—चल चल।

दोनों बाउली के सदर दरवाज़े की तरफ़ बढ़े थे, एक मर्तबा फिर दरवाज़ा खुला था, ख़ाली स्ट्रेचर बाहर रख दिया गया था और कुछ देर बाद बगली नम्बर चार की लाश उनकी तहवील[1] में थी। आने वाले खुद्दाम में से एक ने फिर एक मर्तबा दस दस के दो नोट उनकी तरफ़ बढ़ा दिए थें जिन्हें इस मर्तबा आगे बढ़कर हर्मज़ ने वसूल किया, दरवाज़ा बंद किया गया, स्ट्रेचर उठाया गया और दोनों बाड़ी की तरफ़ बढ़ने लगे।

हर्मज़

बोल

एक दिवस आपरू भी एम एच जावनी (एक दिन हम भी इसी तरह जाएँगे ना)

1. क़ब्ज़े

آسواں تے کیم کیدا(یہ سوال تم نے کیوں کیا)۔

مردا تو سب نا پڑشے (مرنا تو سب کو پڑے گا)۔

کھراچ بولے...... اپن مارا وچارا منامر داتا نتھی(سچ کہا! لیکن میرا ارادہ ابھی مرنے کا نہیں)۔

وچار— ؟ سوں کہے بپا۔

چپ کر سالا۔ ہم لوگ اسٹلا لائف ماجو یاسوں؟ لاش، لاش، لاش، انے پکشی۔ جاستی ماجاستی وہ سالا ستارا روڈ نادار. و...... نوسادر والا......دس دس روپے کا نوٹ ہوں پوچھوں...... لائف اے نو، نام چھے؟ (چپ کر سالا۔ ہم لوگوں نے اتنی زندگی میں کیا دیکھا۔ لاش۔ لاش۔ لاش اور گدھ۔ زیادہ وہ سالا ستارا روڈ والا دارو۔ نوسادر والا۔ دس دس روپیہ کا نوٹ، میں پوچھتا ہوں۔ زندگی اسی کا نام ہے؟)۔

جواب میں فیروز کچھ نہ بولا۔ وہ تو بس ہرمز کو دیکھ رہا تھا۔

''بول بپا۔ آج چھے جیون (بول بھائی یہی ہے زندگی)۔

''سوں کہوں، ہوں تو اٹیلا جانوں۔ آوے تو جاوا پڑشے! ہوں جاؤں تو مارا ٹھکانا بیجوکوئی آوے تو جائے ......(کیا کہوں۔ میں جانتا ہوں آئے گی تو جانا پڑیگا میں جاؤں گا تو میری جگہ کوئی آجائے گا تو......)۔

چپ سالا بہین......حرامی...... ڈگر...... ہرمز چیخ پڑا تھا۔

بوم نہ مار بپا۔ جیون نادات چھوڑ۔ میت ہاتھ ماچھے(چیخ نہ بھائی۔ زندگی کی بات چھوڑ کہ میت ہاتھ میں ہے) اور پھر وہ دونوں خاموشی سے باؤلی تک پہنچے تھے اور جب باؤلی کا دروازہ کھلا تو......

اس انہونی پہ دونوں ہی ششدر رہ گئے۔ غیر ارادی طور پر انھوں نے اسٹریچر زمین پہ رکھا۔ حیرت سے لاش کو دیکھا پھر ایک دوسرے کو۔ آنکھوں ہی آنکھوں میں دونوں نے ایک دوسرے سے سوالات کیے۔ کافی دیر تک ان کی آنکھوں کے ڈھیلے گھومتے رہے۔ اور جب وہ تھمے تو لاعلمی کے طور پر دونوں کے کندھے اچکے......اور پھر ان کی نظروں نے ڈونگر واڑی کے گھنے درختوں کا طواف شروع کیا۔ دور دور تک ایک بھی گدھ کا پتہ نہ تھا۔

اور یہ بالکل پہلی مرتبہ ہوا تھا۔ گدھ غائب تھے اور لاشیں موجود۔ ورنہ ہوتا تو یہ آیا

चलते चलते हर्मज़ रुक गया, गर्दन घुमा कर उसने फ़िरोज़ भाटिना को देखा फिर किसी क़द्र दुरूश्त[1] लहजे में उससे पूछा:

आसवां तुमें केम कैदा (यह सवाल तुम ने क्यों किया)

मरदा तो सब ना मड़ शै (मरना तो सब को पड़ेगा)

खराच बोले-अँपन मारा विचार अमना मरदाना नथ्थी (सच कहा! लेकिन मेरा इरादा अभी मरने का नहीं)

विचार- ? शूं कहे बप्पा

चुप कर साला। हम लोग एटला लाईफ माजो य.सों - ? लाश, लाश, अने पक्शी। जास्ती मा जास्ती वह साला सितारा रोड ना दारो - नोसा दर वाला - दस दस रूपे का नोट. हूं पूछों ... लाईफ ऐ नो, नाम छे? (चुप कर साला हम लोगों ने इतनी ज़िंदगी में क्या देखा. लाश, लाश, लाश और गिद्ध- ज़्यादा से ज़्यादा वह साला सितारा रोड वाला दारो। नौसादर वाला। दस दस रूपया का नोट, मैं पूछता हूं। ज़िंदगी इसी का नाम है?)

जवाब में फ़िरोज़ कुछ न बोला। वह तो बस हर्मज़ को देख रहा था.

"बोल बप्पा, आच छे जीवन (बोल भाई यही है ज़िंदगी)"

"सूं कहूं , हूं तो अटेला जानूं, आवे तो जावा पड़शे! हूं जाऊं तो मारा ठिकाना बीजू कोई आवे तो जाए तो .... (क्या कहूं मैं तो जानता हूं आएगी तो जाना पड़ेगा। मैं जाऊंगा तो मेरी जगह कोई आ जाएगा तो....)

चुप साला बहीन .... हरामी .... डक्कर ...... हर्मज़ चीख़ा था।

बोम न मार बप्पा, जीवन ना दात छोड़ मय्यत हाथ माछे (चीख़ न भाई, ज़िंदगी की बात छोड़ कि मय्यत हाथ में है) और फिर वह दोनों ख़ामोशी से बाउली तक पहुंचे थे और जब बाउली का दरवाज़ा खुला तो....

इस अन्होनी पे वह दोनों ही शश्दर रह गए, ग़ैर इरादी तौर पर उन्होंने स्ट्रेचर ज़मीन पे रखा। हैरत से लाश को देखा फिर एक दूसरे को। आंखों ही आंखों में दोनों ने एक दूसरे से सवालात किये। काफ़ी देर तक उनकी आंखों के ढेले घूमते रहे। और जब वह थमे तो लाइल्मी के तौर पर दोनों के कंधे उचके ...... और फिर उनकी नज़रों ने डोंगरवाड़ी के घने दरख़्तों का तवाफ़ शुरू किया। दूर दूर तक एक भी गिद्ध का पता न था।

1. कर्कश

تھا کہ لاش پہنچی، ہرمزاور فیروز باؤلی سے لوٹے، بیس پچیس منٹوں میں لاش گدھوں کے معدوں میں منتقل ہوئی۔ انھوں نے گدھ کو لوٹتے دیکھا تو باؤلی پہ پہنچ کر ایسڈ سے ڈھانچے پر چھڑکاؤ کیا اور ڈھانچہ سفوف بن کر باؤلی کی گہرائیوں میں اترتا چلا گیا۔ نیچے بہت نیچے جانے کہاں کبھی یوں بھی ہوتا۔ کوئی لاش ہی نہ آتی۔ اس روز گدھوں کی خاطر پنچایت بکرا خرید کر ہرمز اور بھائینہ کے سپرد کردیتی، مبادا گدھ بھوک سے مجبور ہوکر اڑ جائیں۔ لیکن یہ تو بالکل ہی انہونی بات ہوئی۔ لاشیں موجود تھیں اور گدھ غائب! وہ دونوں پھٹی پھٹی آنکھوں سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ کافی دیر اسی عالم میں کھڑے رہنے کے بعد انھوں نے دوسری لاش بھی باؤلی کے جال پہ رکھ دی پھر ایک دوسرے کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

سو : چار چھے۔ کیقباد نے کہی آؤں (کیا خیال ہے کیقباد سے کہہ آؤں)۔

ہاں، جا!

اس نے اپنے کمرے میں پہنچ کر ہنگامی گھنٹی کے سوئچ پر انگلی رکھ دی۔ ڈونگر واڑی کے دفتر میں دیوار پہ نصب سرخ بلب جلنے لگا بجھنے لگا۔ کلرک حیران ہوکر دفتر سے نکلے۔ اور بلب تو بنگلیوں کے بھی جلنے لگے تھے۔ دستوروں نے تلاوت روک دی۔ بنگلیوں میں گھومتے ہوئے کتے سہم کر ادھر ادھر دبک گئے۔ نئی آنے والی لاشوں کے سوگوار رشتہ دار مضطرب ہوکر بنگلیوں سے نکل آئے ہر طرف ایک سوال تھا۔ کیا ہوا؟ کیقباد دوڑا دوڑا گیا اور پھر آسمان کی طرف دیکھتا ہوا پلٹا! سب نے اسے گھیر لیا۔ سوں تھیو کا شور بلند ہوا۔ جواب میں کیقباد نے اعلان کیا۔

گدھ چلے گئے!

گدھ چلے گئے؟

گدھ چلے گئے؟

مگر کائے کو؟

کچھ تو پن ہوئینگا!

مگر کیا ہوئے گا؟

پارسی پنچایت کے سکریٹری نے کیقباد کا فون ریسیو کیا تھا اور اس کی پیشانی پر سلوٹوں

और यह बिल्कुल पहली मर्तबा हुआ था, गिद्ध गायब थे और लाशें मौजूद। वर्ना होता तो यह आया था कि लाश पहुंची, हर्मज़ फ़िरोज़ बाउली से लौटे, बीस पचीस मिनटों में लाश गिद्धों के मेदों[1] में मुन्तक़िल[2] हुई। उन्होंने गिद्धों को लौटते देखा तो बाउली पे पहुंच कर एसीड से ढांचे पर छिड़काव किया और ढांचा सफ़ूफ़[3] बनकर बाउली की गहराइयों में उतरता चला गया, नीचे बहुत नीचे जाने कहां। कभी यूं भी होता, कोई लाश ही न आती, उस रोज़ गिद्धों की ख़ातिर पंचायत बकरा ख़रीद कर हर्मज़ और भाटिना के सुपुर्द कर देती, मबादा[4] गिद्ध भूख से मजबूर होकर उड़ जाएं। लेकिन यह तो बिल्कुल ही अन्होनी बात हुई, लाशें मौजूद थीं और गिद्ध ग़ायब! वह दोनों फटी फटी आंखों से एक दूसरे को देखते रहे। काफ़ी देर इसी आलम में खड़े रहने के बाद उन्होंने दूसरी लाश भी बाउली के जाल पे रख दी फिर एक दूसरे की तरफ़ सवालिया नज़रों से देखा।

सो विचार छे। केक़बाद ने कही आऊं (क्या ख़्याल है कैक़बाद से कह आऊं)

हां, जा !

उसने अपने कमरे में पहुंच कर हंगामी घंटी के स्विच पर उंगली रख दी, डोंगरवाड़ी के दफ़्तर में दीवार पे नस्ब[5] सुर्ख़ बल्ब जलने लगा बुझने लगा। क्लर्क हैरान होकर दफ़्तर से निकले, और बल्ब तो बगलियों के भी जलने लगे थे। दस्तूरों ने तिलावत रोक दीं बगलियों में घूमते हुए कुत्ते सहम कर इधर उधर दुबक गए। नई आने वाली लाशों के सोगवार रिश्तेदार मुज़तरिब[6] होकर बगलियों से निकल आए। हर तरफ़ एक सवाल था, क्या हुआ? केक़बाद दौड़ा दौड़ा गया और फिर आसमान की तरफ़ देखता हुआ पलटा! सबने उसे घेर लिया, सूं थयूका शोर बुलंद हुआ, जवाब में केक़बाद ने एलान किया।

गिद्ध चले गए!

गिद्ध चले गए?

गिद्ध चले गए?

मगर काए को ?

कुछ तो पन होएंगा!

मगर क्या होएगा?

---

1. पेटें 2. स्थानान्तरित 3. पावडर 4. ईश्वर न करे कि ऐसा हो, 5. गड़ा हुआ 6. व्याकुल

کا جال ابھر آیا تھا۔ ساری بات سن کر اس نے ریسیور کریڈل پر رکھنے کے بعد انٹرکام پہ ڈائرکٹر کو اطلاع دی۔ فوراً ہی ارجنٹ میٹنگ کال کی گئی۔ بورڈ آف ڈائرکٹرز کے سامنے مسئلہ پیش ہوا۔ لیکن سوال تو اپنی جگہ قائم تھا۔

گدھ کہاں گئے؟

کیا کہا گدھ چلے گئے؟ پولیس کمشنر کے لہجے میں ہلکے سے تحیر کی آمیزش تھی۔

ہاں ہمارے گدھ چلے گئے! پارسی پنچایت کے چیرمین نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے تصدیق کی۔ پھر بڑی توجہ سے پولیس کمشنر کی بات سنتا رہا۔ اس کے چہرے پر ایک رنگ آرہا تھا۔ ایک جارہا تھا۔ کافی دیر تک وہ بات سنتا رہا۔ پھر دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہوجانے پر اس نے بھی ریسیور کریڈل پہ رکھ دیا۔ دوسرے تمام ڈائرکٹرز اس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ اس نے اپنی اور پولیس کمشنر کی گفتگو کا خلاصہ بیان کیا۔ ہر شخص تھوڑا تھوڑا اطمینان اور خاصی پریشانیاں سمیٹ کر میٹنگ ہال سے واپس آیا۔ سکریٹری نے ڈونگر واڑی فون کیا۔ کیقباد نے تمام محترم دستوروں تک اور حاضرین تک چیرمین اور پولیس کمشنر کی گفتگو کا خلاصہ بیان کیا۔ دستوروں سے بات بنگلی کے خدام کے ذریعہ فیروز بھاٹینہ اور ہرمز تک پہنچی، بھاٹینہ نے تمام بات غور سے سنی۔ پھر آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔ گھنے درختوں کی کھڑکیوں سے آسمان صاف نظر آرہا تھا۔ نہ کوے تھے۔ نہ چیلیں اور نہ ہی گدھ۔

اور پھر وہ دونوں ہی چونک پڑے۔ اطلاعی گھنٹی بج رہی تھی، گلی نمبر۳ سے لاش آرہی تھی۔ ایک مرتبہ پھر وہ دروازے پہ کھڑے تھے۔ لاش آئی اس بار خادم نے پچاس پچاس کے دو نوٹ بھاٹینہ کی طرف بڑھا دیے۔ لاش اندر کرلینے کے بعد بھاٹینہ نے منہ بناتے ہوئے ہرمز کو مخاطب کیا۔

ہرمز۔

بول پپا۔

سب پارسی آج اچ کیوں مرتا؟

ہرمز نے اس کے سوال کا کوئی جواب نہ دیا۔ وہ آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ایک تو بکشی نتھی۔ انے لاش اوپر لاش آوے (ایک تو گدھ نہیں پھر لاش پہ لاش آرہی ہے)۔

पारसी पंचायत के सेक्रेट्री ने केक़बाद का फोन रिसीव किया था और उसकी पेशानी पर सिल्वटों का जाल उभर आया था। सारी बात सुन कर उसने रिसीवर क्रेडिल पर रखने के बाद इंटरकाम पे डाइरेक्टर को इत्तेला दी, फौरन ही अरजेंट मीटिंग काल की गई। बोर्ड आफ डाइरेक्टरज़ के सामने मसला पेश हुआ। लेकिन सवाल तो अपनी जगह क़ायम था।

गिद्ध कहां गए?

क्या कहा गिद्ध चले गए? पुलिस कमिश्नर के लहजे में हल्के से तहय्युर[1] की आमेज़िश[2] थी।

हां हमारे गिद्ध चले गए। पारसी पंचायत के चेयरमैन ने एक-एक लफ्ज़ पर ज़ोर देते हुऐ तसदीक़[3] की। फिर बड़ी तवज्जह से पुलिस कमिश्नर की बात सुनता रहा। उसके चेहरे पर एक रंग आ रहा था। एक जा रहा था। काफ़ी देर तक वह बात सुनता रहा। फिर दूसरी तरफ़ से सिलसिला मुन्क़ता[4] हो जाने पर उसने भी रिसिवर क्रेडिल पे रख दिया। दूसरे तमाम डाइरेक्टर्ज़ उस की तरफ़ सवालिया नज़रों से देख रहे थे। उस ने अपनी और पुलिस कमिश्नर की गुफ़्तगू का खुलासा बयान किया। हर शख़्स थोड़ा-थोड़ा इत्मीनान और खासी परेशानियाँ समेटकर मीटिंग हाल से वापस आया। सेक्रेट्री ने डोंगर वाड़ी फोन किया। केक़बाद ने तमाम मोहतरम दस्तूरों तक और हाज़रीन[5] तक चेयरमैन और पुलिस कमिश्नर की गुफ़्तगू का खुलासा बयान किया। दस्तूरों से बात बगली के खुद्दाम के ज़रिए फ़िरोज़ भाटिना और हर्मज़ तक पहुंची, भाटिना ने तमाम बात ग़ौर से सुनी। फिर आसमान की तरफ़ देखने लगा। घने दरख़्तों की खिड़कियों से आसमान साफ़ नज़र आ रहा था। ना कौवे थे। न चीलें और न ही गिद्ध!

और फिर दोनों ही चौंक पड़े। इत्तेलाई घंटी बज रही थी, बगली नंबर तीन से लाश आ रही थी। एक मर्तबा फिर वह दरवाज़े पे खड़े थे। लाश आई, इस बार ख़ादिम ने पचास-पचास के दो नोट भाटिना की तरफ़ बढ़ा दिया। लाश अन्दर कर लेने के बाद भाटिना ने मुंह बनाते हुए हर्मज़ को मुख़ातिब किया।

हर्मज़

बोल बप्पा

---

1. हैरत 2. मिलावट 3. पुष्टि 4. कटजाना 5. उपस्थित गण हाज़िर (उपस्थित) गण का बहुवचन

پن پکشی گیا کدھر؟

پولیس کمشنر بولا۔ بدا پکشی، کھڑکی۔ روی وار چیٹھ نے سوموار پیٹھ ماچھے سامانے (کس لیے)۔

ارے وہ سالا ہندو مسلمان بھڑی گئو۔ادھر رائٹ ہوا۔سالا وہ لوگ ہیرس وین جلا دیا۔ ایمبولینس کو انگار لگا یا۔ رستہ اوپر لاش اچ لاش پچھے اور اپنا گدھ ادھر مچا مارتا۔ اور وہ پولیس کمشنر وہ بولتا۔ سالا رستہ صاف ہوئنگا تو گدھ آپو آپ واپس آئینگا۔

رستہ صاف بھی ہوئینگا تو کیا ...... گدھ واپس آئینگا...... یہ انڈیا...... سالا ادھر تو روز رائٹ ہوتا۔ روز انگار لگتا۔ روز مانس مرتا۔ فر......فر کیا سالا...... گدھ واپس آئینگا۔

सब पारसी आज इच क्यों मरता ?

हर्मज्ज ने उस के सवाल का कोई जवाब न दिया। वह आसमान की तरफ़ देख रहा था।

एक तो पक्शी नथी। अने लाश उपर लाश आवे (एक तो गिद्ध नहीं फिर लाश पे लाश आ रही है।) पन पक्शी गया किधर ?

पुलिस कमिश्नर बोला। बिद्दा पक्शी, खिड़की। रविवार पीठ अने सोमवार पीठ मा छे

सामाटे (किस लिए)

अरे वह साला हिंदू-मुसलमान भिड़ी गयो। उधर राइट हुआ। साला वह लोग हैरिस वेन जलादिया। एम्बूलेन्स को अंगार लगाया। रस्ता उपर लाश इच लाश छे और अपना गिद्ध उधर मजा मारता। और वह पुलिस कमिश्नर बोलता ...... साला रस्ता साफ होऐंगा तो गिद्ध आपु आप वापस आऐंगा।

रस्ता साफ भी होऐंगा तो क्या............गिद्ध वापस आऐंगा...... यह इण्डिया...... साला इधर तो रोज़ राइट होता। रोज़ अंगार लगता। रोज़ मानस मरता। फिर......फिर क्या साला............गिद्ध वापस आऐंगा।

انور قمر

کابلی والا کی واپسی

کابلی والے کے ہونٹ لرزے۔

''اچھا صاحب، اب میں چلوں......وقت کم ہے۔ کچھ سامان بھی خریدنا ہے۔ صبح چار بجے کی گاڑی ہے۔''

''ہاں خان''

جیسے میں نیند سے جاگا۔ کوئی درد ناک خواب دیکھتے دیکھتے چونکا۔

''اب کب آؤ گے خان؟''

میں نے اس کے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں تھام کر اپنے سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔

ایک انجانے دکھ سے اس کی آنکھیں بھر آئیں۔ اس نے ایک لمبا گرم سانس چھوڑ کر کہا:

''پتہ نہیں صاحب...... اکیس برس کے بعد گھر لوٹ رہا ہوں...... پلٹ کر دیکھو تو یہ عرصہ کچھ بھی نہیں معلوم ہوتا!...... آگے دیکھو تو ایک نا قابل عبور پہاڑی راستہ!...... اب تو شاید ہی واپسی ہو۔''

یہ کہتے کہتے اس کا گلا رندھ گیا اور وہ اپنے وجود کی گہرائیوں میں آئے ہوئے زلزلے سے لرزنے لگا۔ کچھ دیر کی خاموشی کے بعد جیسے اسے اچانک یاد آیا۔

''صاحب! جاتے جاتے مجھے وہ تصویریں پھر دکھا دیجیے۔ جو تصویریں آپ جیل میں مجھے دکھانے کے لیے اکثر لایا کرتے تھے۔ ایک عرصے کے بعد گھر جا رہا ہوں، چاہتا ہوں کہ وطن کی ہر چھوٹی بڑی یاد تازہ ہو جائے اور اپنے ملک سے برسوں کی دوری کی بنا پر جو

अनवर क़मर

काबुली वाला की वापसी

काबुली वाले के होंठ लर्ज़े।

"अच्छा साहब, अब मैं चलूं...... वक़्त कम है, कुछ सामान भी ख़रीदना है। सुबह चार बजे की गाड़ी है।"

"हां खान"

जैसे मैं नींद से जागा। कोई दर्दनाक ख़्वाब देखते देखते चौंका।

"अब कब आओगे खान?"

मैंने उस के दोनों हाथों को अपने हाथों में थाम कर अपने सीने से लगाते हुए कहा।

एक अन्जाने दुख से उसकी आंखें भर आईं। उस ने एक लंबा गर्म सांस छोड़कर कहा।

"पता नहीं साहब............इक्कीस बरस के बाद घर लौट रहा हूं...... पलटकर देखो तो ये अर्सा कुछ भी नहीं मालूम हाता। आगे देखो तो एक नाक़ाबिले-उब्रूर[1] पहाड़ी रास्ता!............अब तो शायद ही वापसी हो"

यह कहते-कहते उस का गला रुंध गया और वह अपने वजूद की गहराईयों में आए हुए ज़लज़ले से लरज़ने लगा। कुछ देर की ख़ामोशी के बाद जैसे उसे अचानक याद आया।

"साहब! जाते जाते मुझे वह तसवीरें फिर दिखा दीजिए। जो तसवीरें आप जेल में मुझे दिखाने के लिए अक्सर लाया करते थे। एक अरसे के बाद घर जा रहा हूं, चाहता हूं कि वतन की हर छोटी बड़ी याद ताज़ा हो जाए और अपने मुल्क से बर्सों की दूरी की बिना पर जो अजनबियत का पुरख़ौफ़ एहसास पैदा हो गया है मेरे दिल में...... वह डर भी दूर हो।"

1. जिन्हें पार करना संभव न हो

اجنبیت کا پر خوف احساس پیدا ہو گیا ہے۔ میرے دل میں ...... وہ ڈر بھی دور ہو۔''

میں نے اثبات میں گردن ہلائی اور بک شلف سے کتاب نکال کر اس کے آگے رکھ دی۔

بیس سال بہت ہوتے ہیں اور قیمتی بھی بہت ہوتے ہیں۔ اپنی بیتی ہوئی زندگی سے ہم ان کی اہمیت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ خان کی زندگی جیل کی دیواروں کے بیچ میں کٹی تھی۔ میں جب بھی اس سے ملنے کے لیے جایا کرتا۔ ، یہ کتاب اس کی دلجوئی کے لیے، اپنے ساتھ ضرور لے جاتا تھا۔ وہ کتاب کے اوراق الٹتا اور اپنی یادوں کے تہہ خانوں میں اتر جایا کرتا۔ پھر وہ آج کے رحمت سے کل کے نوعمر رحمت کو یوں ملاتا گویا وہ جدا جدا شخصیتیں ہوں اور ایک دوسرے سے اجنبی ہوں۔

''یہ ہے میرا مدرسہ۔ فجر کی نماز کے بعد مولوی صاحب ہمیں عربی پڑھایا کرتے تھے۔''

''لاالٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ'' ...... میں دہراتا،

''لاالٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ...... پھر عبدالرزاق دہراتا،

''لاالٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ...... عبدالقادر دہراتا۔

ہماری آواز مسجد سے لگی خانقاہ کے دریچوں سے نکلتی اور کوہ دمام اور ہندوکش کی وادیوں میں ڈوب جاتی تھی۔ مولوی صاحب کی آواز پاٹ دار تھی۔ ان کے چہرے کو دیکھ کر مجھے جلال آباد کا وہ خطہ یاد آجاتا کہ جہاں کی زمین سوکھ کر تڑخ چکی تھی۔ ان کی آنکھیں دو بڑے بڑے گڑھوں میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ لمبی سفید داڑھی باریک مونچھیں، سر پر عمامہ، لمبا کرتا، کسا ہوا کمر بند، ٹخنوں سے اونچی شلوار اور زری کا کمانی دار جوتا، وہ خانقاہ میں بلا معاوضہ قرآن کا درس دیا کرتے تھے۔ پر روزی کمانے کے لیے روس کی سرحد پر لگنے والے بازار میں سے گھوڑے خریدتے اور انھیں شہر میں لاکر بیچا کرتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ تجارت یوں کرو کہ جیسے ہمارے رسولؐ نے کی تھی۔ یعنی نفع اتنا ہی کماؤ کہ جتنا آٹے میں نمک پڑتا ہے۔

صاحب میں بھی اپنا مال بہت کم نفع پر بیچتا ہوں۔ مولوی صاحب کی بات مجھے اب تک یاد ہے۔

मैंने असबात[1] में गर्दन हिलाई और बुक शेल्फ़ से किताब निकाल कर उस के आगे रख दी।

बीस साल बहुत होते हैं और क़ीमती भी होते बहुत हैं। अपनी बीती हुई ज़िन्दगी से हम उन की अहमियत का अन्दाज़ा कर सकते हैं। ख़ान की ज़िन्दगी जेल की दीवारों के बीच में कटी थी मैं जब भी उससे मिलने के लिए जाया करता, यह किताब उस की दिल जोई के लिए अपने साथ ज़रूर ले जाता था। वह किताब के औराक़ उलटता और अपनी यादों के तह ख़ानों में उतर जाया करता। फिर वह आज के रहमत से कल के नौ उम्र रहमत को यूं मिलाता गोया वह जुदा-जुदा शख़्सियतें हों और एक दूसरे से अजनबी हों।

''यह है मेरा मदरसा, फ़जर की नमाज़ के बाद मोलवी साहब हमें अरबी पढ़ाया करते थे।''

''ला इलाह इल्लल्लाह मुहम्मदुर्रसूलुल्लाह''[2] ......मैं दुहराता।

''ला इलाह इल्लल्लाह मुहम्मदुर्रसूलुल्लाह''......फिर अब्दुर्रज़्ज़ाक़ दुहराता।

''ला इलाह इल्लल्लाहु मुहम्मदुर्रसूलुल्लाह''...... अब्दुल क़ादिर दुहराता।

हमारी आवाज़ मस्जिद से लगी ख़ानक़ाह[3] के दरीचों[4] से निकलती और कोहे दमाम और हिंदूकश की वादियों में डूब जाती थी। मोलवी साहब की आवाज़ पाटदार थी। उन के चेहरे को देख कर मुझे जलालाबाद का वह ख़ित्ता[5] याद आ जाता कि जहां की ज़मीन सूख कर तड़ख चुकी थी। उन की आंखें दो बड़े-बड़े गढ़ों में बैठी हुई थीं। लंबी सफ़ेद दाढ़ी बारीक मूंछें, सर पर एमामा, लंबा कुर्ता, कसा हुआ कमरबन्द टख़्नों से ऊँची शलवार और ज़री का कमानी दार जूता, वह ख़ानक़ाह में बिला-मुआवज़ा[6] क़ुरआन का दर्स[7] दिया करते थे। पर रोज़ी कमाने के लिए रूस की सरहद पर लगने वाले बाज़ार में से घोड़े ख़रीदते और उन्हें शहर में लाकर बेचा करते थे। उन का कहना था कि तिजारत यूं करो कि जैसे हमारे रसूल ने की थी। यानी नफ़ा इतना ही कमाओ कि जितना आटे में नमक पड़ता है।

साहब मैं भी अपना माल बहुत कम नफ़ा पर बेचता हूं। मोलवी साहब की

1. स्वीकृति 2. इस्लाम का कलमा 3. आश्रम 4. खिड़कियों 5. इलाका
6. बिना फीस के 7. तालीम

مجھے یہ سمجھنے میں دیر نہ لگتی کہ یہ بات نوعمر رحمت سے نہیں کہی گئی ہے، بلکہ یہ بات کابلی والے نے مجھ سے کہی ہے۔

''وہ دن تو ہمارے لیے بڑی تفریح کا ہوتا کہ جس دن مولوی صاحب اپنے گھر میں اون رنگا کرتے تھے۔ انھوں نے اپنے مکان کے پچھواڑے پتھروں کو جوڑ کر ایک حوض سا بنالیا تھا۔ اس حوض میں وہ اخروٹ کی کوٹی ہوئی چھال اور رنگ، پانی میں حل کرتے، پھر وہ اسے نیچے سے لکڑی لگا کر تپاتے تھے۔ جب یہ آمیزہ ابل ابل کر خوب گاڑھا ہوجاتا تو وہ اس میں اون چھوڑا کرتے تھے۔ کیا رنگ چڑھتا تھا اون پر!''

وہ کہتا:

''دیکھ رہے ہیں آپ اس رومی دروازے کو! پتھروں کی سلیں ایک دوسرے پر رکھی ہوئی یوں نظر آرہی ہیں کہ جیسے ان کے بیچ کوئی مصالحہ ہی نہ لگایا گیا ہو! آپ چاہیں تو ایک ایک کر کے انھیں اٹھا کر الگ رکھ سکتے ہیں..... لیکن نہیں ...... یہ سلیں پچھلے ڈیڑھ ہزار برس سے یوں ہی رکھی ہوئی ہیں۔ نہ تو برفانی ہواؤں کا اثر ہوتا ہے ان پر، نہ صحرا کے گرم جھکڑوں کا! یہ دیکھیے نا...... یہ کمان سترہ سلوں کو جوڑ جوڑ کر بنائی گئی ہے اور ہر دو سلوں کے درمیان میں کھانچے ہیں، لیکن مجال نہیں کہ ایک بھی اپنی جگہ سے سرک جائے۔''

وہ یہ بھی کہتا:

''دیکھیے یہ اسی خانقاہ کا دروازہ ہے۔ فریم کے اطراف کا پلستر جھڑ چکا ہے۔ لیکن پھر بھی فریم اپنی جگہ پر قائم ہے۔ لکڑی کے کام میں باریکی نہیں، نقش نہیں، کوئی ابھار نہیں۔ لیکن ...... پائیداری ہے۔ سادگی ہے اسی لیے دیکھنے میں بھلا لگتا ہے۔ دور دور سے عورتیں اپنی منتیں مانگنے یہاں آتی ہیں۔ اس کے دستے سے بندھے ہوئے ہر ڈورے سے ایک ایک مراد منسوب ہے۔''

اس کتاب میں بے شمار تصویریں تھیں۔ کابلی والا ورق الٹے چلا جاتا اور اس کا سلسلہ کلام بھی جاری رہتا۔

یہ ہے عبدالرحمان سقہ۔ چاندی کے پیالوں میں دھوپ میں جھلستے ہوئے مسافروں کو پانی پلایا کرتا..... گرمیوں میں پہاڑیاں تپ جاتیں تو وہاں سے ہوا بگولوں کی شکل میں

बात मुझे अब तक याद है।

मुझे यह समझने में देर न लगती कि यह बात नै उम्र रहमत से नहीं कही गई है, बल्कि यह बात काबुली वाले ने मुझ से कही है।

"वह दिन तो हमारे लिए बड़ी तफ़रीह का होता कि जिस दिन मोलवी साहब अपने घर में ऊन रंगा करते थे। उन्होंने अपने मकान के पिछवाड़े पत्थरों को जोड़कर एक हौज़ सा बना लिया था। उस हौज़ में वह अखरोट की कुटी हुई छाल और रंग, पानी में हल करते, फिर वह उसे नीचे से लकड़ी लगाकर तपाते थे। जब यह आमेज़ा उबल उबल कर खूब गाढ़ा हो जाता तो वह उस में ऊन छोड़ा करते थे। क्या रंग चढ़ता ऊन पर!"

वह कहता:

"देख रहे हैं आप इस रूमी दरवाज़े को! पत्थरों की सिलें एक दूसरे पर रखी हुई यूं नज़र आ रही हैं के जैसे उन कि बीच कोई मसाला ही न लगाया गया हो। आप चाहें तो एक एक करके इन्हें उठाकर अलग रख सकते हैं...... लेकिन नहीं........... यह सिलें पिछले डेढ़ हज़ार बरस से यूंही रखी हुई हैं। न तो बर्फ़ानी हवाओं का असर होता है इन पर, न सहरा[1] के गरम झक्कड़ों का! यह देखिए ना .... यह कमान सतरह सिलों को जोड़-जोड़ कर बनाई गई है और हर दो सिलों के दरमियान में खांचे हैं, लेकिन मजाल नहीं के एक भी सिल अपनी जगह से सरक जाए।"

वह यह भी कहता:

"देखिये यह उसी ख़ानक़ाह का दरवाज़ा है। फ़्रेम के अतराफ़[2] का पलस्तर झड़ चुका है, लेकिन फिर भी फ़्रेम अपनी जगह पर क़ायम है, लकड़ी के काम में बारीकी नहीं, नक़्श नहीं, कोई उभार नहीं. लेकिन ...... पाएदारी[3] है, सादगी है इसी लिए देखने में भला लगता है, दूर दूर से औरतें अपनी मन्नतें मांगने यहां आती हैं, उस के दस्ते से बंधे हुए हर डोरे से एक एक मुराद मंसूब है।

उस किताब में बे शुमार तस्वीरें थीं, काबुली वाला वर्क़[4] उल्टे चला जाता और उसका सिलसिला-ए-कलाम भी जारी रहता।

"यह है अब्दुर्रहमान सक्क़ा, चांदी के प्यालों में धूप में झुलसते हुए मुसाफ़िरों को पानी पिलाया करता ...... गर्मियों में पहाड़ियां तप जातीं तो वहां से

1. मरुस्थल 2. चारों ओर 3. टिकाऊपन 4. पृष्ठ

ہمارے شہر میں داخل ہوا کرتی تھی۔ گھر سے نکلنا جان جوکھوں کا کام ہوتا۔ ایسی تپش میں عبدالرحمان کی آواز "پانی لے لو پانی۔ پیر مراکش کے چشمے کا ٹھنڈا پانی......"

''اس کا پانی واقعی کلیجے کو ٹھنڈک پہنچاتا اور جسم کو تراوٹ بخشتا تھا۔''

کابلی والے کی ان تمام باتوں کو میں کیوں کر سمیٹوں؟ بیس سال کے عرصے پر پھیلے ہوئے واقعات! بعض اوقات رحمت ایک ہی تصویر کے کئی کئی ورژن پیش کرتا۔ مجھے لگتا کہ مقام تو ایک ہی ہوسکتا ہے۔ عمارت بھی ایک ہی ہوگی۔ راستہ بھی ایک ہی ہوگا۔ لیکن موسم بدل جاتے ہیں اور ان کے ساتھ ساتھ دل کی کیفیتیں بھی! دن رات میں اور رات دن کے قالب میں اتر جاتی ہے۔ ان بدلتی ہوئی رتوں اور اس لحہ پگھلتے ہوئے وقت کے درمیان میں کتنے رنگ، کتنی خوشبوئیں، کتنے نغمے ہم دیکھتے، محسوس کرتے اور سنا کرتے ہیں۔ یہ تمام احساس ہمارے ذہن کے تہہ خانوں میں اتر کر روپوش ہوجاتے ہیں، لیکن جب کبھی ہم اس کیفیت سے ملتی جلتی کیفیت سے دوچار ہوتے ہیں تو وہ تمام رنگ، وہ تمام خوشبوئیں اور وہ تمام نغمے دھیرے دھیرے ہمارے ذہن کے گھونسلوں سے خوش رنگ پرندوں کی طرح برآمد ہونے لگتے ہیں اور پرانی یادیں تازہ ہوجاتی ہیں۔

کابلی والا کبھی مجھ سے پہاڑوں پر بسے ہوئے گاؤں کا ذکر کرتا۔ پہاڑوں پر ہی قائم مدرسوں میں تختیاں لکھتے اور خدا کی حمد و ثنا کرتے بچوں کا ذکر کرتا۔ اور یہ واقعہ ہے کہ کوہ بابا، بند بیاباں، سفید کوہ، کوہ دمام، ہندوکش اور کوہ سلیمان پر چھوٹی چھوٹی کئی بستیاں آباد ہیں کہ جن پر اس جدید دور کا سایہ تک نہیں پڑا اور وہاں کے باسی اب بھی قدیم روایتوں اور پارینہ رسموں کے سہارے اپنی زندگی گزارا کرتے ہیں۔

وہ کسی دوست محمد خاں، ہمایوں، احمد عاشق خاں، شاہ محمود، فتح خاں، کامران، شیر علی اور یعقوب خاں کا ذکر کرتا کہ جو بلند و بالا پہاڑیوں پر جڑی بوٹیوں کی تلاش میں جایا کرتے تھے، یا پہاڑوں پر سے نمک حاصل کرتے اور پھر گاؤں میں آکر اسے تبرک کے طور پر تقسیم کردیا کرتے تھے۔ انہی سے منسوب کابلی والا مجھے وہ واقعے بھی سناتا کہ کس طرح احمد شاہ نے ایک حملہ آور شیر کو اپنے لٹھ کی واحد ضرب سے ادھ موا کردیا تھا اور کسی موقعے پر شیر علی نے ایک کوڑیالے ناگ کو اپنی مٹھیوں میں پکڑ کر دو ٹکڑوں میں تقسیم کردیا تھا۔

हवा बगोलों की शक्ल में हमारे शहर में दाख़िल हुआ करती थी, घर से निकलना जान जोखों का काम होता, ऐसी तपिश[1] में अब्दुर्रहमान की आवाज़ पानी ले लो पानी, पीर मराकश के चश्मे[2] का ठंडा पानी......"

"उसका पानी वाक़ई कलेजे को ठंडक पहुंचाता और जिस्म को तरावट बख़्शता था"

काबुली वाले की उन तमाम बातों को मैं क्यों कर समेटूं? बीस साल के अर्से पर फैले हुए वाक़ेआत बाज़-औक़ात[3] रहमत एक ही तस्वीर के कई कई वरज़न पेश करता, मुझे लगता कि मक़ाम तो एक ही हो सकता है, इमारत भी एक ही होगी, रास्ता भी एक ही होगा, लेकिन मौसम बदल जाते हैं और उनके साथ साथ दिल की कैफ़ियतें भी! दिन रात में और रात दिन के क़ालिब में उतर जाती है, इन बदलती हुई रुतों और इस लम्हा पिघलते हुए वक़्त के दरमियान में कितने रंग, कितनी ख़ुशबूएं, कितने नग़्में हम देखते, महसूस करते और सुना करते हैं, यह तमाम एहसास हमारे ज़हन के तह ख़ानों में उतर कर रूपोश हो जाते हैं, लेकिन जब कभी हम इस कैफ़ियत से मिलती जुलती कैफ़ियत से दो चार होते है तो वह तमाम रंग, वह तमाम ख़ुशबूएं और वह तमाम नग़मे धीरे धीरे हमारे ज़हन के घोसंलों ख़ुशरंग[4] परिंदों की तरह बरआमद होने लगते हैं और पुरानी यादें ताज़ा हो जाती हैं।

काबुली वाला कभी मुझ से पहाड़ों पर बसे हुए गाँव का ज़िक्र करता, पहाड़ों पर ही क़ायम मदरसों में तख़्तियां लिखते और ख़ुदा की हम्दो-सना[5] करते बच्चों का ज़िक्र करता, और यह वाक़्या है कि कोह बाबा, बंद बयाबां,[6] सफ़ेद कोह, कोहे दमाम, हिंदू कश और कोह सुलैमान पर छोटी छोटी कई बस्तियां आबाद हैं कि जिन पर इस जदीद दौर का साया तक नहीं पड़ा और वहां के बासी अब भी क़दीम-रिवायतों[7] और पारीना[8] रस्मों के सहारे अपनी ज़िन्दगी गुज़ारा करते हैं।

वह किसी दोस्त मुहम्मद ख़ां, हुमायूं, अहमद शाह, आशिक़ ख़ां, शाह महमूद फ़तेह ख़ां, कामरान, शेर अली और याक़ूब ख़ां का ज़िक्र करता कि जो बुलंदो बाला पहाड़ियों पर जड़ी बूटियों की तलाश में जाया करते थे, या पहाड़ों पर से

1. गर्मी 2. झरने 3. कभी कभी 4. अच्छे रंग 5. प्रशंसा 6. सुनसान इलाक़ा
7. पुराने रिवाज 8. प्राचीन

کاشتکاری کی صعوبتیں، مردوں کو راتوں میں دفنانے کے پراسرار واقعات، کارواں کے گزرنے کا سحر انگیز بیان وہ یوں کرتا گویا ہر منظر اس کی آنکھوں میں تصویر بن چکا ہو۔ وہ وہاں کے بازاروں، دستکاروں اور عاشقوں کا بھی ذکر کرتا۔

مجھے تو روزنامچہ لکھنا چاہیے تھا۔ تب کہیں جاکر میں اس قابل ہوتا کہ اس یادداشت کے سہارے آپ کو وہ تمام واقعات تفصیل سے سنا تا۔ اور یہ بھی درست نہیں ہے کہ وہ باتیں میرے ذہن سے محو ہو چکی ہوں۔ پتہ نہیں، کب کوئی لمحہ کسی واقعے کو ازسرِنو یاد کرادے اور میں رحمت ہی کی تڑپ اور لگن سے ان باتوں کو آپ کے گوش گزار کرسکوں۔

''خان، یہ کتاب تم اپنے ساتھ کیوں نہیں لے جاتے،'' ''آں؟......نہیں صاحب اسے لے جاکر کیا کروں گا؟ اب تو میں خود ہی وہاں پہنچنے والا ہوں۔ اسی فضا میں سانس لوں گا۔ اپنے لوگوں میں رہوں گا۔ انہی پہاڑوں میں گھوموں گا۔ وہی نغمے سنوں گا۔ نہیں، مجھے اس کتاب کی ضرورت نہیں۔ ویسے صاحب! میرے لیے یہ اتنی مقدس ہے کہ جتنا مقدس ہے میرے لیے قرآن، اور یہ میرے لیے اتنی ہی متبرک ہے جتنی متبرک ہے میرے لیے سیرت النبی۔ اسے آپ اپنے پاس احتیاط سے رکھیں نہ جانے کب یہ کسی کے کام آجائے۔''

رحمت نے اسے آنکھوں سے لگایا اور کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ بڑے احترام سے اس نے وہ کتاب میرے پھیلے ہوئے ہاتھوں میں رکھ دی۔ اسی لمحے میرے دل میں خیال آیا کہ اب میں اس کی نئی جلد بنواؤں گا اور اسے جزدان میں لپیٹ بک شیلف میں رکھوں گا۔ مجھے کیا پتہ تھا کہ یہ کتاب رحمت کے ان خوابوں کا مسکن ہے کہ جن کی تکمیل کی خاطر آج وہ اپنے وطن جارہا ہے۔

ہم ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئے۔ اس نے آنکھیں پونچھیں اور پھر مکان کی دہلیز سے باہر نکل آیا۔ میں بھی اس کے پیچھے ہولیا۔ کچھ فاصلے تک اس کے ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ پھر رک گیا۔

آخر جدائی کے لمحوں کو میں کب تک ٹال سکتا تھا۔

خان نے مڑکر ہاتھ ہلایا اور تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ تعلقات کے ریشمی بندھنوں

नमक हासिल करते और फिर गाँव में आकर उसे तबर्रुक के तौर पर तक़्सीम कर दिया करते थे। उन्हीं से मंसूब काबुली वाला मुझे वह वाक़ए भी सुनाता कि किस तरह अहमद शाह ने एक हमलाआवरशेर को अपने लठ की वाहिद[1] ज़र्ब[2] से अधमुआ कर दिया था और किसी मौक़े पर शेर अली ने एक कोड़ियाले नाग को अपनी मुठ्ठियों में पकड़ कर दो टुकड़ों में तक़्सीम कर दिया था।

काश्तकारी[3] की सऊबतें,[4] मुरदों को रातों में दफ़नाने के पुरअसरार[5] वाक़ेआत, कारवां के गुज़रने का सहर अंगेज़ बयान वह यूं करता गोया हर मंज़र उसकी आंखों में तस्वीर बन चुका हो, वह वहां के बाज़ारों, दस्तकारियों और आशिक़ों का भी ज़िक्र करता।

मुझे तो रोज़नामचा लिखना चाहिये था। तब कहीं जाकर मैं इस क़ाबिल होता कि इस याददाश्त के सहारे आप को वह तमाम वाके़आत तफ़सील से सुनाता। और यह भी दुरूस्त नहीं है कि वह बातें मेरे ज़ेहन से मह्व हो चुकी हों। पता नहीं, कब कोई लम्हा किसी वाक़ेआ को अज़ सरे नौ याद करा दे और मैं रहमत ही की तड़प और लगन से इन बातों को आप के गोशगुज़ार[6] कर सकूं।

''ख़ान, यह किताब तुम अपने साथ क्यों नहीं ले जाते,'' आं ? नहीं साहब इसे ले जाकर क्या करूंगा ? अब तो मैं ख़ुद ही वहां पहुंचने वाला हूं। उसी फ़िज़ा में सांस लूंगा, अपने लोगों में रहूंगा, उन्हीं पहाड़ों में घूमूंगा, वही नग़में सुनूंगा, नहीं, मुझे इस किताब की ज़रूरत नहीं, वैसे साहब ! मेरे लिये यह इतनी ही मुक़द्दस[7] है कि जितना मुक़द्दस है मेरे लिये क़ुरआन और यह मेरे लिए इतनी ही मुतबर्रक[8] है जितनी मुतबर्रक है मेरे लिए सीरतुन्नबी। इसे आप अपने पास एहतियात से रखें। न जाने कब यह किसी के काम आ जाए।

रहमत ने उसे आँखों से लगाया और कुर्सी से उठ खड़ा हुआ । बड़े एहतेराम से उस ने वह किताब मेरे फैले हुए हाथों में रख दी। उसी लम्हे मेरे दिल में ख़्याल आया कि अब में इसकी नई जिल्द बनवाऊंगा और उसे जुज़दान[9] में लपेट कर बुक शेल्फ़ में रखूंगा। मुझे क्या पता था कि यह किताब रहमत के ख़्वाबों का मसकन[10] है कि जिन की तक्मील[11] की ख़ातिर वह अपने वतन जा रहा है।

1. एक 2. चोट 3. खेती 4. मुश्किलें 5. रहस्यमय 6. सुनाना 7. पवित्र 8. मुबारक 9. क़ुरआन का कवर 10. निवास 11. पूरा होना

سے اپنے آپ کو رہائی دلانے میں اسے دشواری ہو رہی تھی۔

آخری بار جب میں نے اسے خوب غور سے دیکھا تو مجھے اچانک محسوس ہوا کہ عمر اس کی پیٹھ پر اپنا بھاری بوجھ ڈال چکی ہے!

میرے سینے میں درد کا لا وا ابل پڑا۔ بیس برس پہلے یہ لمبا تڑنگا پٹھان میری بچی کو گود میں اٹھائے ہوئے جب میرے گھر میں داخل ہوا تھا تو مجھے اسے دیکھ کر وحشت سی ہوئی تھی اور مجھے اپنی بچی کا وجود خطرے میں نظر آیا تھا۔

لیکن آج......!

وہ موسمی پرندے کی طرح رخصت ہو رہا تھا۔ اپنے دیس کو، کہ جہاں فرحت بھی تھی اور چاہت بھی دلنوازی بھی تھی اور راحت بھی اور جہاں کا موسم خوشگوار تھا۔

کابل کے بازار میں جب بس جا کر رکی تو کوئی شور نہیں اٹھا! کوئی کسی کو لینے نہیں لپکا! کسی نے کسی کو نہیں پکارا! نہ قہوہ بیچنے والے کی آواز آئی! نہ کسی چائے والے کی پکار سنائی دی! کوئی آواز تھی تو صرف......

سڑکوں پر دھمکتے بوٹوں کی ......!!

کابلی والا بس کی کھڑکی سے سر ٹکائے سو رہا تھا۔

''اے!'' کسی نے اسے ٹھوکا دیا۔

رحمت کراہ اٹھا۔ ایک فوجی رائفل کے دستے سے اسے دوبارہ ٹھوکا دینے جا رہا تھا۔ رحمت نے دونوں ہاتھ کے اشارے سے اسے روکا۔

''پاسپورٹ'' فوجی نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

کابلی والے نے اپنے جھولے سے پاسپورٹ نکال کر اس کے حوالے کر دیا۔

''ہندوستان سے آئے ہو؟'' سوال پشتو میں کیا گیا۔

''ہاں''

فوجی کے رویے نے اسے دکھی کر دیا تھا۔ یہ کیا، میرے ساتھ ایسا بہیمانہ سلوک!

''میرے ساتھ آؤ'' یہ کہہ کر فوجی بس میں سے تیزی سے اتر پڑا۔

''میرا سامان'' رحمت نے بس کے کیریئر پر رکھے اپنے سامان کی طرف اشارہ کیا۔

اس فوجی نے اپنے ساتھی سے کسی غیر زبان میں بات کی۔ دوسرے نے اثبات میں

हम एक दूसरे से बग़ल गीर हुए। उस ने आँखें पोंछी और फिर मकान की दहलीज़ से बाहर निकल आया। मैं भी इस के पीछे हो लिया। कुछ फ़ासले तक इस के साथ साथ चलता रहा फिर रुक गया।

आख़िर जुदाई के लम्हों को मैं कब तक टाल सकता था।

ख़ान ने मुड़ कर हाथ हिलाया और तेज़ी से आगे बढ़ गया। तअल्लुकत के रेशमी बन्धनों से अपने आप को रिहाई दिलाने में उसे दुश्वारी हो रही थी। आख़िरी बार जब मैं ने उसे ख़ूब ग़ौर से देखा तो मुझे अचानक महसूस हुआ कि उम्र इस की पीठ पर भारी बोझ डाल चुकी है!

मेरे सीने में दर्द का लावा उबल पड़ा। बीस बरस पहले यह लम्बा तड़ंगा पठान मेरी बच्ची को गोद में उठाये हुए जब मेरे घर में दाख़िल हुआ था तो मुझे उसे देख कर वहशत सी हुई थी और मुझे अपनी बच्ची का वजूद ख़तरे में नज़र आया था

लेकिन आज........!

वह मौसमी परिन्दे की तरह रुख़्सत हो रहा था। अपने देश को कि जहां फ़रहत भी थी और चाहत भी, दिलनवाज़ी भी थी और राहत भी और जहां का मौसम ख़ुशगवार था

काबुल के बाज़ार में जब रहमत की बस जा कर रुकी तो कोई शोर नहीं उठा! कोई किसी को लेने नहीं लपका! किसी ने किसी को नहीं पुकारा! न क़हवा बेचने वाले की आवाज़! न किसी चाये वाले की पुकार सुनाई दी! कोई आवाज़ थी तो सिर्फ़,

सड़कों पर धमकते बूटों की ......!!

काबुली वाला बस की खिड़की से सर टिकाये सो रहा था।

"ऐ !" किसी ने उसे ठोका दिया।

रहमत कराह कर उठा। एक फ़ौजी राईफल के दस्ते से उसे दुबारा ठोका देने जा रहा था । रहमत ने दोनो हाथों के इशारे से उसे रोका।

"पासपोर्ट" फ़ौजी ने तहक्कुमाना[1] लहजे में कहा।

काबुली वाले ने अपने झोले में से पासपोर्ट निकाल कर उसके हवाले कर दिया।

1. हुक्म जताने वाला

گردن ہلائی۔ کابلی والا اب تک سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔

ارے بھائی مجھے اپنا سامان تو لینے دو۔ تم اپنی ہی ہانکے جا رہے ہو۔ میں کوئی چور اچکا نہیں ہوں اور نہ ہی اسمگلر ہوں۔"

"بکواس بند کرو...... جو کہا جا رہا ہے اس پر عمل کرو۔"

یہ کہہ کر اس فوجی نے رائفل کے دستے سے اس کے شانوں پر دوسرا ٹھوکا دیا۔

آہ...... خان اپنا شانہ تھام کر کراہا۔ اس کے جی میں آیا کہ رائفل چھین لے اور گھما کر ایسا ہاتھ مارے اس کے ماتھے پر کہ کھوپڑی ریزہ ریزہ ہو کر بکھر جائے۔

لیکن اس کے کانوں میں بوٹوں کی دھمک کے ساتھ ساتھ اجنبی زبان میں دیے جا رہے فوجی احکامات بھی گونج رہے تھے۔

اب وہ فوجی کے پیچھے پیچھے چلا جا رہا تھا اور مینٹل نوٹس لینے لگا تھا۔ سڑک اب پختہ ہو چکی ہے۔ لیمپ پوسٹ قائم کر دیے گئے ہیں۔ فلمی پوسٹر، اشتہارات...... اس نے گالی دی۔ دنیا میں سب سے زیادہ چڑھ اگر اسے تھی تو ان اشتہارات سے تھی۔ جھوٹے، گمراہ کن اشتہارات، جو اپنے مال کا وصف بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں۔ اس میں وہ وہ خوبیاں بیان کرتے ہیں کہ جن کا سرے سے اس میں وجود ہی نہیں ہوتا۔ سالا کوئی تو ہو کہ جو اپنے مال کا تھوڑا سا کھوٹ بھی بتا دے۔

پولیس اسٹیشن...... ہاں وہی ہے۔ عمارت کو لیپ پوت کر، نئی روح، پھونک دی گئی ہے اس میں! پتھر کی بنی ہوئی پختہ عمارت لمبی چوڑی! لیکن یہ کیا؟ بیس پچیس برس پہلے یہ اتنی وسیع تو نہ تھی۔ اور اب!

کیا میرے دیس میں اتنے جرم ہونے لگے ہیں؟

وہ کئی راہ داریوں سے ہوتے ہوئے کئی کمروں کے سامنے سے گزرتے، عمارت کے بالکل آخری حصے میں پہنچ گئے جہاں صرف ایک کمرہ تھا اور دو باوردی فوجی پہرے پر تعینات تھے۔

خان کو ان کی تحویل میں دے کر یہ فوجی دستک دے کر اس کمرے کے اندر چلا گیا۔ کچھ دیر بعد واپس ہوا۔ اشارے سے اس نے خان کو اندر آنے کو کہا۔ سب سے پہلی بات

"हिन्दुस्तान से आए हो?" सवाल पश्तु में किया गया।

"हां"

फ़ौजी के रवैये ने उसे दुखी कर दिया था, यह क्या, मेरे साथ ऐसा बहीमाना[1] सुलूक।

"मेरे साथ आओ" यह कह कर फ़ौजी बस में से तेज़ी से उतर पड़ा।

"मेरा सामान" रहमत ने बस के कैरियर पर रखे अपने सामान की तरफ़ इशारा किया।

उस फ़ौजी ने अपने साथी से किसी ग़ैर ज़ुबान में बात की, दूसरे ने असबात में गर्दन हिलाई।

काबुली वाला अब तक समझ नहीं पा रहा था कि यह सब क्या हो रहा है।

"अरे भाई मुझे अपना सामान तो लेने दो। तुम अपनी ही हांकते जा रहे हो। मैं कोई चोर उचक्का नहीं हूं और ना ही स्मगलर हूं।"

"बकवास बंद करो...... जो कहा जा रहा है उस पर अमल करो"

यह कह कर उस फ़ौजी ने राइफ़ल के दस्ते से उस के शाने पर दूसरा ठोका दिया। आह...... ख़ान अपना शाना थाम कर कराहा। उस के जी में आया कि राइफ़ल छीन ले और घुमाकर ऐसा हाथ मारे उस के माथे पर कि खोपड़ी रेज़ा रेज़ा होकर बिखर जाए।

लेकिन उस के कानों में बूटों की धमक के साथ साथ अजनबी ज़बान में दिए जा रहे फ़ौजी अहकामात भी गूंज रहे थे।

अब वह फ़ौजी के पीछे पीछे चला जा रहा था और मेंटल नोटिस लेने लगा था। सड़क अब पुख़्ता हो चुकी है। लैम्प पोस्ट क़ायम कर दिए गए हैं फ़िल्मी पोस्टर, इश्तेहारात...... उस ने गाली दी। दुनिया में सब से ज़्यादा चिढ़ अगर उसे थी तो इन इश्तेहारात से थी। झूठे, गुमराहकुन इश्तेहारात, जो अपने माल का वस्फ़[2] बढ़ा चढ़ाकर पेश करते हैं उस में वह वह ख़ूबियां बयान करते हैं कि जिन का सिरे से उस में वजूद ही नहीं होता। साला कोई तो हो कि जो अपने माल का थोड़ा सा खोट भी बता दे।

पुलिस स्टेशन...... हां वही है। इमारत को लीप पोत कर, नई रूह, फूंक दी गई है उस में। पत्थर की बनी हुई पुख़्ता इमारत लंबी चौड़ी! लेकिन यह क्या?

1. बेरहम 2. गुण

جو خان نے نوٹ کی وہ یہ تھی کہ کمرہ بہت بڑا تھا۔ اس کا فرنیچر اعلیٰ اور قیمتی تھا۔ دوسری بات جو اس نے نوٹ کی وہ یہ تھی کہ کھڑکیوں پر دبیز پردے پھیلے ہوئے تھے۔ باہر والے کو اندر کی کسی بات کا نہ تو علم ہوسکتا تھا، نہ احساس۔ تیسری بات جو اس نے نوٹ کی وہ یہ تھی کہ جو شخص ٹیبل کے پیچھے اونچی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا وہ اس کے ملک کا باشندہ نہیں تھا۔

''بیٹھو۔'' اس نے خالی کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

ذرا سی جھجک محسوس کرتے ہوئے خان کرسی پر بیٹھ گیا۔ وہ سوچنے لگا، یہ شخص مجھ سے کیا پوچھے گا؟ ان سوالات لے پیچھے اس کا کیا مقصد ہوگا؟ آخر یہ شخص کون ہے؟ غیر ملکی ہے تو پشتو کیسے جانتا ہے؟ یہ سوچ کر اسے الجھن سی ہونے لگی۔

رحمت اس سے پہلے بھی کئی موقعوں پر ایسی ہی الجھنوں کا شکار ہوا تھا۔ یہ الجھنیں ہی تھیں کہ جو اسے ٹینس رکھتی تھیں اور اس کے اعصاب پر بوجھ ڈالتی تھیں۔

''کتنے عرصے بعد لوٹے ہو؟'' اس نے رحمت کے پاسپورٹ کو الٹتے پلٹتے ہوئے پوچھا۔

''اکیس برس بعد'' خان اگلے سوال کے لیے اپنے آپ کو تیار کرنے لگا۔

''اکیس برس بعد؟ اتنے برسوں تک کیا کرتے رہے؟'' سوال میں ہمدردی کا پہلو نمایاں تھا۔

''سوکھا میوہ......'' خان کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ سوکھا میوہ بیچنے کی غرض سے وہ یہاں سے ہندستان گیا تھا۔ پھر جو حادثہ پیش آیا؟ جس کے نتیجے میں اسے عمر قید کی سزا ملی۔ کیا میں اس کا ذکر کردوں؟ تو پھر میرا شمار خونیوں اور قاتلوں میں نہ کرنے لگے؟

''ہاں ہاں کہو...... رک کیوں گئے؟'' اس کے لہجے سے شفقت اب بھی ٹپک رہی تھی۔

خان نے ہمت باندھی اور بغیر کسی ہچکچاہٹ کے سارا واقعہ سنا دیا۔ میوے کی فروخت ......پھر خریدار کا میوے کی خریداری سے مکر جانا...... بعد حجت کے طیش میں آکر خان کا اسے چھرا مار دینا......

''اور پھر مجھے بیس سال کی سزا ہوگئی۔'' یہ کہتے کہتے خان کی آواز بلند ہوگئی۔

''اوہ......''

बीस पच्चीस बरस पहले यह इतनी वसी तो न थी। और अब!

क्या मेरे देस में इतने जुर्म होने लगे हैं?

वह कई राह दारियों से होते हुए कई कमरों के सामने से गुज़रते ,इमारत के बिल्कुल आख़िरी हिस्से में पहुंच गए जहां सिर्फ़ एक कमरा था और दो बावर्दी फ़ौजी पहरे पर तैनात थे।

ख़ान को उन की तहवील में देकर यह फ़ौजी दस्तक देकर उस कमरे के अन्दर चला गया। कुछ देर बाद वापस हुआ। इशारे से उस ने ख़ान को अन्दर आने को कहा। सब से पहली बात जो ख़ान ने नोट की वह यह थी कि कमरा बहुत बड़ा था। उस का फर्नीचर आला और क़ीमती था। दूसरी बात जो उस ने नोट की वह यह थी कि खिड़कियों पर दबीज़[1] पर्दे फैले हुए थे। बाहर वाले को अन्दर की किसी बात का न तो इल्म हो सकता था, न एहसास। तीसरी बात जो उस ने नोट की वह यह थी कि जो शख़्स टेबुल के पीछे ऊंची कुर्सी पर बैठा हुआ था वह उस के मुल्क का बाशिन्दा नहीं था।

"बैठो" उस ने ख़ाली कुर्सी की तरफ़ इशारा करते हुए कहा।

ज़रा सी झिझक महसूस करते हुए खान कुर्सी पर बैठ गया। वह सोचने लगा, यह शख़्स मुझ से क्या पूछेगा? उन सवालात के पीछे उस का क्या मक़सद होगा? आख़िर यह शख़्स कौन है? ग़ैर मुल्की है तो पश्तू कैसे जानता है? यह सोच कर उसे उलझन सी होने लगी।

रहमत उस से पहले भी कई मौक़ों पर ऐसी ही उलझनों का शिकार हुआ था। यह उलझनें ही थीं कि जो उसे टेन्स में रखती थीं। और उस के आसाब[2] पर बोझ डालती थीं।

"कितने अर्से बाद लौटे हो?" उस ने रहमत के पासपोर्ट को उलटते पलटते हुए पूछा।

"इक्कीस बरस बाद" ख़ान अगले सवाल के लिए अपने आप को तैयार करने लगा।

"इक्कीस बरस बाद? इतने बरसों तक क्या करते रहे?" सवाल में हमदर्दी का पहलू नुमायां था।

"सूखा मेवा............" ख़ान को अपनी ग़लती का एहसास हुआ। सूखा

1. मोटे 2. पुट्ठों

''اچھا یہ بتاؤ تم نے اس دوران میں اپنے گھر کوئی خط لکھا؟''

''خط''

''ہاں'' اس نے حامی بھری۔

''کئی لکھے۔ اپنی بیوی کو، اپنے بھائی کو، اپنی بیٹی کو'' وہ یاد کرنے لگا......اور اپنے دوست رمضان خان کو۔''

''لیکن ہمارے دریافت کرنے پر انھوں نے بتایا کہ انھیں تمھارا کوئی خط نہیں ملا۔''

''نہیں ملا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟''

''ان کی جانب سے تمھیں کوئی خط ملا؟''

''نہیں۔'' خان پریشان ہوگیا۔

''اور سنو، تمھارا دوست رمضان اب یہاں پر نہیں ہے۔ وہ کراچی جاچکا ہے۔ تقریباً سات برس ہوئے۔ وہاں وہ ٹیکسی چلاتا ہے۔''

''ٹیکسی چلاتا ہے؟ کراچی میں ہے؟'' خان کو جیسے اس کی بات کا یقین نہیں آیا۔

اس کے ذہنی افق پر رمضان کی بڑی دھندلی تصویر ابھر آئی۔ رمضان اب یہاں نہیں ہے۔ کراچی میں ٹیکسی چلاتا ہے۔ اس سنگین شہر میں، جہاں لوگ چھرا لے کر سینوں پر چڑھ بیٹھتے ہیں اور بات بات میں ماں بہنوں کو یاد کرتے ہیں۔ اور وقت بے وقت علاقائی تعصب، رنگ و نسل کا فرق اور فرقوں کے اعلیٰ اور ادنیٰ ہونے کا ذکر کرتے ہیں...... رمضان وہاں کیسے جی پاتا ہوگا؟

''لیکن صاحب آپ کو یہ ساری باتیں کیسے معلوم ہوئیں؟ اور میں غلطی نہیں کر رہا ہوں تو آپ غیر ملکی ہیں؟''

وہ مسکرایا اور ٹیبل پر رکھی ہوئی فائل خان کے سامنے اچھال دی۔

''یہ تمھاری تاریخ ہے''

''میری تاریخ؟''

''ہاں تمھاری ہسٹری، اس میں سب کچھ درج ہے......تمھارے چچا محمد یار خان مظفرآباد کے موضع گڑھی سیداں سے شہر کابل میں کب وارد ہوئے؟

मेवा बेचने की गर्ज़ से वह यहां से हिन्दुस्तान गया था। फिर जो हादसा पेश आया? जिस के नतीजे में उसे उम्र क़ैद की सज़ा मिली। क्या मैं उस का ज़िक्र कर दूं तो फिर यह मेरा शुमार खूनियों और क़ातिलों में न करने लगे?

"हां हां कहो............ रुक क्यों गए?" उस के लहजा से शफ़क़त[1] अब भी टपक रही थी।

ख़ान ने हिम्मत बांधी और बग़ैर किसी हिचकिचाहट के सारा वाक़ेआ सुना दिया। मेवे की फ़रोख़्त[2]...... फिर ख़रीदार का मेवे की ख़रीदारी से मुकर जाना...... बाद हुज्जत के तैश में आकर ख़ान का उसे छुरा मार देना............

"और फिर मुझे बीस साल की सज़ा होगई" यह कहते कहते ख़ान की आवाज़ बुलन्द होगई।

"ओह......"

"अच्छा यह बताओ तुम ने इस दौरान में अपने घर कोई खत लिखा?"

"ख़त"

"हां" उस ने हामी भरी।

"कई लिखे, अपनी बीवी को, अपने भाई को, अपनी बेटी को।" वह याद करने लगा............ "और अपने दोस्त रमज़ान ख़ान को।"

"लेकिन हमारे दर्याफ़्त करने पर उन्होंने बताया कि उन्हें तुम्हारा कोई ख़त नहीं मिला।"

"नहीं मिला, यह कैसे हो सकता है?"

"उन की जानिब से तुम्हें कोई ख़त मिला?"

"नहीं" ख़ान परेशान हो गया।

"और सुनो, तुम्हारा दोस्त रमज़ान अब यहां पर नहीं है। वह कराची जा चुका है। तक़रीबन सात बरस हुए। वहां वह टैक्सी चलाता है।"

उस के ज़हनीउफ़ुक़ पर रमज़ान की बड़ी धुंधली तस्वीर उभर आई। रमज़ान यहां नहीं है, कराची में टैक्सी चलाता है। उस संगीन शहर में जहां लोग छुरा लेकर सीनों पर चढ़ बैठते हैं और बात बात में मां बहनों को याद करते हैं। और वक्त बे वक्त इलाक़ाई-तअस्सुब,[3] रंगो नस्ल का फ़र्क़ और फ़िरक़ों[4] के आला और अदना[5] होने का ज़िक्र करते हैं ...... रमज़ान वहां कैसे जी पाता

1. प्यार 2. बेचना 3. क्षेत्रवाद 4. गिरोहों 5. छोटा

ان کی سرپرستی میں تمھارا بیاہ دلاور خان کی بیٹی زینب سے کب ہوا؟
دوسری جنگ عظیم کے دوران تمھارے چچا کا موروثی کاروبار کیوں کرٹھپ ہوا؟اور پھر تم اپنی قسمت آزمانے ہندستان کب گئے؟
یہاں تمھارے کون کون سے رشتے دار ہیں اور کن کن کا انتقال ہو چکا ہے؟''
''انتقال؟'' خان نے ہاتھ بڑھا کر اسے رکنے کا اشارہ کیا۔
''انتقال؟ کس کا انتقال ہوا ہے؟ بتایئے...... میری بیوی، میری بیٹی، میرا بھائی خیریت سے تو ہیں نا؟''
''ہاں...... سب خیرت سے ہیں۔ جب تم اپنے گھر جاؤ گے تو تمھیں سب پتہ چل جائے گا۔''
کچھ دیر بعد وہ بولا:
''اچھا یہ بتاؤ کہ تمھیں یہاں کس کام سے بھیجا گیا ہے؟''
''کام سے؟''
''ہاں ......لیاقت علی خان نے۔''
''نہیں جناب میں کسی کام سے نہیں آیا ہوں یہاں، اور لیاقت علی خان سے میرے مراسم بڑے پرانے ہیں۔ ہم دونوں نے اکٹھے ہی کابل چھوڑا تھا۔ اب وہ دلّی میں کسی جگہ ملازم ہے۔ وہ مجھ سے کیا کام لے گا۔ میں تو اپنی بیوی، اپنی بچی اور اپنے بھائیوں سے ملنے آیا ہوں۔ ان کے ساتھ اپنی زندگی کے بچے کھچے دن گزارنے آیا ہوں۔ آپ کو......آپ کو شاید میرے متعلق غلط فہمی ہوئی ہے جناب! میں بہت معمولی آدمی ہوں''
رحمت نے اپنے تئیں یہ باتیں تو بڑی زندہ دلی اور بڑے خوش گوار انداز میں کہیں لیکن دلی طور پر وہ رنجیدہ ہو چکا تھا۔ اسے فکر ہونے لگی تھی کہ کسی انجانی غلطی کی سزا نہ مل جائے اسے۔ بہ ظاہر متین اور سنجیدہ نظر آنے والے اس چوڑے چکلے شخص سے اب وہ خوف محسوس کرنے لگا تھا۔
''اچھا یہ بتاؤ کہ تم کبھی اس کے دفتر بھی گئے ہو؟''
خان کے لیے اس کے سوالات ناقابل برداشت ہوتے جا رہے تھے۔

होगा?

''लेकिन साहब आप को यह सारी बातें कैसे मालूम हुईं? और मैं ग़लती नहीं कर रहा हूं तो आप ग़ैर मुल्की हैं?''

वह मुस्कुराया और टेबुल पर रखी हुई फाइल ख़ान के सामने उछाल दी।

''यह तुम्हारी तारीख़ है''

''मेरी''

''हां तुम्हारी हिस्ट्री, इस में सब कुछ दर्ज है...... तुम्हारे चचा मोहम्मद यार ख़ान मुज़फ़्फ़रबाद के मौज़ा गढ़ी सैय्यदां से शहर काबुल में कब वारिद[1] हुए?

उन की सरपरस्ती में तुम्हारा ब्याह दिलावर खां की बेटी ज़ैनब से कब हुआ?

दूसरी जंगे अज़ीम के दौरान तुम्हारे चचा का मौरूसी[2] कारोबार क्यों कर ठप हुआ?

और फिर तुम अपनी क़िस्मत आज़माने हिन्दुस्तान कब गए?

यहां तुम्हारे कौन कौन से रिश्ते दार हैं और किन किन का इन्तक़ाल हो चुका है?

''इन्तक़ाल''? खां ने हाथ बढ़ा कर उसे रुकने का इशारा किया।

''इन्तक़ाल? किसका इन्तक़ाल हुआ है? बताईये ...... मेरी बीवी, मेरी बेटी, मेरा भाई ख़ैरियत से तो हैं ना?''

''हां ...... सब ख़ैरियत से हैं, जब तुम अपने घर जाओगे तो तुम्हें सब पता चल जाएगा।

कुछ देर बाद वह बोला।

''अच्छा यह बताओ कि तुम्हें यहां किस काम से भेजा गया है?''

''काम से?''

''हां ...... लियाक़त अली खां ने''

''नहीं जनाब मैं किसी काम से नहीं आया हूं यहां, और लियाक़त अली खां से मेरे मरासिम[3] बड़े पुराने हैं, हम दोनों ने इकट्ठे ही काबुल छोड़ा था। अब वह दिल्ली में किसी जगह मुलाज़िम है। वह मुझ से क्या काम लेगा। मैं तो अपनी बीवी, अपनी बच्ची और अपने भाईयों से मिलने आया हूं, उनके साथ

1. आये 2. बाप-दादा का 3. सम्बन्ध

اسے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ بخار میں تپ رہا ہے اور کوئی لاؤڈ اسپیکر اس کے کانوں سے لگائے چیخ رہا ہے۔

''بس جناب بس کیجیے۔ کل کے لیے بھی کچھ اٹھار کھیے اور اس وقت مجھے اپنے گھر جانے دیجیے۔ آپ کیوں مجھ پر شک کر رہے ہیں؟''

''میں وہی رحمت ہوں کہ جس کی زندگی کا ایک طویل حصہ اس سرزمین پر گزرا ہے۔ یہ میرا وطن اور میری امنگوں کا گہوارہ ہے۔''

یہ کہہ کر رحمت کرسی سے اٹھا۔ کرسی الٹ گئی۔ رحمت پر اب اتنی ہیبت طاری ہو چکی تھی کہ اسے خیال بھی نہ آیا کہ وہ الٹی ہوئی کرسی کو سیدھا کر دے۔ وہ لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے کمرے سے باہر چلا آیا۔

آفیسر نے ٹیبل کے داہنے کونے پر نصب بٹن دبایا۔

دو باوردی فوجی کمرے میں داخل ہوئے۔

''اس پر نظر رکھو اور کل ۱۰ بجے یہاں پھر پہنچنے کی ہدایت دے دو۔''

وہ اپنی ایڑیاں بجا کر مجسموں کی طرح پلٹے اور لمبے لمبے ڈگ بھرتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئے۔

ان کے جاتے ہی کمرہ ایک ویران مقبرے میں بدل گیا۔

رحمت کو اپنا مکان تلاش کرنے میں دشواری ہو رہی تھی۔ اس بیس برس کے عرصے میں سب کچھ بدل چکا تھا۔ ماحول بھی اور منظر بھی۔ درخت اکھاڑ دیے گئے تھے۔ اور ان کی جگہ ٹیلی فون، ٹیلی گراف اور لیمپوں کے پوسٹ کھڑے کر دیے گئے تھے۔ کچے پکے مکان ڈھا دیے گئے اور ان کی جگہ کنکریٹ کے مکعب تعمیر کر دیے گئے تھے۔ دور دور تک کوئی حصہ کھلا نظر نہ آتا تھا۔ شانے سے شانہ لگائے مکانوں کا ایک سلسلہ سا تھا۔

دو چار جگہوں پر پوچھتا پچھارتا آخر کار رحمت اپنے مکان کے دروازے پر پہنچ گیا۔ اپنوں سے ملنے کی بے چینی کے سبب اسے سانس لینے میں دشواری ہونے لگی۔ بیس برس پہلے کے تمام واقعات اس کی نظر میں گھومنے لگے۔ اسے وہ خط یاد آیا جو ہندستان پہنچتے ہی اسے اپنے بھائی کی جانب سے ملا تھا۔

अपनी ज़िन्दगी के बचे खुचे दिन गुज़ारने आया हूं, आप को ...... आप को शायद मेरे मुतअल्लिक़ ग़लत फ़हमी हुई है जनाब! मैं बहुत मामूली आदमी हूं"

रहमत ने अपने तईं यह बातें तो बड़ी ज़िन्दा दिली और बड़े खुशगवार अंदाज़ में कहीं, लेकिन दिली तौर पर वह रंजीदा[1] हो चुका था, उसे फ़िक्र होने लगी थी कि किसी अंजानी ग़लती की सज़ा न मिल जाए उसे, बज़ाहिर मतीन[2] और संजीदा नज़र आने वाले उस चौड़े चकले शख़्स से अब वह ख़ौफ़ महसूस करने लगा था।

"अच्छा यह बताओ कि तुम कभी उसके दफ़्तर भी गए हो?"

ख़ान के लिए उसके सवालात नाक़ाबिले बरदाश्त होते जा रहे थे।

उसे महसूस हो रहा था कि वह बुख़ार में तप रहा है और कोई लाउडस्पीकर उसके कानों से लगाए चीख़ रहा है।

"बस जनाब बस कीजिये, कल के लिये भी कुछ उठा रखिये और इस वक़्त मुझे अपने घर जाने दीजिये, आप क्यों मुझ पर शक कर रहे हैं?

"मैं वही रहमत हूं कि जिस की जिन्दगी का एक तवील हिस्सा इस सरज़मीन पर गुज़रा है

"यह मेरा वतन और मेरी उमंगों का गहवारा है"

यह कह कर रहमत कुर्सी से उठा, कुर्सी उलट गई, रहमत पर अब इतनी हैबत तारी हो चुकी थी कि उसे ख़्याल भी न आया कि वह उल्टी हुई कुर्सी को सीधा कर दे, वह लड़खड़ाते हुए क़दमों से बाहर चला आया।

आफ़िसर ने टेबुल के दाहिने कोने पर नस्ब बटन दबाया,

दो बावर्दी फ़ौजी कमरे में दाख़िल हुए।

"इस पर नज़र रखो, और कल दस बजे फिर यहां पहुंचने की हिदायत दे दो।"

वह अपनी एड़ियां बजा कर मुजस्समों[3] की तरह पलटे और लम्बे लम्बे डग भरते हुए कमरे से बाहर निकल गए।

उनके जाते ही कमरा एक वीरान मक़बरे में बदल गया।

रहमत को अपना मकान तलाश करने में दुश्वारी हो रही थी। इस बीस बरस के अरसे में सब कुछ बदल चुका था। माहौल भी और मंज़र भी। दरख़्त उखाड़

1. दुखी 2. गंभीर 3.मूर्तियों

برادر عزیز!

اللہ تعالٰی کے کرم سے تمھارے ہاں چاند سی لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ بھابی خیریت سے ہیں اور تمھارے سلسلے میں بے حد فکر مند رہتی ہیں۔ تم نے اپنے ہونے والے لڑکے یا لڑکی کے جو دو چار نام ہمیں بتائے تھے، ہم نے انھی میں سے ایک نام تمھاری بیٹی کا منتخب کیا ہے۔ ارجمند بانو، اپنا احوال بہ تفصیل ہمیں لکھ بھیجنا............

اپنے جذبات پر قابو پاتے ہوئے رحمت نے دروازے سے لٹکتی ہوئی زنجیر کھٹکھٹا دی۔

''کون؟''

کوئی زنانہ آواز اندر سے آئی۔

''میں ہوں''

رحمت سوچنے لگا یہ میری بیٹی کی آواز تو نہیں؟ اپنے گھر میں کوئی اجنبی آواز کیسے گونجے؟ اب وہ جوان ہو چکی ہوگی۔ ظاہر ہے اس کی آواز کو میں کیوں کر پہچانوں؟ لیکن رحمت کے کان میں جیسے کوئی سرگوشیوں میں کہہ رہا تھا: یہ تیری بیٹی کی آواز ہے۔ ارجمند بانو کی آواز۔

''میں......میں کون؟''

رحمت کو محسوس ہوا کہ اب آواز دروازے کے بہت قریب سے آئی ہے۔ بے اختیارانہ طور پر رحمت کے منہ سے نکلا۔

''میں ہوں میری بیٹی، میں ہوں: تیرا باپ رحمت''

گویا آسمان شق ہو گیا۔ رحمت کو ایک مسرت آمیز پکار سنائی دی۔ ''اب......با''

والہانہ طور پر وہ اس کے سینے سے چمٹ گئی۔

''ابا کتنی دیر کردی تم نے آنے میں! ...... کتنی دیر کردی تم نے آنے میں!......کتنی دیر کردی تم نے آنے میں !!''

رحمت اس کے سر پر ہاتھ پھیرے جاتا تھا اور آنسو اس کی داڑھی میں جذب ہوتے چلے جاتے تھے۔

یکے بعد دیگرے اس کی ملاقات اپنے رشتہ داروں اور دوستوں سے ہوئی۔ بیس

दिये गये थे और उनकी जगह टेलीफ़ोन, टेलीग्राफ और लैम्पों के पोस्ट खड़े कर दिये गये थे। कच्चे पक्के मकान ढा दिये गये और उनकी जगह कंक्रीट के मकअब तामीर कर दिये गये थे। दूर दूर तक कोई हिस्सा खुला नज़र न आता था। शाने से शाना लगाए मकानों का एक सिलसिला सा था।

दो चार जगहों पर पूछता पछारता आख़िरकार रहमत अपने मकान के दरवाज़े पर पहुंच गया। अपनों से मिलने की बेचैनी के सबब उससे सांस लेने में दुश्वारी होने लगी। बीस बाईस बरस पहले के तमाम वाक़ेआत उसकी नज़रों में घूमने लगे। उसे वह ख़त याद आया जो हिंदुस्तान पहुंचते ही उसे अपने भाई की जानिब से मिला था :

बिरादरे अज़ीज़[1] !

अल्लाह ताला के करम से तुम्हारे हां चांद सी लड़की पैदा हुई है, भाभी ख़ैरियत से हैं और तुम्हारे सिलसिले में बेहद फ़िक्रमंद रहती हैं। तुमने अपने होने वाले लड़के या लड़की के जो दो चार नाम हमें बताए थे हमने उन्हीं में से एक नाम तुम्हारी बेटी को मुन्तख़ब[2] किया है। अरजुमंद बानो, अपना अहवाल ब-तफ़सील[3] हमें लिख भेजना। ....

अपने जज़्बात पर क़ाबू पाते हुए रहमत ने दरवाज़े से लटकती हुई ज़ंजीर खटखटा दी।

"कौन ?"

कोई ज़नाना आवाज़ अंदर से आई।

"मैं हूं"

रहमत सोचने लगा यह मेरी बेटी की आवाज़ तो नहीं ? अपने घर में कोई अजनबी आवाज़ कैसे गूंजे ? अब वह जवान हो चुकी होगी। ज़ाहिर है उसकी आवाज़ को मैं क्यों कर पहचानूं ? लेकिन रहमत के कान में जैसे कोई सरगोशियों में कह रहा था । यह तेरी बेटी की आवाज़ है, अरजुमंद बानो की आवाज़।

"मैं...... कौन ?"

रहमत को महसूस हुआ कि अब आवाज़ दरवाज़े के बहुत क़रीब से आई है, बे-इख़्तेयाराना[4] तौर पर रहमत के मुंह से निकला।

---

1. प्रिय 2. चुना हुआ 3. हाल का बहुवचन हालात 4. सहसा

برس کے عرصے میں وہ اپنے بے شمار عزیزوں کو کھو چکا تھا۔ کوئی ہمیشہ کے لیے اس جہاں سے کوچ کر گیا تھا تو کسی نے تلاش معاش میں اپنا وطن چھوڑ دیا تھا۔ کوئی لام پر تھا! تو کوئی قید میں!!

مغرب کی نماز کے بعد کھانا کھایا گیا۔ برادری کے کم وبیش پچاس ساٹھ آدمی جمع تھے۔ وہ تمام اس کی خیریت دریافت کرتے رہے اور اس کے وطن واپس ہونے پر اپنی مسرت ظاہر کرتے رہے۔ روٹیاں اس کی بیٹی، بھابی اور پاس پڑوس کی عورتوں نے سینکیں۔ آب گوشت زینب نے پکایا، مرغے شیر خان نے بھونے۔

ان کی باتوں سے رحمت نے اندازہ لگایا کہ اب ایسی دعوتیں عنقا ہو چکی ہیں۔ بڑی مشکلوں سے چیزیں دستیاب ہوتی ہیں۔ راشن پر اناج اور مٹی کا تیل ملتا ہے۔ شکر کی بڑی قلت ہے۔ دبے سروں میں اسے یہ بھی بتا دیا گیا کہ سیاسی فضا ناسازگار ہے۔ رات میں دروازے پر دستک دی جاتی ہے۔ پھر وہ شخص غائب ہو جاتا ہے یا اطلاع ملتی ہے کہ فلاں فلاں جگہ پر وہ قید کر دیا گیا ہے۔

آدھی رات کے قریب اس نے زینب کو چھوا۔

''کہئے'' اس نے دھیرے سے کہا۔

''تمھیں مجھ سے کوئی شکایت تو نہیں۔'' رحمت نے اس کے بالوں میں اپنی انگلیاں پھیریں۔

زینب کے سامنے گویا اکیس برس کی تمام صعوبتیں اپنے بیمار اور مدقوق چہرے سے ظاہر ہوئیں۔ اس نے ایک ایک کو گنا، ہر ایک کو پہچانا، لیکن رحمت کے ہاتھوں کو اپنے سینے پر تھام کر انھیں فراموش کر دیا۔

''کیسی شکایت؟ اگر ہو بھی تو آپ سے! کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ!'' بڑی دیر تک خاموشی چھائی رہی۔ ان دونوں کو محسوس ہوتا رہا کہ اب وہ نہیں بلکہ ان کی روحیں ایک دوسرے سے مخاطب ہیں اور ان کے جسم ایک دوسرے کو اپنی خوشبوؤں، اپنے لمس، اپنے انداز اور اپنی تپش سے پہچان رہے ہیں۔

فجر کی نماز کے لیے جب رحمت کو جگایا گیا تو اس نے دیکھا کہ ارجمند بانو نے اس

''मैं हूं मेरी बेटी, मैं हूं: तेरा बाप रहमत''

गोया आसमान शक़ हो गया, रहमत को एक मसर्रत-आमेज़ पुकार सुनाई दी। ''अब ...... बा'' वालिहाना[1] तौर पर वह उसके सीने से चिमट गई।

''अब्बा कितनी देर कर दी तुमने आने में! ...... कितनी देर कर दी तुमने आने में!!'' रहमत उसके सर पर हाथ फेरे जाता था और आंसू उसकी दाढ़ी में जज़्ब होते चले जाते थे।

यकेबाद-दीगरे[2] उसकी मुलाक़ात अपने रिश्तेदारों और दोस्तों से हुई। बीस बरस के अर्से में वह अपने बेशुमार अज़ीज़ों को खो चुका था, कोई हमेशा के लिये इस जहां से कूच कर गया था तो किसी ने तलाशे मआश में अपना वतन छोड़ दिया था। कोई लाम पर था, तो कोई क़ैद में।

मग़रिब की नमाज़ के बाद खाना खाया गया, बिरादरी के कमो बेश पचास साठ आदमी जमा थे, वह तमाम इसकी ख़ैरियत दरयाफ़्त करते रहे। और उसके वतन वापस होने पर अपनी मसर्रत ज़ाहिर करते रहे। रोटियां उसकी बेटी, भाभी और पास पड़ोस की औरतों ने सेकीं। आबे-गोश्त[3] ज़ैनब ने पकाया, मुर्ग़ शेर ख़ां ने भूने।

उनकी बातों से रहमत ने अंदाज़ा लगाया कि अब ऐसी दावतें अनक़ा[4] हो चुकी हैं। बड़ी मुश्किलों से चीज़ें दस्तियाब[5] होती हैं। राशन पर अनाज और मिट्टी का तेल मिलता है, शकर की बड़ी क़िल्लत[6] है, दबे सुरों में उसे यह भी बताया गया कि सियासी फ़िज़ा नासाज़गार है। रात में दरवाज़े पर दस्तक दी जाती है। फिर वह शख़्स ग़ायब हो जाता है। या इत्तेला मिलती है कि फलां फलां जगह पर वह क़ैद कर दिया गया है।

आधी रात के क़रीब उसने ज़ैनब को छुआ।

''कहिये'' उसने धीरे से कहा।

''तुम्हें मुझ से कोई शिकायत तो नहीं'' रहमत ने उसके बालों में अपनी उंगलियां फेरीं।

ज़ैनब के सामने गोया इक्कीस बरस की तमाम सऊबतें अपने बीमार और मदक़ूक़[7] चेहरे से ज़ाहिर हुईं, उसने एक एक को गिना, हर एक को पहचाना,

1. प्रेम पूर्वक 2. एक के बाद दूसरा 3. गोश्त का सूप (Soop) 4. ग़ायब
5. हासिल होना 6. कमी 7. क्षय रोगी

کے لیے پانی گرم کر رکھا ہے۔ نیا جوڑا کھونٹی پر لٹک رہا ہے۔ کھڑاویں غسل خانے کے باہر رکھی ہوئی ہیں اور انگیٹھی پر رکھی کیتلی میں سے قہوہ کی خوشبو منتشر ہو رہی ہے۔ ناشتے کے بعد رحمت نے حقے کا کش لیا، ایک نظر زینب پر ڈالی جو قہوہ کا فنجان ہاتھ میں تھامے نہ جانے کیا سوچ رہی تھی۔ پھر اپنی بیٹی کو اس نے دیکھا۔ وہ چٹائی کی تیلیوں میں اپنے ناخن پھنسائے کچھ سوچ رہی تھی۔ رحمت کو یاد آیا کہ اس نے کلکتہ کے میوزیم میں نور جہاں کی تصویر دیکھی تھی اور اب اسے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ تصویر فریم سے نکل کر اس چہار دیواری میں چلی آئی ہے۔

وہ اپنے آپ کو دنیا کا بڑا خوش قسمت آدمی سمجھ رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ جیسے اس کا طویل سفر مکمل ہو گیا ہے۔ وہ کٹھن راستوں، پہاڑیوں، دریاؤں اور وادیوں کو عبور کرتا اپنی منزل پر پہنچ چکا ہے۔ اس نے پھر حقے کا کش لیا۔ خستہ اور اعلیٰ تمباکو کا خوشبو دار دھواں سارے میں پھیل گیا۔

رحمت کی پلکیں سرور سے بوجھل ہوئیں اور پھر جھک گئیں۔

اسی لمحے دروازے پر دستک ہوئی۔

ارجمند نے پوچھا:

''کون؟''

باہر سے آواز آئی:

''پولیس''

اونگھتا ہوا رحمت ہڑبڑا کر یوں ہوش میں آیا گویا ہزاروں بھینسوں نے اس کے گھر پر حملہ کر دیا ہو۔

آدھے گھنٹے کے بعد وہ اس متین اور سنجیدہ افسر کے سامنے اسی کرسی پر بڑا مودب بیٹھا تھا۔

''کیسے ہو خان؟''

''اچھا ہوں جناب'' خان نے پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''یہ جوڑا تم پر بہت جچ رہا ہے، ہندستان سے لائے ہو؟''

लेकिन रहमत के हाथों को अपने सीने पर थाम कर उन्हें फ़रामोश कर दिया।

"कैसी शिकायत? अगर हो भी तो आप से ! कैम्पी बातें कर रहें है आप!"

बड़ी देर तक ख़ामोशी छाई रही, उन दोनों को महसूस होता रहा कि अब वह नहीं बल्कि उन की रूहें एक दूसरे से मुख़ातिब हैं। और उनके जिस्म एक दूसरे को अपनी ख़ुश्बूओं, अपने लम्स,[1] अपने अंदाज़ और अपनी तपिश से पहचान रहे हैं।

फ़जर की नमाज़ के लिए जब रहमत को जगाया गया तो उसने देखा कि अरजुमंद बानो ने उसके लिये पानी गरम कर रखा है। नया जोड़ा खूंटी पर लटक रहा है। खड़ावें गुसुल खाने के बाहर रखी हुई हैं। और अंगीठी पर रखी केतली में से क़हवा की ख़ुश्बू मुंतशिर[2] हो रही है। नाश्ते के बाद रहमत ने हुक्क़े का कश लिया, एक नज़र ज़ैनब पर डाली, जो क़हवा का फिंजान हाथ में थामे ना जाने क्या सोच रही थी। फिर अपनी बेटी को उसने देखा वह चटाई की तीलियों में अपने नाखून फंसाए कुछ सोच रही थी। रहमत को याद आया कि उसने कलकत्ता के म्यूज़ियम में नूर जहां की तस्वीर देखी थी, और अब उसे महसूस हो रहा था कि वह तस्वीर फ्रेम से निकल कर इस चार दीवारी में चली आई है।

वह अपने आप को दुनिया का बड़ा ख़ुश क़िस्मत आदमी समझ रहा था। वह सोच रहा था कि जैसे इसका तवील सफ़र मुकम्मल हो गया है वह कठिन रास्तों, पहाड़ियों, दरियाओं और वादियों को उबूर करता अपनी मंज़िल पर पहुंच चुका है, उसने फिर हुक्क़े का कश लिया, ख़स्ता और आला तम्बाकू का ख़ुश्बूदार धुवां सारे में फैल गया।

रहमत की पलकें सुरूर से बोझल हुईं और फिर झुक गईं।

उसी लम्हे दरवाज़े पर दस्तक हुई,

अरजुमंद बानो ने पूछा "कौन?"

बाहर से आवाज़ आई :

"पुलिस"

ऊंघता हुआ रहमत हड़बड़ा कर यूं होश में आया गोया हज़ारों भैंसों ने उसके घर पर हमला कर दिया हो।

आधे घंटे के बाद वह उस मतीन और संजीदा अफ़सर के सामने उसी कुर्सी

1. स्पर्श 2. बिखरना 3. अदब के साथ

''نہیں جناب'' وہ اپنی مخمل کی واسکوٹ پر ہاتھ پھیر کر بولا:
''میری بٹیا نے سیا ہے۔''
''اچھا......اسے تمھارا سائز کیسے معلوم ہوا؟ یہ جوڑا تو ٹھیک تمہارے ہی ناپ کا ہے۔''
''جناب، وہ اپنی ماں سے میرا قد اور میرا ہاڑ پوچھتی، پھر میرا تصور کرتی اور اپنے دھیان سے کپڑے سیتی۔''
''یہ کیسے ممکن ہے؟'' افسر نے خوش گوار انداز میں پوچھا۔
''ممکن ہے جناب۔ جب لگن سچی ہو اور کام میں کوئی غرض پوشیدہ نہ ہو تو غیب سے امداد نصیب ہو جاتی ہے۔''
''یہاں کیا پروگرام ہے تمھارا؟''
''پروگرام؟''
''ہاں، یعنی کہ تم یہاں کیا کرو گے؟''
''کیا کر سکتا ہوں میں یہاں جناب، سوائے یاد الٰہی کے۔ اس جسم میں صرف ہڈیاں ہی ہڈیاں باقی رہ گئی ہیں۔ ساری قوت عمر نچوڑ چکی ہے۔''
''اچھا خان، اب یہ بتاؤ کہ لیاقت علی خان نے تمھیں یہاں کس کام سے بھیجا ہے؟''
''جناب میں آپ کو کل ہی بتا چکا ہوں کہ میرا اور لیاقت کا محض دوستانہ رشتہ ہے، ہم وطنی کا تعلق ہے، ہم نے ایک دوسرے سے اس کے علاوہ نہ کبھی کوئی غرض رکھی تھی نہ رکھی ہے۔''
''خان تم ہم سے کچھ چھپا رہے ہو۔ خوب سوچ لو۔ نتائج تمہارے حق میں برے ثابت ہوں گے۔ میں چاہوں تو تمھیں اس کمرے سے باہر نکلنے نہ دوں۔ لیکن تم اپنے وطن کل ہی لوٹے ہو، اس لیے مجھے تمھیں یہاں روکتے ہوئے افسوس ہوتا ہے۔ اب تم جا سکتے ہو۔''
رحمت اس رات اپنے بستر پر پڑا کروٹیں بدلتا رہا۔ اس کے کانوں میں افسر کے الفاظ گونجتے رہے اور اس کی آنکھوں کی سرد چاندنی سے وہ جھلستا رہا۔ یہ افسر میرے پیچھے کیوں پڑ گیا ہے؟ اسے مجھ پر کیوں اعتبار نہیں؟ اسے مجھ پر کیوں شبہ ہے؟ کیا میں اس سے کچھ چھپا رہا ہوں؟ نہیں کچھ بھی نہیں۔ کیا میں نے اس کی شان میں کوئی گستاخی کی

पर बड़ा मुअद्दब बैठा था।

"कैसे हो ख़ान?"

"अच्छा हूं जनाब" ख़ान ने फीकी मुस्कुराहट के साथ कहा :

"यह जोड़ा तुम पर बहुत जच रहा है, हिंदुस्तान से लाए हो?"

"नहीं जनाब" वह अपनी मख़मल की वास्कोट पर हाथ फेर कर बोला:

"मेरी बिटिया ने सिया है"

"अच्छा ...... उसे तुम्हारा साइज़ कैसे मालूम हुआ? यह जोड़ा तो ठीक तुम्हारे ही नाप का है"

"जनाब वह अपनी मां से मेरा क़द और मेरा हाड़ पूछती, फिर मेरा तसव्वुर(1) करती और अपने ध्यान से कपड़े सीती"

"यह कैसे मुमकिन है" अफ़सर ने ख़ुशगवार अंदाज़ में पूछा।

"मुमकिन है जनाब, जब लगन सच्ची हो और काम में कोई ग़र्ज़(2) पोशीदा(3) ना हो तो ग़ैब(4) से इमदाद(5) नसीब हो जाती है"

"यहां क्या प्रोग्राम है तुम्हारा?"

"प्रोग्राम?"

"हां, यानी कि तुम यहां क्या करोगे?"

"क्या कर सकता हूं मैं यहां जनाब, सिवाये यादे इलाही के, इस जिस्म में सिर्फ़ हड्डियां ही हड्डियां बाक़ी रह गई हैं, सारी क़ुव्वत उम्र निचोड़ चुकी है"

"अच्छा ख़ान, अब यह बताओ कि लियाक़त अली खां ने तुम्हें यहां किस काम से भेजा है?"

"जनाब मैं आप को कल ही बता चुका हूं कि मेरा और लियाक़त का महज़ दोस्ताना रिश्ता है, हम वतनी का ताल्लुक़ है, हमने एक दूसरे से इसके अलावा न कभी कोई ग़र्ज़ रखी थी न रखी है।

"ख़ान तुम हम से कुछ छुपा रहे हो, ख़ूब सोच लो, नताइज तुम्हारे हक़ में बुरे साबित होंगे, मैं चाहूं तो तुम्हें इस कमरे से बाहर निकलने न दूं लेकिन तुम अपने वतन कल ही लौटे हो, इस लिए मुझे तुम्हें यहां रोकते हुए अफ़सोस होता है, अब तुम जा सकते हो"

रहमत उस रात अपने बिस्तर पर पड़ा करवटें बदलता रहा, उसके कानों में

---

1. कल्पना 2. मतलब 3. छुपा हुआ 4. आदृष्ट परोक्ष 5. मदद का बहुवचन

ہے؟ نہیں، میں تو اسے صاحب اور جناب ہی کہہ کر مخاطب کرتا رہا۔ اسے یاد آیا کہ جو کرسی ہڑبڑاہٹ میں اس سے الٹ گئی تھی وہ اسے کھڑی کیے بنا ہی کمرے سے نکل گیا تھا۔ رحمت کو اب یہ واقعی گستاخانہ حرکت معلوم ہوئی۔ کمرے سے نکلنے سے پہلے اس نے اس افسر سے اجازت بھی نہیں لی تھی اور نہ اسے رخصتی سلام کیا تھا۔ خدا کرے کہ اب وہ مجھے طلب نہ کرے۔ اس کے باوجود سر راہ اگر میری اس سے ملاقات ہوگئی تو میں ضرور اپنی اس غلطی کی اس سے معافی مانگ لوں گا۔

تسلی دیتے ہوئے وہ اپنے آپ کو سمجھانے لگا۔ غیر ملکی لوگ ہیں، آج آئے ہیں، کل چلے جائیں گے، انھیں ہم سے کیالینا دینا۔ انگریزوں کی طرح تھوڑی ہی جم کر رہیں گے۔ اور پھر خود حفاظتی کی تدبیریں تو ہر کسی کو کرنی پڑتی ہیں۔ مجھ سے باز پرس ممکن ہے اسی کی ایک کڑی ہو۔ لیکن اگلی سوچ نے ان تسکین بخش خیالات کی بساط الٹ دی۔ اسے یاد آیا، اس روز کہا جارہا تھا۔

''سیاسی فضا ناساز گار ہے...... رات میں کسی کا بھی دروازہ کھٹکھٹایا جاتا ہے۔ یا تو وہ نابود ہو جاتا ہے یا خبر ملتی ہے کہ فلاں فلاں جیل میں قید کردیا گیا ہے۔''

نادانستہ طور پر اس کے منہ سے آہ نکل گئی۔

''کیا بات ہے آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟'' زینب نے پرتشویش لہجے میں پوچھا۔

''اوں...... ہاں کھڑکی بند کردو مجھے ٹھنڈک محسوس ہو رہی ہے۔''

''کھڑکی تو بند ہے۔ ٹھہریے میں آپ کو ایک اور لحاف اڑھاتی ہوں۔''

زینب نے دوسرا لحاف اسے اڑھادیا۔

پھر بڑبڑائی:

''یہ موئی بدروحیں بھی تنگ کرتی ہیں، اچھے بھلے انسان کو، آپ چاروں قل پڑھ کر کے سویا کریں۔''

وہ خود سورۂ الحمد کا ورد کرنے لگی۔

فجر کی نماز اس نے خانقاہ سے لگی مسجد میں ادا کی، نماز کے بعد وہ خانقاہ میں داخل ہوا۔ فاتحہ دی، دعا مانگی۔ مولوی صاحب کے ساتھ ساتھ چند لڑکے خانقاہ میں داخل ہوئے۔

अफ़सर के अलफ़ाज़ गूंजते रहे और उसकी आंखों की सर्द चांदनी से वह झुलसता रहा, यह अफ़सर मेरे पीछे क्यों पड़ गया है? इसे मुझ पर क्यों एतबार नहीं? इसे मुझ पर क्यों शुबहा है? क्या मैं इस से कुछ छुपा रहा हूं? नहीं कुछ भी नहीं, क्या मैं ने इस की शान में कोई गुस्ताख़ी की है? नहीं, मैं तो उसे साहब और जनाब ही कह कर मुख़ातिब करता रहा। उसे याद आया कि जो कुर्सी हड़बड़ाहट में उससे उलट गई थी वह उसे खड़ी किये बिना ही कमरे से निकल गया था, रहमत को अब यह वाक़ई[1] गुस्ताख़ाना[2] हरकत मालूम हुई, कमरे से निकलने से पहले उसने अफ़सर से इजाज़त भी नहीं ली थी और न उसे रुख़्सती सलाम किया था, ख़ुदा करे कि अब वह मुझे तलब न करे, उसके बावजूद सरे राह अगर मेरी उससे मुलाक़ात हो गई तो मैं ज़रूर अपनी इस ग़लती की उससे माफ़ी मांग लूंगा।

तसल्ली देते हुए वह अपने आप को समझाने लगा, ग़ैर मुलकी लोग हैं, आज आए है, कल चले जायेंगे उन्हे हम से क्या लेना देना अंग्रेज़ो की तरह थोड़े ही जम कर रहेंगे और फिर ख़ुद हिफ़ाज़ती की तदबीरें तो हर किसी को करनी पड़ती है मुझ से बाज़ पुर्स मुमकिन है इसी की एक कड़ी हो लेकिन अगली सोच ने इन तसकीन बख़्श ख़्यालात की बिसात उलट दी उसे याद आया उस रोज़ कहा जा रहा था

"सियासी फ़ज़ा ना साज़गार है .... रात में किसी का भी दरवाज़ा खटखटाया जाता है या तो वह नाबूद हो जाता है या ख़बर मिलती है कि फ़लां फलां जेल में क़ैद कर दिया गया है" ना-दानिस्ता[3] तौर पर उस के मुंह से आह निकल गई।

"क्या बात है आप की तबीयत तो ठीक है? ज़ैनब ने पुर-तशवीश[4] लहजे में पूछा

"ऊ.........हां खिड़की बन्द कर दो मुझे ठंडक महसूस हो रही है"

"खिड़की तो बन्द है ठहरिये मैं आपको एक और लिहाफ़ उढ़ाती हूं" ज़ैनब ने दूसरा लिहाफ़ उसे उढ़ा दिया।

फिर बड़बड़ाई :

"यह मुई बदरुहें भी तंग करती हैं, अच्छे भले इंसान को आप चारों क़ुल

1. वास्तव में 2. बे अदब 3. अनजाने में 4. चिंतापूर्ण

انھوں نے اس اجنبی کو حیرت سے دیکھا۔ رحمت نے انھیں سلام کیا۔ بچوں کے سروں پر ہاتھ پھیرا، پھر ایک کونے میں جا کر بیٹھ گیا۔

خوف اس کے ذہن سے رفع ہو چکا تھا۔ اسے یہاں پہنچ کر بڑا سکون ملا تھا۔ وہ اپنے بچپن کی یادوں میں کھو گیا۔ جب وہ خانقاہ سے نکلا تو سورج پہاڑوں کے عقب سے ابھر آیا تھا۔ آسمان پر سرخی آمیز سنہری سیال بکھرا ہوا تھا۔ درختوں پر پرندے چہچہا رہے تھے۔ جب وہ پہاڑوں کی سمت آگے بڑھا تو اس کے قدم تختی پر لکھی تحریر نے جکڑ دیے۔ فارسی رسم الخط میں جلی حرفوں میں لکھا تھا "لشکر" اور خفی حرفوں میں اس ممنوعہ علاقے میں داخلے پر پابندی کے احکامات درج تھے۔

اپنے بھائی کے گھر ناشتہ کرتے ہوئے اسے معلوم ہوا کہ کثیر تعداد میں غیر ملکی فوجی وہاں پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں۔ پکی بارکیں بنائی گئی ہیں اور کسی صورت میں ان کے فوری انخلا کے امکانات نظر نہیں آتے "برادر، تمھاری واپسی ناخوشگوار موقع پر ہوئی ہے۔ اللہ بڑا ہے، یہ غضب بھی ٹل جائے گا۔"

رحمت بڑی دیر سے اسی کشمکش میں تھا کہ وہ اپنے بھائی سے اس باز پرس کا ذکر کرے یا نہ کرے۔ کرے تو بھائی اس کی کیا مدد کر سکتا ہے؟ اس کا کوئی واقف کار اگر کسی بڑے سرکاری عہدے پر ہوگا تو ممکن ہے کہ وہ اس غیر ملکی افسر کو رحمت کے نیک سیرت ہونے کی ضمانت دے پائے۔

لیکن رحمت نے بھائی کو زحمت دینے سے اپنے آپ کو باز رکھا۔ بغل گیر ہو کر جب وہ اپنے گھر پہنچا تو اس نے دو باوردی سپاہیوں کو اپنا منتظر پایا۔

دو گھنٹے کے جاں سوز انتظار کے بعد اس افسر کے کمرے میں اس کی طلبی ہوئی۔ پولیس اسٹیشن کے مہیب آسا ماحول اور عمارت کی سنگینی نے اسے اندر ہی اندر سکیڑ سمیٹ دیا تھا۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی رحمت نے اس افسر کو بڑے احترام سے سلام کیا۔ اس وقت تک کرسی پر نہیں بیٹھا جب تک کہ اس افسر نے اسے بیٹھنے کا اشارہ نہ کیا۔

"حضور اجازت دیں تو ایک بات عرض کروں۔" رحمت نے ہاتھ دل پر رکھتے ہوئے

पढ़ कर के सोया करें।"

वह खुद सूरा-अलहम्द का विर्द करने लगी।

फ़ज्र की नमाज़ उसने ख़ानक़ाह से लगी मस्जिद में अदा की, नमाज़ के बाद वह ख़ानक़ाह में दाख़िल हुआ। फ़ातिहा दी, दुआ मांगी, मौलवी साहब के साथ चंद लड़के ख़ानक़ाह में दाख़िल हुए, उन्हों ने इस अजनबी को हैरत से देखा। रहमत ने उन्हें सलाम किया, बच्चों के सरों पर हाथ फेरा, फिर एक कोनं में जाकर बैठ गया।

ख़ौफ़ उसके ज़ेहन से रफ़्अ हो चुका था। उसे यहां पहुंच कर बड़ा सुकून मिला था। वह अपने बचपन की यादों में खो गया। जब वह ख़ानक़ाह से निकला तो सूरज पहाड़ों के अक़ब से उभर आया था। आसमान पर सुर्ख़ी आमेज़ सुनहरी सैय्याल बिखरा हुआ था। दरख़्तों पर परिंदे चहचहा रहे थे। जब वह पहाड़ों की सम्त आगे बढ़ा तो उसके क़दम तख़्ती पर लिखी तहरीर ने जकड़ दिये। फ़ारसी रस्मुल-ख़त[1] में जली[2] हरफ़ों में लिखा था "लश्कर" और ख़फी[3] हरफ़ों में इस ममनुआ[4] इलाक़े में दाख़िले पर पाबंदी के अहकामात दर्ज थे।

अपने भाई के घर नाश्ता करते हुए उसे मालूम हुआ कि कसीर[5] तादाद में ग़ैर मुल्की फ़ौजी वहां पड़ाव डाले हुए हैं। पक्की बैरकें बनाई गई हैं। और किसी सूरत में उनके फ़ौरी इन्ख़ला[6] के इमकानात[7] नज़र नहीं आते, "बिरादर, तुम्हारी वापसी ना ख़ुशगवार मौक़े पर हुई है। अल्लाह बड़ा है, यह ग़ज़ब भी टल जाएगा।"

रहमत बड़ी देर से इस कशमकश में था कि वह अपने भाई से उस बाज़-पुर्स[8] का ज़िक्र करे या न करे। करे तो भाई उसकी क्या मदद कर सकता है? उसका कोई वाक़िफ़-कार[9] अगर किसी बड़े सरकारी ओहदे पर होगा तो मुमकिन है कि वह इस ग़ैर मुल्की अफ़सर को रहमत के नेक-सीरत[10] होने की ज़मानत दे पाये।

लेकिन रहमत ने भाई को ज़हमत देने से अपने आप को बाज़ रखा। बग़लगीर होकर जब वह अपने घर पहुंचा तो उसने दो बावर्दी सिपाहियों को अपना मुंतज़िर पाया।

---

1. लिपी 2. मोटे 3. पतले 4. वर्जित 5.अत्यधिक 6. प्लायन 7. इम्कान (सम्भावना) का बहुवचन 8. पूछ ताछ 9. परिचित 10. सत्प्रकृति

کہا۔ افسر نے اثبات میں گردن ہلائی۔

''جناب عالی، نادانستگی میں مجھ سے ایک غلطی سرزد ہوئی ہے۔ میں اس کی معافی چاہتا ہوں......''

''یہی کہ تم آج چھاؤنی کی طرف گئے تھے۔''

نہیں جناب، یہ بات نہیں۔ میں تو ٹہلتا ہوا ادھر کو نکل گیا تھا۔ میں تو کچھ اور کہنے جارہا تھا۔ ......''

''لیاقت علی خان کا سندیسہ تم نے اپنے بھائی کو پہنچادیا۔''

''نہیں جناب، لیاقت نے مجھے کوئی سندیسہ اپنے بھائی کے لیے نہیں دیا تھا میں تو حضور......''

رحمت کے گلے میں گرہ پڑنے لگی۔ اس نے اپنے سوکھے ہوئے ہونٹوں پر زبان پھیری۔ اس کا دماغ تیزی سے سوچ رہا تھا یہ کیا میں تو اپنی ایک معمولی سی غلطی کی معافی طلب کرنے لگا تھا، اس نے دو الزام سیاسی نوعیت کے مجھ پر اور تھوپ دیے۔ اسے کیوں کر معلوم ہوا کہ میں آج چھاؤنی کی طرف جانکلا تھا، اور اپنے بھائی سے ملاقات کا علم بھی یہ رکھتا ہے۔ کیا اس نے اپنے آدمی سائے کی طرح میرے پیچھے لگار کھے ہیں؟ ادر تو کوئی ذریعہ نہیں ہوسکتا اس کے پاس۔ یہ عزرائیل کی طرح میرے تعاقب میں ہے۔ اس کے ذہن سے یہ شبہات کیسے دور کرسکتا ہوں؟ حق گوئی ہی میرے کام آسکتی ہے۔

''حضور، معاف کیجیے گا، ذرا ذہن بھٹک گیا تھا آپ کی باتوں سے۔ دراصل میں یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ اس روز نادانستہ طور پر یہ کرسی الٹ گئی تھی...... سچی بات تو یہ ہے صاحب کہ میں بوکھلا گیا تھا اور اسی بوکھلاہٹ میں مجھ سے یہ نادانی بھی ہوئی کہ میں نے نہ اسے سیدھا کیا اور نہ آپ سے رخصت مانگی، بلکہ بے امتیازی سے چلا گیا۔ صاحب میں نے اس قصور پر بہت غور کیا۔ اپنے آپ کو لعنت ملامت کی۔ میں واقعی آپ کی دل آزاری کا قصور وار ہوں۔ گستاخ ہوں، بے ادب ہوں، آپ مجھے معاف فرمائیں۔ مجھے بخش دیں، یہ کہتے کہتے رحمت نے ہاتھ جوڑ لیے اور غیرارادی طور پر اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے۔ افسر کرسی پر جھول رہا تھا۔ اس کی پشت کا بوجھ کرسی پر تھا اور کرسی پچھلی دو

दो घंटे के जांसोज़ इंतिज़ार के बाद उस अफसर के कमरे में उसकी तलबी हुई। पुलिस स्टेशन के मुहीब-आसा माहौल और इमारत की संगीनी ने उसे अंदर ही अंदर सुकेड़ समेट दिया था।

कमरे में दाख़िल होते ही रहमत ने उस अफसर को बड़े एहतेराम से सलाम किया। उस वक़्त तक कुर्सी पर नहीं बैठा जब तक कि उस अफसर ने उसे बैठने का इशारा न किया।

''हुज़ूर इजाज़त दें तो एक बात अर्ज़ करूं'' रहमत ने दिल पर हाथ रखते हुए कहा।

अफसर ने असबात में गर्दन हिलाई।

''जनाबे आली, नादानिस्तगी में मुझ से एक ग़लती सरज़द हुई है मैं उसकी माफ़ी चाहता हूं, ...''

''यही कि तुम आज छावनी की तरफ़ गए थे।''

नहीं जनाब, यह बात नहीं मैं तो टहलता हुआ उधर को निकल गया था। मैं तो कुछ और कहने जा रहा था......''

''लियाक़त अली खां का संदेसा तुम ने अपने भाई को पहुंचा दिया।''

''नही जनाब, लियाक़त ने मुझे कोई संदेसा अपने भाई के लिए नहीं दिया था, मैं तो हुज़ूर...... ''

रहमत के गले में गिरह पड़ने लगी। उसने अपने सूखे हुए होंठों पर ज़बान फेरी। उसका दिमाग़ तेज़ी से सोंच रहा था। यह क्या मैं तो अपनी एक मामूली सी ग़लती की माफ़ी तलब करने लगा था, उसने दो इल्ज़ाम सियासी नौईयत(1) के मुझ पर और थोप दिये। उसे क्योंकर मालूम हुआ कि मैं आज छावनी की तरफ़ जा निकला था, और अपने भाई से मुलाक़ात का इल्म भी यह रखता है। क्या इसने अपने आदमी साये की तरह मेरे पीछे लगा रखे हैं? और तो कोई ज़रिया नहीं हो सकता उसके पास। यह इज़राईल की तरह मेरे ताअक़ुब(2) में है। इस के ज़ेहन से मैं यह शुबहात(3) कैसे दूर कर सकता हूं? हक़ गोई ही मेरे काम आ सकती है।

''हुज़ूर, माफ़ कीजिएगा, ज़रा ज़ेहन भटक गया था आप की बातों से दरअसल में यह अर्ज़ करना चाहता था कि उस रोज़ नादानिसता तौर पर यह कुर्सी

1. प्रकार 2. पीछा करना 3. शुबह (शक) का बहुवचन

ٹانگوں پر کھڑی تھی۔ اپنے کولہوں کے لیور پر یہ اپنا بوجھ آگے پیچھے کیے چلا جا رہا تھا۔ کچھ سوچ کر اس نے ٹیبل میں نصب بٹن دبایا۔ وہی باوردی جوان کمرے میں فوجی سلام کرتا داخل ہوا۔ اس نے غیر زبان میں کہا:

''ایک دو روز میں یہ ٹوٹ جائے گا۔ فکر کی بات نہیں اب اسے گھر جانے دو''

پھر اس نے رحمت کو پشتو میں مخاطب کیا۔

''اب تم جاسکتے ہو۔''

رحمت کوتوالی سے جب گھر کی طرف چلا تو اسے احساس ہوا کہ اپنے وطن واپس ہونے کے بجائے وہ کسی اجنبی جگہ پہنچا ہوا ہے۔ یہ اس کا وطن کیسے ہوسکتا ہے؟ یہ کونے کونے پر کھڑے باوردی سپاہی! یہ گلی کوچوں میں ٹہلتی جیپیں! یہ سڑکوں پر مٹر گشت کرتے فوجی ٹرک! یہ راشن کی قطاریں! یہ خوفزدہ چہرے! یہ ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرتے فوجی لوگ! یہ قدم قدم پر پہرے! یہ زہرناک فضا کیا اس کے اپنے شہر کی ہے؟ نہیں یہ تو کوئی دیار غیر ہے، یہ میرا وطن نہیں ہوسکتا۔ اچانک اس کی نظر ایک بہت بڑے اشتہار پر پڑی۔ اس نے اسے غور سے دیکھا، سنہری بالیاں، درانتی، ہتھوڑا، سرخی۔ پل بھر کے لیے اسے اپنی شبیہہ ان سنہری بالیوں کی جگہ یوں نظر آئی کہ درانتی کا ہالہ اس کی گردن میں تھا اور ہتھوڑا سر پر۔ یوں ان دونوں کی ضربوں سے وہ لہولہان ہوگیا، سرخی سارے میں پھیل گئی۔

ایک گھنٹے کے بعد اسے ہوش آیا تو اس نے اپنے بستر کے گرد زینب، ارجمند، بلقیس، شاہ بانو، داؤد، الیاس اور حسینہ کو کھڑا پایا۔ ان کے چہروں سے فکر مترشح تھی اور آنکھوں سے غم!

وہ دونوں کہنیوں کے سہارے بمشکل اٹھا۔ ارجمند نے اس کی پشت سے تکیے لگادیے اور وہ ان کے سہارے بیٹھ گیا۔ اس نے سبھوں کے چہروں کو پڑھا پھر مسکرایا۔

''تم سب یوں فکر مند نظر آرہے ہو کہ جیسے میرا وقت آخر آپہنچا۔ ذرا سا چکر آگیا تھا۔ مجھے معلوم ہے میں...... میں راستے میں بیٹھ گیا تھا۔''

پھر اس نے اپنے آپ سے کہا۔ ''نہیں میں تو گر پڑا تھا۔''

پھر وہ کچھ دیر کے بعد بولا۔ ''رات میں ٹھیک سے نیند نہیں آئی تھی، ممکن ہے دن میں

उलट गई थी ...... सच्ची बात तो यह है साहब कि मैं बौखला गया था और उसी बौखलाहट में मुझ से यह नादानी भी हुई कि मैं ने न उसे सीधा किया और न आप से रुख़सत मांगी, बल्कि बे इमतियाज़ी से चला गया। साहब मैंने इस क़ुसूर पर बहुत ग़ौर किया। अपने आप को लानत मलामत की। मैं वाक़ई आप की दिल-आज़ारी[1] का क़ुसूरवार हूँ। गुस्ताख़ हूँ, बे अदब हूँ, आप मुझे माफ़ फ़रमायें मुझे बख़्श दें यह कहते कहते रहमत ने हाथ जोड़ लिए और गैर इरादी तौर पर उस की आँखो से आँसू रवां हो गए।

अफसर कुर्सी पर झूल रहा था उसकी पुश्त का बोझ कुर्सी पर था और कुर्सी पिछली दो टांगो पर खड़ी थी। अपने कूल्हों के लीवर पर यह अपना बोझ आगे पीछे किये चला जा रहा था। कुछ सोच कर उस ने टेबुल में नस्ब बटन दबाया। वही बा वर्दी जवान कमरे में फ़ौजी सलाम करता दाखिल हुआ उसने ग़ैर ज़बान में कहा :

"एक दो रोज़ में यह टूट जाए गा फ़िक्र की बात नहीं अब इसे घर जाने दो" फिर उसने रहमत को पुश्तो में मुख़ातिब किया।

"अब तुम जा सकते हो।"

रहमत कोतवाली से जब घर की तरफ़ चला तो उसे एहसास हुआ कि अपने वतन वापस होने के बजाए वह किसी अजनबी जगह पहुंचा हुआ है। यह उस का वतन कैसे हो सकता है? यह कोने कोने पर खड़े बावर्दी सिपाही! यह गली कूचों में टहलती जीपें! यह सड़कों पर मटरगश्त[2] करते फ़ौजी ट्रक! यह राशन की क़तारें! यह ख़ौफ़ज़दह चेहरे! यह एक दूसरे से सरगोशियां करते लोग! यह क़दम क़दम पर पहरे! यह ज़हरनाक[3] फिज़ा क्या उस के अपने शहर की है? नहीं यह तो कोई दयारे ग़ैर है। यह मेरा वतन नहीं हो सकता। अचानक उस की नज़र एक बहुत बड़े इश्तेहार पर पड़ी। उस ने उसे ग़ौर से देखा, सुनहरी बालियां, दरांती, हथौड़ा, सुर्खी। पल भर के लिए उसे अपनी शबीह[4] उन सुनहरी बालियों की जगह यूं नज़र आई कि दरांती का हाला उस की गर्दन में था और हथौड़ा सर पर। यूं उन दोनों की ज़र्बों से वह लहूलुहान हो गया। सुर्खी सारे में फैल गई।

एक घन्टे के बाद उसे होश आया तो उसने अपने बिस्तर के गिर्द ज़ैनब, अर्जुमन्द, बिल्क़ीस, शाहबानो, दाऊद, इलियास और हसीना को खड़ा पाया। उन

1. दिल दुखाना 2. यूंही घूमना फिरना 3. जहर में लिप्त 4. छाया

آ گئی ہو......

''اب کوئی فکر کی بات نہیں۔ مجھے تھوڑا سا قہوہ مل جائے تو......''

اس نے ارجمند کی طرف دیکھا، پھر زینب سے مخاطب ہوا۔

''تم ذرا حقہ بھر دینا۔''

آدھی رات جب گزر چکی تو اس نے زینب کو جگایا۔ دھیرے دھیرے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ اسے تاکید کی کہ ارجمند کی شادی کسی محنت کش نوجوان سے کرنا پڑھے لکھے سمجھدار آدمی سے۔ دولت مند سے ہرگز مت کرنا۔ بھائی سے حجت نہ کرنا۔ کیونکہ وہی سرپرست اور خبر گیری کرنے والا ہے۔ پاس پڑوس والوں سے اپنوں کی شکایت نہ کرنا، کہ یہی کانا پھوسی کرتے ہیں اور پھٹے میں پاؤں ڈالتے ہیں۔ میری فکر قطعی نہ کرنا، میں جہاں بھی رہوں گا، خیر خیریت سے رہوں گا۔ اپنے حالات سے مطلع کرتا رہوں گا۔ اور جوں ہی یہاں سے بلا ٹلی حاضر ہو جاؤں گا۔ اللہ بڑا کریم ہے، اس کی ہر بات میں مصلحت پوشیدہ ہے۔ تم نے زندگی بھر صبر کیا، میری جدائی کے کڑے کوس کاٹتی رہیں، اب پھر ویسا ہی مرحلہ درپیش ہے۔''

زینب اپنی ہچکیاں روک رہی تھی اور اس کے آنسوؤں سے رحمت کا گریبان تر تھا۔

صبح کی سیر کے بعد جب میں گھر لوٹا تو اپنے دروازے پر میں نے ایک شخص کو کمبل اوڑھے اکڑوں بیٹھا پایا۔ مجھے حیرت ہوئی کہ یہ کون شخص ہے جو سویرے سویرے آ پہنچا ہے۔ میرے قریب پہنچنے سے پہلے ہی وہ شخص کھڑا ہو گیا۔ دھول میں اٹا ہوا، بوسیدہ لباس میں ملبوس، تھکن اور نیند سے نڈھال رحمت۔

''ارے......رے رے......تم کب آئے؟''

میں نے اسے گلے لگاتے ہوئے کہا:

''گھر گئے بھی یا نہیں؟ بال بچے تو ٹھیک ہے نا؟''

''ہاں صاحب سب ٹھیک ہیں۔ بٹیا جوان ہو چکی ہے۔ بیوی ذرا بوڑھی ہو گئی ہے۔ بھائی کے گھر دو بیٹے پیدا ہوئے ہیں۔ اس کا کاروبار ٹھیک ٹھاک چل رہا ہے اور......''

میں نے نیچے تالے میں کنجی ڈال کر دروازہ کھولا۔ ملازم کو جگا کر اسے چائے اور

के चेहरों से फ़िक्र मुतरश्शह थी और आंखों से ग़म।

वह दोनों कोहनियों के सहारे बमुश्किल उठा। अर्जुमन्द ने उस की पुश्त से तकिए लगा दिए और वह उन के सहारे बैठ गया। उसने सभों के चेहरों को पढ़ा फिर मुस्कुराया।

"तुम सब यूं फ़िक्रमन्द नज़र आ रहे हो कि जैसे मेरा वक़्ते आख़िर आ पहुंचा। ज़रा सा चक्कर आ गया था मुझे मालूम है मैं...... मैं रास्ते में बैठ गया था।"

फिर उसने अपने आप से कहा, "नहीं मैं तो गिर पड़ा था।"

फिर वह कुछ देर के बाद बोला। रात में ठीक से नींद नहीं आई थी।, मुमकिन है दिन में आगई हो ....

अब कोई फ़िक्र की बात नहीं। मुझे थोड़ा सा क़हवा मिल जाए तो ......"

उसने अर्जुमन्द की तरफ़ देखा, फिर ज़ैनब से मुख़ातिब हुआ।

"तुम ज़रा हुक्क़ा भर देना।"

आधी रात जब गुज़र चुकी तो उसने ज़ैनब को जगाया। धीरे धीरे सारा माजरा कह सुनाया। उसे ताकीद[1] की कि अर्जुमन्द की शादी किसी मेहनतकश[2] नौजवान से करना पढ़े लिखे समझदार आदमी से। दौलतमन्द से हरगिज़ मत करना। भाई से हुज्जत न करना। क्यों कि वही सरपरस्त और ख़बरगीरी करने वाला है। पास पड़ोस वालों से अपनों की शिकायत न करना, कि यही काना फूसी करते हैं और फटे में पांव डालते हैं। मेरी फ़िक्र क़तई न करना, मैं जहां भी रहूंगा, ख़ैर ख़ैरियत से रहूंगा। अपने हालात से मुत्तला करता रहूंगा। और जूं ही यहां से बला टली, हाज़िर हो जाऊंगा। अल्लाह बड़ा करीम है, उस की हर बात में मसलेहत[3] पोशीदा है। तुम ने जिन्दगी भर सब्र किया, मेरी जुदाई के कड़े कोस काटती रहीं, अब फिर वैसा ही मरहला[4] दरपेश[5] है।

ज़ैनब अपनी हिचकियां रोक रही थी और उस के आंसुओं से रहमत का गिरेबान तर था।

सुबह की सैर के बाद जब मैं घर लौटा तो अपने दरवाज़े पर मैंने एक शख़्स को कम्बल ओढ़े उकड़ूं बैठा पाया। मुझे हैरत हुई कि यह कौन शख़्स है जो सवेरे

1. चेतावनी 2. मेहनती 3. हित 4. मंज़िल 5. किसी कार्य या समस्या की उपस्थिति

ناشتہ تیار کرنے کی ہدایت دی۔ غسل خانے میں جا کر خان کے غسل کا خود انتظام کیا اور پھر جا کر میں نے منی کے کمرے میں جھانکا۔

وہ اپنی بیٹی کو سینے سے چمٹائے سو رہی تھی۔

خان نے نہا دھو کر میرے ساتھ ناشتہ کیا۔

پھر اپنا احوال سنانے لگا۔

"اور صاحب آخری پہر میں اپنی بیوی کو روتا ہوا چھوڑ کر اپنے وطن سے بھاگ نکلا۔ پہاڑوں اور گھاٹیوں کو پھلانگتا، درۂ خیبر سے گزرتا، سرحدی چوکیوں پر فوجیوں اور افسران کی منت ساجت کرتا، ان کے ہاتھ پاؤں پڑتا، یہاں پہنچا ہوں۔"

میں بکھرے دل سے اسے تسلی دینے کی کوشش کرنے لگا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اس سے کیا کہوں؟ کیسے کہوں؟ کیوں کر کہوں؟

میں نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اس کا ہاتھ تھاما اور بولا:

"دیکھو رحمت تمھاری رخصتی کے بعد سے میں دکھی دکھی سا ہو گیا تھا۔ کیوں؟ مجھے معلوم نہیں۔ اب تم آئے ہو تو میرے دل کا بوجھ ہلکا ہوا ہے۔ پتہ نہیں تمھارا میرا کیا سمبندھ ہے؟ تم کون اور میں کون؟ ممکن ہے بھگوان نے تمھیں میری سنگت کے لیے بھیجا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اپنے جیون کے آخری دن ساتھ ساتھ گزارنا ہی ہمارا مقدر ہو! گھر تمھارا ہے، تم یہیں رہو۔ میں اکیلے جیتے جیتے اکتا گیا ہوں۔"

"پتا جی یہ صبح صبح آپ کس سے باتیں کر رہے ہیں؟"

یہ کہتے کہتے منی اپنی بچی کو گود میں اٹھائے کمرے میں داخل ہوئی۔

"رحمت یہ کل ہی اپنے سسرال سے آئی ہے۔"

"ارے کابلی والا ...... تم؟"

منی کی باچھیں کھل گئیں، اور کابلی والے نے بڑھ کر اسے گود میں اٹھالیا......

کابلی والا مجھ سے پہلے اخبار دیکھنے کا عادی ہو چکا ہے۔ اب وہ مجھ سے سیاسی مسائل پر تبادلہ خیال بھی کرتا ہے اور روزانہ پوچھتا ہے۔

"صاحب میرے اخبار میں تو خبر نہیں چھپی، ممکن ہے آپ کے اخبار میں چھپی ہو۔"

सवेरे आ पहुंचा है। मेरे क़रीब पहुंचने से पहले ही वह शख़्स खड़ा हो गया। धूल में अटा हुआ, बोसीदा[1] लिबास में मलबूस, थकन और नींद से निढाल रहमत।

"अरे .... रे रे........... तुम कब आए?"

मैंने उसे गले लगाते हुए कहा।

"घर गए भी या नहीं? बालबच्चे तो ठीक हैं ना?"

"हां साहब सब ठीक हैं। बिटिया जवान होचुकी है। बीवी ज़रा बूढ़ी हो गई है। भाई के घर दो बेटे पैदा हुए हैं। उस का कारोबार ठीक ठाक चल रहा है और..........."

मैंने नीचे ताले में कुंजी डाल कर दरवाज़ा खोला। मुलाज़िम को जगाकर उसे चाय और नाश्ता तैयार करने की हिदायत दी। ग़ुस्लख़ाने में जाकर ख़ान के ग़ुस्ल का खुद इंतिज़ाम किया और फिर जाकर मैंने मीनी के कमरे में झांका।

वह अपनी बेटी को सीने से चिमटाए सो रही थी।

ख़ान ने नहा धोकर मेरे साथ नाश्ता किया।

फिर अपना अहवाल सुनाने लगा।

"और साहब आख़री पहर में अपनी बीवी को रोता हुआ छोड़ कर अपने वतन से भाग निकला। पहाड़ों और घाटियों को फलांगता, दर्राए ख़ैबर से गुज़रता, सरहदी चौकियों पर फौजियों और अफसरान की मिन्नत समाजत करता, उन के हाथ पांव पड़ता, यहां पहुंचा हूं।"

मैं बिखरे दिल से उसे तसल्ली देने की कोशिश करने लगा। मेरी समझ में नहीं आता था कि उससे क्या कहूं? कैसे कहूं? क्यों कर कहूं?

"मैंने अपना हाथ बढ़ाकर उसका हाथ थामा और बोला देखो रहमत तुम्हारी रुख़सती के बाद से मैं दुखी दुखी सा हो गया था। क्यों? मुझे मालूम नहीं, अब तुम आए हो तो मेरे दिल का बोझ हल्का हुआ है। पता नहीं तुम्हारा मेरा क्या संबन्ध है? तुम कौन और मैं कौन? मुमकिन है भगवान ने तुम्हें मेरी संगत के लिए भेजा हो और यह भी मुमकिन है कि अपने जीवन के आख़री दिन साथ साथ गुज़ारना ही हमारा मुक़द्दर हो! घर तुम्हारा है, तुम यहीं रहो। मैं अकेले जीते जीते उकता गया हूं।"

---

1. सड़ा-गला

میں انجانے میں پوچھ بیٹھتا۔

''کون سی خبر خان؟''

کابلی والا گمبھیر لہجے میں کہتا:

''اپنے دیس کی ......وہاں کے موسم کی۔''

میں کہتا:

''نہیں رحمت اخبار میں وہاں کی کوئی خبر نہیں! ممکن ہے کہ وہاں کا موسم اب بھی ناخوشگوار ہو۔''

کئی دن سے رحمت وہ مصور کتاب اپنے ساتھ رکھنے لگا ہے۔ گویا وہ کوئی عیسائی راہب ہو اور یہ اس کی بائبل! ایک طبعی کمزوری سی پیدا ہوگئی ہے، اس میں !وہ بیٹھے بیٹھے سوجاتا ہے۔ نیند میں اس کی انگلیاں کتاب سے کھیلا کرتی ہیں، جیسے وہ کوئی ساز ہو، جس کی تاروں کو چھوکر اسے سر یاد آجاتے ہوں۔ کبھی کبھار اس کے سوئے ہوئے لبوں پر مسکراہٹ سی پھیل جاتی ہے، گویا اسے کوئی دل آویز نغمہ یاد آگیا ہو۔

میں سوچتا ہوں کہ زندگی باوجود اپنی پیچیدگیوں اور الجھاووں کے، سختیوں اور ناکامیوں کے، کس قدر پرفریب اور پرکار ہے! بامراد اور بامعنی ہے!

"पिता जी यह सुबह सुबह आप किस से बातें कर रहे हैं?"

यह कहते कहते मीनी अपनी बच्ची को गोद में उठाए कमरे में दाख़िल हुई।

"रहमत यह कल ही अपने ससुराल से आई है"

"अरे काबुली वाला .... तुम?"

मीनी की बांछें खिल गईं और काबुली वाले ने बढ़कर उसे गोद में उठा लिया।

काबुली वाला मुझ से पहले अख़बार देखने का आदी होचुका है। अब वह मुझ से सियासी मसाएल पर तबादलेख़्याल[1] भी करता है और रोज़ाना पूछता है।

"साहब मेरे अख़बार में तो खबर नहीं छपी, मुमकिन है आप के अख़बार में छपी हो।"

मैं अनजाने में पूछ बैठता:

"कौन सी ख़बर खान?"

काबुली वाला गंभीर लहजे में कहता:

"अपने देस की .... वहां के मौसम की"

मैं कहता:

"नहीं रहमत अख़बार में वहां की कोई ख़बर नहीं! मुमकिन है कि वहां का मौसम अब भी नाख़ुशगवार हो।"

कई दिन से रहमत वह मुसव्विर[2] किताब अपने साथ रखने लगा है। गोया वह कोई ईसाई राहिब हो और यह उस की बाइबिल! एक तबई[3] कमज़ोरी सी पैदा हो गई है, उस में! वह बैठे बैठे सोजाता है। नींद में उस की उंगलियां किताब से खेला करती हैं, जैसे वह कोई साज़ हो, जिस के तारों को छूकर उसे सुर याद आ जाते हों। कभी कभार उस के सोए हुए लबों पर मुस्कुराहट सी फैल जाती है, गोया उसे कोई दिलआवेज़-नग़मा[4] याद आगया हो मैं सोचता हूँ कि ज़िन्दगी बावजूद अपनी पेचीदगियों और उलझावों के, सख़्तियों और नाकामियों के, किस क़द्र पुरफ़रेब[5] और पुरकार है! बामुराद और बामानी है!

1. विचार विमर्श 2. चित्रकार 3. शारीरिक 4. दिल को खींचने वाला नग़मा 5. छलपूर्ण

سید محمد اشرف

آدمی

کھڑکی کے نیچے انھیں گزرتا ہوا دیکھتا رہا۔ پھر یکایک کھڑکی زور سے بند کی۔ مڑ کے پنکھے کا بٹن آن کیا۔ پھر پنکھے کا بٹن آف کیا۔ میز کے پاس کرسی پہ ٹک کر دھیمے سے بولا۔

''آج تو کل سے بھی زیادہ ہیں۔ روز بڑھتے جارہے ہیں۔''

سرفراز نے ہتھیلیوں پر سے سر اٹھایا اور انوار کو دیکھا۔'' تم نے تو دو ہی دن دیکھا ہے نا! میں تو بہت دن سے دیکھ رہا ہوں کھڑکی بند رکھوں تو گھٹن ہوتی ہے کھول دوں تو دل اور زیادہ گھبراتا ہے۔ لگتا ہے جیسے سب ادھر ہی آرہے ہوں'' سرفراز چپ ہوگیا۔

پھر ایک لمحے کے بعد بولا۔

''آج تم سے اتنے برسوں کے بعد ملاقات ہوئی تھی تو دل کتنا خوش تھا کہ پھر یہ لوگ...''

میں نے تمھیں سفر کا واقعہ بھی تو بتایا تھا۔ میں بھی صرف دو ہی دن سے تھوڑے ہی دیکھ رہا ہوں۔ ادھر گاؤں میں بھی آج کل یہی عالم ہے کچھ اندازہ ہی نہیں ہو پاتا کیا ہوگا۔''

سرفراز نے چاہت بھری نظروں سے اپنے بچپن کے ساتھی انوار کو دیکھا جس سے آج پندرہ سال بعد ملاقات ہوئی تھی۔

دونوں کی بہت ساری یادیں ایک سی تھیں۔

جب وہ بہت چھوٹا سا تھا تبھی اپنے خالو کے گھر پڑھنے بھیج دیا گیا تھا۔ خالو کا گھر ایک بڑے دیہات میں تھا جہاں سے دو میل کے فاصلے پر بسے قصبے میں انٹر کالج تھا وہیں پہلے ہی دن ایک ہم عمر لڑکے نے بہت بے تکلفی کے ساتھ اس کی ربڑ لے کر اپنی آرٹ کی کاپی پر غبارے نما پھول مٹا کر ایک لیمپ نما بلب بنا کر اس کی ربڑ واپس کردی تھی۔ حاضری

सय्यद मोहम्मद अशरफ

आदमी

खिड़की के नीचे उन्हें गुज़रता हुआ देखता रहा। फिर यकायक खिड़की ज़ोर से बन्द की। मुड़ कर पंखे का बटन ऑन किया। फिर पखे का बटन ऑफ किया। मेज़ के पास कुर्सी पे टिक कर धीमे से बोला। "आज तो कल से भी ज़्यादा हैं। रोज़ बढ़ते जा रहे हैं।"

सरफ़राज़ ने हथेलियों पर से सर उठाया और अनवार को देखा। "तुम ने तो दो ही दिन देखा है ना! मैं तो बहुत दिन से देख रहा हूं। खिड़की बन्द रखूं तो घुटन होती है। खोल दूं तो दिल और ज़्यादा घबराता है। लगता है जैसे सब इधर ही आ रहे हों" सरफ़राज़ चुप हो गया।

फिर एक लम्हे के बाद बोला।

"आज तुम से इतने बरसों के बाद मुलाक़ात हुई थी तो दिल कितना ख़ुश था कि फिर यह लोग......"

"मैंने तुम्हें सफ़र का वाक़ेया भी तो बताया था। मैं भी सिर्फ़ दो ही दिन से थोड़े ही देख रहा हूं। उधर गांवों में भी आज कल यही आलम है। कुछ अंदाज़ा ही नहीं हो पाता क्या होगा।"

सरफ़राज़ ने चाहत भरी नज़रों से अपने बचपन के साथी अनवार को देखा जिस से आज पंद्रह साल बाद मुलाक़ात हुई थी।

दोनों की बहुत सारी यादें एक सी थीं।

जब वह बहुत छोटा सा था तभी अपने ख़ालू के घर पढ़ने भेज दिया गया था। ख़ालू का घर एक बड़े देहात में था जहां से दो मील के फ़ासले पर बसे क़स्बे में इण्टर कालेज थां वहीं पहले ही दिन एक हम उम्र लड़के ने बहुत बे-तकल्लुफ़ी[1] के साथ उस की रबड़ ले कर अपनी आर्ट की कापी पर गुब्बारे

1. निःसंकोच

کے وقت اس کا نام ہوا تھا۔

''سید انوار علی''

''حاضر جناب''

سرفراز دھیرے سے بولا۔

''سید انوار علی''

''حاضر جناب تمھیں اسکول یاد آ رہا ہوگا۔''

ہاں۔ تمھیں کیسے معلوم؟''

''یار تم اب بھی پہلے کی طرح گھامڑ باتیں کرتے ہو میرا پورا نام حاضری کے وقت ڈرائنگ ماساب کے علاوہ اور کون جانتا تھا؟''

سرفراز یہ سن کر مسکرایا حالاں کہ گھامڑ والا جملہ اسے برا لگا تھا لیکن وہ سوچ کر مطمئن ہوگیا کہ آج میں افسر کی اونچی کرسی پر بیٹھا ہوں۔ میرا بچپن کا یہ دوست پرائمری اسکول میں اردو ٹیچر ہے۔ اپنے احساس کمتری پہ قابو پانے کے لیے اسے ایسے ہی جملے بولنے چاہئیں۔

پھر اس نے سوچا انوار ہی تو اسے اسکول سے واپسی پر حوصلہ دیتا تھا ورنہ قصبے سے دیہات تک پھیلے جنگل، سنسان باغوں اور خاموش کھیتوں میں ہوکر گزرنے میں اس کی روح آدھی رہ جاتی تھی۔ سرفراز نے سرکرسی کی پشت سے لگایا اور آنکھیں بند کرلیں اور بچپن کی اس دہشت کو یاد کیا اور اس یاد میں مزہ محسوس کیا۔

جاڑوں کے شروع میں چار بجے اسکول کی آخری گھنٹی بجتی۔ سب کے سب غل غپاڑہ کرتے تیزی سے نکلتے اور مست چال سے، بستے کندھے پہ ڈالے اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوجاتے۔ سرفراز کے دیہات کا کوئی بھی لڑکا کالج میں پڑھنے نہیں آتا تھا وہ راستے کی دہشت کے خیال سے سہا سہا، دھیرے دھیرے قدموں سے کالج کے گیٹ سے باہر نکلتا۔

انوار کبھی اس کے ساتھ ہوتا کبھی نہیں ہوتا۔ جب ہوتا تھا تو تالاب تک چھوڑنے ضرور آتا تھا۔ تالاب سے آگے وہ بھی نہیں بڑھتا تھا کیونکہ تالاب کے بعد سڑک مڑ گئی تھی اور موڑ کے بعد پیچھے دیکھنے پر قصبہ غائب ہو جاتا تھا۔ رخصت ہوتے وقت وہ اس کی

नुमा फूल मिटा कर एक लैम्प नुमा बत्तख़ बना कर उस की रबड़ वापस कर दी थी। हाज़िरी के वक़्त उस का नाम हुआ था।

"सैय्यद अनवार अली" "हाज़िर जनाब"

"सरफ़राज़ धीरे से बोला"

"सैय्यद अनवार अली"

"हाज़िर जनाब तुम्हें स्कूल याद आ रहा होगा।"

"हां तुम्हें कैसे मालूम ?"

"यार तुम अब भी पहले की तरह घामड़ बातें करते हो। मेरा पूरा नाम हाज़िरी के वक़्त ड्राइंग मा साब के अलावा और कौन जानता था ?"

सरफ़राज़ यह सुन कर मुस्कुराया हालांकि घामड़ वाला जुमला उसे बुरा लगा था लेकिन वह सोच कर मुतमइन हो गया कि आज मैं अफसर की ऊंची कुर्सी पर बैठा हूं। मेरा बचपन का यह दोस्त प्राइमरी स्कूल में उर्दू टीचर है। अपने एहसासे-कमतरी[1] पे क़ाबू पाने के लिए उसे ऐसे ही जुमले बोलने चाहिए।

फिर उसने सोचा अनवार ही तो उसे स्कूल से वापसी पर हौसला देता था वर्ना क़स्बे से देहात तक फैले जंगल, सुनसान बाग़ों और ख़ामोश खेतों में हो कर गुज़रने में उस की रूह आधी रह जाती थी। सरफ़राज़ ने सर कुर्सी की पुश्त से लगाया और आंखे बंद कर लीं और बचपन की उस दहशत को याद किया और उस याद में मज़ा महसूस किया।

जाड़ों के शुरू में चार बजे स्कूल की आख़िरी घंटी बजती। सब के सब ग़ुल ग़प्पाड़ा करते तेजी से निकलते और मस्त चाल से, बस्ते कंधे पर डालते अपने अपने घरों को रवाना हो जाते। सरफ़राज़ के देहात का कोई भी लड़का कालेज पढ़ने नहीं आता था। वह रास्ते की दहशत के ख़्याल से सहमा सहमा, धीरे धीरे क़दमों से कालेज के गेट से बाहर निकलता। अनवार कभी उस के साथ होता कभी नहीं होता। जब होता था तो तालाब तक छोड़ने ज़रूर आता था। तालाब से आगे वह भी नहीं बढ़ता था क्योंकि तालाब के बाद सड़क मुड़ गई थी और मोड़ के बाद पीछे देखने पर क़स्बा ग़ायब हो जाता था । रुख़सत होते वक़्त वह उस की हिम्मत बढ़ाता था।

---

1. हेच भावना

ہمت بڑھاتا تھا۔

"تم ڈرنا مت سرفراز۔ نہر کی پٹڑی پار کرو گے تو باغ میں داخل ہونے پر کوئی نہ کوئی آدمی مل ہی جائے گا"

سرفراز اس کی طرف بے بس نظروں سے دیکھتا اور اس خیال سے کہ انوار پر اس کا ڈر ظاہر نہ ہو چہرے پہ بہادری کے تیور سجا کر جواب دیتا۔

"نہیں ڈرنے کی کیا بات ہے۔ باغ میں کبھی کبھی آدمی مل جاتے ہیں تو ذرا اطمینان رہتا ہے اور نہیں ملتے ہیں تب بھی میں گھبراتا نہیں ہوں۔" یہ کہہ کر دیہات کی طرف چل پڑتا۔ دونوں پیچھے مڑکر ایک دوسرے کو دیکھتے رہتے۔ سرفراز انوار کے اوجھل ہوتے ہی گردن کے تعویذ کو چھو کر محسوس کرتا اور جلدی جلدی آیۃ الکرسی پڑھنے لگتا۔ نہر کی پٹڑی پر مڑنے سے پہلے وہ چاروں قل پڑھ کر اپنے سینے پر پھونکتا اور پھونک پھونک کر قدم رکھتا ہوا باغ کی طرف بڑھنے لگتا۔ یہ غروب کا وقت ہوتا تھا۔ سردیوں میں شامیں جلدی آجاتی تھیں۔ نہر کی پٹڑی پر مڑنے سے پہلے کچی سڑک پر اکا دکا آدمی سائیکل پہ آتے جاتے مل جاتے یا گھنٹیاں بجاتی بیل گاڑیاں گزرتیں تو اسے تقویت کا احساس رہتا لیکن پٹڑی پہ مڑتے ہی بالکل سناٹا ہو جاتا تھا۔ اوپر شیشم کے درخت پہ بیٹھا کوئی گدھ شاخ بدلتا یا پر کھول کر برابر کرتا تو وہ آواز اس سناٹے کو اور ڈراؤنا بنا دیتی۔ اور یہی وہ وقت ہوتا تھا جب وہ آیۃ الکرسی بھول جاتا تھا۔ وہ قل ہو اللہ پڑھنا شروع کر دیتا۔ اسی درمیان تیزی سے اول کلمہ طیب بھی پڑھ لیتا۔

اور اب سامنے باغ آتا۔ آموں کا بوڑھا باغ ڈوبتے سورج کی زرد روشنی میں کہرے میں لپٹا باغ جس کے اندر دوپہر کے وقت بھی سورج ڈوبنے والے وقت جیسا اندھیرا ہوتا تھا۔ کیوں کہ ایک دن اتوار کو اس نے دوپہر کے وقت بھی یہ باغ دیکھا تھا۔ شام کے وقت یہ باغ بالکل بدل جاتا۔ لگتا جیسے سارے درختوں کی چوٹیاں آپس میں گندھ گئی ہیں۔ نجری کے درخت کے نیچے سے ہو کر گزرتے ہوئے اسے اپنے دل کی تیز تیز دھڑکن سنائی دیتی۔ اسے لگتا جیسے جنات بابا درخت سے اب اترے۔

"तुम डरना मत सरफ़राज़। नहर की पटरी पार करोगे तो बाग़ में दाख़िल होने पर कोई न कोई आदमी मिल ही जाएगा।"

सरफ़राज़ उस की तरफ़ बेबस नज़रों से देखता और इस ख़्याल से कि अनवार पर इस का डर ज़ाहिर न हो, चेहरे पे बहादुरी के तेवर सजा कर जवाब देता।

"नहीं डरने की क्या बात है। बाग़ में कभी कभी आदमी मिल जाते हैं तो ज़रा इत्मीनान रहता है और नहीं मिलते हैं तब भी मैं घबराता नहीं हूं" यह कह कर देहात की तरफ़ चल पड़ता। दोनों पीछे मुड़कर एक दूसरे को देखते रहते। सरफ़राज़ अनवार के ओझल होते ही गर्दन तावीज़ को छू कर महसूस करता और जल्दी जल्दी आयतलकुर्सी[1] पढ़ने लगता। नहर की पटरी पर मुड़ने से पहले वह चारों क़ुल पढ़ कर अपने सीने पर फूंकता और फूंक फूंक कर क़दम रखता हुआ बाग़ की तरफ़ बढ़ने लगता। यह गुरूब[2] का वक़्त होता था। सर्दियों में शामें जल्दी आ जाती हैं नहर की पटरी पर मुड़ने से पहले कच्ची सड़क पर इक्का दुक्का आदमी साइकिल पे आते जाते मिल जाते या घंटिया बजाती बैलगाड़ियां गुज़रतीं तो उसे तक़वियत[3] का एहसास रहता लेकिन पटरी पे मुड़ते ही बिल्कुल सन्नाटा हो जाता था। ऊपर शीशम के दरख़्त पे बैठा कोई गिद्ध शाख़ बदलता या पर खोल कर बराबर करता तो वह आवाज़ उस सन्नाटे को और डरावना बना देती। और यही वह वक़्त होता था जब वह आयतलकुर्सी भूल जाता था। वह क़ुल्होअल्लाह पढ़ना शुरू कर देता। इसी दरमियान तेज़ी से अव्वल कलमा-तय्यब[4] भी पढ़ लेता।

और अब सामने बाग़ आता। आमों का बूढ़ा बाग़। डूबते सूरज की ज़र्द रौशनी में, कोहरे में लिपटा बाग़ जिस के अन्दर दोपहर के वक़्त भी सूरज डूबने वाले वक़्त जैसा अंधेरा होता था। क्योंकि एक दिन इतवार को उसने दोपहर के वक़्त भी यह बाग़ देखा था शाम के वक़्त यह बाग़ बिल्कुल बदल जाता। लगता जैसे सारे दरख़्तों की चोटियां आपस में गुन्ध गई हैं। फ़ज़री के दरख़्त के नीचे से हो कर गुज़रते हुए उसे अपने दिल की तेज़ तेज़ धड़कन सुनाई देती। उसे लगता जैसे जिन्नात बाबा दरख़्त से अब उतरे।

1. क़ुरआन की एक सूरत 2. सूर्यास्त 3. शक्ति 4. कलमा-ए-ला-इलाह......

باغ سے نکل کر ایکھ کے کھیتوں کے پاس مینڈھ پر گزرتے ہوئے اسے محسوس ہوتا کہ ابھی ایکھ کے کھیت سے نکل کر بھیڑیا اس کی ٹانگ پکڑ لے گا۔ وہ پسینے پسینے ہو جاتا۔ پھر گیہوں کے کھیت آتے۔ پھر پلکھن کے درخت کے اوپر گاؤں کی مسجد کے منارے اور مندر کے کلس نظر آتے۔ تب آہستہ آہستہ اس کے بدن کا کھنچاؤ دور ہوتا ٹانگوں میں طاقت کا احساس پیدا ہوتا۔ پھر وہ بلند آواز میں کوئی فلمی گانا گانے لگتا۔

مہینے میں دو چار بار ایسا ہوتا کہ باغ میں داخل ہوتے ہی اسے آدمی نظر آجاتا جو عموماً پھاوڑا لیے جھونپڑی کی طرف جا رہا ہوتا تھا۔ اسے دیکھ کر گانا شروع کر دیتا۔ گانا بیچ میں روک کر وہ بہت اپنائیت کے ساتھ آدمی کو سلام کرتا۔

آدمی اس کا سلام سن کر پھاوڑا زمین پر رکھ کر آنکھیں مچکا کر اسے دیکھتا۔

''رام رام بیٹا۔ پٹواری صاحب کے بھانجے ہو۔ انھیں ہماری رام رام بولنا''

وہ روزانہ اسی بھروسے پہ کالج سے گھر آنے کی ہمت کر پاتا تھا کہ شاید آج بھی آدمی مل جائے۔ اگر یہ آسرا نہ ہوتا تو وہ رو پیٹ کر کالج سے نام کٹا کر اپنے گاؤں واپس جا چکا ہوتا۔

لیکن آدمی روزانہ نہیں ملتا تھا۔ ایک دن کالج سے نکلتے نکلتے دیر ہوگئی۔ وہ گراؤنڈ پر والی بال کا میچ دیکھنے میں ایسا محو ہوا کہ وقت کا احساس ہی نہیں ہوا۔ جب دیر کا احساس ہوا تو اس نے سورج کی طرف دیکھا جو آج قصبے ہی میں زرد ہو گیا تھا۔ وہ تیزی سے کالج کے گیٹ سے باہر نکلا اور دیہات کی طرف چل پڑا نہر کی پٹری پر مڑتے ہی اس نے اپنے بدن میں یہ سوچ کر سنسنی محسوس کی کہ اب تو باغ سے آدمی بھی چلا گیا ہوگا۔ اس نے ماتھے کا پسینہ پونچھا اور شیشم کے درخت کے نیچے سے گزرا درخت کے نیچے سے نکلتے ہی اسے ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی درخت سے اتر کر اس کے پیچھے چل پڑا ہو۔ پیچھے کی آہٹ اچانک تھم گئی۔ اسے لگا جیسے جنات بابا پیچھے سے اس کی کمر کا نشانہ لے کر جادو کی گیند مارنے ہی والے ہیں۔ اس نے تیزی سے کلمہ پڑھا اور کنکھیوں سے پیچھے دیکھا۔ وہ ایک بڑا بندر تھا جو چلتے چلتے اچانک رک کر زمین پر دونوں ہتھیلیاں ٹیکے اس کی طرف دیکھ کر خر خر کر رہا

बाग़ से निकल कर ईख के खेतों के पास मेंढ पर गुज़रते हुए उसे महसूस होता है कि अभी ईख के खेत से निकल कर भेड़िया उस की टांग पकड़ लेगा। वह पसीने पसीने हो जाता फिर गेहूं के खेत आते। फिर पिलखन के दरख़्त के ऊपर गांव की मस्जिद के मीनारे और मंदिर के कलस नज़र आते। तब आहिस्ता आहिस्ता उस के बदन का खिंचाव दूर होता। टांगो में ताक़त का एहसास पैदा होता। फिर वह बुलन्द आवाज़ में कोई फ़िल्मी गाना गाने लगता।

महीने में दो चार बार ऐसा होता कि बाग़ में दाख़िल होते ही उसे आदमी नज़र आ जाता जो उमूमन फावड़ा लिए झोंपड़ी की तरफ़ जा रहा होता था। उसे देख कर गाना शुरु कर देता। गाना बीच में रोक कर वह बहुत अपनाइयत के साथ आदमी को सलाम करता।

आदमी उस का सलाम सुन कर फावड़ा ज़मीन पर रख कर आंखे मिचमिचा कर उसे देखता। "राम राम बेटा .... पटवारी साहब के भांजे हो उन्हे हमारी राम राम बोलना"। वह रोज़ाना इसी भरोसे पे कालेज से घर आने की हिम्मत कर पाता था कि शायद आज भी आदमी मिल जाए। अगर यह आसरा न होता तो वह रो पीट कर कालेज से नाम कटाकर अपने गांव वापस जा चुका होता।

लेकिन आदमी रोज़ाना नहीं मिलता था एक दिन कालेज से निकलते निकलते देर हो गई वह ग्राऊंड पर वाली-बाल का मैच देखने में ऐसा महव हुआ कि वक़्त का एहसास ही नहीं हुआ। जब देर का एहसास हुआ तो उस ने सूरज की तरफ़ देखा जो आज क़स्बे में ही ज़र्द हो गया था। वह तेज़ी से कालेज के गेट से बाहर निकला और देहात की तरफ़ चल पड़ा। नहर की पटरी पर मुड़ते ही उस ने अपने बदन में यह सोच कर सनसनी महसूस की कि अब तो बाग़ से आदमी भी चला गया होगा उस ने माथे का पसीना पोंछा और शीशम के दरख़्त के नीचे से गुज़रा। दरख़्त के नीचे से निकलते ही उसे ऐसा महसूस हुआ जैसे कोई दरख़्त से उतर कर उस के पीछे चल पड़ा हो पीछे की आहट अचानक थम गई। उसे लगा जैसे जिन्नात बाबा पीछे से उस की कमर का निशाना ले कर जादू की गेंद मारने ही वाले हैं। उस ने तेज़ी से कलमा पढ़ा और कंखियों से पीछे देखा वह एक बड़ा बंदर था जो चलते चलते अचानक रुक कर ज़मीन पर दोनों हथेलियां टेके उसकी तरफ़ देख कर खुर खुर कर रहा था। उसे बंदर से भी डर लगता था लेकिन

تھا۔ اسے بندر سے بھی ڈر لگتا تھا لیکن جنات بابا کے مقابلے میں کم اس نے اپنا بستہ کس کے پکڑا اور باغ کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا۔ آج آگے کا راستہ بھی بند تھا اور پیچھے کا بھی۔ آگے سنسان باغ جس میں اب آدمی ہونے کی اسے کوئی امید نہیں تھی اور پیچھے بندر۔

سورج ڈوبے دیر ہو چکی تھی اور باغ کے درخت دھیمی آواز میں شام کی سرگوشیاں شروع کر چکے تھے وہ باغ میں داخل ہوا اور آگے بڑھا۔ بوڑھے فجری کے پاس سے گزرتے ہوئے اس کا دل زور سے دھڑکا یہی جنات بابا کا اصلی گھر ہے۔

داہنی سمت سے آواز آئی۔

''آج بہت دیر کی بیٹا''

ارے ......آدمی موجود ہے۔ اسے اتنی خوشی اس دن بھی نہیں ہوئی تھی جس دن انگلش والے ماساب نے ''مائی کاؤ'' لکھنے پر اسے ویری گڈ دیا تھا۔ اس نے آدمی کی طرف نگاہیں اٹھائیں۔ وہ جھونپڑی کے قریب درختوں کے پاس کہرے میں کھڑا تھا۔ اس نے غور سے دیکھا اس کا پھاوڑا اس کے ایک ہاتھ میں تھا جسے وہ زمین پہ ٹکائے ہوئے تھا۔ دوسرے ہاتھ سے وہ انگوچھے کو کانوں پہ برابر کر رہا تھا۔ کہرے میں لپٹا۔ دھوتی کرتا انگوچھا پہنے یہ آدمی اسے حضرت خضر علیہ السلام کا نوکر لگا۔

''آدمی سلام'' وہ چہک کر بولا:

''جیتے رہو بیٹا۔ پٹواری ساب کو ہماری رام رام کہنا۔ اندھیرا مت کیا کرو''

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ گھر آ کر کھانا کھا کے دالان میں بیٹھی خالہ کے کلیجے سے لگ کر اس نے انھیں پورا واقعہ سنایا۔ وہ چاہتا تھا خالو اور خالہ کو علم ہو جائے کہ اسکول کی پڑھائی کے علاوہ راستے میں واپسی کے لیے اسے کیسی جوکھم اٹھانی پڑتی ہے۔ مگر خالہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ والی بال کے میچ کے چکر میں اسے دیر ہوئی تو وہ ہمدردی کے بجائے الٹا اسے ڈانٹنے لگیں۔

رات کو دالان میں رضائی سے بدن اچھی طرح لپیٹ کر اس نے سوچا اگر وہ آدمی مر گیا تو میں اسکول سے کیسے واپس آیا کروں گا۔ پھر یہ سوچ کر مطمئن ہوا کہ وہ آدمی دیکھنے

जिन्नात बाबा के मुक़ाबले में कम। उस ने अपना बस्ता बहुत कस के पकड़ा और बाग़ के सामने आ कर खड़ा हो गया। आज आगे का रास्ता भी बन्द था और पीछे का भी। आगे सुनसान बाग़ जिस में अब आदमी होने की उसे कोई उम्मीद नहीं थी और पीछे बन्दर।

सूरज डूबे देर हो चुकी थी और बाग़ के दरख़्त धीमी आवाज़ में शाम की सरगोशियां शुरु कर चुके थे। वह बाग़ में दाख़िल हुआ। आगे बढ़ा। बूढ़े फ़ज़री के पास से गुज़रते हुए उस का दिल ज़ोर से धड़का यही जिन्नात बाबा का असली घर है।

दाहिनी सम्त से आवाज़ आई

''आज बहुत देर की बेटा''

अरे .... आदमी मौजूद है उसे इतनी ख़ुशी उस दिन भी नहीं हुई थी जिस दिन इंगलिश वाले मासाब ने ''माई काउ'' लिखने पर उसे वेरी गुड दिया था। उस ने आदमी की तरफ़ निगाहें उठायीं वह झोंपड़ी के क़रीब दरख़्तों के पास कुहरे में खड़ा था उस ने ग़ौर से देखा उसका फावड़ा उसके एक हाथ में था जिसे वह ज़मीन पर टिकाए हुए था दूसरे हाथ से वह अंगोछा को कानो पे बराबर कर रहा था। कुहरे में लिपटा, धोती कुर्ता अंगोछा पहने यह आदमी उसे हज़रत ख़िज़रअलैहिस्सलाम[1] का नौकर लगा।

''आदमी सलाम'' वह चहक कर बोला।

''जीते रहो बेटा पटवारी साब को हमारी राम राम कहना—अंधेरा मत किया करो।''

उस ने कोई जवाब नहीं दिया। घर आ कर खाना खा के दालान में बैठी ख़ाला के कलेजे से लग कर उस ने उन्हें पूरा वाक़िआ[2] सुनाया। वह चाहता था ख़ालू और ख़ाला को इल्म हो जाए कि स्कूल की पढ़ाई के अलावा रास्ते में वापसी के लिए उसे कैसी जोखिम उठानी पड़ती है। मगर ख़ाला को जब यह मालूम हुआ कि वाली-बॉल के मैच के चक्कर में उसे देर हुई तो वह हमदर्दी के बजाए उलटा उसे डांटने लगीं।

रात को दालान में रज़ाई से बदन अच्छी तरह लपेट कर उस ने सोचा अगर

1. एक नबी 2. घटना

میں تو خالو سے بھی چھوٹا لگتا ہے ابھی نہیں مرے گا۔

''سرفراز! تمھاری خالہ کی بیٹی کی شادی ہے .خالہ نے مجھے بلا کر کہا کہ سرفراز تو ہمیں بالکل بھول گیا۔ تم اس سے جا کر کہو کہ خالہ اور خالو اسے دیکھنے کو بہت بے تاب ہیں اسے شادی میں ضرور آنا ہے''

سرفراز کو یہ سن کر بہت ندامت ہوئی۔ وہ ندامت کے اس احساس کو چھپانا چاہتا تھا۔ اس نے سنجیدہ لیجے لیکن کھوکھلی آواز میں انوار کو بتایا کہ سرکاری ملازمت خصوصاً ذمہ داری کے عہدے پر کام کرنے میں بالکل فرصت نہیں ملتی۔ پھر اسے عائشہ کی یاد آئی جسے اس نے اپنی گود میں کھلایا تھا۔ وہ کتنی جلدی اتنی بڑی ہوگئی۔

''شادی کب ہے؟''

''پرسوں بارات آئے گی''۔

''ارے۔ ان حالات میں تاریخ کیوں رکھ دی خالہ نے'' تم نے دیکھا نہیں، کیسے دیوانے ہو رہے ہیں سب لال بھبھوکا چہرے لیے ٹرکوں اور ٹریکٹروں پر جلوس نکال رہے ہیں۔ ہاتھوں میں ہتھیار اور کیسے نفرت انگیز نعرے......''۔

انوار اسے دیکھتا رہا۔ پھر بولا:

''میں نے بھی خالہ سے کہا تھا کہ آج کل تقریب کرنے والا وقت نہیں ہے۔ گاؤں گاؤں میں وہ بات پھیل گئی ہے۔ خود انھیں کے گاؤں میں لوگوں کے لیجے بدل گئے ہیں۔ مگر خالہ کی مجبوری ہے۔ خالو کے بھائی کے بیٹے سے رشتہ طے ہوا ہے جو تین دن بعد جدّہ واپس چلا جائے گا۔ خالو بھی اب بہت کمزور ہو گئے ہیں۔ اپنے سامنے عائشہ کے فرض سے سبکدوش ہونا چاہتے ہیں۔ تمھیں آج ہی چلنا ہوگا سرفراز بھابھی کو فون کر کے تیار رہنے کو کہہ دو۔''

''کیا تم نے اخبار نہیں پڑھا انوار۔ پرسوں ریل گاڑی سے اتار کر......'' وہ چپ ہوگیا۔ انوار بھی خاموش ہو گیا۔ پھر بولا۔

''اچھا تو بھابھی اور بچوں کو یہیں رہنے دو۔''

वह आदमी मर गया तो मैं स्कूल से कैसे वापस आया करुंगा। फिर यह सोच कर मुत्मइन हुआ कि वह आदमी देखने में तो ख़ालू से भी छोटा लगता है। अभी नहीं मरेगा।

"सरफ़राज़! तुम्हारी ख़ाला की बेटी की शादी है। ख़ाला ने मुझे बुला कर कहा कि सरफ़राज़ तो हमें बिल्कुल भूल गया। तुम उससे जा कर कहो कि ख़ाला और ख़ालू उसे देखने को बहुत बेताब हैं उसे शादी में ज़रूर आना हैं।

सरफ़राज़ को यह सुन कर बहुत नदामत हुई। वह नदामत के इस एहसास को छुपाना चाहता था। उसने सन्जीदा लहजे लेकिन खोखली आवाज़ में अनवार को बताया कि सरकारी मुलाज़मत ख़ुसूसन ज़िम्मेदारी के ओहदे पर काम करने में बिल्कुल फ़ुरसत नहीं मिलती फिर उसे आएशा की याद आई, जिसे उस ने अपनी गोद में खिलाया था वह कितनी जल्दी इतनी बड़ी हो गई।

"शादी कब है?"

"परसो बारात आएगी"

"अरे इन हालात में तारीख़ क्यों रख दी ख़ाला ने" तुम ने देखा नहीं, कैसे दीवाने हो रहे है सब लाल भभूका चेहरे लिए ट्रको और ट्रैक्टरों पर जुलूस निकाल रहे हैं हाथों में हथियार और कैसे नफ़रत अंगेज़ नारे......

अनवार उसे देखता रहा फिर बोला

"मैं ने भी ख़ाला से कहा था कि आज कल तक़रीब करने वाला वक़्त नहीं है। गांव गांव में वह बात फैल गई है। ख़ुद उन्हीं के गांव में लोगो के लहजे बदल गये हैं। मगर ख़ाला की मजबूरी है। ख़ालू के भाई के बेटे से रिश्ता तय हुआ है जो तीन दिन बाद जद्दा वापस चला जाएगा ख़ालू भी अब बहुत कमज़ोर हो गए हैं। अपने सामने आएशा के फ़र्ज़ से सुबुकदोश[1] होना चाहते हैं। तुम्हें आज ही चलना होगा सरफ़राज़ भाभी को फ़ोन कर के तैयार होने को कह दो।"

"क्या तुम ने अख़बार नहीं पढ़ा अनवार। परसों रेलगाड़ी से उतार कर ...." वह चुप हो गया। अनवार भी ख़ामोश हो गया फिर बोला

"अच्छा तो भाभी और बच्चों को यही रहने दो"

"हां इन लोगो को नहीं ले जा पाऊंगा"

1. मुक्त

''ہاں۔ ان لوگوں کو نہیں لے جا پاؤں گا۔''

گیارہ بجے ہیں...... اگر بارہ بجے بھی کار سے چلیں تو شام چھ سات بجے تک خالہ کے ہاں پہنچ جائیں گے۔''

''ہاں تقریباً ڈھائی تین سو کلو میٹر کا سفر ہے۔''

راستے میں نہر کے پل پر اچانک کچھ لوگوں نے گاڑی کے سامنے آ کر گاڑی روکنے کا اشارہ کیا۔ دونوں کے دل بیٹھ گئے کیوں کہ بچاؤ کے لیے ان کے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ سامنے پل پر ٹرک اور ٹریکٹروں کا جلوس آ رہا تھا۔ لوگ دیوانہ وار نعرے لگا رہے تھے اور ایک عجیب جذبے کے ساتھ آگے بڑھتے چلے آ رہے تھے۔

دونوں کے ذہنوں نے کام کرنا بند کر دیا۔ دونوں گاڑی میں بیٹھے رہے جلوس برابر سے گزرتا رہا۔ گاڑی رکوانے والے وہیں کھڑے کھڑے نعروں کا جواب دیتے رہے۔

سرفراز نے آیتہ الکرسی یاد کی۔

جلوس گزر گیا تو وہ لوگ بھی زور زور سے کچھ باتیں کرتے جلوس کے ساتھ بڑھ گئے۔

سرفراز سخت ذہنی دباؤ میں تھا اس لیے گاڑی فوراً اسٹارٹ نہیں کر سکا۔ دونوں بیٹھے ایک دوسرے کا ڈر محسوس کرتے رہے۔

سرفراز نے گاڑی اسٹارٹ کی تو انوار بولا:

'' کھلے عام سڑک پر اکا دکا آدمیوں سے کچھ نہیں کہتے۔ اکا دکا آدمیوں سے نپٹنے کے لیے شہر شہر گاؤں گاؤں لوگوں کو تیار کیا گیا ہے۔ پچھلے جمعہ کو جب احمد شہر کی پٹری سے باغ کی طرف مڑا تو اچانک کسی نے پیچھے سے......''

سرفراز کے بدن میں سر سے پاؤں تک سنسنی سی دوڑ گئی۔ وہ خالی ذہن کے ساتھ گاڑی چلاتا رہا۔ انوار بتاتا رہا۔

''اگر پورا جلوس اکا دکا آدمیوں پر حملہ کرے تو بدنامی بھی تو بہت ہوگی۔ ویسے اپنی طرف سے بھی تیاریاں ٹھیک ٹھاک ہیں۔'' اس نے یہ بات رازداری کے لہجے میں بتائی۔

جب وہ نہر کی پٹری پر مڑے تو سورج ڈوب رہا تھا۔ سرفراز کو اپنا بچپن یاد آ گیا۔

"ग्यारह बजे हैं .... अगर बारह बजे भी कार से चले तो शाम छः सात बजे तक ख़ाला के हां पहुंच जाएंगे"

"हां तक़रीबन ढाई तीन सौ किलो मीटर का सफ़र है"

रास्ते में नहर के पुल पर अचानक कुछ लोगो ने गाड़ी के सामने आ कर गाड़ी रोकने का इशारा किया। दोनों के दिल बैठ गये क्योंकि बचाव के लिए उन के पास कोई हथियार नहीं था। सामने पुल पर ट्रक और ट्रैक्टरो का जुलूस आ रहा था। लोग दीवाना वार नारे लगा रहे थे। और एक अजीब जज़्बे के साथ आगे बढ़ते चले आ रहे थे।

दोनों के ज़ेहनो ने काम करना बन्द कर दिया। दोनों गाड़ी में बैठे रहे। जुलूस बराबर से गुज़रता रहा। गाड़ी रुकवाने वाले वही खड़े खड़े नारों का जवाब देते रहे। सरफ़राज़ ने आयतलकुर्सी[1] याद की।

जुलूस गुज़र गया तो वह लोग भी ज़ोर ज़ोर से कुछ बाते करते जुलूस के साथ बढ़ गये।

सरफ़राज़ सख़्त ज़ेहनी दबाव में था इस लिए गाड़ी फ़ौरन स्टार्ट नहीं कर सका। दोनों बैठे एक दूसरे का डर महसूस करते रहे।

सरफ़राज़ ने गाड़ी स्टार्ट की तो अनवार बोला।

"खुले आम सड़क पर इक्का दुक्का आदमियों से कुछ नहीं कहते इक्का दुक्का आदमियों से निपटने के लिए शहर शहर गांव गांव लोगों को तैयार किया गया है। पिछले जुमे को जब अहमद शहर की पटरी से बाग़ की तरफ़ मुड़ा तो अचानक किसी ने पीछे से ...."

सरफ़राज़ के बदन में सर से पांव तक सनसनी सी दौड़ गई वह ख़ाली ज़ेहन के साथ गाड़ी चलाता रहा। अनवार बताता रहा।

"अगर पूरा जुलूस इक्का दुक्का आदमियों पर हमला करे तो बदनामी भी बहुत होगी। वैसे अपनी तरफ़ से भी तैयारियां ठीक ठाक है" उस ने यह बात राज़दारी के लहजे में बताई।

जब वह नहर की पटरी पर मुड़े तो सूरज डूब रहा था। सरफ़राज़ को अपना बचपन याद आ गया।

---

1. क़ुरआन की एक आयत

تب اسے یہ خاموش نہر، سنسان پٹری اور سائیں سائیں کرتے باغ کتنے بھیانک لگتے تھے۔

اس نے اچانک گاڑی کے بریک لگائے۔ ہیڈ لائٹ کی روشنی میں ایک بڑا سا بندر ہتھیلیاں زمین پر ٹیکے ان کی طرف دیکھ کر خرخر کر رہا تھا۔ دونوں مسکرائے۔ بندر بھاگ کر درخت پر چڑھ گیا۔ اوپر کسی گدھ نے پہلو بدلا تو پھڑ پھڑاہٹ کی آواز ہوئی۔ سرفراز نے سوچا پہلے اس پھڑ پھڑاہٹ سے کتنا ڈر لگتا تھا۔

''تو یہ احمد دوکاندار والا معاملہ کب ہوا تھا؟''

''آج چار دن ہو گئے۔''

'ارے......'' سرفراز کی ہتھیلیاں اسٹیرنگ وہیل پر نم ہو گئیں۔

''کیا ہوا؟'' انوار نے پوچھا۔ حالاں کہ اسے معلوم تھا کہ کیا ہوا۔

''نہیں کچھ نہیں۔ یعنی ابھی بالکل تازہ واقعہ ہے۔ کچھ پتہ لگا؟''

''پتہ کیا لگتا۔ الٹے تھانے دار نے دفن کے بعد ہی سب کو ڈانٹا کہ جب ایسے حالات چل رہے ہیں تو سورج مندے گھر سے باہر نکلنے ہی کیوں دیا۔ اندھیرے میں حملہ کرنے والوں کو مار کر بھاگنے میں سہولت رہتی ہے۔''

پٹری سے اترتے ہی باغ سامنے آ گیا۔

''گاڑی یہیں روک کر بیک کر کے لگا دو۔ آگے راستہ نہیں ہے۔'' انوار بولا۔

سرفراز نے گاڑی بیک کر کے لگا دی اور باغ کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا۔

کہرے میں لپٹا باغ بہت دن بعد دیکھا تھا۔ آج اسے باغ سے کوئی خوف محسوس نہیں ہوا۔ لیکن ایک عجیب سا سناٹا دونوں کے اندر خاموشی سے اتر آیا تھا جو باتیں کرنے کے باوجود ٹوٹ نہیں رہا تھا۔

دونوں جب جنات بابا والے پرانے درخت کے پاس سے گزر رہے تھے تو سرفراز نے اچانک رک کر انوار کا ہاتھ اتنے زور سے دبایا کہ دکھن ہڈیوں تک پہنچ گئی۔

انوار نے سرفراز کی طرف دیکھا۔ سرفراز نے آنکھ کے اشارے سے باغ کی بڑی

तब उसे यह ख़ामोश नहर सुनसान पटरी और सांए सांए करते बाग़ कितने भयानक लगते थे।

उस ने अचानक गाड़ी के ब्रेक लगाये हेडलाइट की रौशनी में एक बड़ा सा बन्दर हथेलियां ज़मीन पर टेके उन की तरफ़ देख कर खुर खुर कर रहा था। दोनों मुस्कुराए, बन्दर भाग कर दरख़्त पर चढ़ गया। ऊपर किसी गिद्ध ने पहलू बदला तो फड़फड़ाहट की आवाज़ हुई। सरफ़राज़ ने सोचा पहले इस फड़फड़ाहट से कितना डर लगता था।

"तो यह अहमद दुकानदार वाला मामला कब हुआ था ?"

"आज चार दिन हो गये"

"अरे .... " सरफ़राज़ की हथेलियां स्टेरिंग व्हील पर नम हो गईं।

"क्या हुआ ?" अनवार ने पूछा। हांलाकि उसे मालूम था कि क्या हुआ।

"नहीं कुछ नहीं यानी अभी बिल्कुल ताज़ा वाक़ेया है। कुछ पता लगा ?"

"पता क्या लगता। उलटे थाने— दार ने दफ़्न के बाद ही सब को डांटा कि जब ऐसे हालात चल रहे हैं तो सूरज मुर्दे घर से बाहर निकलने ही क्यों दिया ? अंधेरे में हमला करने वालो को मार कर भागने में सहूलत रहती है।"

पटरी से उतरते ही बाग़ सामने आ गया।

"गाड़ी यहीं रोक कर बैक कर के लगा दो। आगे रास्ता नहीं है" अनवार बोला सरफ़राज़ ने गाड़ी बैक कर के लगा दी और बाग़ के सामने जा कर खड़ा हो गया। कोहरे में लिपटा बाग़ बहुत दिन बाद देखा था। आज उसे बाग़ से कोई ख़ौफ़ महसूस नहीं हुआ लेकिन एक अजीब सा सन्नाटा दोनों के अन्दर ख़ामोशी से उतर आया था जो बाते करने के बावजूद टूट नहीं रहा था।

दोनों जब जिन्नात बाबा वाले पुराने दरख़्त के पास से गुज़र रहे थे तो सरफ़राज़ ने अचानक रुक कर अनवार का हाथ इतने ज़ोर से दबाया कि दुखन हड्डियों तक पहुंच गई।

अनवार ने सरफ़राज़ की तरफ़ देखा। सरफ़राज़ ने आंख के इशारे से बाग़ की बड़ी मेंढ की तरफ़ इशारा किया। अनवार को कुछ नज़र नहीं आया। अंधेरे में

مینڈھ کی طرف اشارہ کیا۔ انوار کو کچھ نظر نہیں آیا۔ اندھیرے میں وہ اس جگہ کا تعین بھی نہیں کر پایا جہاں سرفراز نے اشارہ کیا تھا۔

سرفراز نے اس بار اور بھی زیادہ زور سے ہاتھ دبایا اور اس کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑے پکڑے واپس مڑا اور کھینچنے والے انداز میں دوڑتا، گرتا، سنبھلتا باغ سے باہر نکلا۔ گاڑی میں انوار کو دھکیل کر گاڑی اسٹارٹ کی اور فل اسپیڈ پر نہر کی پٹری پر چڑھا کر پل پار کر کے پکی سڑک پر آ گیا۔ سرفراز شدید کھنچاؤ کے عالم میں گاڑی چلا رہا تھا۔ اس کا چہرہ ہولے ہولے کانپ رہا تھا اور پورا بدن پسینے سے شرابور ہو چکا تھا۔

''اب دور نکل آئے ہیں۔ بتاؤ تو سہی کیا بات تھی؟'' سرفراز نے گاڑی روک دی۔

''باغ کی مینڈھ پر درختوں کے درمیان ایک آدمی جھکا کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں کوئی ہتھیار تھا جسے وہ زمین پر ٹکائے ہوئے تھا۔''

वह उस जगह का तअय्युन[1] भी नहीं कर पाया जहां सरफ़राज़ ने इशारा किया था।

सरफ़राज़ ने इस बार और भी ज़्यादा ज़ोर से हाथ दबाया और उसका हाथ मज़बूती से पकड़े पकड़े वापस मुड़ा और खींचने वाले अंदाज में दौड़ता, गिरता, संभलता बाग़ से बाहर निकला। गाड़ी में अनवार को धकेल कर गाड़ी स्टार्ट की और फुल स्पीड पर नहर की पटरी पर चढ़ाकर पुल पार करके कच्ची सड़क पर आ गया। सरफ़राज़ शदीद[2] खिंचाव के आलम में गाड़ी चला रहा था उसका चेहरा हौले हौले कांप रहा था। और पूरा बदन पसीने से शराबोर हो चुका था।

"अब दूर निकल आये हैं। बताओ तो सही क्या बात थी?" सरफ़राज़ ने गाड़ी रोक दी।

"बाग़ की मेंढ पर दरख़्तो के दरमियान एक आदमी झुका खड़ा था उस के हाथ में कोई हथियार था जिसे वह ज़मीन पर टिकाये हुए था।"

1. निर्धारण 2. सख़्त (तीव्र)

انجم عثمانی

شہر گریہ کا مکیں

قصبے کے بڑے بڑے دالانوں والا پورا کا پورا گھر سنسان اور اندھیارا ہے۔ گھر میں آج وہ اکیلا ہے۔ سائیں سائیں کرتی خاموشی اور اتنے بڑے گھر کے لیے ناکافی ایک چھوٹی سی لالٹین کی روشنی میں وہ سارے گھر کو ایک نگاہ میں نہیں دیکھ سکتا۔

نہ جانے کیوں اس کا دل چاہتا ہے کہ وہ سارے کے سارے گھر کو یکبارگی دیکھ لے، جب کہ گھر کا ہر کونہ نہ صرف اس کا دیکھا ہوا بلکہ برتا ہوا بھی ہے...... کیونکہ یہ اسی کا گھر ہے.......... یہ بات اور کہ وہ پچھلے کئی برسوں سے اس گھر میں مقیم نہیں ہے، مگر ان برسوں میں ان گنت بار، ہر موسم، ہر وقت میں وہ کبھی جلدی جلدی، کبھی زیادہ وقفے وقفے سے اس گھر میں آتا اور رہتا رہا ہے اور آج بھی اپنے گھر میں رہنے ہی آیا ہے کہ پیدائش سے اب تک یہی گھر اس کیلیے پناہ گاہ رہا ہے۔

وہ آج دوپہر ہی رات بھر کا سفر کر کے شہر سے اپنے آبائی قصبے کے گھر میں آیا تھا...... جب وہ گھر پہنچا تو سب موجود تھے........ وہ گھر میں داخل ہوا تو اسے سب کے چہروں پر عجیب سی اداسی، گھبراہٹ، افراتفری اور خوف جیسی پرچھائیاں منڈلاتی محسوس ہوئیں........ قصبے کی حدود میں داخل ہوتے ہوئے بھی اسے ایسا ہی لگا تھا مگر گھر پہنچنے کی جلدی میں اس نے اس پر کوئی خاص توجہ نہ دی تھی۔

حسب عادت وہ جا کر ماں سے چمٹ گیا۔ ادھیڑ ہونے کو آیا تھا مگر ماں کو دیکھتے ہی عمر بھول جاتا تھا........... اسے محسوس ہوا کہ ماں کی دھڑکنوں میں بھی خوف شامل ہے۔

''کیا ہوا ماں؟'' ماں کے سینے سے لگے لگے اس نے پوچھا۔

''اچھا ہوا تو آ گیا'' ماں بولی:

अन्जुम उस्मानी

शहरे-गिरया का मकीं[1]

क़स्बे के बड़े बड़े दालानों वाला पूरा घर सुनसान और अंधियारा है। घर में आज वह अकेला है। सांय सांय करती ख़ामोशी और इतने बड़े घर के लिए नाकाफ़ी एक छोटी सी लालटेन की रौशनी में वह सारे घर को एक निगाह में नहीं देख सकता।

न जाने क्यों उस का दिल चाहता है कि वह सारे के सारे घर को यकबारगी[2] देख ले जब कि घर का हर कोना न सिर्फ़ उस का देखा हुआ ...... बल्कि बरता हुआ भी है...... क्योंकि यह उसी का घर है...... यह बात और कि वह पिछले कई बरसों से इस घर में मुक़ीम नहीं है, मगर इन बरसों में अंगिनत बार, हर मौसम, हर वक़्त में वह कभी जल्दी जल्दी कभी ज़्यादा वक़्फ़े वक़्फ़े से इस घर में आता और रहता रहा है और आज भी अपने घर में रहने ही आया है कि पैदाइश से अब तक यही घर उस के लिए पनाहगाह रहा है।

वह आज दोपहर ही रात भर का सफ़र कर के शहर से अपने आबाई[3] क़स्बे के घर में आया था......जब वह घर पहुंचा तो सब मौजूद थे...... वह घर में दाख़िल हुआ तो सब के चेहरे पर अजीब सी उदासी, घबराहट, अफ़रा तफ़री और खौफ़ की सी परछाईयां मंडलाती महसूस हुईं......। क़स्बे की हुदूद में दाख़िल होते हुए भी उसे ऐसा ही लगा था मगर घर पहुंचने की जल्दी में उस ने उस पर कोई ख़ास तवज्जोह न दी थी।

हसबे-आदत[4] वह जा कर मां से चिमट गया। अधेड़ होने को आया था मगर मां को देखते ही उम्र भूल जाता था......उसे महसूस हुआ कि मां की

---

1. रोने वाले शहर का वासी 2. एक बार में 3. पैतृक 4. आदत के अनुसार

''وہ کبوتر والے ماموں تھے نا............''

''ہاں، ہاں، وہ تو اب بہت ضعیف ہو چکے ہوں گے............''

''وہ آج صبح سدھار گئے، جنازہ عصر میں اٹھایا جائے گا، اچھا ہوا تو آ گیا، تیری بھی شرکت ہو جائے گی۔''

''اناللہِ............ اس کی زباں سے ادا ہوا۔''

کبوتر والے ماموں اگرچہ اس کے سگے ماموں نہ تھے مگر ان سے بچپن اور لڑکپن کی نہ جانے کتنی یادیں وابستہ تھیں

وہ سارے محلے کے ماموں تھے۔ مرغیاں، طوطے، بطخیں، بکریاں اور بہت سے کبوتر پال رکھے تھے اس لیے کبوتر والے ماموں کے نام سے مشہور ہو گئے تھے۔

شادی بیاہ ماموں نے کیا نہیں تھا۔ رشتے دار ان کے تھے نہیں، بس سارا محلّہ ان کا رشتے دار تھا............ گرمیوں کی لو والی دوپہروں اور جاڑے کی چاندنی راتوں میں ادھر ادھر گھومتے لڑکوں کو وہ ہانک ہانک کر گھر بھیجتے رہتے تھے محلّے کا کوئی بھی اجتماعی کام ہو، ماموں آگے آگے رہتے۔ ماموں کی شخصیت میں سب سے نمایاں چیز ان کی پاٹ دار آواز تھی۔ میلاد بہت پڑھتے تھے اور مسدس تو اتنا موثر پڑھتے تھے کہ محلے کی بیبیاں چق کے پیچھے بیٹھ کر فرمائشی طور پر ان سے سنتیں اور ٹپ ٹپ آنسو بہاتیں............ کرشن لیلا اور رام لیلا میں بڑے اہتمام سے حصہ لیتے............ بڑے شوق سے لڑکوں کو جمع کر کے پنڈال اور اسٹیج سجاتے، ماموں لہک لہک کر مکالمے دہراتے، جو کچھ کماتے ان ہی چیزوں پر خرچ کر ڈالتے............ ایک طرح سے محلے کی ہر سماجی اور تہذیبی ذمہ داری انھوں نے اپنے سر لے رکھی تھی۔ سب ان کی عزت بھی کرتے، ان سے ڈرتے بھی اور ان سے محبت بھی کرتے۔

''کیا ہوا تھا ماموں کو؟'' اس کے رندھے گلے سے آواز نکلی۔

''بیٹا وہ آندھی............''

''تو کیا یہاں بھی............''

''ہاں بیٹا اب تو یہاں بھی............''

धड़कनों में भी ख़ौफ़ शामिल है।

"क्या हुआ मां?" मां के सीने से लगे लगे उस ने पूछा।

"अच्छा हुआ तू आ गया" मां बोली।

"वह कबूतर वाले मामूं थे ना......"

"हाँ हाँ वह तो अब बहुत ज़ईफ़[1] हो चुके होंगे......"

वह आज सुबह सिधार गये, जनाज़ा असर में उठाया जाएगा, अच्छा हुआ तू आ गया, तेरी भी शिर्कत हो जाएगी,"

"इन्ना लिल्लाह[2]......" उस की ज़ुबान से अदा हुआ,

कबूतर वाले मामूं अगरचे उस के सगे मामूं न थे मगर उनसे बचपन और लड़क पन की ना जाने कितनी यादें वाबस्ता थीं,

वह सारे मोहल्ले के मामूं थे, मुर्ग़ियां, तोते, बत्तखें,बकरियां और बहुत से कबूतर पाल रखे थे इस लिए कबूतर वाले मामूं के नाम से मशहूर हो गए थे। शादी ब्याह मामूं ने किया नहीं था, रिश्तेदार उन के थे नहीं, बस सारा मोहल्ला उन का रिशतेदार था......गर्मियों की लू वाली दोपहरों और जाड़े की चान्दनी रातों में इधर उधर घूमते लड़कों को हांक-हांक कर घर भेजते थे, मोहल्ले का कोई भी इज्तेमाई काम हो मामूं आगे आगे रहते, मामूं की शख़सियत में सब से नुमायां चीज़ उनकी पाटदार आवाज़ थी...... मीलाद बहुत पढ़ते थे और मुसद्दस[3] तो इतना मोअस्सर पढ़ते थे कि मोहल्ले की बीवियां चिक़ के पीछे बैठकर फरमाइशी तौर पर उन से सुनतीं और टप टप आंसू बहातीं......कृष्ण लीला और राम लीला में बड़े एहतमाम से हिस्सा लेते......बड़े शौक़ से लड़को को जमा करके पिंडाल और स्टेज सजाते मामूं लहक लहक कर मुकालमे दोहराते, जो कुछ कमाते उन्हीं चीज़ो में ख़र्च कर डालते......एक तरह से मोहल्ले की हर समाजी और तहज़ीबी ज़िम्मेदारी उन्होंने अपने सर ले रखी थी, सब उनकी इज्ज़त भी करते, उन से डरते भी और उन से मोहब्बत भी करते।

"क्या हुआ था मामूं को?" उसके रून्धे गले से आवाज़ निकली

"बेटा वह आंधी ......"

---

1. बूढ़े 2. मौत की ख़बर मिलने पर पढ़ने वाली दुआ 3. छः पंक्तियों वाली कविता

''مگر ماموں تو رام لیلا...............''

''ہاں بیٹا پھر بھی ....اچھا ہوا تو آگیا اب کم از کم اپنے گھر میں .....''

سب کے چہرے زرد تھے.....

عصر کا وقت تھا، سب ہی ماموں کے جنازے میں شرکت کے لیے جانا چاہتے تھے۔

''گھر کو اکیلا چھوڑنا ٹھیک نہیں'' ماں بولی:

''کسی کو تو گھر میں ہونا چاہیے آج کل حالات..........''

''میں رہ جاتا ہوں گھر پر آپ سب ہو آیئے۔'' وہ جلدی سے بولا۔ اتنی جلدی سے کہ اس سے پہلے کوئی اور نہ بول پڑے۔

ایسا اس نے غیر اختیاری طور پر کیا تھا مگر کہنے کے بعد اسے لگا کہ اس نے ٹھیک کیا ہے۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ ماموں کے آخری دیدار کی وجہ سے اس کے ذہن اور آنکھوں میں موجود ماموں کی تصویر بکھر کر مردے میں تبدیل ہو جائے۔

اس نے ماموں کو سالہا سال سے نہیں دیکھا تھا، جب بھی وہ شہر سے گھر آتا تو اتنی جلدی میں ہوتا کہ کہیں اور جانے کا اتفاق کم ہی ہوتا۔

''ٹھیک ہے، سفر سے تھکے ہوئے بھی آئے ہو، ہم لوگ ہو آتے ہیں۔''

سب کے جانے کے بعد اس نے گھر میں ایک طرح کا سکون محسوس کیا، ہاتھ منہ دھویا اور صحن میں پڑے پلنگ پر دراز ہو گیا۔ تھکن کی وجہ سے اس کی آنکھ لگ گئی۔

آنکھ کھلی تو سورج غروب ہو رہا تھا۔ تاریکی نے درودیوار کو گھیرنا شروع کر دیا تھا۔ وہ پلنگ سے اٹھا اور لائٹ کا سوئچ کھولا مگر روشنی نہ ہوئی۔ ابھی اتنا اندھیرا نہ ہوا تھا کہ وہ چیزوں کو تلاش نہ کر پاتا۔

اسے معلوم تھا کہ لالٹین گھر کے کس کونے میں رکھی رہتی ہے۔ لالٹین جلا کر اس نے دالان کے در میں لگے ہک میں ٹانگ دی۔

''اب تو سب کو لوٹ آنا چاہیے تھا۔'' اس نے سوچا۔ اب اسے اکتاہٹ سی ہو رہی تھی۔ وہ ایک بار پھر پلنگ پر لیٹ گیا۔ اس کی آنکھیں دروازے پر تھیں۔

"तो क्या यहां भी......"

"हां बेटा अब तो यहां भी......"

"मगर मामूं तो रामलीला......"

"हां बेटा फिर भी अच्छा हुआ तू आ गया अब कमअज़ कम अपने घर में......"

सब के चेहरे ज़र्द थे......

असर का वक्त था सब ही मामूं के जनाज़े में शिरकत के लिए जाना चाहते थे,

"घर को अकेला छोड़ना ठीक नहीं" मां बोली,

"किसी को तो घर में होना चाहिये आज कल हालात......"

"मैं रह जाता हूं घर पर आप सब हो आइए" वह जल्दी से बोला, इतनी जल्दी से कि उससे पहले कोई और न बोल पड़े,

ऐसा उसने ग़ैर इख़्तेयारी तौर पर कहा था मगर कहने के बाद उसे लगा कि उसने ठीक किया है, वह नहीं चाहता था कि मामूं के आख़री दीदार की वजह से इस के ज़ेहन और आंखों में मौजूद मांमू की तस्वीर बिखर कर मुर्दे में तब्दील हो जाए।

उसने मामूं को सालहा साल से नहीं देखा था, जब भी वह शहर से घर आता तो इतनी जल्दी में होता कि कहीं और जाने का इत्तेफ़ाक़ कम ही होता।

"ठीक है सफ़र से थके हुए भी आए हो हम लोग हो आते हैं।"

सब के जाने के बाद उसने घर में एक तरह का सुकून महसूस किया, हाथ मुंह धोया और सेहन में पड़े पलंग पर दराज़ हो गया, थकन की वजह से उस की आंख लग गई।

आंख खुली तो सूरज गुरूब[1] हो रहा था, तारीकी ने दरोदीवार को घेरना शुरू कर दिया था, वह पलंग से उठा और लाइट का स्विच खोला मगर रौशनी न हुई, अभी इतना अंधेरा न हुआ था कि वह चीज़ों को तलाश न कर पाता।

उसे मालूम था कि लालटेन घर के किस कोने में रखी रहती है, लालटेन जला कर उसने दालान के दर में लगे हुक में टांग दी।

---

1. सूर्यास्त

تھوڑی دیر بعد لالٹین خود بخود بھبھکنے لگی۔

''شاید تیل ختم ہو رہا ہو گا یا پھر اوپر ٹنگی ہونی کی وجہ سے ہوا سے لو تھر تھرا رہی ہوگی۔''

وہ اٹھا۔ لالٹین اتاری۔

''تیل تو ٹھیک ہے۔''

اب لالٹین کو اس نے نیچے رکھ دیا اور پاس بیٹھ کر ٹمٹماتی لو کو دیکھنے لگا۔ دفعتاً اسے لگا کہ گھر کے باہر تیز آندھی چل رہی ہے۔ بھاری بھاری بوٹوں اور نعروں کی آوازیں دور سے آتی سنائی دے رہی ہیں۔ اس نے دروازے کی طرف کان لگا دیے مگر سناٹے کے سوا کچھ سنائی نہ دیا۔

اب وہ سچ مچ اکتا چکا تھا۔ وقت گزاری کے لیے اس نے عادتاً گھر میں کتاب تلاش کرنی شروع کر دی......... ہاتھ میں لالٹین لٹکائے وہ کتاب تلاش کرتا پھر رہا تھا۔ جہاں جہاں وہ لالٹین لے کر جاتا گھر کا باقی حصہ اندھیرے میں ڈوب جاتا۔ اسے اپنے ہی گھر میں خوف کا احساس ہونے لگا جب کہ وہ بچپن سے نہ جانے کتنی بار اس گھر میں اکیلا رہ چکا تھا۔ اسے پورے گھر میں کبھی بھی اکیلے رہنا برا نہیں لگتا تھا بلکہ ایک طرح کی طمانیت کا سا احساس ہوتا تھا۔ مگر آج اسے ڈر لگ رہا تھا۔

''بڑے شہر کے چھوٹے سے مکان میں رہتے رہتے مجھے اتنے بڑے گھر میں تنہا رہنے کی شاید عادت نہیں رہی۔'' اس نے سوچا اور دالان میں بنی ایک الماری کے پٹ کھولنے لگا۔

وہ جانتا تھا کہ گھر میں کہیں اور کتاب ہو یا نہ ہو دادا کی الماری میں ضرور کتابیں ہوں گی۔

اس نے الماری کے پٹ کھولے تو کتابوں کے بجائے کئی عدد چوہے، کچھ خالی ڈبے اور لوہے کے کچھ پرانے کل پرزے اس پر الٹ پڑے۔

اسے لگا کہ بہت سارے مردے کفن سمیت اس پر گر پڑے ہیں۔ آندھی کے جھکڑ باہر سے گھر میں گھس آئے ہیں۔

زمین پر دھری لالٹین الٹ کر بھبھکنے لگی............ خوف اسے جکڑ چکا تھا۔

"अब तो सब को लौट आना चाहिये था," उसने सोचा अब उसे उकताहट सी हो रही थी, वह एक बार फिर पलंग पर लेट गया, उसकी आंखें दरवाज़े पर थीं।

थोड़ी देर बाद लालटेन खुद बखुद भभकने लगी।

शायद तेल ख़त्म हो रहा होगा या फिर ऊपर टंगी होनी की वजह से हवा से लौ थरथरा रही होगी।

वह उठा। लालटेन उतारी।

तेल तो ठीक है।

अब लालटेन को उसने नीचे रख दिया और पास बैठ कर टिमटमाती लौ को देखने लगा, दफ़अतन[1] उसे लगा कि घर के बाहर तेज़ आंधी चल रही है, भारी भारी बूटों और नारों की आवाज़ें दूर से आती सुनाई दे रही हैं, उस ने दरवाज़े की तरफ़ कान लगा दिए मगर सन्नाटे के सिवा कुछ सुनाई न दिया।

अब वह सचमुच उक्ता चुका था,वक़्त गुज़ारी के लिए उस ने आदतन घर में किताब तलाश करना शुरू कर दी......हाथ में लालटेन लटकाए वह किताब तलाश करता फिर रहा था, जहां जहां वह लालटेन लेकर जाता घर का बाक़ी हिस्सा अंधेरे में डूब जाता, उसे अपने ही घर में ख़ौफ़ का एहसास होने लगा जबकि बचपन से नाजाने कितनी बार वह घर में अकेला रह चुका है उसे पूरे घर में कभी भी अकेले रहना बुरा नहीं लगता था बल्कि एक तरह की तमानीयत[2] का एहसास होता था मगर आज उसे डर लग रहा था।

बड़े शहर के छोटे से मकान में रहते रहते मुझे इतने बड़े घर में तनहा रहने की शायद आदत नहीं रही उस ने सोचा और दालान में बनी एक अलमारी के पट खोलने लगा।

वह जानता था कि घर में कहीं और किताब होया न हो दादा की अलमारी में ज़रूर किताबें होंगी।

उस ने अलमारी के पट खोले तो किताबों की बजाए कई अदद् चूहे, कुछ खाली डिब्बे और लोहे के कुछ पुराने कलपुर्ज़े उस पर उलट पड़े।

उसे लगा के बहुत सारे मुर्दे कफ़न समेत उस पर गिर पड़े हैं, आंधी के

1. अचानक 2. सुकून

کانپتے ہاتھوں سے گری ہوئی لالٹین کو اس نے سیدھا کیا، دونوں ہاتھوں کا بوجھ گھٹنوں پر ڈال کر اٹھ کھڑا ہوا۔ .... اور لالٹین ہاتھ میں لٹکائے دروازے کی طرف ایسے بڑھنے لگا جیسے جنازے کے آگے چل رہا ہو۔

لالٹین بہت زوروں سے بھبھک رہی ہے بلکہ جلنے بجھنے کے درمیان قریب المرگ کی طرح سانسیں لے رہی ہے، قصبے کے بڑے دالانوں والا گھر سنسان اور اندھیارا ہے............ اور وہ تھرتھراتی لو کو بجھنے سے روکنے کی کوشش میں گھر کی دہلیز پر بیٹھا کانپ رہا ہے۔

झक्कड़ बाहर से घर में घुस आये हैं।

ज़मीन पर धरी लालटेन उलट कर भभकने लगी......ख़ौफ़ उसे जकड़ चुका था। कांपते हाथों से गिरी हुई लालटेन को उस ने सीधा किया, दोनों हाथों का बोझ घुटनों पर डाल कर उठ खड़ा हुआ......और लालटेन हाथ में लटकाए दरवाज़े की तरफ़ ऐसे बढ़ने लगा जैसे जनाज़े के आगे चल रहा हो।

लालटेन बहुत ज़ोरों से भभक रही है बल्कि जलने बुझने के दरमियान क़रीबुलमर्ग[1] की तरह सांसें ले रही है, क़स्बे के बड़े दालानों वाला घर सुन्सान और अंधियारा है...... और वह थरथराती लौ को बुझने से रोकने की कोशिश में घर की दहलीज़ पर बैठा कांप रहा है।

1. मौत के क़रीब

ساجد رشید

چادر والا آدمی اور میں

سمندری ہواؤں سے مرطوب بمبئی کا حبس، کمپارٹمنٹ میں موجود ہر شخص کے چہرے پر پیچ پیچ پسینے کی شکل میں جھلک رہا تھا۔ تھوڑی تھوڑی دیر سے پسینہ پونچھنے کے لیے رومال جیب سے نکالنا پڑ رہا تھا، جسے دن بھر کی گرمی اور پسینے اور فضا میں تیرتے پٹرول اور ڈیزل کے کاربن نے مٹ میلا اور گیلا کر دیا تھا۔ میں نے رومال کو اپنی شرٹ کی کالر کے پیچھے پھیلا کر رکھ لیا تھا اور دائیں ہاتھ کی آستین سے منہ پونچھ لیتا تھا جس سے میں نے سہارے کے لیے لوہے کی راڈ پکڑ رکھی تھی۔ لوکل ٹرین کے تمام ڈبوں میں جگہ نہ ملنے کی وجہ سے کھڑے رہنے والے مسافروں کے سہارے کے لیے یہ راڈ لگائی گئی تھی۔ آج دوپہر ہی سے میرا دائمی قبض ابھر آیا تھا اور رہ رہ کر گیس میرے معدے سے نکل کر سینے تک ایسے رینگ جاتی جیسے کوئی سوئی انتڑیوں میں حرکت کر رہی ہو۔ گیس کا یہ چبھتا درد جب بھی اٹھتا میں سامنے کی بینچ پر اطمینان سے سو رہے اس شخص کو غصے سے ضرور دیکھ لیتا جس نے سر سے پیر تک چادر تان رکھی تھی۔ اس طرح سے اس نے خود کو اطراف کے ماحول سے یکسر لاتعلق کر لیا تھا۔ گویا وہ چادر نہ ہو بلکہ بے شرمی کا خول ہو۔ میں ریاحی درد کا برسوں سے مریض ہوں بڑے شہر کی ہنگامہ خیز زندگی کا یہ ایک ایسا تحفہ ہے جو روزگار کے ساتھ ایسے ہی ملتا ہے جیسے شیمپو کے ساتھ میں مفت پلاسٹک کا کوئی چمچہ......! جب درد کی سوئی دل کی طرف رینگتی ہے تو ایسا لگتا ہے جیسے دل کا دورہ پڑنے والا ہو۔ ایسے میں بیٹھ یا لیٹ کر پیر پھیلانے کی خواہش ہوتی ہے۔

بمبئی کی سڑی گرمی میں کسی شخص کا لوکل ٹرین کے فرسٹ کلاس کمپارٹمنٹ میں اس قدر اطمینان سے سونا ایک حیرت ناک واقعہ تھا۔ اس واقعے کا تحیر ہر اس مسافر کے چہرے

साजिद रशीद

चादर वाला आदमी और मैं

समुंदरी की हवाओं से मरतूब[1] बम्बई का हब्स, कम्पार्टमैन्ट में मौजूद हर शख़्स के चेहरे पर पिचपिचे पसीने की शक्ल में झलक रहा था। थोड़ी थोड़ी देर से पसीना पोंछने के लिए रूमाल जेब से निकालना पड़ रहा था जिसे दिन भर की गर्मी और पसीने और फ़िज़ा में तैरते पैट्रोल और डीज़ल के कार्बन नें मट मैला और गीला कर दिया था। मैंने रूमाल को अपनी शर्ट के कालर के पीछे फैला कर रख लिया था और दाएं हाथ की आस्तीन से मुंह पोंछ लेता था जिससे मैंने सहारे के लिए लोहे की वह राड पकड़ रखी थी। लोकल ट्रेन के तमाम डिब्बों में जगह न मिलने की वजह से खड़े रहने वाले मुसाफ़िरों के सहारे के लिए यह राड लगाई गई थी। आज दोपहर ही से मेरा दाएमी[2] क़ब्ज़ उभर आया था और रह रह कर गैस मेरे मेदे से निकल कर सीने तक ऐसे रेंग जाती जैसे कोई सूई अतड़ियों में हरकत कर रही हो। गैस का यह चुभता दर्द जब भी उठता मैं सामने की बेंच पर इत्मीनान से सो रहे उस शख़्स को गुस्से से ज़रूर देख लेता जिस ने सर से पैर तक चादर तान रखी थी, इस तरह से उसने ख़ुद को अतराफ़ के माहौल से यक्सर[3] लातअल्लुक कर लिया था। गोया वह चादर न हो बल्कि बेशर्मी का ख़ोल हो। मैं रेयाही दर्द का बरसों से मरीज़ हूं बड़े शहर की हंगामा खेज़ ज़िंदगी का यह ऐसा तोहफ़ा है जो रोज़गार के साथ ऐसे ही मिलता है जैसे शैम्पू के साथ मुफ़्त पलास्टिक का कोई चम्चा...... । जब दर्द की सूई दिल की तरफ़ रेंगती है तो ऐसा लगता है जैसे दिल का दौरा पड़ने वाला हो। ऐसे में बैठ या लेट कर पैर फैलाने की ख़्वाहिश होती है।

बम्बई की सड़ी गर्मी में किसी शख़्स का लोकल ट्रेन के फ़र्स्ट क्लास कम्पार्टमेंट में इस क़दर इत्मीनान से सोना एक हैरतनाक वाक़ेआ[4] था, इस वाकेआ का तहय्युर[5] हर उस मुसाफ़िर के चेहरे पर अयां[6] था जो सीट की

---

1. आद्र 2. हमेशा का 3. बिल्कुल 4. घटना 5. हैरत 6. स्पष्ट

پر عیاں تھا جو سیٹ کی خواہش میں پہلو بدلتے ہوئے لوہے کی راڈ سے کسی چمگادڑ کی طرح لٹکا ہوا تھا۔ لیکن کسی نے بھی اپنی اس حیرت کو انجام تک پہنچانے کے لیے اس سونے والے شخص کو جھنجھوڑ کر اٹھانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اول درجے کے مسافروں کی نفسیات دوسرے درجے کے مسافروں سے کتنی مختلف ہوتی ہے اس کا اندازہ مجھے تین چار مہینے قبل اس وقت ہوا تھا جب تین برسوں تک دوسرے درجے میں سفر کرتے رہنے کے بعد حالات نے مجھے پہلے درجے کا مسافر بننے پر مجبور کر دیا تھا۔

دوسرے درجے میں تین لوگوں کی سیٹ پر چوتھے آدمی کو تو چوتڑ ٹیکنے کی جگہ مل جاتی تھی لیکن اول درجے میں یہ جگہ کشادہ سیٹ کے باوجود نہیں ملتی۔ فرسٹ کلاس کے مسافر سیٹ پر بیٹھتے ہی پشت سے سر لگا کر آنکھیں بند کر لیتے ہیں اس طرح وہ سو جاتے ہیں یا سونے کی اداکاری کر کے بھی سیٹ بانٹنے کے اخلاقی فرض سے بچ جاتے ہیں۔ سیکنڈ کلاس میں بڑا شور شرابا اور ہنگامہ رہتا ہے۔ روز کے مسافر ایک دوسرے کے سکھ دکھ کی خبر ضرور رکھتے۔ سالگرہ اور پرموشن کی خوشیاں ڈبے کے تمام مسافروں میں مٹھائی کی صورت تقسیم ہوتیں۔ میں جس ڈبے میں سفر کرتا تھا اس میں بھجن منڈلی بھی ہوتی۔ سرکاری اور غیر سرکاری دفاتر میں کلاس فور کے ملازموں کا یہ ایک گروپ تھا جو دن بھر کی تھکن اور زندگی کی کلفتوں کو چیخ چیخ کر بھجن گا کر بھولنے کی کوشش کرتا تھا۔ بھجن کے دوران ہی پرساد بھی تقسیم ہوتا۔ پرساد کے لیے ہر روز چندہ ہوتا۔ چندے میں میں بھی شریک تھا۔ پہلے روز تو میرے اندر کے مذہبی مسلمان نے ناگواری کے شکنجے سے میرے جبڑوں کو جکڑ دیا تھا لیکن پھر خیال ہوا تھا کہ میں سنّی مسلمان نہ ہوتے ہوئے بھی جس طرح نذر و نیاز میں شرکت کرتا ہوں اسی طرح اپنے ہندو مسافر ساتھیوں سے خوشگوار رفاقت کے لیے پرساد کا چندہ دینے میں کون سا گناہ ہے۔ ابتدائی تین چار ہفتوں تک تو کسی کو پتہ ہی نہیں تھا کہ میں کون ہوں۔ کمپارٹمنٹ میں بے شمار ایسے لوگ بھی تھے جو تین چار برسوں سے ایک ساتھ سفر کر رہے تھے لیکن ان کا آپس میں کوئی تعارف نہیں تھا اور نہ ہی وہ کسی سے راہ و رسم بڑھانا پسند کرتے تھے۔ فرسٹ کلاس کمپارٹمنٹ میں تو روز برسوں ایک دوسرے کے سامنے بیٹھنے والے مسافر آپس میں گفتگو کی ضرورت ہی نہیں محسوس کرتے تھے۔ کوئی سونے لگتا تو

ख़्वाहिश में पहलू बदलते हुए लोहे की राड से किसी चमगादड़ की तरह लटका हुआ था। लेकिन किसी ने भी अपनी इस हैरत को अंजाम तक पहुंचाने के लिए उस सोने वाले शख़्स को झिनझोड़ कर उठाने की कोशिश नहीं की थी। अव्वल दर्जे के मुसाफ़िरों की नफ़्सियात दूसरे दर्जे के मुसाफ़िरों से कितनी मुख़्तलिफ होती है। इस का अंदाज़ा मुझे तीन चार महीने क़बल उस वक़्त हुआ जब तीन बरसों तक दूसरे दर्जे में सफ़र करते रहने के बाद हालात ने मुझे पहले दर्जे का मुसाफ़िर बनने पर मजबूर कर दिया था।

दूसरे दर्जे में तीन लोगों की सीट पर चौथे आदमी को तो चूतड़ टेकने की जगह मिल जाती थी लेकिन अव्वल दर्जे में यह जगह कुशादह[1] सीट के बावजूद नहीं मिलती। फर्स्ट क्लास के मुसाफ़िर सीट पर बैठते ही पुश्त से सर लगा कर आखें बंद कर लेते हैं इस तरह वह सो जाते हैं या सोने की अदाकारी कर के किसी से भी सीट बांटने के अख़लाकी फ़र्ज से बच जाते हैं। सेकेंड क्लास में बड़ा शोर शराबा और हंगामा रहता। रोज़ के मुसाफ़िर एक दूसरे के सुख दुख की ख़बर ज़रूर रखते, सालगिरह और प्रोमोशन की खुशियां डिब्बे के तमाम मुसाफिरों में मिठाई की सूरत में तक्सीम होतीं। मैं जिस डिब्बे में सफ़र करता था उस में भजन मंडली भी होती। सरकारी और ग़ैर सरकारी दफ़ातिर में क्लास फ़ोर के मुलाज़िमों का यह एक ग्रुप था जो दिन भर की थकन और जिन्दगी की कुल्फ़तों[2] को चीख़ चीख़ कर भजन गा कर भुलाने की कोशिश करता था। भजन के दौरान ही प्रसाद भी तक़सीम होता, प्रसाद के लिए हर रोज चंदा होता, चंदे में मैं भी शरीक था। पहले रोज़ तो मेरे अंदर के मज़हबी मुसलमान ने नागवारी के शिकंजे से मेरे जबड़ों को जकड़ दिया था लेकिन फिर ख़्याल हुआ था कि मैं सुन्नी मुसल्मान न होते हुए भी जिस तरह नज़रो-नियाज़[3] में शिरकत करता हूं उसी तरह अपने हिन्दू मुसाफ़िर साथियों से खुशगवार रफ़ाक़त[4] के लिए प्रसाद का चंदा देने में कौन सा गुनाह है। इब्तेदाई तीन चार हफ़्तों तक तो किसी को पता ही नहीं चला था कि मैं कौन हूं। कम्पार्टमेन्ट में बेशुमार ऐसे लोग भी थे जो तीन चार बरसों से एक साथ सफ़र कर रहे थे लेकिन उनका आपस में कोई ताअरुफ़[5] नहीं था। और न ही वह किसी से राहोरस्म बढ़ाना पसंद करते थे। फर्स्ट क्लास कम्पार्टमैन्ट में तो रोज़ बरसों एक दुसरे के सामने बैठने वाले मुसाफ़िर आपस में गुफ़तगू की ज़रूरत ही नहीं महसूस करते थे। कोई सोने लगता

1. विस्तृत 2. परेशानियों 3. भेंट-चढ़ावा 4. साथ 5. परिचय

کوئی اخبار پڑھنے لگتا چند گروپ ایسے تھے جن کی دوستی تاش کی گڈی میں پھینٹے جانے والے بادشاہ بیگم اور غلام کی ہار جیت سے وابستہ تھی۔ ادھر اسٹیشن آیا ادھر کھیل ختم اور دوستی آئندہ تیرہ چودہ گھنٹوں تک کے لیے ملتوی!

کمپارٹمنٹ کے مسافروں کو جب پتہ چلا تھا کہ میں مسلمان ہوں تو بھجن منڈلی کے ساتھیوں نے بڑے اشتیاق سے پوچھا ''تمھاری عید کب ہے؟''

''شاید چھ سات مہینے بعد......'' ''ہم تمھارے تہوار پر پرساد بانٹیں گے'' منڈلی کے بھجن گائیک رگھونند نے بڑی اپنائیت سے کہا تھا۔

''نہیں ہم مسلمان عید میں اپنے دوستوں اور رشتے داروں کو میٹھا کھلاتے ہیں۔ اس لیے آپ نہیں میں آپ لوگوں کو عید کی مٹھائی کھلاؤں گا۔''

''اچھا'' رگھونند نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے ہنس کر کہا۔ ''بالکل اپنی دیوالی کے جیسا ہے ان کا بھی۔'' ''ہاں......اور ہم لوگ اپنے سے چھوٹوں کو عیدی دیتے ہیں یعنی گفٹ......'' ''اچھا'' رگھونند پھر ہنسا۔ ''بالکل ہماری دیوالی کی رسم کے جیسا۔''

دو تین مہینوں کے درمیان میری وہ مذہبی سخت گیری جسے بھجن کیرتن ساعت پر شور معلوم ہوتا تھا اسے......

جے جگدیش ہرے سوای جے جگدیش ہرے بھگت جنو ں کے سنکٹ پل میں دور کرے۔ دل کے تاروں کو چھیڑنے والا ایک دل گداز نغمہ معلوم ہونے لگا تھا۔

چند ہی روز میں ہم سب ایک دوسرے سے اتنے مانوس ہو گئے تھے جیسے برسوں کی یاری ہو۔ لوکل ٹرین کے دوسرے درجے کے مسافرں کی یہ تہذیب ہے کہ وہ اپنے اپنے گروپ کے ایسے ساتھی کو جو دیر سے آتا، آدھے سفر تک کے لیے سیٹ دے دیتے ہیں اس طرح سب کو بیٹھنے کا موقع مل جاتا ہے۔ میں اکثر دیر سے پہنچتا اور رگھونند مجھے دیکھ کر ''آ گیا اپنا میاں بھائی'' کہہ کر سیٹ چھوڑ دیتا۔ اس کے میاں بھائی کہنے میں مجھے حقارت نہیں اپنائیت محسوس ہوتی لیکن بابری مسجد کے سانحے کے تقریباً دو ہفتوں کے بعد جب میں ڈبے میں سوار ہوا تھا تو مجھے ایسا محسوس ہوا تھا جیسے میرے داخل ہوتے ہی ڈبے میں سناٹا چھا گیا ہو۔ رگھونند جو ہمیشہ مجھے دیکھ کر سیٹ چھوڑ دیا کرتا تھا وہ اپنی جگہ بیٹھا رہا اور

तो कोई अख़बार पढ़ने लगता चंद ग्रुप ऐसे थे कि जिनकी दोस्ती ताश की गड्डी में फेटे जाने वाले बादशाह बेगम और ग़ुलाम की हार जीत से वाबस्ता[1] थी। इधर स्टेशन आया उधर खेल ख़त्म और दोस्ती भी आइन्दा तेरह चौदह घंटों तक के लिए मुल्तवी।

कम्पार्टमैन्ट के मुसाफ़िरों को जब पता चला था कि मैं मुसलमान हूं तो भजन मंडली के साथियों ने बड़े इश्तियाक़ से पूछा था। "तुम्हारी ईद कब है?"

"शायद छः सात महीने बाद"...... "हम तुम्हारें त्योहार पर प्रसाद बाटेंगे।"

मंडली के भजन गायक रघुनन्द ने बड़ी अपनाइयत से कहा था।

"नहीं, हम मुसलमान ईद में अपने दोस्तों और रिश्तेदारों को मीठा खिलाते हैं, इस लिए आप नहीं मैं आप लोंगों को ईद की मिठाई खिलाउंगा।"

"अच्छा" रघुनन्द ने अपने साथियों की तरफ़ देखते हुए हंस कर कहा। बिल्कुल अपनी दीवाली के जैसा है उन का भी," "हां ......और हम लोग अपने से छोटों को ईदी देते है यानी गिफ्ट...... " "अच्छा" रघुनन्द फिर हंसा, "बिल्कुल हमारी दीवाली की रस्म के जैसा।"

दो तीन महीने के दरमियान मेरी वह मज़हबी सख़्त गिरी जिसे भजन कीर्तन समाअत[2] पर शोर मालूम होता था उसे......

जय जगदीश हरे स्वामी, जय जगदीश हरे, भगत जनो के संकट पल में दूर करे दिल के तारों को छेड़ने वाला एक दिल गुदाज़ नग़मा मालूम होने लगा था।

चंद ही रोज़ में हम सब एक दूसरे से इतने मानूस हो गए थे जैसे बरसों की यारी हो। लोकल ट्रेन के दूसरे दर्जे के मुसाफ़िरों की यह तहज़ीब है कि वह अपने अपने ग्रुप के ऐसे साथी को जो देर से आता, आधे सफ़र तक के लिए सीट दे देते हैं इस तरह सब को बैठने का मौक़ा मिल जाता है। मैं अक्सर देर से पहुंचता और रघुनन्दन मुझे देख कर "आ गया अपना मियां भाई," कह कर सीट छोड़ देता। उस के मियां भाई कहने में मुझे हक़ारत[3] नहीं अपनाइयत महसूस होती। लेकिन बाबरी मस्जिद के सान्हे[4] के तक़रीबन दो हफ़्तों के बाद जब मैं डिब्बे में सवार हुआ था तो मुझे ऐसा महसूस हुआ था जैसे मेरे दाख़िल होते ही डिब्बे में सन्नाटा छा गया हो। रघुनन्द जो हमेशा मुझे देख कर सीट छोड़ दिया करता था वह अपनी जगह बैठा रहा और खिड़की से बाहर देखने लगा था। रघुनन्द के भजन के बाद

1. जुड़ी 2. सुनने की क्षमता 3. घृणा 4. घटना

کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا تھا۔ رگھونند کے بھجن کے بعد دوسرے روز جب پرساد کے لیے چندہ مانگا گیا تو مجھے نظر انداز کر دیا گیا۔ میں نے صاف محسوس کیا کہ یہ اتفاق نہیں تھا کیوں کہ مجھے پرساد بھی نہیں دیا گیا۔ ایک دوسرے سے لاتعلق ہو جانے کی کوشش کا نتیجہ تھا میرا فرسٹ کلاس کا سیزن ٹکٹ......!

گاڑی کی رفتار کم ہونے لگی تھی۔ میں نے دروازے کے باہر دیکھا۔ اندھیرے میں پیچھے چھوٹتے بجلی کے قمقموں اور نیون سائن بورڈ سے میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ دادر اسٹیشن قریب آرہا ہے۔ درد کی چبھن بدستور تھی اگر چہ یہ درد نا قابل برداشت تو نہ تھا لیکن جوتے میں رہ جانے والے کسی کنکر کی طرح پریشان کن ضرور تھا۔ اسٹیشن پر اترنے کے لیے چار پانچ لوگ اٹھے تو فوراً ہی کھڑے ہوئے لوگوں میں سے سات آٹھ لوگ جگہ پکڑنے کے لیے لپکے میں پھر اس سوئے ہوئے شخص کی طرف دیکھنے لگا۔ جی میں آیا کہ باپ کا گھر سمجھ کر سونے والے کی چادر کھینچ کر پھینک دوں اور اس کا گریبان پکڑ کر پوری قوت سے ایسے اٹھا لوں جیسے خرگوش کو کان سے پکڑ کر اٹھاتے ہیں...... پھر مجھے اخبار کی وہ خبر یاد آگئی کہ ویسٹرن لائن کی لوکل ٹرین میں ایک غنڈہ شراب کے نشے میں دھت، سیٹ پر لیٹا گالیاں بک رہا تھا۔ ایک نوجوان جو اپنی بیوی بچوں کے ساتھ اس کی سامنے والی سیٹ پر بیٹھا تھا ضبط نہ کر سکا اور اس نے اسے ڈانٹ دیا شرابی نے اٹھ کر جیب میں سے چاقو نکالا اور اس نوجوان کے پیٹ میں گھونپ دیا عورت اور بچوں کی چیخیں نکل گئیں۔ دوسرے مسافر حیرت سے پھٹی آنکھوں سے یہ منظر دیکھتے رہ گئے۔ نشے سے جھولتے اس آدمی کو نہ کسی نے پکڑا اور نہ کسی نے چین کھینچی۔ چاقو کے وار سے اپنی بیوی کی گود میں لڑھک جانے والے نوجوان کے شانے پر شرابی نے چاقو کا پھل پونچھا اور چاقو پتلون کی جیب میں ڈال کر ڈیڑھ دومنٹ کے بعد آنے والے اسٹیشن پر وہ گاڑی کے رکنے سے قبل ہی چھلانگ مار کر بھیڑ میں گہرے پانی میں گرنے والے پتھر کی طرح غائب ہوگیا......

دادر اسٹیشن پر گاڑی کے رکتے ہی جتنے لوگ اترے اس سے بھی زیادہ لوگ ڈبے میں گھس آئے۔ آج سنیچر کا دن تھا۔ شہر کے تمام سرکاری دفاتر میں آدھے دن کی چھٹی ہوتی ہے عام طور پر رات کے دس بجے تک لوکل ٹرینیں ایسے بھری رہتی ہیں جیسے آبادی کا انخلاء

दूसरे रोज़ जब प्रसाद के लिए चंदा मांगा गया तो मुझे नज़र अन्दाज़ कर दिया गया। मैंने साफ़ महसूस किया कि यह इत्तेफ़ाक़ नहीं था क्योंकि मुझे प्रसाद भी नहीं दिया गया। एक दूसरे से लातअल्लुक़ हो जाने की कोशिश का नतीजा था मेरा फर्स्ट क्लास का सीज़न टिकट......!

गाड़ी की रफ़्तार कम होने लगी थी। मैंने दरवाज़े के बाहर देखा, अंधेरे में पीछे छूटते बिजली के क़ुमक़ुमों और न्यून साइन बोर्ड से मैंने अन्दाज़ा लगा लिया था कि दादर स्टेशन क़रीब आ रहा है। दर्द की चुभन बदस्तूर थी अगरचे यह दर्द नाक़ाबिले बरदाश्त तो न था। लेकिन जूते में रह जाने वाले किसी कंकर की तरह परेशान कुन ज़रूर था। स्टेशन पर उतरने के लिए चार पांच लोग उठे तो फ़ौरन ही खड़े हुए लोगों में से सात आठ लोग जगह पकड़ने के लिए लपके मैं फिर उस सोये हुए शख़्स की तरफ़ देखने लगा। जी में आया कि बाप का घर समझ कर सोने वाले की चादर खींच कर फेंक दूं और उस का गिरेबान पकड़ कर पूरी कुवत से ऐसे उठा लूं जैसे ख़रगोश को कान से पकड़ कर उठाते हैं......फिर मुझे अख़बार की वह ख़बर याद आ गई कि वेस्टर्न लाइन की लोकल ट्रेन में एक गुंडा शराब के नशे में धुत, सीट पर लेटा गालियां दे रहा था एक नौजवान जो अपनी बीवी बच्चों के साथ उस की सामने वाली सीट पर बैठा था ज़ब्त न कर सका और उस ने उसे डांट दिया। शराबी ने उठ कर जेब में से चाक़ू निकाला और उस नौजवान के पेट में घोंप दिया औरत और बच्चों की चीखें निकल गई। दूसरे मुसाफ़िर हैरत से फटी आंखों से यह मंज़र देखते रह गए। नशे से झूलते उस आदमी को न किसी ने पकड़ा और न ही किसी ने गाड़ी की चैन खींची। चाक़ू के वार से अपनी बीवी की गोद में लुढ़क जाने वाले नौजवान के शाने पर शराबी ने चाक़ू का फल पोंछा और चाक़ू पतलून की जेब में डाल कर ढेड़ दो मिनट बाद आने वाले स्टेशन पर वह गाड़ी के रुकने से क़ब्ल ही छलांग मार कर भीड़ में गहरे पानी में गिरने वाले पत्थर की तरह ग़ायब हो गया......

दादर स्टेशन पर गाड़ी के रुकते ही जितने लोग उतरे उस से भी ज़्यादा लोग डिब्बे में घुस आये। आज सनीचर का दिन था। शहर के तमाम सरकारी दफ़ातिर में आधे दिन की छुट्टी होती है आम तौर पर रात के दस बजे तक लोकल ट्रेने ऐसे भरी रहती हैं जैसे आबादी का इन्ख़ला[1] हो रहा हो। सनीचर और छुट्टी के दिनों

---

1. प्लायन

ہو رہا ہو۔ سنیچر اور چھٹی کے دنوں میں لوکل ٹرینوں میں اطمینان سے کھڑے رہنے کی جگہ مل جاتی ہے اور رات میں بیٹھنے کے لیے بھی کوئی جدو جہد نہیں کرنی پڑتی۔

ٹرین اسٹیشن سے نکل کر کچھ دور چل کر ہانپتے ہوئے رک گئی۔ پٹریوں کی دوسری طرف اونچی عمارتوں کے جنگل میں بجلی کے جگنو ٹمٹا رہے تھے۔ ٹرین کے رک جانے کی وجہ سے حبس بڑھ گیا تھا۔ دو سیٹوں کے درمیان کے گینگ وے میں میرے علاوہ چار پانچ لوگ ہی راڈ کا سہارا لیے کھڑے تھے اور دادر اسٹیشن پر ڈبے میں سوار ہونے والا پولیس کانسٹیبل دروازے پر کھڑا ہوا کھا رہا تھا۔ اگر آج سنیچر نہ ہوتا اور رات ساڑھے نو کا وقت نہ ہوتا تو دم گھونٹ دینے والے حبس میں ڈبے میں کھڑے رہنا دشوار ہو جاتا۔ دفتر کے دو کلرک متعدی بخار کی وجہ سے چھٹی پر تھے اور پیر کے روز پھلوں کا ایک کنسائنمنٹ صبح کی فلائٹ سے جدہ بھیجنا تھا۔ درمیان میں اتوار کی چھٹی کی وجہ سے فلائٹ میں اسپیس بکنگ سے لے کر پھلوں کے آرڈر کی چیکنگ تک میرے ہی ذمہ آ گئی تھی دن بھر دوڑتے بیتا تھا۔ پورے دن کی مصروفیت کے خیال ہی سے پنڈلیوں کے عضلات میں اینٹھن محسوس ہونے لگی۔ پنڈلیوں کا درد میٹھی ٹیس بن گیا نرم بستر پر گرتے ہی میٹھی نیند کی گاڑھی دھند میں کھو جانے کی خواہش نے بڑی تیکھی نظروں سے چادر تان کر سونے والے کو دیکھا۔ اس نے ایک بار بھی کروٹ نہیں بدلی تھی میرا غصہ رشک میں بدل گیا۔ کتنی پرسکون نیند سو رہا ہے۔ پیر بھی کتنے ارام سے لمبے کر رکھے ہیں۔ لیکن یہ چادر کیوں اوڑھے ہوئے ہے؟ اتنی گرمی میں چادر اوڑھنے کا کیا جواز ہو سکتا ہے، ہو سکتا ہے یہ اس کی عادت ہو۔ جیسے میرے بڑے بھائی کو بچپن سے عادت ہے کہ وہ کسی بھی موسم میں سینے تک چادر اوڑھے بغیر سو ہی نہیں سکتے۔ ہم بھائی بہن ان کی چادر کھینچ لیتے تھے تو وہ خوب بھناتے تھے۔ ایک بار گھر پر جب کوئی بڑا نہیں تھا۔ منجھلی باجی نے ان کی چادر چھپا دی تھی تو انھوں نے چادر کے لیے ہم سب سے خوب منت سماجت کی تھی لیکن باجی نے چادر نہیں دی تھی اور صبح ہم نے دیکھا تھا وہ تولیہ اوڑھے سو رہے ہیں۔ شاید یہ شخص بھی ایسی ہی عادت کا شکار ہے لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ زندہ ہی نہ ہو ایک مردہ جسم پر سردی گرمی اور بارش کا اثر! اپنے اس خیال کی تصدیق کے لیے میں نے غور سے اس کے پیٹ اور سینے پر نظر ڈالی جو ہولے ہولے اوپر نیچے ہو رہا تھا۔

में लोकल ट्रेनों में इत्मीनान से खड़े रहने की जगह मिल जाती है और रात में बैठने के लिए भी कोई जिद्दोजहद् नहीं करनी पड़ती।

ट्रेन स्टेशन से निकल कर कुछ दूर चल कर हांपते हुए रुक गई। पटरियों की दूसरी तरफ़ ऊंची इमारतों के जंगल में बिजली के जुगनू टिमटिमा रहे थे। ट्रेन के रुक जाने की वजह से हब्स बढ़ गया था। दो सीटों के दरमियान के गैंगवे में मेरे अलावा चार पांच लोग ही राड का सहारा लिए खड़े थे और दादर स्टेशन पर डिब्बे में सवार होने वाला पुलिस कांस्टेबल दरवाज़े पर खड़ा हुआ खा रहा था। अगर आज सनीचर न होता और रात साढ़े नौ का वक़्त न होता तो दम घोंट देने वाले हब्स[1] में डिब्बे में खड़े रहना दुश्वार हो जाता। दफ़्तर के दो क्लर्क मुताअद्दी बुख़ार की वजह से छुट्टी पर थे और पीर के रोज़ फलों का एक कन्साइंमैन्ट सुबह की फ्लाइट से जद्दा भेजना था। दरमियान में इतवार की छुट्टी की वजह से फ्लाइट में स्पेस बुकिंग से लेकर फलों के ऑडर की चैकिंग तक मेरे ही ज़िम्मे आ गई थी दिन भर दौड़ते बीता था। पूरे दिन की मसरूफ़ियत के ख़्याल ही से पिंडलियों के अज़लात[2] में ऐंठन महसूस होने लगी। पिंडलियों का दर्द मीठी टीस बन गया। नर्म बिस्तर पर गिरते ही मीठी नींद की गाढ़ी धुंध में खोजाने की ख़्वाहिश ने बड़ी तीखी नज़रों से चादर तान कर सोने वाले को देखा। उस ने एक बार भी करवट नहीं बद ली थी मेरा गुस्सा रश्क में बदल गया। कितनी पुर सुकून नींद सो रहा है। पैर भी कितने आराम से लंम्बे कर रखे हैं। लेकिन यह चादर क्यों ओढ़े हुए है? इतनी गर्मी में चादर ओढ़ने का क्या जवाज़[3] हो सकता है? हो सकता है यह उस की आदत हो। जैसे मेरे बड़े भाई को बचपन से आदत है कि वह किसी भी मौसम में सीने तक चादर ओढ़े बग़ैर सो ही नहीं सकते। हम भाई बहन उन की चादर खींच लेते थे तो वह ख़ूब भिन्नाते थे। एक बार घर पर जब कोई बड़ा नहीं था मंझली बाजी ने उन की चादर छुपादी थी तो उन्होंने चादर के लिए हम सब से ख़ूब मिन्नत समाजत की थी लेकिन बाजी ने चादर नहीं दी थी और सुबह हमने देखा था वह तौलिया ओढ़े सो रहे हैं। शायद यह शख़्स भी ऐसी ही आदत का शिकार है लेकिन यह भी तो हो सकता है कि वह जिन्दा ही न हो। एक मुर्दा जिस्म पर सर्दी गर्मी और बारिश का असर! अपने इस ख़्याल की तस्दीक़ के लिए मैंने ग़ौर से उस के पेट और सीने पर नज़र डाली जो हौले हौले ऊपर नीचे हो रहा था।

1. घुटन 2. अज़ला (शरीर का हिस्सा) का बहुवचन 3. कारण

گاڑی چل پڑی تھی۔ میرا دایاں ہاتھ راڈ پکڑے پکڑے درد کرنے لگا تھا میں نے بائیں ہاتھ سے راڈ پکڑلی او ربیگ کو دائیں کندھے پر منتقل کر لیا۔ پنڈلیوں کی ٹیس کندھوں کا درد اور سوئیوں کی چبھن اب بہت تکلیف دہ ہوگئی تھی۔ یہ سارے لوگ جو تقریباً بیس پچیس منٹ سے کھڑے ہیں کیا وہ تھکن سے نڈھال نہیں ہیں؟ کیا انھیں بیٹھنے کی حاجت محسوس نہیں ہو رہی ہے؟ یا میں ہی اتنا کمزور ہو گیا ہوں کہ زیادہ تھکے ہوئے جسم کو نہیں ڈھو سکتا؟ تین آدمیوں کی جگہ پر پسر کر سونے والے پر کیا صرف مجھ ہی کو غصہ آرہا ہے؟ کیا انھیں نہیں لگتا کہ اگر یہ شخص سیٹ پر نہ سو رہا ہوتا تو مزید دو لوگوں کو اطمینان سے بیٹھنے کی جگہ مل جاتی اور ان میں سے ایک تو میں ہی ہوتا کیونکہ جس وقت میں ٹرین میں وی ٹی سے سوار ہوا تھا ڈبے میں تنہا میں ہی تھا جسے بیٹھنے کی جگہ نہیں ملی تھی باقی لوگ تو مسجد بندر اسٹیشن اور بائی کلہ اسٹیشن پر سوار ہوئے تھے۔ ڈبے میں کھڑے دوسرے لوگوں کو میں نے غور سے دیکھا تو مجھے یہ محسوس کر کے سچ مچ بڑا سکون ملا کہ ایک پستہ قد والا آدمی جو اپنے تھکے ہوئے چہرے سے کسی سرکاری دفتر کا ہیڈ کلرک دکھائی دیتا تھا، کھڑا شام کا اخبار پڑھ رہا تھا اس کے علاوہ تمام کی نظریں رہ رہ کر سونے والے پر اٹھ رہی تھیں شاید وہ تمام بھی میری طرح خود کو اس جگہ کا مستحق تصور کر کے کڑھ رہے تھے۔ موٹے شیشوں کے چشمے والے سے میری نظریں ٹکرائیں۔ اس نے میری طرف استفہامیہ نظروں سے دیکھا جیسے پوچھ رہا ہو ''کیا تم کو اس آدمی کی ناشائستگی پر غصہ نہیں آرہا ہے؟'' میں سوچنے لگا یہ چشمے والا ٹرین میں کب سوار ہوا تھا؟ سامنے والی سیٹ کے لیے اس کا کون سا نمبر ہوسکتا تھا؟ مجھے ٹھیک سے یاد نہیں آرہا تھا کہ چشمے والا کب سوار ہوا تھا۔ میں نے سر کو جھٹک کر اس خیال کو بھی جھٹک دیا کیوں کہ میرا نمبر بہر حال اس سے پہلے ہی آتا......نہ چاہتے ہوئے بھی میری نظر چادر تان کر سونے والے پر پڑ گئی کیونکہ وہ چادر کے نیچے تھوڑا سا کسمسایا تھا۔ مجھے لگا تھا کہ گرمی کی وجہ سے اس کی نیند میں خلل پڑا ہے اس لیے وہ چادر ضرور ہٹائے گا پتہ نہیں کیوں مجھے اس کا چہرہ دیکھنے کی خواہش ہو رہی تھی۔

چشمے والے نے مجھے دیکھا پھر سونے والے کو یا شاید اس سیٹ کو دیکھا جس پر وہ اپنا حق سمجھ رہا تھا اور پھر اس پولس والے کو دیکھا جو دروازے سے لٹک کر آنکھوں میں بھرنے

गाड़ी चल पड़ी थी। मेरा दायां हाथ राड पकड़े पकड़े दर्द करने लगता था मैं ने बाएं हाथ से रॉड पकड़ ली और बैग को दाएं कंधे पर मुन्तक़िल कर लिया। पिण्डलियों की टीस कंधों का दर्द और सूइयों की चुभन अब बहुत तकलीफ़-देह हो गई थी। यह सारे लोग जो तक़रीबन बीस पच्चीस मिनट से खड़े हैं क्या वह थकन से निढाल नहीं हैं? क्या उन्हें बैठने की हाजत महसूस नहीं हो रही है? या मैं ही इतना कमज़ोर हो गया हूं कि ज़्यादा थके हुए जिस्म को नहीं ढो सकता? तीन आदमियों की जगह पर पसर कर सोने वाले पर क्या सिर्फ़ मुझ ही को गुस्सा आ रहा है? क्या उन्हें नहीं लगता कि अगर यह शख़्स सीट पर न सो रहा होता तो मज़ीद दो लोगों को इत्मीनान से बैठने की जगह मिल जाती और उस में से एक तो मैं ही होता क्योंकि जिस वक़्त मैं ट्रेन में वीटी से सवार हुआ था डिब्बे में तन्हां मैं ही था जिसे बैठने की जगह नहीं मिली थी बाकी लोग तो मस्जिद बंदर स्टेशन और बाइकला स्टेशन पर सवार हुए थे डिब्बे में खड़े दूसरे लोगों को मैंने गौर से देखा तो मुझे यह महसूस कर के सचमुच बड़ा सुकून मिला एक पस्ता क़दवाला आदमी जो अपने थके हुए चेहरे से किसी सरकारी दफ़्तर का हेड क्लर्क दिखाई देता था, खड़ा शाम का अख़बार पढ़ रहा था इस के अलावा तमाम की नज़रें रह रह कर सोने वाले पर उठ रहीं थी शायद वह तमाम भी मेरी तरह ख़ुद को उस जगह का मुस्तहिक़[1] तसव्वुर कर के कुढ़ रहे थे। मोटे शीशों के चश्मे वाले से मेरी नज़रें टकराई। उस ने मेरी तरफ़ इस्तेहफ़ामियां[2] नज़रों से देखा जैसे पूछ रहा हो। क्या तुम को इस आदमी की नाशाइस्तगी पर गुस्सा नहीं आ रहा था? मैं सोचने लगा यह चश्में वाला ट्रेन में कब सवार हुआ था? सामने वाली सीट के लिए इस का कौन सा नंबर? मुझे ठीक से याद नहीं आरहा था कि चश्में वाला कब सवार हुआ था। मैंने सर को झटक कर इस ख़्याल को भी झटक दिया क्योंकि मेरा नंबर बहरहाल उस से पहले ही आता...... न चाहते हुए भी मेरी नज़र चादर तान कर सोने वाले पर पड़ गई वह चादर के नीचे थोड़ा सा कसमसाया था। मुझे लगा था कि गर्मी की वजह से उस की नींद में ख़लल पड़ा है इस लिए वह चादर ज़रूर हटाएगा पता नहीं क्यों मुझे उस का चेहरा देखने की ख़्वाहिश हो रही थी।

चश्में वाले ने मुझे देखा फिर सोने वाले को या शायद उस सीट को देखा जिस पर वह अपना हक़ समझ रहा था और फिर उस पुलिस वाले को देखा जो

1. हक़दार 2. प्रश्नवाचक

والی ہوا سے بچنے کے لیے آنکھیں بچ مچا کر اندھیرے کو چیر کر دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ چشمے والا پنجوں کو جما جما کر چلتا ہوا دروازے تک جا پہنچا۔ وہ پولیس والے کے سامنے جا کر چند لمحوں تک تو خاموش کھڑا رہا پھر اس نے سونے والے کی طرف دیکھا پھر میری طرف اور پھر وہ پولیس والے کی طرف جھک کر اس سے کچھ کہنے لگا۔ پولیس والا اس کی بات سننے کے دوران اس سیٹ کی طرف بھی دیکھ لیتا تھا۔ لیکن چشمے والے کی نظریں سونے والے پر ہی تھیں جب کہ وہ پولیس والے سے مخاطب تھا۔ پولیس والے نے باہر دیکھتے ہوئے سر جھٹک کر کچھ کہا اور چشمے والے نے منہ سکوڑ کر کندھوں کو اچکایا اور دوسری طرف دروازے کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا۔ میں بھی دروازے سے نظر آنے والے سیاہ آسمان پر ٹرین کے ساتھ دوڑتے نصف چاند کو دیکھتے ہوئے اپنی توجہ سونے والے کی طرف سے ہٹانے کی کوشش کرنے لگا۔ چادر میں سے اب خراٹے کی ہلکی ہلکی آواز بھی ابھرنے لگی تھی اگر چہ میں چاند اور ٹرین کی دوڑ میں اپنی بصارت کو بھی ملوث کر لینا چاہتا تھا لیکن خراٹے کی آواز صرف مجھ ہی کو نہیں ڈبے کے تمام مسافروں کو اپنی طرف متوجہ کر رہی تھی۔ میں نے باری باری کھڑے ہوئے مسافروں پر نگاہ ڈالی سب کے چہروں کے تاثرات بتا رہے تھے کہ اگر ان کا بس چلے تو وہ اس حرامزادے کو اٹھا کر ٹرین سے باہر پھینک دیں۔ شاید وہ اس سے بھی سخت اقدام کی بابت سوچ رہے تھے ٹرین سے باہر پھینکنے کا خیال میرا تھا کیونکہ کہ میں تشدد کا قائل نہیں تھا اس لیے میں اس سے زیادہ سخت بات سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

گوبر، سڑتے کچڑے اور فضلے کی بو سے پتہ چل گیا تھا کہ سائن اسٹیشن گزر چکا ہے یعنی پچیس منٹ کا سفر اب بھی باقی تھا۔ پچیس منٹ اور مزید سات آٹھ اسٹیشنوں پر گاڑی کے رکنے اور مسافروں کے چڑھنے کے تصور ہی سے میرے پیٹ میں مروڑ اٹھنے لگی۔ اب کرلا اسٹیشن آنے والا تھا۔ ریلوے لائن کے کنارے کنارے بسی جھونپڑ بستیاں تیزی سے الٹے پاؤں پیچھے لوٹ رہی تھیں۔ میں دونوں ہاتھوں سے راڈ کو پکڑ کر اپنے سارے جسم کا بوجھ اپنی کلائیوں پر ڈال کر راڈ سے جھول گیا۔ کرلا اسٹیشن پر گاڑی رینگ کر رک گئی۔ کچھ مسافر اترے اور بہت سے چڑھے۔ گاڑی پلیٹ فارم پر رینگنے لگی۔ تین چار مسافر گاڑی کی رفتار پکڑنے سے پہلے ہی دروازے کے ہینڈل کو پکڑ کر ڈبے میں کود کر چڑھے۔ N.P ڈبے

दरवाज़े से लटक कर आंखों में भरने वाली हवा से बचने के लिए आंखें मच मचा कर अंधेरे को चीर कर देखने की कोशिश कर रहा था। चश्में वाला पंजों को जमा जमा कर चलता हुआ दरवाज़े तक जा पहुंचा। वह पुलिस वाले के सामने जाकर चंद लम्हों तक तो ख़ामोश खड़ा रहा फिर उस ने सोने वाले की तरफ़ देखा फिर मेरी तरफ़ और फिर वह पुलिस वाले की तरफ़ झुक कर उस से कुछ कहने लगा। पुलिस वाला उस की बात सुनने के दौरान उस सीट की तरफ़ भी देख लेता था। लेकिन चश्मे वाले की नज़रें सोने वाले पर ही थीं जब कि वह पुलिस वाले से मुख़ातिब था। पुलिस वाले ने बाहर देखते हुए सर झटक कर कुछ कहा और चश्में वाले ने मुंह सिकोड़ कर कंधों को उचकाया और दूसरी तरफ़ के दरवाज़े के क़रीब जाकर खड़ा हो गया। मैं भी दरवाज़े से नज़र आने वाले सियाह आसमान पर ट्रेन के साथ दौड़ते निस्फ़[1] चांद को देखते हुए अपनी तवज्जोह सोने वाले की तरफ़ से हटाने की कोशिश करने लगा। चादर में से अब खर्राटे की हल्की हल्की आवाज़ भी उभरने लगी थी अगरचे मैं चांद और ट्रेन की दौड़ में अपनी बसारत[2] को भी मुलव्विस[3] कर लेना चाहता था लेकिन खर्राटे की आवाज़ मुझ ही को नहीं डिब्बे में तमाम मुसाफ़िरों को अपनी तरफ़ मुतवज्जोह कर रही थी। मैंने बारी बारी खड़े हुए मुसाफ़िरों पर निगाह डाली सब के चहरे के तास्सुरात बता रहे थे कि अगर उन का बस चले तो वह इस हरामज़ादे को उठा कर ट्रेन से बाहर फेक दें। शायद वह इस से भी सख़्त इक़्दाम[4] की बाबत सोच रहे थे ट्रेन से बाहर फेकने का ख़्याल मेरा था क्योंकि मैं तशद्दुद[5] का क़ायल नहीं था इस लिए मैं इस से ज़्यादा सख़्त बात सोच भी नहीं सकता था।

गोबर, सड़ते कचरे और फ़ुज़्ले की बू से पता चल गया था कि साइन स्टेशन गुज़र चुका है यानी पच्चीस मिनट का सफ़र अब भी बाक़ी था। पच्चीस मिनट और मज़ीद सात आठ स्टेशनों पर गाड़ी के रुकने और मुसाफ़िरों के चढ़ने के तसव्वुर ही से मेरे पेट में मरोड़ उठने लगी। अब कुर्ला स्टेशन आने वाला था। रेलवे लाइन के कनारे कनारे बसी झोपड़ बस्तियां तेज़ी से उलटे पांव पीछे लौट रही थीं। मैं दोनों हाथों से राड को पकड़ कर अपने सारे जिस्म का बोझ अपनी कलाइयों पर डाल कर राड से झूल गया। कुर्ला स्टेशन पर गाड़ी रेंग कर रुक गई। कुछ मुसाफ़िर उतरे और बहुत से चढ़े, गाड़ी प्लेट फार्म पर रुकने लगी, तीन चार मुसाफ़िर गाड़ी के रफ़्तार पकड़ने से पहले ही दरवाज़े के हैंडिल को पकड़ कर

1. आधे 2. देखने की क्षमता 3. लिप्त 4. कदम कस बहुवचन 5. हिंसा

میں دھم سے سوار ہونے والے وہ تین لوگ تھے۔ ''سالا پیچھے چھوٹ گیا'' درمیانہ قد کے کسرتی جسم والے، خارپشت جیسے سخت گھنے بالوں والے نے پیشانی سے پسینہ پونچھتے ہوئے ہنس کر نعرہ لگانے والے انداز میں ایک بار پھر ''سالا'' کہا اور پھر وہ اپنی آستین چڑھانے لگا۔ اس کی مضبوط کلائیوں اور کہنی سے اوپر تڑپتی بجلیوں والے صحت مند بازوں میں آستین پھنس گئی۔

''کمزور آدمی ہے نا ہر بار پیچھے چھوٹ جاتا ہے'' لمبے قد کے دبلے پتلے نوجوان نے مسکرا کر کندھے پر لٹکے بیگ کو Luggage ریک کا نشانہ لے کر باسکٹ بال کی طرح اچھال دیا۔ تیسرا جو پستہ قد تھا اور جس کے چہرے پر جھائیوں کے ہلکے ہلکے داغ تھے پتلون کی ہپ پاکٹ میں سے کنگھا نکال کر ماتھے پر گر آنے والے بالوں کو سنوارتے ہوئے کچھ گنگنانے لگا۔

وہ تینوں جس انداز میں ڈبے میں سوار ہوئے تھے اور جس لب ولہجے میں زور زور سے باتیں کر رہے تھے وہ فرسٹ کلاس کی تہذیب کے خلاف تھا۔ دن بھر کی تھکن سے بوجھل مسافروں کی انسانی خاموشی کو ان تینوں کے شور نے درھم برہم کر دیا تھا۔ رودراکش والے نے چیچک کے داغ والے اپنے ساتھی کی قمیض کی جیب میں ہاتھ ڈال کر گٹکے کی پڑیا نکال کر دانتوں میں دبا کر چیرا اور انگوٹھے اور درمیانی انگلی سے پکڑ کر کلکھے کو رونے والی لومڑی کی طرح گردن اٹھا کر منھ میں بھر لیا۔ انگریزی کا شام نامہ پڑھنے والے نے اخبار پر سے نظریں اٹھا کر دروازے کے قریب کھڑے زور زور سے باتیں کرنے والے نواردوں کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں ناگواری کو میں نے صاف محسوس کر لیا تھا۔ یہ تینوں آدمی جو تیس پینتیس کے پیٹے میں نظر آتے تھے اور اپنے لباس اور لب ولہجے سے کلاس تھری کے ایسے سرکاری ملازم معلوم ہوتے تھے جنھیں شاید فرسٹ کلاس کا سیزن ٹکٹ مفت میں حاصل تھا۔ میری توجہ کا مرکز اب وہ خراٹے بھرنے والا آدمی نہیں بلکہ یہ تینوں تھے بالخصوص وہ کسرتی جسم والا تھا جس کے گلے میں پتلی سی سونے کی چین اور رودراکش کی موٹی مالا لٹک رہی تھی اور دائیں ہاتھ کی کلائی میں اسٹیل کا موٹا سا کڑا تھا جیسے سکھ پہنتے ہیں۔ ''یہ سالا چیکو چلتی گاڑی پر کیوں نہیں چڑھتا۔'' پستہ قد والے نے کنگھی جیب میں رکھ کر سنجیدہ چہرہ بنا

डिब्बे में कूद कर चढ़े।

NP डिब्बे में धम से सवार होने वाले वह तीन लोग थे "साला पीछे छूट गया" दरमियाना क़द के कसरती जिस्म वाले, ख़ार[1] पुशत जैसे सख़्त घने बालों वाले ने पेशानी से पसीना पोंछते हुए हंस कर नारा लगाने वाले अंदाज़ में एक बार फिर "साला" कहा और फिर वह अपनी आस्तीन चढ़ाने लगा। उस की मज़बूत कलाइयों और कुहनी से ऊपर तड़पती बिजलियों वाले सेहत मंद बाजुओं में आस्तीन फंस गई।

"कमज़ोर आदमी है ना हर बार पीछे छूट जाता है" लम्बे क़द के दुबले पतले नौजवान ने मुस्कुरा कर कंधे पर लटके बैग को लगेज रैक का निशाना लेकर बासकेट बॉल की तरह उछाल दिया। तीसरा जो पस्ता[2] क़द था और जिस के चेहरे पर झाईयों के हल्के हल्के दाग़ थे पतलून की हिप पॉकेट में से कंघा निकाल कर माथे पर गिर आने वाले बालों को संवारते हुए कुछ गुनगुनाने लगा।

वह तीनों जिस अंदाज़ में डिब्बे में सवार हुए थे और जिस लबों लहजे में ज़ोर ज़ोर से बातें कर रहे थे वह फ़र्स्ट क्लास की तहज़ीब के ख़िलाफ़ था। दिन भर की थकन से बोझल मुसाफ़िरों की इन्सानी ख़ामोशी को इन तीनों के शोर ने दरहम-बरहम[3] कर दिया था। रुद्राक्ष वाले ने चेचक के दाग़ वाले अपने साथी की क़मीज़ की जेब में हाथ डाल कर गुटखे की पुड़िया निकाल कर दांतों में दबा कर चीरा और अंगूठे और दरमियानी उंगुली से पकड़ कर गुटखे को रोने वाली लोमड़ी की तरह गर्दन उठा कर मुंह में भर लिया। अंग्रेज़ी का शाम नामा पढ़ने वाले ने अख़बार पर से नज़रें उठा कर दरवाज़े के क़रीब खड़े ज़ोर ज़ोर से बातें करने वाले नौवारिदों[4] को देखा, उस की आंखों में नागवारी को मैं ने साफ महसूस कर लिया था। यह तीनों आदमी जो तीस पैंतीस के पेटे में नज़र आते थे और अपने लिबास और लबो लहजे से क्लास थ्री के ऐसे सरकारी मुलाज़िम मालूम होते थे जिन्हें शायद फर्स्ट क्लास का सीज़न टिकट मुफ़्त में हासिल था, मेरी तवज्जोह का मर्कज़ अब वह खरटि भरने वाला आदमी नहीं बल्कि यह तीनों थे बिलखुसूस[5] वह कसरती जिस्म वाला था जिस के गले में पतली सी सोने की चेन और रूद्राक्ष की मोटी माला लटक रही थी और दाएं हाथ की कलाई में स्टील का मोटा सा कड़ा था जैसे सिख पहनतें हैं, "ये साला चीकू चलती गाड़ी पर क्यों नहीं चढ़ता," पस्ता क़दवाले ने कंघी जेब में रख कर संजीदा चेहरा बना

1. कांटा 2. छोटा 3. बिखेर देना (तोड़ देना) 4. आगन्तुकों 5. विशेषत:

کر پوچھا۔

''اس چوتیئے کو چڑھنا آتا تو عورت چھوڑ کے کیوں جاتی!'' رودراکش والے نے معنی خیز انداز میں کہا اور تینوں ٹھٹھا مار کر ہنس پڑے۔ ان کے قہقہے کی ناشائستگی اور فحش مذاق کو صرف میں نے ہی نہیں سبھی نے محسوس کیا تھا۔ ایک عجیب سی بو سارے میں پھیل رہی تھی۔ شاید انھوں نے ٹھرا پی رکھا تھا جس میں شامل نوسادر کی تیزابی بو نتھنوں میں سوزش پیدا کرنے لگی تھی۔ اخبار پڑھنے والے نے اخبار میں اپنا چہرہ ایسے چھپا لیا جیسے وہ اب کسی سے نظریں ملانا نہ چاہتا ہو۔ دروازے پر کھڑا پولس والا بھی ان کے مذاق پر دانت نکال کر اندھیرے میں دیکھتے ہوئے منہ چلاتے ہوئے ہنسنے لگا جیسے وہ اندھیرے ہی کو مرغن غذا کی طرح چبا رہا ہو۔ دروازے کے دوسری طرف کھڑے چشمے والے نے مجھے دیکھا میں نے اسے دیکھا اس نے اور میں نے ساتھ ہی میں کندھے ناخوشگواری سے اچکائے۔ رودراکش والے نے گٹکھا چباتے ہوئے زور سے کنکھار کر دروازے کی طرف جھک کر پیک اچھالی اور جیب سے سگریٹ نکال کر سلگا کر پورے ڈبے میں ایک اچٹتی نظر ڈالی۔ میری نظروں نے اس کی نظروں کو چونکتے ہوئے دیکھا۔ اس کی آنکھیں چادر اوڑھ کر ہلکے ہلکے خرانے بھرنے والے پر جم گئی تھیں۔ اس نے جلدی جلدی سگریٹ کے دو چار کش لے کر دھوئیں کا گاڑھا غبار چھوڑا جس نے ریلوے کانسٹیبل کے چہرے اور ''تمباکو نوشی ممنوع ہے'' کی انگریزی تنبیہ کو دھندلا دیا۔ رودراکش والے نے اپنا سگریٹ لمبے قد والے کی طرف بڑھا دیا۔

''ابے یہ کون بھوسڑی کا نواب سو رہا ہے؟'' اس نے ناگواری سے زور سے کہا جیسے سب کو سنانا چاہتا ہو۔ ''کمال ہے سالا ادھر کمپارٹمنٹ میں سب کھڑے ہیں اور یہ ماں کا......تین لوگوں کی سیٹ پر قبضہ کر کے سو رہا ہے۔''

رودراکش والے کی گالیوں کے علاوہ یہ بات مجھے ہی نہیں شاید سبھوں کو اچھی لگی تھی اس لیے سب کی توجہ اس کی طرف مبذول ہوگئی تھی۔

''اے اٹھ کیا باپ کا گھر سمجھ لیا ہے؟'' رودراکش والا سونے والا کی سیٹ پر جھک کر چیخا۔ پھر وہ دو تین بار اسی طرح چیخا لیکن چادر کے نیچے ذرا سی بھی حرکت نہیں ہوئی۔

''ارے بھوسڑی کا بہت ڈھیٹ مالوم پڑتا ہے۔'' وہ اب جھنجھلانے لگا تھا۔

कर पूछा।

"उस चूतिये को चढ़ना आता तो औरत छोड़ के क्यों जाती" रुद्राक्ष वाले ने मानी खेज़ अंदाज़ में कहा और तीनों ठटठा मार कर हंस पड़े। उन के क़हक़हे की नाशाइस्तगी[1] और फ़हश[2] मज़ाक को सिर्फ़ मैंने ही नहीं सभी ने महसूस किया था। एक अजीब सी बू सारे में फैल रही थी। शायद उन्होंने ठर्रा पी रखा था, जिस में शामिल नोसादर की तेजाबी बू नथनों में सोज़िश[3] पैदा करने लगी थी। अख़बार पढ़ने वाले ने अख़बार में अपना चेहरा ऐसे छुपा लिया जैसे वह अब किसी से नज़रें मिलाना न चाहता हो। दरवाज़े पर खड़ा पुलिस वाला भी उन के मज़ाक पर दांत निकाल कर अंधेरे में देखते हुए मुंह चलाते हुए हंसने लगा जैसे वह अंधेरे ही को मुरग़्ग़न[4] गज़ा की तरह चबा रहा हो। दरवाज़े के दूसरी तरफ़ खड़े चश्में वाले ने मुझे देखा मैं ने उसे देखा उस ने और मैं ने साथ ही में कंधे नाखुशगवारी से उचकाए। रुद्राक्ष वाले ने गुटखा चबाते हुए ज़ोर से खंखार कर दरवाज़े की तरफ़ झुक कर पीक उछाली और जेब से सिगरेट निकाल कर सुलगा कर पूरे डिब्बे में एक उचटती नज़र डाली, मेरी नज़रों ने उस की नज़रों को चौंकते हुए देखा। उस की आंखें चादर ओढ़ कर हल्के हल्के ख़र्राटे भरने वाले पर जम गई थीं उस ने जल्दी जल्दी सिगरेट के दो चार कश लेकर धूएं का गाढ़ा गुबार छोड़ा जिस ने रेलवे कांस्टेबल के चेहरे और "तम्बाकू नोशी ममनू[5] है" की अंग्रेज़ी तंबीह[6] को धुंधला दिया, रुद्राक्ष वाले ने अपना सिगरेट लम्बे क़दवाले की तरफ़ बढ़ा दिया।

"अबे यह कौन भोसड़ी का नवाब सो रहा है"? उस ने नागवारी से ज़ोर से कहा जैसे सब को सुनाना चाहता हो। "कमाल है साला इधर कॅम्पार्टमैन्ट में सब खड़े हैं और यह मां का...... तीन लोगों की सीट पर कब्ज़ा कर के सो रहा है।" रुद्राक्ष वाले की गालियों के अलावा यह बात मुझे ही नहीं शायद सभों को अच्छी लगी थी इस लिए सबकी तवज्जोह उसकी तरफ़ मबज़ूल[7] हो गई थी। "ऐ उठ क्या बाप का घर समझ लिया है।" रुद्राक्ष वाला सोने वाला की सीट पर झुक कर चीख़ा। फिर वह दो तीन बार इसी तरह से चीख़ा लेकिन चादर के नीचे ज़रा सी भी हरकत नहीं हुई।

"अरे भोसड़ी का बहुत ढीठ मालूम पड़ता है" वह अब झुंझलाने लगा था।

"छोड़ना मरने दे साले को यार...... चल उधर दरवाज़े पे हवा खायेगें।"

1. बदतमोज़ी 2. गन्दा 3. जलन 4. वसापूर्ण 5.वर्जित 6. चेतावनी 7. आकर्षित

''چھوڑ نا مرنے دو سالے کو یار......چل ادھر دروازے پہ ہوا کھائیں گے۔'' پستہ قد والے نے اپنی جگہ پر کھڑے کھڑے کہا۔

''ارے ایسا کیسے سالا پبلک پراپرٹی پے اکیلے کا قبضہ! کیسے چلے گا۔''

''صحیح بات ہے میں نے بھی ان سے یہی بولا تھا۔ لیکن یہ......'' چشمے والے نے کانسٹبل کی طرف دیکھ کر رودراکش والے کی تائید کی۔

اخبار پڑھنے والے نے اپنا اخبار تہہ کر کے پتلون کی جیب میں کسی لفافے کی طرح ٹھونس لیا اور ستائشی نظروں سے انھیں دیکھنے لگا۔

سب کی توجہ اب رودراکش والے پر تھی جیسے اس ناجائز قبضے کے خلاف وہ تمام مسافروں کی امیدوں کا مرکز ہو۔ رودراکش والے نے سونے والے کی سیٹ پر بایاں ہاتھ رکھا اور دائیں ہاتھ کے پنجے کو اپنے گھٹنوں پر رکھ کر جھک گیا۔ اس نے چمکتی آنکھوں سے سر گھما کر ڈبے میں موجود لوگوں کو دیکھا پھر ''بہن چو......'' کا نعرہ بلند کر کے سونے والے کی چادر ایسے کھینچی جیسے مردہ جانور کی کھال اتار رہا ہو۔ سونے والا شاید گالی کی آواز سے یا چادر کھینچے جانے سے جاگ گیا تھا سرکتی چادر کے نیچے سے ناگواری میں بھنچے ہوئے ہونٹوں والا ایک چہرہ تھوڑی تک دکھائی دے رہا تھا۔ جس کی سلوٹوں والی پیشانی کے نیچے بڑی بڑی میلی آنکھیں حیرت سے رودراکش والے کو گھور رہی تھیں۔ پتلی انگلیوں والی دو مٹھیوں نے چادر کے کھسکتے کناروں کو مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا۔ چادر کا دوسرا کنارا رودراکش والے کی مضبوط مٹھی میں تھا۔ وہ کمر کی طرف سے جھک کر چادر کو ایسے کھینچ رہا تھا جیسے رسہ کشی کے مقابلے میں اپنی طاقت کا مظاہرہ کر رہا ہو۔ رودراکش والے کے چہرے پر اچانک خفت بھری مسکراہٹ ابھر آئی جیسے اسے اپنی شکست محسوس ہو رہی ہو۔ اس کی موٹی مونچھوں کے نیچے دو دانت مسکرا تو رہے تھے لیکن ان میں مجروح انا کا خونخوارپن بھی جھلک رہا تھا۔ ہم سب کی نظریں طاقت آزمائی کے اس کھیل کے انجام پر جمی ہوئی تھیں۔ ہمارے لیے یہ ایک دلچسپ کھیل تھا لیکن میری خواہش تو یہی تھی کہ رودراکش والا چادر سمیت سونے والے کو بھی کھینچ کر سیٹ کے نیچے پھینک دے۔ جھائیوں کے داغ والا اس منظر کو دیکھنے کے لیے اور قریب کھسک آیا تھا اور کھی کھی کی آواز کے ساتھ زور زور سے ہنس

पस्ता क़द वाले ने अपनी जगह पर खड़े खड़े कहा।

"अरे ऐसा कैसे साला पब्लिक प्रापर्टी पे अकेले का क़ब्ज़ा! कैसे चलेगा।"

"सही बात है मैंने भी उन से यही बोला था। लेकिन यह......" चश्में वाले ने कान्स्टेबल की तरफ़ देख कर रुद्राक्ष वाले की ताईद की।

अख़बार पढ़ने वाले ने अपना अख़बार तह कर के पतलून की जेब में किसी लिफ़ाफ़े की तरह ठूंस लिया और सताइशी[1] नज़रों से उन्हें देखने लगा।

सबकी तवज्जोह अब रुद्राक्ष वाले पर थी जैसे उस नाजाइज़ कब्ज़े के ख़िलाफ़ वह तमाम मुसाफ़िरों की उम्मीद का मरकज़ हो। रुद्राक्ष वाले ने सोने वाले की सीट पर बायां हाथ रखा और दायें हाथ के पंजे को अपने घुटनों पर रख कर झुक गया। उसने चमकती आंखों से सर घुमाकर डिब्बे में मौजूद लोगों को देखा फिर "बहन चो ......" का नारा बुलन्द करके सोने वाले की चादर ऐसे खींची जैसे मुर्दा जानवर की खाल उतार रहा हो। सोने वाला शायद गाली की आवाज़ से या चादर खींचे जाने से जाग गया था सरकती चादर के नीचे से नागवारी में भिंचे हुए होठों वाला एक चेहरा ठोड़ी तक दिखाई दे रहा था। जिस की सिलवटों वाली पेशानी के नीचे बड़ी बड़ी मैली आखें हैरत से रुद्राक्ष वाले को घूर रही थीं। पतली उंगलियों वाली मुट्ठियों ने चादर के खिसकते किनारों को मज़बूती से पकड़ रखा था, चादर का दूसरा किनारा रुद्राक्ष वाले की मज़बूत मुट्ठी में था। वह कमर की तरफ़ से झुक कर चादर को ऐसे खींच रहा था जैसे रस्सा कशी के मुक़ाबले में अपनी ताक़त का मुज़ाहिरा कर रहा हो। रुद्राक्ष वाले के चेहरे पर अचानक खिफ़्फ़त[2] भरी मुसकुराहट उभर आई जैसे उसे अपनी शिकस्त[3] महसूस हो रही हो। उस की मोटी मूछों के नीचे दो दांत मुसकुरा तो रहे थे लेकिन उन में मजरूह अना का ख़ुंख़ारपन भी झलक रहा था। हम सब की नज़रें ताक़त आज़माइ के इस खेल के अंजाम पर जमी हुई थीं। हमारे लिए यह एक दिलचस्प खेल था लेकिन मेरी ख़्वाहिश तो यही थी कि रुद्राक्ष वाला चादर समेत सोने वाले को भी खींच कर सीट के नीचे फेंक दे। झाइयों के दाग़ वाला इस मंज़र को देखने के लिए और क़रीब खिसक आया था और खी खी की आवाज़ के साथ ज़ोर ज़ोर से हंस रहा था। मुझे हंसी भी आ रही थी और सोने वाले की ढिठाई पर ग़ुस्सा भी। अब चादर सोने वाले के सीने तक आ गई थी वह फटी फटी आंखों से रुद्राक्ष वाले को देखते हुए चादर को मज़बूती से पकड़ कर अपनी तरफ़ खींच रहा था

1. प्रशंसक 2. झुंझलाहट 3. पराजय

رہا تھا۔ مجھے ہنسی بھی آ رہی تھی اور سونے والے کی ڈھٹائی پر غصہ بھی۔ اب چادر، سونے والے کے سینے تک آ گئی تھی وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے رودراکش والے کو دیکھتے ہوئے چادر کو مضبوطی سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچ رہا تھا اپنی کوشش میں وہ اپنے پورے بدن سے کانپ رہا تھا اس کی ضد پر میرا جی چاہا کہ کہ بڑھ کر رودراکش والے کی مدد کو پہنچ جاؤں۔ جھائیوں کے داغ والا بدستور کھی کھی کر کے ہنس رہا تھا۔ اس کی یہ ہنسی غصہ دلانے والی تھی۔ میں نے جلتی نظروں سے اسے دیکھا وہ ہنسے جا رہا تھا جیسے مداری کے کھیل سے محظوظ ہو رہا ہو۔ رودراکش والے کا چہرہ سرخ ہو گیا اور اس نے نتھنوں کو سکوڑ کر دانتوں کو کچ کچا کر پوری طاقت سے چادر کو کھینچا۔ اس لمحے میں مجھے اس کا چہرہ کتوں کی لڑائی میں ہارنے والے کھسیانے کتے کی طرح لگا جو دانتوں کو نکوس کر حاوی ہو جانے والے کتے پر آخری وار کرنے والا ہو۔ چادر کے پیچھے سے نظر آنے والی آنکھیں خوف سے پھٹ پڑیں اور برگد کی جٹاؤں جیسی پتلی خشک انگلیوں کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی رودراکش والے کے بھینچے ہوئے دانتوں کے درمیان سے گھسراتا ہوا ''بہن چو......'' کا نعرہ نکلا اور چادر کو سونے والے کی گرفت سے چھڑا کر وہ پیچھے کی طرف جھول گیا تھا لیکن اس نے شاید اپنے پنجوں پر ہل جانے والے اپنے جسم کے بوجھ کو سنبھال لیا تھا۔ رودراکش والے نے فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ ڈبے میں چاروں طرف نظریں دوڑائیں۔ مجھے بھی ایسا لگا تھا جیسے وہ کوئی بڑی اہم لڑائی ہارتے ہارتے جیت گیا ہو اگر وہ ہار جاتا تو ہماری بھی ہار ہو جاتی۔ میں نے محسوس کیا کہ میرے ہونٹ بھی پھیل کر مسکرا رہے ہیں۔ میرے ہونٹ کیوں مسکرا رہے ہیں؟ میں نے خود سے سوال کیا میں نے ڈبے میں موجود لوگوں کے تاثرات کو پڑھنے کی کوشش کی جو کھڑے تھے ان کے بھی ہونٹ مسکرا رہے تھے جو بیٹھے تھے ان کے چہروں پر کوئی ردعمل نہیں تھا مسکرانے والوں کو شاید اپنی حق تلفی کرنے والے کی درگت پر خوشی ہو رہی تھی۔ چادر کے نیچے سے ایک مدقوق چہرے والا تیس پینتیس سال کا آدمی ہم سب کی نظروں کے سامنے تھا وہ خود کو سیٹ کر اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا جیسے اس کے جسم سے چادر نہیں سارے کپڑے اتار لیے گئے ہوں۔ اس کا شیو بڑھا ہوا تھا اور سیاہ حلقوں کے بیچ اس کی بڑی بڑی آنکھیں سوکھے چہرے پر تناسب سے زیادہ بڑی معلوم ہو رہی تھیں۔ اس نے میلی کرتے نما بنڈی اور

इस कोशिश में वह अपने पूरे बदन से कांप रहा था उस की इस ज़िद पर मेरा जी चाहा के बढ़कर रुद्राक्ष की मदद को पहुंच जाऊं। झाइयों के दाग़ वाला बदस्तूर खी खी कर के हंस रहा था। उस की यह हंसी गुस्सा दिलाने वाली थी, मैं ने जलती नज़रों से उसे देखा वह हंसे जारहा था जैसे मदारी के खेल से महज़ूज़[1] हो रहा हो। रुद्राक्ष वाले का चेहरा सुर्ख हो गया और उसें ने नथनों को सिकोड़ कर दांतों को किच किचा कर पूरी ताक़त[2] से चादर को खींचा। इस लम्हे में मुझे उसका चेहरा कुत्तों की लड़ाई में हारने वाले खिसयाने कुत्ते की तरह लगा जो दांतो को निकोस कर हावी हो जाने वाले कुत्ते पर आख़री वार करने वाला हो। चादर के पीछे से नज़र आने वाली आंखें ख़ौफ़ से फट पड़ी और बरगद की जटाओं जैसी पतली खुश्क उंगुलियों की गिरफ़्त ढीली पड़ गई। रुद्राक्ष वाले के भिंचे हुए दांतों के दरमियान से घुसराता हुआ "बहन चो......" का नारा निकाला और चादर को सोने वाले की गिरफ़्त से छुड़ा कर वह पीछे की तरफ़ झूल गया था लेकिन उस ने शायद अपने पंजों पर हिलजाने वाले अपने जिस्म के बोझ को सम्भाल लिया था।

रुद्राक्ष वाले ने फ़ातेहाना[3] मुसकुराहट के साथ डिब्बे में चारों तरफ़ नज़रें दौड़ायीं। मुझे भी ऐसा लगा था जैसे वह कोई बड़ी अहम लड़ाई हारते हारते जीत गया हो अगर वह हार जाता तो हमारी भी हार हो जाती। मैंने महसूस किया कि मेरे होंठ भी फैल कर मुसकुरा रहें हैं। मेरे होंठ क्यों मुसकुरा रहें हैं? मैंने खुद से सवाल किया मैंने डिब्बे में मौजूद लोगों के तास्सुरात को पढ़ने की कोशिश की जो खड़े थे उन के भी होंठ मुसकुरा रहे थे जो बैठे थे उनके चेहरों पर कोई रद्दो अमल नहीं था। मुसकुराने वालों को शायद अपनी हक़तलफ़ी[4] करने वाले की दुर्गत पर खुशी हो रहीं थी। चादर के नीचे से एक मदक़ूक़[5] चेहरे वाला तीस पैंतीस साल का आदमी हम सब की नज़रों से सामने था वह खुद को समेट कर उठने की कोशिश कर रहा था जैसे उस के जिस्म से चादर नहीं सारे कपड़े उतार लिए गए हों। उस का शेव बढ़ा हुआ था और सियाह हलकों के बीच उस की बड़ी बड़ी आंखें सूखे चेहरे पर तनासुब से ज़्यादा बड़ी मालूम हो रही थी। उस ने मैली कुरते नुमाबंडी और बोसीदा सा पाजामा पहन रखा था। जो आम तौर पर सरकारी अस्पतालों के मरीज़ों को पहनाया जाता है बटन न होने की वजह से गिरेबान खुला हुआ था जिस में से उस के सीने के पंजर की हड्डियां झांक रही थी। उस का जिस्म कांप रहा था जैसे उसे जाड़ा लग रहा हो। उस ने अपने दोनों हाथों के

1. आनन्द लेना 2. शक्ति 3. विजयपूर्ण 4. हक़ मारना 5. तपेदिक से पीड़ित

بوسیدہ سا پاجامہ پہن رکھا تھا۔ جو عام طور پر سرکاری اسپتالوں کے مریضوں کو پہنایا جاتا ہے۔ بٹن نہ ہونے کی وجہ سے گریبان کھلا ہوا تھا جس میں سے اس کے سینے کے پنجر کی ہڈیاں جھانک رہی تھیں۔ اس کا جسم کانپ رہا تھا جیسے اسے جاڑا لگ رہا ہو۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھوں کے پنجے پر جسم کا بوجھ رکھ کر دونوں پیروں کو گھٹنوں کی طرف سے کھینچ کر سینے سے لگا لیا۔ پاجامے کے چوڑے پائنچوں میں سے اس کی پتلی پتلی پنڈلیاں دکھائی دے رہی تھیں جن پر خشکی کی وجہ سے کھرنڈسی جمی ہوئی تھی اور پیروں کی انگلیوں کے درمیان ہلدی جیسی پیلاہٹ تھی۔ وہ شکار ہو جانے والے بے بس اور کمزور جانور کی طرح رودراکش والے کو بڑی بے چارگی سے دیکھ رہا تھا۔

گاڑی کی رفتار سست ہو چکی تھی۔ رودراکش والے نے گردن گھما کر دروازے کی طرف دیکھا مجھے لگا تھا کہ رودراکش والا اور اس کے ساتھی مولنڈ اسٹیشن پر اتر جائیں گے۔ گاڑی مولنڈ اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر رینگ رہی تھی۔ ڈبے کے دروازے کے قریب کھڑے تین چار لوگ اسٹیشن پر اتر گئے۔ اسٹیشن پر بھیڑ بالکل نہیں تھی۔ میں دروازے کی طرف اس خیال سے دیکھ رہا تھا کہ شاید رودراکش والا اور اس کے ساتھی پلیٹ فارم پر اتر جائیں۔ ان کا مذاق اور انداز گفتگو شاید سبھوں کو ناگوار گزر رہا تھا۔ اس لیے اب وہ لوگوں کی توجہ کا مرکز نہیں تھے۔ ٹرین کے چلتے ہی دروازے کے ٹھیک درمیان میں لگی لوہے کی راڈ کو پکڑ کر ایک اندھا فقیر اور ایک چھ سات سال کی بچی ڈبے میں چڑھے تھے۔ اندھے فقیر کے چہرے پر چیچک کے گہرے داغ تھے اس نے اپنی بے نور آنکھوں کو چھپانے کے لیے سیاہ چشمہ پہن رکھا تھا۔ وہ دروازے کے قریب ہی جگہ بنا کر چپ چاپ کھڑا ہو گیا تھا۔ شاید وہ بھیک مانگ کر اپنے گھر لوٹ رہا تھا۔ بچی کا چہرہ اندھے فقیر سے کافی مشابہ تھا۔ اس نے ایک میلی سی فراک پہن رکھی تھی جو سائز میں کافی بڑی ہونے کی وجہ سے بچی کے گھٹنوں کے نیچے تک آرہی تھی۔ بچی کے ہاتھ میں کانچ کے دو چھوٹے چھوٹے مستطیل ٹکڑے تھے جنھیں بجا کر دونوں بھیک مانگتے ہوں گے۔ لڑکی نے ایک ہاتھ سے اندھے کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا اور رہ رہ کر کانچ کے ٹکڑوں کو بجا دیا کرتی تھی۔ شاید یہ اس کی عادت بن گئی تھی۔

''یہ فرسٹ کلاس ہے او اندھے'' پولیس والے نے رعب جمانے والی آواز میں

पंजो पर जिस्म का बोझ रख कर दोनों पैरों को घुटनों की तरफ़ से खींच कर सीने से लगा लिया। पाजामें के चौड़े पांइचों में से उस की पतली पतली पिंडलियां दिखाई दे रही थीं जिन पर खुश्की की वजह से खरंड़सी जमी हुई थी और पैरों की उंगुलियों के दरमियान हलदी जैसी पीलाहट थी। वह शिकार हो जाने वाले बेबस और कमज़ोर जानवर की तरह रुद्राक्ष वाले को बड़ी बेचारगी से देख रहा था।

गाड़ी की रफ़्तार सुस्त हो चुकी थी। रुद्राक्ष वाले ने गर्दन घुमाकर दरवाज़े की तरफ़ देखा मुझे लगा था कि रुद्राक्ष वाला और उसके साथी मुलूंडा स्टेशन पर उतर जाएगें। गाड़ी मुलंडा स्टेशन के प्लेट फार्म पर रेंग रही थी। डिब्बे के दरवाज़े के क़रीब खड़े तीन चार लोग स्टेशन पर उतर गए। स्टेशन पर भीड़ बिल्कुल नहीं थी। मैं दरवाज़े की तरफ़ इस ख़्याल से देख रहा था कि शायद रुद्राक्ष वाला और उस के साथी प्लेट फार्म पर उतर जायें, उन का मज़ाक और अंदाज़े गुफ्तगू शायद सभों को न गवार गुज़र रहा था। इस लिए अब वह लोगों की तवज्जोह का मरकज़ नहीं थे। ट्रेन के चलते ही दरवाज़े के ठीक दरमियान में लगी लोहे की राड को पकड़ कर एक अंधा फ़क़ीर और एक छः सात साल की बच्ची डिब्बे में चढ़े थे। अंधे फ़क़ीर के चेहरे पर चेचक के गहरे दाग थे उस ने अपनी बेनूर आंखों को छुपाने के लिए सियाह चश्मा पहन रखा था, वह दरवाज़े के क़रीब ही जगह बना कर चुपचाप खड़ा हो गया था। शायद वह भीख मांग कर अपने घर लौट रहा था बच्ची का चेहरा अंधे फ़क़ीर से काफ़ी मुशाबा[1] था। उस ने एक मैली सी फ़राक पहन रखी थी जो साइज़ में काफ़ी बड़ी होने की वजह से बच्ची के घुटनों के नीचे तक आ रही थी। बच्ची के हाथ में कांच के दो छोटे छोटे मुस्ततील टुकड़े थे जिन्हें बजा कर दोनों भीख मांगते होंगे। लड़की ने एक हाथ से अंधे का हाथ पकड़ रखा था और रह रह कर कांच के टुकड़ों को बजा दिया करती थी। शायद यह उस की आदत बन गई थी।

"यह फर्स्ट क्लास है ओ अंधे" पुलिस ने रोब जमाने वाली आवाज़ में अंधे फ़क़ीर को मराठी में आगाह किया,

"बाबा यह फर्स्ट क्लास है" बच्ची ने अंधे फ़क़ीर का हाथ हिलाते हुए पुलिस वाले को देखते हुए कहा।

"अरे भूल हो गई" उस ने भी मुंह उठा कर अंधे शीशों से ख़ला[2] में देखते हुए मुसकुरा कर मराठी में ऐसे कहा जैसे सामने खड़े मुख़ातिब को जवाब

1. मिलता जुलता 2. अंतरिक्ष

اندھے فقیر کو مراٹھی میں آگاہ کیا۔

''بابا یہ فرسٹ کلاس ہے'' بچی نے اندھے فقیر کا ہاتھ ہلاتے ہوئے پولس والے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''ارے بھول ہوگئی'' اس نے بھی منہ اٹھا کر اندھے شیشوں سے خلا میں دیکھتے ہوئے مسکرا کر مراٹھی میں ایسے کہا جیسے سامنے کھڑے مخاطب کو جواب دے رہا ہو۔ ''دو اسٹیشن بعد اترنا ہے......'' کہہ کر وہ پھر خلا میں دیکھ کر مسکرایا۔

بھکاری تو نہیں ہوسکتا کیونکہ بھیک مانگنے والے بھی پہلے درجے اور دوسرے درجے اور ان دونوں درجوں کے مسافروں کے رویّوں کے فرق کو خوب سمجھتے ہیں۔ بارش کے دنوں میں بھکاری اکثر ریلوے پولس کی نظروں سے بچ کر یا پھر ان کی ہتھیلی کی کھجلی مٹا کر لوکل ٹرین کے دوسرے درجے میں سو جاتے تھے لیکن صبح پانچ بجے جاگ پڑنا ان کے لیے ناگزیر تھا چونکہ مسافروں کی ریل پیل صبح پانچ بجے سے ہی شروع ہو جاتی ہے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ بھکاری نہیں ہے؟ تو پھر یہ کون ہے؟ گھٹنوں میں منہ دیکر کانپتے ہوئے اس آدمی کو دیکھ کر میں نے سوچا۔ میں نے محسوس کیا کہ اس کا جسم خوف سے نہیں بلکہ شدید کمزوری محسوس ہونے والی ٹھنڈ سے کانپ رہا ہے۔

رودراکش والے کو شاید اچانک محسوس ہوا تھا کہ اس کے ہاتھوں میں جو چادر ہے وہ میلی اور گندی ہے اس نے کراہیت سے منہ بنا کر چادر کو سیٹ پر پھینک کر دونوں ہاتھوں کو ایسے جھاڑا جیسے گندگی جھاڑ رہا ہو چشمے والا جو اب تک پولس والے کے قریب کھڑا بڑی دلچسپی سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ کھسک کر رودراکش والے کے قریب آ کر کھڑا ہوگیا تھا۔ اور اس کے کسرتی بازؤں کی مچھلیوں کو وہ ستائشی نظروں سے ایسے دیکھ رہا تھا جیسے کوئی فاحشہ کسی خوبصورت اور صحت مند لڑکے کو نہارتی ہے۔

وہ بڑی حسرت سے اپنی چادر کو دیکھ رہا تھا جو اس سے صرف ہاتھ بھر کے فاصلے پر پڑی ہوئی تھی۔ اس نے ایک سہمی ہوئی چڑیا کی طرح رودراکش والے کو دیکھا جو اپنے دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر اسے گھور رہا تھا اسنے لرزتا ہوا خشک ارہر کی ٹہنی جیسا ہاتھ چادر کی طرف بڑھایا ہی تھا کہ رودراکش والے نے ''ہاتھ مت لگانا'' اتنی زور سے کہا کہ چادر والا

दे रहा हो, "दो स्टेशन बाद उतरना है......" कह कर वह फिर ख़ला में देख कर मुस्कुराया।

भिखारी तो नहीं हो सकता क्यों के भीख मांगने वाले भी पहले दर्जे और दूसरे दर्जे और उन दोनो दर्जों के मुसाफ़िरों के रवय्यों के फ़र्क़ को खूब समझते हैं। बारिश के दिनों में भिखारी अक्सर रेलवे पुलिस की नज़रों से बच कर या फिर उस की हथेली की खुजली मिटा कर लोकल ट्रेन के दूसरे दर्जे में सो जाते थे लेकिन सुबह पांच बजे जाग पड़ना उन के लिए नागुज़ीर[1] था। चूंकि मुसाफ़िरों की रेल पेल सुबह पांच साढ़े पांच बजे से ही शुरू हो जाती है।

इस का मतलब यह हुआ कि यह भिखारी नहीं है? तो फिर यह कौन है? घुटनों में मुह दे कर कांपते हुए उस आदमी को देख कर मैंने सोचा। मैंने महसूस किया कि उस का जिस्म ख़ौफ़ से नहीं बल्कि शदीद कमज़ोरी महसूस होने वाली ठंड से कांप रहा है।

रुद्राक्ष वाले को शायद अचानक महसूस हुआ था कि उस के हाथों में जो चादर है वह मैली और गंदी है उस ने कराहियत[2] से मुंह बना कर चादर को सीट पर फैंक कर दोनों हाथों को ऐसे झाड़ा जैसे गंदगी झाड़ रहा हो चश्में वाला जो अब तक पुलिस वाले के क़रीब खड़ा दिलचस्पी से यह सब कुछ देख रहा था खिसक कर रुद्राक्ष वाले के क़रीब आकर खड़ा हो गया था। और उस के कसरती बाजुओं की मछलियों को वह सताइशी नज़रों से ऐसे देख रहा था जैसे कोई फाहिशा[3] किसी खूबसूरत और सेहत मंद लड़के को निहारती है।

वह बड़ी हसरत से अपनी चादर को देख रहा था जो उस से सिर्फ़ हाथ भर के फ़ासले पर पड़ी हुई थी। उस ने एक सहमी हुई चिड़िया की तरह रुद्राक्ष वाले को देखा जो अपने दोनों हाथ कमर पर रख कर उसे घूर रहा था। उस ने लरज़ता हुआ खुश्क अरहर की टेहनी जैसा हाथ चादर की तरफ़ बढ़ाया ही था कि रुद्राक्ष वाले ने "हाथ मत लगाना" इतनी जोर से कहा के चादर वाला ही नहीं मैं भी चौंक पड़ा।

"क्या बात है कौन चिल्ला रहा है" अंधे फ़क़ीर ने इसी तरह मुंह उठा कर ख़ला में देख कर पूछा। बच्ची रुद्राक्ष वाले की आवाज़ से सहम गई थी और अंधे फ़क़ीरे से लग कर खड़ी हो गई थी। वह सहमी सी रुद्राक्ष वाले को देख रही थी जो आंखें निकाल कर चादर वाले को घूर रहा था। चादर वाले ने अपना हाथ

1. लाज़मी 2. घृणा 3. बदचलन

ہی نہیں میں بھی چونک پڑا تھا۔

''کیا بات ہے کون چلاّ رہا ہے'' اندھے فقیر نے اسی طرح منہ اٹھا کر خلا میں دیکھ کر پوچھا۔ بچی رودراکش والے کی آواز سے سہم گئی تھی اور اندھے فقیرے سے لگ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ وہ سہمی سہمی سی رودراکش والے کو دیکھ رہی تھی جو آنکھیں نکال کر چادر والے کو گھور رہا تھا۔ چادر والے نے اپنا ہاتھ کھینچ کر پھر اپنے گھٹنوں کے گرد باندھ لیا تھا اس کی کپکپی میں اضافہ ہو گیا تھا۔ عجیب ضدی آدمی ہے سیٹ سے اٹھتا ہی نہیں ہے۔ اس کی بے حسی پر مجھے غصہ تو تھا ہی لیکن چشمے والے کی کہنی کا دباؤ چادر والے سے زیادہ اس پر غصہ دلا رہا تھا۔ میں نے ناگواری سے اسے گھورا۔ وہ بڑے انہاک سے چادر والے کو دیکھ رہا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ اس کا یہ انہاک دراصل دکھاوا تھا وہ قطار توڑ کر آگے گھسنے والوں کی طرح برتاؤ کر رہا تھا۔ اس کے اس مکر کو دیکھ کر جی میں آیا کہ پہلے اسی کو اٹھا کر ٹرین سے باہر پھینک دوں میں نے اپنے اطراف میں دیکھنے کے لیے سر گھمایا تو مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ ڈبے میں کھڑے ہوؤں میں سے بیشتر لوگ چادر والے کی سیٹ کے قریب آ کھڑے ہو گئے تھے۔ ان تمام کی آنکھوں میں ایسی چمک تھی جو لومڑی کی آنکھوں میں اس وقت ہوتی ہے جب شیر اپنے شکار سے شکم سیر ہو کر اس کی بچی کھچی ہڈیاں مردہ خور جانوروں کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔

''ابے سالے تیرا باپ بھی کبھی فرسٹ کلاس میں بیٹھا تھا؟'' رودراکش والے نے خشمگیں نظروں سے اسے گھور کر پوچھا۔

''ارے پہلے اس کو پوچھ کہ کبھی اس کا باپ ٹرین میں بھی بیٹھا تھا کیا؟ کھی کھی کھی!

''کیوں گالی بکتا ہے ساب؟ اندھا ہوں نا، مالوم نہیں تھا کہ یہ فسٹ کلاس ہے......''

اندھے فقیر نے لاٹھی سمیت اپنے ہاتھ جوڑ کر عاجزی سے کہا۔

''وہ ہمیں نہیں کہہ رہے ہیں۔'' بچی نے اندھے سے کہا لیکن اس کی نظریں رودراکش والے پر ہی تھیں۔

''پھر وہ کس کو گالیاں بک رہا ہے؟ کیا ڈبے میں کوئی دوسرا فقیر بھی آ گیا ہے؟''

اندھے فقیر نے پوچھا۔

खींच कर फिर अपने घुटनों के गिर्द बांध लिया था उस की कंपकपी में इज़ाफ़ा हो गया था। अजीब ज़िद्दी आदमी है सीट से उठता ही नहीं है। उस की बेहिसी पर मुझे गुस्सा तो था ही लेकिन चश्में वाले की कोहनी का दबाव चादर वाले से ज़्यादा उस पर ग़ुस्सा दिला रहा था मैंने नागवारी से उसे घूरा। वह बड़े इनहिमाक[1] से चादर वाले को देख रहा था। मैंने महसूस किया कि उस का यह इनहिमाक दरअसल दिखावा था। वह क़तार तोड़ कर आगे घुसने वालों की तरह बरताव कर रहा था। उसके उस मकर को देख कर जी में आया कि पहले उसी को उठा कर ट्रेन से बाहर फेंक दूं। मैंने अतराफ़ में देखने के लिए सर घुमाया तो मुझे यह देख कर हैरत हुई कि डिब्बे में खड़े हुए में से बेशतर[2] लोग चादर वाले की सीट के क़रीब आखड़े हुए थे। उन तमाम की आंखों में ऐसी चमक थी जो लोमड़ी की आंखों में उस वक़्त होती है जब शेर अपने शिकार से शिकमसैर[3] हो कर उसी की बची खुची हड्डियां मुर्दा ख़ोर जानवरों के लिए छोड़ देता है।

"अबे साले तेरा बाप भी कभी फर्स्ट क्लास में बैठा था?" रुद्राक्ष वाले ने ख़श्मगीं[4] नज़रों से उसे घूर कर पूछा।

"अरे पहले इस को पूछ के कभी इस का बाप ट्रेन में भी बैठा था क्या? खी, खी, खी"

"क्यों गाली बकता है साब? अंधा हूं ना, मालूम नहीं था कि यह फर्स्ट क्लास है......" अंधे फ़क़ीर ने लाठी समेट अपना हाथ जोड़ कर आजज़ी[5] से कहा,

"वह हमें नहीं कहरहे हैं" बच्ची ने अंधे से कहा लेकिन उस की नज़रें रुद्राक्ष वाले पर ही थीं।

"फिर वह किस को गालियां बक रहा है? क्या डिब्बे में कोई दूसरा फ़कीर भी आगया है?" अंधे फ़क़ीर ने पूछा।

बच्ची आहिस्ता आहिस्ता अंधे फ़क़ीर से कुछ कहने लगी और अंधा झुक कर बड़ी तवज्जोह से उस की बातें सुन रहा था। बच्ची बार बार मदक़ूक़ आदमी को देख लेती थी।

चादर वाला मदक़ूक़ आदमी सहमा हुआ सा रुद्राक्ष वाले को देख रहा था अलबत्ता उस के हडयाले रुख़सार का पतला सा गोश्त फड़कने लगा था। रुद्राक्ष वाले ने अचानक उसे गिरेबान से पकड़ कर खींच लिया, "साला जवाब नहीं देता

1. ध्यान पूर्वक 2. अधिकतर 3. पेट भरकर 4. ख़ौफ़नाक 5. विनम्रता

بچی آہستہ آہستہ اندھے سے کچھ کہنے لگی اور اندھا جھک کر بڑی توجہ سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ بچی بار بار مدقوق آدمی کو دیکھ لیتی تھی۔

چادر والا مدقوق آدمی سہما ہوا سا رودراکش والے کو دیکھ رہا تھا البتہ اس کے ہڈیالے رخسار کا پتلا سا گوشت پھڑکنے لگا تھا۔ رودراکش والے نے اچانک اسے گریبان سے پکڑ کر کھینچ لیا۔ ''سالا جواب نہیں دیتا میں کیا چوتیا ہوں؟'' رودراکش والے کی گرفت میں اس کی گردن کے اوپر سوکھے ہوئے چہرے پر بڑی بے چارگی تھی، التجا تھی، رحم طلبی تھی۔ مجھے اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہونے لگا جیسے کوئی میرا گلا گھونٹ رہا ہو......

''کھی کھی کھی، بندر سالا کھی کھی کھی'' جھائیوں کے داغ والے کی ہنسی کانوں میں گرم تیل کی طرح چھن چھنا رہی تھی رودراکش والے نے اسے یکلخت ایسے چھوڑ دیا جیسے وہ کوئی بے جان اور بے کار شئے ہو۔ وہ دھپ سے فرش پر گرا۔ چوٹ شاید اس کو کولہے میں لگی تھی اس کے منہ سے زور کی کراہ نکلی تھی وہ کراہتے ہوئے اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ میں نے پولیس والے کی طرف مدد مانگنے والے انداز میں دیکھا جیسے میں گونگا ہوں اور صرف نظروں ہی سے اپنی بات کہہ سکتا ہوں۔ پولس والا دونوں ہاتھوں سے راڈ پکڑے مسکرا رہا تھا۔ بچی دھیمی آواز میں اندھے سے کچھ کہہ رہی تھی اور اندھے کی بھنویں کمان کی طرح تن گئی تھیں۔

''بھوسڑی کا......مادر چود......باپ کی پراپرٹی سمجھ کے سو رہا تھا......رودراکش والا گالیاں بک رہا تھا اور اس کا ساتھی کھی کھی کھی......! کوئی انجانی گرفت میری گردن پر بڑھتی جا رہی تھی میرا جی کر رہا تھا کہ فوراً ہی اسٹیشن آ جائے اور میں ڈبے سے اتر کر اس ماحول سے نجات حاصل کرلوں۔

دھپ دھڑاپ دھپ کی بے ہنگم آواز پر میں اپنے خیالات سے چونکا۔ رودراکش والا مدقوق آدمی کو دروازے کی طرف ڈھکیل رہا تھا۔ شاید اسٹیشن آنے والا تھا۔

''ارے بابا کاہے کو مارتا ہے؟'' اچانک ایک کرخت آواز نے پورے ڈبے کو چونکا دیا۔ یہ اندھے فقیر کی آواز تھی۔ وہ زور زور سے، دائیں اندھیرے میں گھورتا ہوا بول رہا تھا۔ مدقوق آدمی کو ڈھکیلتے ڈھکیلتے رودراکش والا رک گیا اس نے پلٹ کر خونخوار نگاہوں سے اندھے کو دیکھا۔

मैं क्या चूतिया हूं?" रुद्राक्ष वाले की गिरफ़्त में उसकी गर्दन के ऊपर सूखे हुए चेहरे पर बड़ी बेचारगी थी, इलतिजा थी, रहम तलबी थी, मुझे अपना दम घुटता हुआ महसूस होने लगा जैसे कोई मेरा गला घोंट रहा हो......

"खी खी खी, बंदर साला खी खी खी" झाइयों के दाग़ वाले की हंसी कानों में गर्म तेल की तरह छनछना रही थी रुद्राक्ष वाले ने उसे यक्लख़्त(1) ऐसे छोड़ दिया जैसे वह कोई बेजान और बेकार शै हो। वह धप से फ़र्श पर गिरा। चोट शायद उस के कुल्हे में लगी थी उस के मुंह से ज़ोर की कराह निकली थी वह कराहते हुए उठने की कोशिश करने लगा। मैंने पुलिस वाले की तरफ़ मदद मांगने वाले अंदाज़ में देखा जैसे मैं गूंगा हूं और सिर्फ़ नज़रों ही से अपनी बात कह सकता हूं पुलिस वाला दोनों हाथों से राड पकड़े मुस्कुरा रहा था। बच्ची धीमी आवाज़ में अंधे से कुछ कह रही थी और अंधे की भवें कमान की तरह तन गई थीं।

"भोंसड़ी का......मादर चोद...... बाप की प्रापर्टी समझ के सो रहा था......" रुद्राक्ष वाला गालियां बक रहा था और उस का साथी खी खी खी......! कोई अंजानी गिरफ़्त मेरी गर्दन पर बढ़ती जा रही थी। मेरा जी कर रहा था कि फौरन ही स्टेशन आजाए और मैं डिब्बे से उतर कर इस माहौल से निजात हासिल करलूं।

धप धड़ाप धप की बेहंगम आवाज़ पर मैं अपने ख़्यातात से चौंका, रुद्राक्ष वाला मदक़ूक़ आदमी को दरवाज़े की तरफ़ ढकेल रहा था,। शायद स्टेशन आने वाला था।

"अरे बाबा काहे को मारता है?" अचानक एक करख़्त(2) आवाज़ ने पूरे डिब्बे को चौंका दिया। यह अंधे फ़क़ीर की आवाज़ थी। वह ज़ोर ज़ोर से, दाएमी(3) अंधेरे में घूरता हुआ बोल रहा था। मदक़ूक़ आदमी को ढकेलते ढकेलते रुद्राक्ष वाला रुक गया उस ने पलट कर ख़ूंख़ार निगाहों से अंधे को देखा।

"ओ अंधे" पुलिस वाला फिर अपनी जगह से चीखा, "एक तो तुम भिखारी लोग बिना टिकट के ट्रेन में घुसता है और ऊपर इतना रूवाब दिखाता है"

पुलिस वाले का चेहरा हूबहू रुद्राक्ष वाले जैसा बन गया था जैसे रुद्राक्ष वाले ने ही वर्दी पहनली हो। मदक़ूक़ आदमी की आंखों में बेबसी के साथ आंसू भी शामिल होगए थे। मैं गैंगवे से निकल कर दरवाज़े के क़रीब जाकर खड़ा हो गया।

1. अचानक 2. कर्कश 3. हमेशा का

"او اندھے۔" پولس والا پھر اپنی جگہ سے چیخا" ایک تو تم بھیکاری لوگ بنا ٹکٹ کے ٹرین میں گھستا ہے اور اوپر اتنا رواب دکھاتا ہے۔"

پولس والے کا چہرہ ہو بہو رودراکش والے جیسا بن گیا تھا جیسے رودراکش والے نے ہی وردی پہن لی ہو۔ مدقوق آدمی کی آنکھوں میں بے بسی کے ساتھ آنسو بھی شامل ہو گئے تھے۔ میں گینگ وے سے نکل کر دروازے کے قریب آکر کھڑا ہو گیا۔ میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ اب اگر رودراکش والے نے زیادتی کی تو میں اسے ضرور روکوں گا۔اس سے لڑونگا نہیں البتہ شائستہ زبان میں اسے ضرور روکوں گا۔ لیکن تم اسے روکو گے کیسے؟ وہ تو غنڈہ نظر آتا ہے۔ ممکن ہے وہ نشے میں ہو اور تمھاری بے عزتی کر دے! یہ بڑے اہم سوالات تھے جن کا جواب مجھے نہیں سوجھ رہا تھا......وہ چاہے جو ہو میں اسے سمجھانے کی کوشش ضرور کروں گا۔" میں نے خود کو سمجھایا۔

گاڑی کی رفتار پھر کم ہونے لگی تھی۔ اسٹیشن قریب تھا۔ رودراکش والا کمر پر دونوں ہاتھ رکھے مدقوق آدمی کو ایسے گھور رہا تھا جیسے باکسر اپنے مد مقابل کو چاروں شانے چت کرنے کے بعد اسے حقارت سے دیکھتا ہے۔ مدقوق آدمی گھٹنوں میں منہ دیے بیٹھا تھا اس کا جسم ہل رہا تھا پتہ نہیں ہانپ رہا تھا کانپ رہا تھا یا رو رہا تھا؟

گاڑی پلیٹ فارم میں داخل ہو رہی تھی۔ رودراکش والے نے گاڑی کے رکتے ہی جھپٹ کر مدقوق آدمی کو گریبان سے پکڑ کر پوری طاقت سے اٹھا لیا جیسے وہ کوئی انسان نہیں کیچوا ہو۔ ایک لجلجا کیڑا جس کے جینے مرنے کا کوئی مصرف نہ ہو۔ وہ اس کی گرفت میں ایسے جھولنے لگا جیسے ہینگر پر کوئی ڈھیلا ڈھالا کرتا جھول رہا ہو۔ جس میں کوئی جسم ہی نہ ہو۔ حلق سے نکلتی خرخر کی آواز کے ساتھ اس کی پھٹی پھٹی آنکھیں مجھے......نہیں نہیں مجھے نہیں......اس اندھے کو رحم طلب نظروں سے دیکھ رہی تھیں جو" کون ہے؟ ارے کاہے کو مارتا ہے بابا......" کہتے ہوئے ہوا میں لاٹھی چلانے لگا تھا۔ میں پھرتی سے پیچھے ہٹ نہ گیا ہوتا تو لاٹھی کی ضرب مجھے ضرور لگتی۔ بچی اندھے کا دامن پکڑ کر رودراکش والے کی گرفت میں چھٹ پٹاتے مدقوق آدمی کو ایسے دیکھ رہی تھی جیسے ابھی رو پڑے گی

"ابے بہت مستی چڑھ گئی ہے۔ سیدھا کھڑے رہ او اندھے......" پولس والے نے اندھے کو ڈانٹا "ہاں، ہاں، میں تو اندھا ہوں تمھاری ہے نا بڑی بڑی آنکھ تم میرے کو بتاؤ نا

मैं ने इरादा कर लिया था कि अब अगर रुद्राक्ष वाले ने ज़्यादती की तो मैं उसे ज़रूर रोकूगा। उस से लडूँगा नहीं अलबत्ता शाइस्ता[1] ज़बान में उसे ज़रूर रोकूगां? लेकिन तुम उसे रोकोगे कैसे? वह तो गुंडा नज़र आता है। मुमकिन है वह नशे में हो और तुम्हारी बेइज्ज़ती करदे! यह बड़े अहम सवालात थे जिन का जवाब मुझे नहीं सूझ रहा था......चाहे जो हो मैं उसे समझाने की कोशिश ज़रूर करूंगा'' मैं ने ख़ुद को समझाया।

गाड़ी की रफ़्तार फिर कम होने लगी थी। स्टेशन क़रीब था। रुद्राक्ष वाला कमर पर दोनों हाथ रखे मदक़ूक़ आदमी को ऐसे घूर रहा था जैसे बॉक्सर अपने मद्दे मुक़ाबिल को चारों शाने चित करने के बाद उसे हिक़ारत[2] से देखता है। मदक़ूक़ आदमी घुटनों में मुंह दिए बैठा था उस का जिस्म हिल रहा था। पता नहीं हांप रहा था कांप रहा था या रो रहा था ?

गाड़ी प्लेट फ़ार्म में दाख़िल हो रही थी। रुद्राक्ष वाले ने गाड़ी के रूकते ही झपट कर मदक़ूक़ आदमी को गिरेबान से पकड़ कर पूरी क़ुव्वत से उठा लिया जैसे वह कोई इन्सान नहीं केंचवा हो। एक लुजलुजा कीड़ा जिस के जीने मरने का कोई मसरफ़[3] न हो। वह उस की गिरफ़्त में ऐसे झूलने लगा जैसे हैंगर पर कोई ढीला ढाला कुर्ता झूल रहा हो। जिस में कोई जिस्म ही न हो। हलक़ से निकलती ख़र ख़र की आवाज़ के साथ उस की फटी फटी आंखें मुझे......नहीं नहीं मुझे नहीं......उस अंधे को रहम तलब नज़रों से देख रही थी जो ''कौन है? अरे काहे को मारता है बाबा......'' कहते हुए हवा में लाठी चलाने लगा था। मैं फुर्ती से पीछे हट ना गया होता तो लाठी की ज़र्ब[4] मुझे ज़रूर लगती। बच्ची अंधे का दामन पकड़ कर रुद्राक्ष वाले की गिरफ़्त में छटपटाते मदक़ूक़ आदमी को ऐसे देख रही थी जैसे अभी रो पड़ेगी।

''अबे बहुत मस्ती चढ़गई है, सीधा खड़े रह ओ अंधे......'' पुलिस वाले ने अंधे को डांटा... ''हां, हां, मैं तो अंधा हूं तुम्हारी है ना बड़ी बड़ी आंख तुम मेरे को बताओ कौन है यह मारने वाला और कौन है मार खाने वाला?......
बोलो......बोलो काहे को मारता है यह......काहे को मारता है आख़िर?'' अंधा फ़क़ीर गुस्से में एक ही सांस में बोल गया।

गाड़ी के रूकते ही रुद्राक्ष वाले ने एक झोंका देकर मदक़ूक़ आदमी को डिब्बे से बाहर ढकेल दिया वह काग़ज़ के टुकड़े की तरह लहरा कर प्लेट फ़ार्म पर

1. नम्र 2. घृणा 3. उपयोग 4. चोट

کون ہے یہ مارنے والا اور کون ہے مار کھانے والا؟...... بولو...... بولو کاہے کو مارتا ہے یہ ...... کاہے کو مارتا ہے آخر؟'' اندھا فقیر غصہ میں ایک ہی سانس میں بول گیا۔

گاڑی کے رکتے ہی رودراکش والے نے ایک جھونکا دے کر مدقوق آدمی کو ڈبے سے باہر ڈھکیل دیا وہ کاغذ کے ٹکڑے کی طرح لہرا کر پلیٹ فارم پر گرا۔ اس کے گرتے ہی میرا دل حلق میں آ گیا۔ خوف زدہ بچی اپنے پتلے پتلے ہاتھوں سے اندھے کو پلیٹ فارم کی طرف کھینچنے لگی۔ اندھا مراٹھی میں زور زور سے بھرائی آواز میں بڑبڑاتے ہوئے بچی کے ساتھ پلیٹ فارم پر اتر گیا۔ گاڑی جھٹکا لے کر چل پڑی۔ میں نے لپک کر دروازے میں سے پیچھے چھوٹتے پلیٹ فارم پر دیکھا۔ مٹ میلے اندھیرے میں پلیٹ فارم پر دو سائے کسی گٹھری جیسی شئے پر جھکے ہوئے تھے۔ ٹرین کی رفتار کے ساتھ پلیٹ فارم اور وہ سائے اندھیرے میں ڈوبتے چلے گئے۔

خالی سیٹ پر وہ میلی چادر پڑی ہوئی تھی جس سے عجیب طرح کی بو آ رہی تھی لیکن ناک میں سوزش پیدا کرنے والی کھرے کی بو جیسی نہیں تھی۔ سامنے کی سیٹ خالی پڑی تھی۔ جہاں کچھ دیر پہلے تک وہ مدقوق آدمی سویا ہوا تھا! چشمے والا کلرک نما آدمی اپنی اپنی جگہوں پر کھڑے ٹرین کے ہچکولوں کے ساتھ ہل رہے تھے۔ مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے میں ماقبل تاریخ کے ایک ایسے عظیم الجثہ اور مہیب جانور کے تاریک پیٹ میں پڑا ہوا ہوں جو گاڑھے اندھیرے میں بے تحاشہ دوڑا چلا جا رہا ہے!

गिरा। उस के गिरते ही मेरा दिल हलक़ में आ गया। ख़ौफ़ ज़दा बच्ची अपने पतले पतले हाथों से अंधे को प्लेट फार्म की तरफ़ खींचने लगी। अंधा मराठी में ज़ोर ज़ोर से भर्राई आवाज़ में बड़बड़ाते हुए बच्ची के साथ प्लेट फ़ार्म पर उतर गया। गाड़ी झटका लेकर चल पड़ी, मैंने लपक कर दरवाज़े में से पीछे छूटते प्लेट फार्म पर देखा। मटमैले अंधेरे में प्लेट फ़ार्म पर दो साए किसी गठरी जैसी शै पर झुके हुए थे। ट्रेन की रफ़्तार के साथ प्लेट फ़ार्म और वह साए अंधेरे में डूबते चले गये।

ख़ाली सीट पर वह मैली चादर पड़ी हुई थी जिस से अजीब तरह की बू आ रही थी लेकिन नाक में सोज़िश पैदा करने वाली ठर्रे की बू जैसी नहीं थी,। सामने की सीट ख़ाली पड़ी थी, जहां कुछ देर पहले तक वह मदक़ूक़ आदमी सोया हुआ था। चश्मे वाला और क्लर्क नुमा आदमी अपनी अपनी जगहों पर खड़े ट्रेन के हिचकोलों के साथ हिल रहे थे। मुझे ऐसा लग रहा था जैसे मैं मा-क़ब्ल-तारीख़[1] के एक ऐसे अज़ीमुलजुस्सा[2] और मुहीब[3] जानवर के तारीक पेट में पड़ा हुआ हूं जो गाढ़े अंधेरे में बेतहाशा दौड़ा चला जा रहा है।

1. इतिहास से पूर्व 2. विशाल शरीर वाला 3. डरावना

شموئل احمد

آنگن کا پیڑ

دہشت گرد سامنے کا دروازہ توڑ کر گھسے تھے اور وہ عقبی دروازے کی طرف بھاگا تھا۔گھر کا عقبی دروازہ آنگن کے دوسرے چھور پر تھا اور باہر گلی میں کھلتا تھا۔لیکن وہاں تک وہ پہنچ نہیں پایا..... آنگن سے بھاگتے ہوئے اس کا دامن پیڑ کی اُس شاخ سے الجھ گیا جو نیچے تک جھک آئی تھی......

یہ وہی پیڑ تھا جو اس کے آنگن میں اُگا تھا اور اس نے مدّتوں جس کی آبیاری کی تھی...... لیکن بہت پہلے......

بہت پہلے پیڑ وہاں نہیں تھا۔تب وہ بچپن کے دن تھے اور اس کی ماں آنگن کو ہمیشہ صاف ستھرا رکھتی تھی اور جنگل جھاڑ اگنے نہیں دیتی تھی۔لیکن ایک دن صبح صبح اُس نے اچانک ایک پودا اُگا ہوا دیکھا تھا۔پودا رات کی بوندوں سے نم تھا۔اُس کی پتیاں باریک تھیں اور ان کا رنگ ہلکا عنابی تھا۔اوپر والی پتی پر اُوس کا ایک موٹا سا قطرہ منجمد تھا۔ اُس نے بے اختیار چاہا اُس قطرے کو چھوکر دیکھے...... ہاتھ بڑھایا تو اُنگلیوں کے لمس سے قطرہ پتی پر لڑھک گیا.....اُس نے حیرت سے انگلی کی پور کی طرف دیکھا جہاں نمی لگ گئی تھی۔وہ بھاگتا ہوا ماں کے پاس پہنچا تھا۔ماں اُس وقت آٹا گوندھ رہی تھی اور اس کے کان کی بالیاں آہستہ آہستہ ہل رہی تھیں۔اس نے ماں کو بتایا کہ آنگن میں ایک پودا اگا ہے تو وہ آہستہ سے مسکرائی تھی اور آٹا گوندھنے میں لگی رہی تھی۔

ماں نے پودے کو دیکھا۔اُس کو لگا کوئی پھل دار درخت ہے۔ باپ کو وہ شیشم کا پودا معلوم ہوا۔موروثی مکان کے دروازے پرانے ہوگئے تھے۔ باپ اکثر سوچتا تھا اُن میں شیشم کے تختے لگائے گا۔

शमोएल अहमद

आंगन का पेड़

दहशत-गर्द[1] सामने का दरवाज़ा तोड़कर धुसे थे और वह अक़बी[2] दरवाज़े की तरफ़ भागा था। घर का अक़बी दरवाज़ा आंगन के दूसरे छोर पर था और बाहर गली में खुलता था लेकिन वहां तक वह पहुंच नहीं पाया.... आंगन से भागते हुए उसका दामन पेड़ की उस शाख़ से उलझ गया जो नीचे तक झुक आई थी।

यह वही पेड़ था जो उसके आंगन में उगा था और उसने मुद्दतों जिसकी आबयारी[3] की थी... लेकिन बहुत पहले .... ।

बहुत पहले पेड़ वहां नहीं था। तब वह बचपन के दिन थे और उसकी मां आंगन को हमेशा साफ़ सुथरा रखती थी और जंगल झाड़ उगने नहीं देती थी। लेकिन एक दिन सुबह उसने अचानक एक पौधा उगा हुआ देखा था। पौधा रात की बुंदों से नम था। उसकी पत्तियां बारीक थीं और उनका रंग हल्का उनाबी[4] था। ऊपर वाली पत्ती पर ओस का एक मोटा सा क़तरा[5] मुन्जमिद[6] था। उसने बे-एख़ितयार चाहा के उस क़तरे को छू कर देखे.... हाथ बढ़ाया तो उंगलियों के लम्स[7] से क़तरा पत्ती पर लुढ़क गया.... । उसने हैरत से उंगली की पोर की तरफ़ देखा जहां नमी लग गई थी। वह भागता हुआ मां के पास पहुंचा था । मां उस वक़्त आटा गूंध रही थी। उसके कान की बालियां आहिस्ता-आहिस्ता हिल रही थीं। उसने मां को बताया कि आंगन में एक पौधा उगा है, तो वह आहिस्ता से मुस्कुराई थी और आटा गूंधने में लगी रही थी।

माँ ने पौधे को देखा, उसको लगा कोई फलदार दरख़्त[8] है। बाप को वह शीशम का पौधा मालूम हुआ, मौरुसी[9] मकान के दरवाज़े पुराने हो गए थे।

1.आतंकवादी 2. पिछले 3. सींचना 4. सियाही लिए हुए लाल
5. बूंद 6. जमा हुआ 7. स्पर्श 8. पेड़ 9. पैतृक

وہ صبح شام پودے کی آب یاری کرنے لگا۔ اسکول سے واپسی کے بعد تھوڑی دیر پودے کے قریب بیٹھتا۔ اس کی پتّیاں چھوتا اور خوش ہوتا۔

ایک بار پڑوسی کی بکری آنگن کے پچھلے دروازے سے اندر گھس آئی۔ وہ اس وقت اسکول جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ پہلے تو اس نے توجہ نہیں دی لیکن جب بکری پودے کے قریب پہنچی اور ایک دو پتّیاں چٹ کر گئی تو وہ بستہ پھینک کر بکری کو مارنے دوڑا۔ بکری ممیاتی ہوئی بھاگی۔ غم و غصّے سے اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اس نے آنگن کا دروازہ بند کیا اور روتا ہوا ماں کے پاس پہنچا۔ ماں نے دلاسہ دیا۔ باپ نے پودے کی چاروں طرف سے حد بندی کر دی۔

اس دن سے وہ بکری کی تاک میں رہنے لگا کہ پھر گھسے گی تو ٹانگیں توڑے گا۔ وہ اکثر گلی میں جھانک کر دیکھتا کہ بکری کہیں ہے کہ نہیں......؟ اگر نظر آتی تو چھڑی لے کر دروازے کی اُوٹ میں ہو جاتا اور دَم سادھے بکری کے گھسنے کا انتظار کرتا رہتا......

ایک بار باپ نے اس کی اس حرکت پر سختی سے ڈانٹا تھا۔

پیڑ سے اس کا یہ لگاؤ دیکھ کر ماں ہنستی تھی اور کہتی تھی۔

''جیسے جیسے تو بڑھے گا پیڑ بھی بڑھے گا۔''

ماں پودے کا خیال رکھنے لگی تھی۔ آنگن کی صفائی کے وقت اکثر پانی ڈال دیتی پودا آہستہ آہستہ بڑھنے لگا۔ دیکھتے دیکھتے اس کی ٹہنیاں پھوٹ آئیں اور پتے ہرے ہوگئے۔ لیکن پھر بھی پہچان نہیں ہوسکی کہ کس چیز کا پیڑ ہے۔ باپ کو شک تھا کہ وہ شیشم ہے۔ ماں اس کو اب پھل دار درخت ماننے کو تیار نہیں تھی۔ لیکن پودا اپنی جڑیں جما چکا تھا اور ایک ننھے سے پیڑ میں تبدیل ہوگیا تھا۔ اب پتّیوں پر خوش رنگ تتلیاں بیٹھنے لگی تھیں...... وہ انہیں پکڑنے کی کوشش کرتا۔ ایک بار تتلی کے پر ٹوٹ کر اس کی انگلیوں میں رہ گئے۔ اُس کو افسوس ہوا۔ اس نے پھر تتلی پکڑنے کی کوشش نہیں کی۔ وہ بس تتلی کو دیکھتا رہتا اور جب اُڑتی تو اس کے پیچھے بھاگتا۔ لیکن آنگن میں گرگٹ کا سرسرانا اس کو قطعی پسند نہیں تھا۔ اس کے سر ہلانے کا انداز اس کو مکروہ لگتا۔ ایک بار ایک گرگٹ پیڑ کی پھنگی پر چڑھ گیا اور زور زور سے سر ہلانے لگا۔ اس کو کراہیت محسوس ہوی۔ اس نے پتھر اٹھایا...... پھر سوچا پتّے جھڑ جائیں گے...... تب اس نے پاؤں کو زمین پر زور سے پٹکا۔ ''دھب......''!!

बाप अक्सर सोचता था, उनमें शीशम के तख़्ते लगायेगा।

वह सुबह शाम पौधे की आबयारी करने लगा। स्कूल से वापसी के बाद थोड़ी देर पौधे के क़रीब बैठता। उसकी पत्तियां छूता और खुश होता।

एक बार पड़ोसी की बकरी आंगन के पिछले दरवाज़े से अंदर घुस आई। वह उस वक्त स्कूल जाने की तैयारी कर रहा था। पहले तो उसने तवज्जोह[1] नहीं दी लेकिन जब बकरी पौधे के क़रीब पहुंची और एक दो पत्तियां चट कर गई तो वह बस्ता फेंक कर बकरी को मारने दौड़ा, बकरी मेमयाती हुई भागी। ग़मो-गुस्से से उसकी आंखों में आंसू आ गए। उसने आंगन का दरवाज़ा बन्द किया और रोता हुआ मां के पास पहुंचा। मां ने दिलासा दिया। बाप ने पौधे की चारों तरफ़ से हदबंदी[2] कर दी।

उस दिन से वह बकरी की ताक में रहने लगा कि फिर घुसेगी तो टांगें तोड़ देगा। वह अक्सर गली में झांक कर देखता कि बकरी कहीं है कि नहीं .... ? अगर नज़र आती तो छड़ी लेकर दरवाज़े की ओट में हो जाता और दम साधे बकरी के घुसने का इंतिज़ार करता रहता......। एक बार बाप ने उसकी इस हरकत पर सख़्ती से डांटा था। पेड़ से उसका यह लगाव देखकर मां हंसती थी और कहती थी जैसे-जैसे तू बढ़ेगा, पेड़ भी बढ़ेगा।

माँ पौधे का ख़्याल रखने लगी थी। आंगन की सफ़ाई के वक्त अक्सर पानी डाल देती। पौधा आहिस्ता-आहिस्ता बढ़ने लगा.... देखते-देखते उसकी टेहनियां फुट आई और पत्ते हरे हो गए लेकिन फिर भी पहचान नहीं हो सकी कि किस चीज़ का पेड़ है। बाप को शक था के वह शीशम है, माँ इसको अब फलदार दरख़्त मानने को तैयार नहीं थी। लेकिन पौधा अपनी जड़ें जमा चुका था और एक नन्हे से पेड़ में तब्दील[3] हो गया था।

अब पत्तों पर खुश रंग तितलियां बैठने लगी थीं...... वह उन्हें पकड़ने की कोशिश करता। एक बार तितलियों के पर टूटकर उसकी उंगलियों में रह गये...। उसको अफ़सोस हुआ। उसने फिर तितली पकड़ने की कोशिश नहीं की। वह बस तितली को देखता रहता, जब उड़ती तो उसके पीछे भागता.... लेकिन आंगन में गिरगिट का सरसराना उसको क़तई पसंद नहीं था। उसके सर हिलाने का

---

1. ध्यान 2. घेराबन्दी 4. परिवर्तित

گرگٹ سرک کر نیچے بھاگا تو اس نے پتھر دے مارا پتھر زمین پر اُچھل کر آنگن میں رکھی کوڑے کی بالٹی سے ٹکرایا اور ڈھن کی آواز ہوئی تو ماں نے کھڑکی سے آنگن میں جھانکا اور اُس کو دھوپ میں دیکھ کر ڈانٹنے لگی۔

وہ صبح شام پیڑ کی رکھوالی کرنے لگا۔ وقت کے ساتھ پیڑ بڑا ہوگیا اور اُس نے بھی دسویں جماعت پاس کرلی۔

وہ اب عمر کی ان سیڑھیوں پر تھا جہاں چیونٹیاں بے سبب نہیں رینگتیں اور خوشبوئیں نئے نئے بھید کھولتی ہیں۔ پیڑ کے تنے پر چیونٹیوں کی قطار چڑھنے لگی تھی اور اُس کی جواں سال شاخوں میں ہوائیں سرسراتیں اور پتے لہراتے اور وہ اُچک کر اسی شاخ پر بیٹھ جاتا اور کوئی گیت گنگنانے لگتا۔

پیڑ کی جس شاخ پر وہ بیٹھتا تھا وہاں سے پڑوسن کا آنگن نظر آتا تھا۔ ایک دن اچانک ایک لڑکی نظر آئی جو تار پر گیلے کپڑے پھیلا رہی تھی۔ لڑکی کو اس نے پہلے نہیں دیکھا تھا اس کے نقوش اس کو تیکھے لگے۔ کپڑے پھیلاتی ہوئی وہ آنگن میں کونے کی طرف بڑھ گئی اور نگاہوں سے اوجھل ہوگئی۔ وہ فوراً اوپر والی شاخ پر چڑھ گیا جہاں سے آنگن کا کونا صاف نظر آتا تھا۔ لڑکی کا دوپٹہ ہوا میں لہرا رہا تھا...... یکایک دوپٹہ کندھے سے سرک گیا اور اس کی چھاتیاں نمایاں ہوگئیں۔ ناگہاں لڑکی کی نظر پیڑ کی طرف اٹھ گئی...... وہ ایک لمحے کے لیے ٹھٹھکی...... دوپٹہ سنبھالا اور ستون کی اوٹ میں ہوگئی...... لڑکی صاف چھپی ہوئی نہیں تھی۔ اس کا ایک پیر اور سر کا نصف حصّہ دکھائی دے رہا تھا۔ لڑکی نے ایک دو بار پائے کی اوٹ سے جھانک کر اس کی طرف دیکھا تو جواں سال شاخوں میں ہوا کی سرسراہٹ تیز ہوگئی۔

وہ اب خواہ مخواہ بھی شاخ پر بیٹھنے لگا تھا اور لڑکی بھی پائے کی اوٹ میں ہوتی تھی کبھی کبھی وہ بیچ آنگن میں کھڑی ہوجاتی اور اس کا دوپٹہ ہوا میں لہرانے لگتا اور......

ایک دن اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ لڑکی کو خفیف سا اشارہ کیا...... لڑکی مسکرائی اور بھاگ کر ستون کی اوٹ میں ہوگئی۔ وہاں سے لڑکی نے کئی بار مسکرا کر اس کی طرف دیکھا۔ اس کے دل کی دھڑکن بڑھ گئی۔ چیونٹیوں کی ایک قطار پیڑ پر چڑھنے لگی......

अंदाज़ उसको मकरूह[1] लगता । एक बार एक गिरगिट पेड़ की फुन्गी पर चढ़ गया और ज़ोर-ज़ोर से सर हिलाने लगा उसको कराहियत महसूस हुई.... । उसने पत्थर उठाया... फिर सोचा पत्ते झड़ जाएंगे ... तब उसने पांव को ज़मीन पर ज़ोर से पटका...धब.. !! गिरगिट सरक कर नीचे भागा तो उसने पत्थर दे मारा। पत्थर ज़मीन पर उछल कर आंगन में रखी कूड़े की बाल्टी से टकराया और, ढन की आवाज़ हुई तो मां ने खिड़की से आंगन में झांका और उसको धूप में देखकर डांटने लगी।

वह सुबह शाम पेड़ की रखवाली करने लगा। वक़्त के साथ पेड़ बड़ा हो गया और उसने भी दसवीं जमाअत पास कर ली।

वह अब उम्र की उन सीढ़ियों पर था जहां चिटियाँ बे सबब[2] नहीं रेंगती और खुशबुएं नए नए भेद खोलती हैं। पेड़ के तने पर चिटियों की क़तार चढ़ने लगी थी और उसकी जवां साल शाख़ों में हवाएँ सरसराती और पत्ते लहराते और वह उचक कर उसी शाख़ पर बैठ जाता और कोई गीत गुनगुनाने लगता।

पेड़ की जिस शाख़ पर वह बैठता था, वहां से पड़ोसन का आंगन नज़र आता था। एक दिन अचानक एक लड़की नज़र आई, जो तार पर गीले कपड़े फैला रही थी। लड़की को उसने पहले नहीं देखा था। उसके नुक़ूश[3] उसको तीखे लगे। कपड़े फैलाती हुई वह आंगन में कोने की तरफ़ बढ़ गई और निगाहों से ओझल हो गई। वह फ़ौरन ऊपर वाली शाख़ पर चढ़ गया, जहां से आंगन का कोना साफ़ नज़र आता था। लड़की का दुपट्ट्य हवा में लहरा रहा था... । यकायक दुपट्ट्य कंधे से सरक गया और उसकी छातियों नुमायां[4] हो गईं...... नागहां[5] लड़की की नज़र पेड़ की तरफ़ उठ गई.... वह एक लम्हे के लिए ठिठ्की...... दुपट्ट्य संभाला और सुतून की ओट में हो गई ..... लड़की साफ़ छुपी हुई नहीं थी। उसका एक पैर और सर का निस्फ़[6] हिस्सा दिखाई दे रहा था। लड़की ने एक-दो बार पाए की ओट से झांक कर उसकी तरफ़ देखा तो जवां साल शाख़ों में हवा की सरसराहट तेज़ हो गई.... ।

---

1. घृणित 2. बिना कारण 3. नाक नक़्शा 4. स्पष्ट 5. अचानक 6. आधा

وہ گرمی سے السائی ہوئی دوپہر تھی جب لڑکی نے ایک دن عقبی دروازے سے آنگن میں جھانکا۔وہ بکری کے لیے پتّے مانگنے آئی تھی۔وہ پیڑ کے پاس آئی تو اس نے پہلی بار لڑکی کو قریب سے دیکھا۔اس کی پیشانی پر پسینے کی ننھی ننھی بوندیں جمع تھیں۔ہونٹوں کا بالائی حصّہ نم تھا اور آنکھوں میں بسنتی ڈورے لہرا رہے تھے۔

وہ پتّے توڑنے لگا۔اس کا ہاتھ بار بار لڑکی کے بدن سے چھو جاتا۔لڑکی خوش نظر آرہی تھی۔وہ بھی خوشی سے سرشار تھا۔یکا یک ہوا کا ایک جھونکا آیا اور لڑکی کا دوپٹہ......

لڑکی کی آنکھوں میں بسنتی ڈورے گلابی ہوگئے......ہونٹوں کے بالائی حصّے پر پسینے کی بوندیں دھوپ کی روشنی میں چمکنے لگیں......اس کا ہاتھ ایک بار پھر لڑکی کے بدن سے چھو گیا۔اور دوپٹہ ایک بار پھر ہوا میں لہرایا اور کچے انار جیسی چھاتیاں نمایاں ہوگئیں۔اور وہ کچھ سمجھ نہیں سکا کہ کب وہ لڑکی کی طرف ایک دم کھنچ گیا......اس نے اپنے ہونٹوں پر اس کے بھیگے ہونٹوں کا لمس محسوس کیا۔پہلے بوسے کا پہلا لمس...... اس پر بے خودی طاری ہونے لگی۔

لڑکی اس کے سینے سے لگی تھی۔ ہونٹ پر ہونٹ ثبت تھے۔اور پیڑ کی جواں سال شاخوں میں ہوا کی سرسراہٹ ہونے لگی تھی...............زندگی کے آتشیں لمحوں کا پہلا نشہ تھا .....دل کی پہلی دھڑکن تھی۔کسی کے آجانے کا خوف تھا.........اور پیڑ پر چڑھتی چیونٹیوں کی قطار تھی......

لمحہ لمحہ لمس کی لذّت ہوا میں برف کی طرح اس کی روح میں گھل رہی تھی۔اور شاخیں ہوا میں جھوم رہی تھیں......اور بے خودی کے ان لمحوں میں پیڑ اس کا ہم راز تھا۔یہ شجر ممنوعہ نہیں تھا جو جنّت میں اگا تھا۔یہ اس کے وجود کا پیڑ تھا جو اس کے آنگن میں اگا تھا۔اس کا ہم دم......اس کا ہم راز......اس کی معصوم لغزش میں برابر کا شریک......

اچانک لڑکی اس سے الگ ہوئی۔اس کا چہرہ گلنار ہوگیا تھا اور بدن آہستہ آہستہ کانپ رہا تھا۔ وہ بھاگتی ہوئی آنگن سے باہر چلی گئی۔اس نے پتّے بھی نہیں لیے......وہ دَم خود اس کو دیکھتا رہ گیا......

اس بار پیڑ پر پہلی بار پھول آئے۔

वह अब ख़्वाह-म-ख़्वाह[1] भी शाख़ पर बैठने लगा था और लड़की भी पाए की ओट में होती थी। कभी कभी वह बीच आंगन में खड़ी हो जाती थी और उसका दुपट्टा हवा में लहराने लगता और .....

एक दिन उसने धड़कते दिल के साथ लड़की को ख़फ़ीफ़[2] सा इशारा किया.... लड़की मुस्कुराई और भाग कर सुतून की ओट में हो गई। वहां से लड़की ने कई बार मुस्कुरा कर उसकी तरफ़ देखा .... उसके दिल की धड़कन बढ़ गई.... चींटियों की एक क़तार पेड़ पर चढ़ने लगी।

वह गरमी से अलसाई हुई दोपहर थी जब लड़की ने एक दिन अक़बी दरवाज़े से आंगन में झांका। वह बकरी के लिए पत्ते मांगने आई थी। वह पेड़ के पास आई तो उसने पहली बार लड़की को क़रीब से देखा। उसकी पेशानी[3] पर पसीने की नन्हीं-नन्हीं बूंदें जमा थीं। होंठों का बालाई हिस्सा नम था और आंखों में बसंती डोरे लहरा रहे थे।

वह पत्ते तोड़ने लगा, उसका हाथ बार-बार लड़की के बदन से छू जाता। लड़की खुश नज़र आ रही थी। वह भी खुशी से सरशार[4] था। यकायक हवा का एक झोंका आया और लड़की का दुपट्टा.... ।

लड़की की आंखों में बसंती डोरे गुलाबी हो गए .... होंठों के बालाई हिस्से पर पसीने की बून्दें धूप की रोशनी में चमकने लगीं........ उसका हाथ एक बार फिर लड़की कि बदन से छू गया ..... और दुपट्टा एक बार फिर हवा में लहराया और कच्चे अनार जैसी छातियाँ नुमायां हो गई ... और वह कुछ समझ नहीं सका के कब लड़की की तरफ़ एक दम खींच गया ..... उसने अपने होंठों पर उसके भींगे होंठो का लम्स महसूस किया .....पहले बोसे का पहला लम्स .... उस पर बेखुदी तारी[5] होने लगी।

लड़की उसके सीने से लगी थी..... होंठ पर होंठ सब्त[6] थे ....और पेड़ की जवां साल शाख़ों में हवा की सरसराहट हो: लगी थी ...... ज़िन्दगी के आतिशीं[7] लम्हों का पहला नशा था। दिल की पहली धड़कन थी..... किसी के आ जाने का ख़ौफ़ था ..... और पेड़ पर चढ़ती चींटियों की क़तार थी..... ।

लम्हा-लम्हा लम्स की लज़्ज़त हवा में बर्फ़ की तरह उसकी रूह में घुल

---

1. न चाहते हुए 2. हलका 3. माथा 4. मस्त 5. छा जाने वाला 6. चिपके हुए 7. आग जैसे

وقت کے ساتھ پیڑ کچھ اور گھنا ہوا۔وہ بھی جوان اور تنومند ہوگیا اور باپ کے دھندے میں ہاتھ بٹانے لگا۔پیڑ کی موٹی موٹی شاخیں نکل آئیں اور پتے بڑے بڑے ہوگئے۔لیکن پیڑ پھل دار نہیں تھا۔صرف پھول اگتے تھے جن کا رنگ ہلکا عنابی تھا۔ ہوا چلتی تو پھول ٹوٹ کر آنگن میں بکھر جاتے۔آنگن اور اوسارا زرد پتوں اور عنابی پھولوں سے بھر جاتا۔ماں کو صفائی میں اور زیادہ محنت کرنی پڑتی۔

شام کو اس کا باپ پیڑ کے نیچے کھاٹ بچھا کر بیٹھتا تھا۔ وہ ہمیشہ آلتی پالتی مار کر بیٹھتا اور پاجامے کو گھٹنے کے اوپر چڑھا لیتا اور آہستہ آہستہ بیڑی کے کش لگاتا رہتا۔اُس کی ماں پاس بیٹھ کر سبزی کاٹتی اور گھر کے مسائل پر بات چیت کرتی۔

ایک دن ماں نے اس کی شادی کی بات چھیڑی۔باپ نے بیڑی کے دو چار کش لگائے اور اُن رشتوں پر غور کیا جو اس کے لیے آرہے تھے۔

پھر وہ دن آگیا جب ماں نے آنگن میں مڑوا کھینچا اور محلّے کی عورتیں رات بھر ڈھول بجاتی رہیں اور گیت گاتی رہیں اور گیت کی لے میں پتوں کی سرسراہٹ گھلتی رہی اُس سال پیڑ پر بہت پھول آئے......

اس کی بیوی خوبصورت اور ہنس مکھ تھی۔آہستہ آہستہ اُس نے گھر کا کام سنبھال لیا تھا۔لیکن پیڑ سے اس کی دلچسپی نہیں تھی۔آنگن کی صفائی پر ناک بھوں چڑھاتی پتے بھی اب بہت ٹوٹتے تھے۔اس کی ماں آنگن کے کونے مین پتوں کے ڈھیر لگاتی اور انہیں آگ دکھاتی رہتی۔

اس کی بیوی نے چار بچے جنے ۔بچّوں کو پیڑ سے دلچسپی نہیں تھی وہ اس کے سائے میں کھیلتے تک نہیں تھے۔ نہ ہی کوئی اُچک کر شاخ پر بیٹھتا تھا۔بڑا بیٹا تو پیڑ کو کاٹنے کے درپے تھا۔پیڑ اس کو بھدّا اور بدصورت لگتا۔شاخیں اینٹھ کر اوپر چلی گئی تھیں۔ایک شاخ اوپر سے بل کھاتی ہوئی نیچے جھک آئی تھی۔تنے کی چاروں طرف کی زمین عموماً گیلی رہتی۔بارش ہوتی تو وہاں بہت کیچڑ ہوجاتا جن میں پھول دھنسے ہوتے۔سوکھے پتوں کا بھی بہت ڈھیر ہونے لگا تھا۔اس کی بیوی صفائی سے عاجز تھی۔

پیڑ بڑھ کر چھتنار ہوگیا تھا۔

रही थी....... और शाखें हवा में झुम रही थीं..... और बेखूदी के इन लम्हों में पेड़ उसका हमराज़ था..... यह शज्रे-ममनूआ[1] नहीं था जो जन्नत में उगा था..... यह उसके वजूद का पेड़ था जो उसके आंगन में उगा था .... उसका हम-दम ...... उसका हमराज़...... उसकी मासूम लग़ज़िश[2] में बराब्बर का शरीक.....।

अचानक लड़की उससे अलग हुई उसका चेहरा गुल्नार हो गया था। और बदन आहिस्ता-आहिस्ता कांप रहा था.... वह भागती हुई आंगन से बाहर चली गई ...... उसने पत्ते भी नहीं लिए .... वह दम-बखुद[3] उसको देखता रह गया.......।

इस साल पेड़ पर पहली बार फूल आये ।

वक़्त के साथ पेड़ कुछ और घना हुआ। वह भी जवान और तनोमंद[4] हो गया और बाप के धंधे में हाथ बंटाने लगा। पेड़ की मोटी-मोटी शाखें निकल आईं और पत्ते बड़े-बड़े हो गए लेकिन पेड़ फलदार नहीं था, सिर्फ़ फूल उगते थे, जिनका रंग हल्का उनाबी था, हवा चलती तो फूल टूट कर आंगन में बिखर जाते। आंगन और ओसारा ज़र्द पत्तों और उनाबी फूलों से भर जाता। मां को सफ़ाई में और ज़्यादा मेहनत करनी पड़ती।

शाम को उसका बाप, पेड़ के नीचे खाट बिछा कर बैठता था। वह हमेशा आलती पालती मारकर बैठता और पाजामे को घुटने के ऊपर चढ़ा लेता और आहिस्ता-आहिस्ता बीड़ी के कश लगाता रहता। उसकी माँ पास बैठकर सब्ज़ी काटती और घर के मसाएल[5] पर बातचीत करती।

एक दिन मां ने उसकी शादी की बात छेड़ी। बाप ने बीड़ी के दो चार कश लगाए और उन रिश्तों पर ग़ौर किया जो उसके लिए आ रहे थे।

फिर वह दिन आ गया, जब माँ ने आंगन में मड़वा खींचा और मुहल्ले की औरतें रात भर ढोल बजाती रहीं और गीत-गाती रहीं, और गीत की लय में पत्तों की सरसराहट घुलती रही। उस साल पेड़ पर बहुत फूल आए.....।

उसकी बीवी खूबसूरत और हंसमुख थी, आहिस्ता-आहिस्ता उसने घर का काम संभाल लिया था लेकिन पेड़ से उसकी दिलचस्पी नहीं थी। आंगन की सफ़ाई पर नाक भांव चढ़ाती। पत्ते भी अब बहुत टूटते थे। उसकी माँ आंगन के कोने में पत्तों के ढेर लगाती और उन्हें आग दिखाती रहती।

---

1. निषेध किया हुआ पेड़, 2. भूल 3. हक्का-बक्का 4. हृष्ट-पुष्ट 5. समस्याओं

گھر کی ساری ذمہ داریاں اس پر آ گئی تھیں۔ باپ بوڑھا اور کمزور ہو چلا تھا اور زیادہ تر گھر پر ہی رہتا تھا۔ لیکن وہ اب بھی پیڑ کے سائے میں کھاٹ پر آلتی پالتی مار کر بیٹھتا تھا اور بیڑی پھونکتا رہتا تھا۔ اس کو اب کھانسی رہنے لگی تھی۔ وہ اکثر کھانستے کھانستے بے دم ہو جاتا۔ آنکھیں حلقوں سے باہر اُبلنے لگتیں اور بہت سا بلغم کھاٹ کے نیچے تھوکتا۔ پھر بھی اس کا بیڑی پھونکنا بند نہیں ہوتا۔

آخر ایک دن اس کا باپ چل بسا۔ ماں بین کر کر کے روئی...... مغموم اور اُداس پیڑ کے نیچے بیٹھا رہا۔ زندگی میں پہلی بار کچھ کھونے کا شدت سے احساس ہوا تھا۔

باپ کے مرنے کے بعد ذمہ داریاں اور بھی بڑھ گئی تھیں۔ وہ اب خود باپ تھا۔ اور بچے بڑے ہو گئے تھے جو کاروبار میں اس کا ہاتھ بٹانے لگے تھے۔ وہ اب نسبتاً خوش حال تھا۔ اس کا دھندہ جم گیا تھا۔ اس نے موروثی مکان کی جہاں تہاں مرمت کروائی تھی اور دروازوں میں شیشم کے تختے لگوائے تھے۔ ایک پختہ دلان بھی بنوالیا تھا۔ اس کی بیوی نئے کمرے میں رہتی تھی جس سے ملحق غسل خانہ بھی تھا۔ وہ ماں کو بھی نئے کمرے میں رکھنا چاہتا تھا لیکن وہ راضی نہیں تھی۔ باپ کے گذر جانے کے بعد وہ ٹوٹ گئی تھی اور دن بھر اپنے کمرے میں پڑی کھانستی رہتی تھی۔ دیواروں کا پلستر جگہ جگہ سے اُکھڑ گیا تھا اور شہتیر کو دیمک چاٹنے لگی تھی۔

وہ اس کی مرمّت بھی نہیں چاہتی تھی۔ مرمّت میں تھوڑی بہت توڑ پھوڑ ہوتی جو اس کو گوارہ نہیں تھا۔ وہ جب بھی دوسرے کمرے میں رہنے کے لئے زور دیتا تو ماں کہتی تھی کہ اپنی جگہ چھوڑ کر کہاں جائے گی......؟ ڈولی سے اتر کر کمرے میں آئی اب کمرے سے نکل کر ارتھی میں جائے گی۔ ماں کی ان باتوں سے وہ کوفت محسوس کرتا تھا۔

وہ گرچہ خوش حال تھا لیکن بہت پُرسکون نہیں تھا۔ اب آسمان کا رنگ سیاہی مائل تھا اور تتلیاں نہیں اُڑتی تھیں۔ اب چیل اور کوے منڈلاتے تھے اور فضا مسموم تھی۔ پہلے جب اس کا باپ زندہ تھا تو رات دس بجے بھی شہر میں چہل پہل رہتی تھی۔ اب علاقے میں دہشت گرد گھومتے تھے اور سرِ شام ہی دکانیں بند ہو جاتی تھیں۔ شہر میں آئے دن کرفیو لگا رہتا اور سپاہی بکتر بند گاڑیوں میں گھوما کرتے۔

उसकी बीवी ने चार-बच्चे जने, बच्चों को भी पेड़ से दिलचस्पी नहीं थी। वह उसके साये में खेलते तक नहीं थे, न ही कोई उचक कर शाख़ पर बैठता था। बड़ा बेटा तो पेड़ को काटने के दरपै[1] थे। पेड़ उस को भद्दा और बदसूरत लगता। शाखें ऐंठ कर ऊपर चली गई थीं। एक शाख़ ऊपर से बलखाती हुई निचे झुक आई थी। तने की चारों तरफ़ की ज़मीन उमूमन[2] गीली रहती। बारिश होती तो वहां बहुत कीचड़ हो जाता, जिनमें फूल धंसे होते। सूखे पत्तों का भी बहुत ढेर होने लगा था। उसकी बीवी सफ़ाई से आजिज़[3] थी।

पेड़ बढ़कर छतनार हो गया था।

घर की सारी ज़िम्मेदारियाँ उसपर आ गई थीं। बाप बुढ़ा और कमज़ोर हो चला था और ज़्यादातर घर पर ही रहता था लेकिन वह अब भी पेड़ के साये में खाट पर आलती पालती मार कर बैठता था और बीड़ी फूंकता रहता था। उसको खांसी रहने लगी थी वह अक्सर खांसते-खांसते बेदम हो जाता। आंखें हलक़ों से बाहर उबलने लगतीं और बहुत सा बलग़म खाट के नीचे थूकता, फिर भी उसका बीड़ी फूंकना बंद नहीं होता।

आख़िर एक दिन उसका बाप चल बसा। माँ बैन[4] कर कर के रोई... मग़मूम[5] और उदास पेड़ के नीचे बैठा रहा.... ज़िन्दगी में पहली बार खोने का शिद्दत से एहसास हुआ था।

बाप के मरने के बाद ज़िम्मेदारियां और भी बढ़ गई थीं। वह अब खुद बाप था और बच्चे बड़े हो गये थे, जो कारोबार में उसका हाथ बटाने लगे थे। वह अब निस्बतन खुशहाल था। उसका धंधा जम गया था। उसने मौरुसी मकान की जहां तहां मरम्मत करवाई थी और दरवाज़ों में शीशम के तख़ते लगवाये थे। एक पुख़ता दालान भी बनवा लिया था। उसकी बीवी नये कमरे में रहती थी, जिससे मुलहिक़[6] ग़ुसलख़ाना[7] भी था। वह माँ को भी नये कमरे में रखना चाहता था लेकिन वह राज़ी[8] नहीं थी। बाप के गुज़र जाने के बाद वह टूट गई थी और दिन भर अपने कमरे में पड़ी खांसती रहती थी........... दीवारों का पलस्तर जगह-जगह से उखड़ गया था और शहतीर को दीमक चाटने लगी थी।

---

1. उतारू 2. आमतौर से 3. तंग 4. बोल-बोल कर
5. ग़म से भरा हुआ 6. लगा हुआ 7. स्नान घर 8. तैयार

پیڑ پر اب کوّے بیٹھتے تھے اور دن بھر کاؤں کاؤں کرتے کوّے کی آواز اس کو منحوس لگتی۔ وہ چاہتا تھا اس کا آنگن چیل کوّوں سے پاک رہے لیکن اس کو احساس تھا کہ ان کا اڑانا مشکل ہے۔ وہ آنکھوں میں بے بسی لیے انہیں تکتا رہتا۔ پیڑ کے سائے میں اب بیٹھنا بھی مشکل تھا۔ پرندے بیٹ کرتے تھے اور آنگن گندہ رہتا تھا۔ ماں میں اب صفائی کرنے کی سکت نہیں تھی اور بیوی کو یہ سب گوارہ نہیں تھا۔ وہ کبھی کبھی مزدور رکھ کر آنگن کی صفائی کرادیتا۔

آئے دن کے ہنگاموں سے اس کی بیوی خوف زدہ رہنے لگی تھی۔ وہ کسی محفوظ علاقے میں رہنا چاہتی تھی۔ اس کے بچّے بھی یہاں سے ہٹنا چاہتے تھے اور وہ دکھ کے ساتھ سوچتا کہ آخر اپنی موروثی جگہ چھوڑ کر کوئی کہاں جائے......؟ اور پھر ماں کا کیا ہوگا......؟ ماں اپنا کمرہ بدلنے کے لیے تیار نہیں تھی بھلا زمین جگہ کیسی چھوڑ دیتی......؟

لیکن ایک دن وہ اپنا خیال بدلنے پر مجبور ہوگیا۔ اُس دن وہ نشانہ بنتے بنتے بچا تھا۔ وہ بیوی کے ساتھ سودا سامان لینے بازار نکلا تھا کہ دہشت گردوں کی ٹولی آگئی اور دیکھتے دیکھتے گولیاں چلنے لگیں۔ ہر طرف بھگدڑ مچ گئی......اس کی بیوی خوف سے بے ہوش ہوگئی اور وہ جیسے سکتے میں آگیا۔ اس کی نگاہوں کے سامنے کھوپڑیوں میں تڑا تڑ سوراخ ہورہے تھے......اس سے پہلے کہ پولیس کا حفاظتی دستہ وہاں پہنچتا کئی جانیں تلف ہوگئی تھیں۔

دہشت گرد آناً فاناً اُڑن چھو ہوگئے......شہر میں کرفیوں نافذ ہوگیا۔

وہ کسی طرح بیوی کو اُٹھا کر گھر لایا۔ ہوش آنے کے بعد بھی وہ رہ رہ کر چونک اٹھتی تھی اور اُس سے لپٹ جاتی۔ وہ خود بھی اس حادثے سے ڈر گیا تھا۔ اس نے فیصلہ کرلیا کہ کہ علاقہ چھوڑ دے گا۔ لیکن ماں اب بھی گھر چھوڑنے کو تیار نہیں تھی۔ اس کو بس ایک بات کی رٹ تھی کہ کوئی موروثی جگہ چھوڑ کر کہاں جائے......؟

وہ بھی اپنی وراثت سے محروم ہونا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا کہ کس طرح انسان کی چھاتیوں میں سوراخ ہوتے ہیں اور خون کا فوّارہ چھوٹتا ہے۔ اور اس کے بعد کچھ نہیں ہوتا......بس شہر میں کرفیو ہوتا ہے...... اور بکتر بند گاڑیاں ہوتی ہیں اس نے سوچ لیا کہ کہیں دور دراز علاقے میں پھر سے بسے گا......لیکن ماں......

ماں زار زار روتی تھی اور حسرت سے در و دیوار کو تکتی تھی۔ آخر ایک دن اس کی بیوی ہذیانی انداز میں چیخ چیخ کر کہنے لگی۔

वह उसकी मरम्मत भी नहीं चाहती थी। मरम्मत में थोड़ी बहुत तोड़ फोड़ होती जो उसको गवारा नहीं था। वह जब भी दूसरे कमरे में रहने के लिए ज़ोर देता तो माँ कहती थी कि अपनी जगह छोड़कर कहाँ जाएगी.... ? डोली से उतर कर कमरे में आई, अब कमरे से निकल कर अर्थी में जाएगी। मां की इन बातों से वह कोफ़्त महसूस करता था।

वह गरचे खुशहाल था लेकिन बहुत पुरसुकून नहीं था। अब आसमान का रंग सियाही माइल था और तितलियाँ नहीं उड़ती थीं। अब चील और कौवे मंडलाते थे और फ़िज़ा[1] मसमूम[2] थी। पहले जब उसका बाप ज़िन्दा था तो रात दस बजे भी शहर में चहल पहल रहती थी। अब इलाक़े में दहशत-गर्द घूमते थे और सरेशाम ही दुकानें बंद हो जाती थीं। शहर में आए दिन कर्फ़्यू लगा रहता और सिपाही बक्तरबंद[3] गाड़ियों में घूमा करते।

पेड़ पर अब कौवे बैठते थे और दिन भर कांव-कांव करते, कौवे की आवाज़ उसको मनहूस[4] लगती। वह चाहता था, उसका आंगन चील और कौवों से पाक रहे लेकिन उसको एहसास था कि उनको उड़ाना मुश्किल है। वह आंखों में बेबसी लिये उन्हें तकता रहता। पेड़ के साये में अब बैठना भी मुश्किल था। परिन्दे बीट करते थे और आंगन गंदा रहता था। माँ में अब सफ़ाई करने की सकत नहीं थी और बीवी को यह सब गवारा नहीं था। वह कभी-कभी मज़दूर रखकर, आंगन की सफ़ाई करा देता।

आए दिन के हंगामों से उसकी बीवी खौफ़ज़दा[5] रहने लगी थी। वह किसी महफ़ूज़ इलाक़े में रहना चाहती थी। उसके बच्चे भी यहां से हटना चाहते थे और वह दु:ख के साथ सोचता कि आख़िर अपनी मौरुसी जगह छोड़कर, कोई कहां जाए... ? और फिर माँ का क्या होगा ....। माँ अपना कमरा बदलने के लिए तैयार नहीं थी, भला ज़मीन जगह कैसे छोड़ देती... ?

लेकिन एक दिन वह अपना ख़्याल बदलने पर मजबूर हो गया। उस दिन वह निशाना बनते-बनते बचा था। वह बीवी के साथ सौदा-सल्फ़ लेने बाज़ार निकला था कि दहशत-गर्दों की टोली आ गई और देखते-देखते गोलियाँ चलने लगीं। हर तरफ़ भगदड़ मच गई... उसकी बीवी ख़ौफ़ से बेहोश हो गई

---

1. वातावरण 2. दूषित 3. कवच 4. घिनौना 5. भयभीत

''بڑھیا سب کو مروادے گی......''

ماں چپ ہوگئی......پھر نہیں روئی......اور کمرے سے باہر نکلی...... کھانا بھی نہیں کھایا.............

وہ اداس اور مغموم پیڑ کے پاس بیٹھ گیا۔پیڑ جیسے دم سادھے کھڑا تھا۔پتوں میں جنبش تک نہیں تھی۔شاخوں پر بیٹھے ہوئے چیل اور کوے بھی خاموش تھے صرف ماں کے کھانسنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔کبھی کبھی کسی بکتر بند گاڑی کی گھوں گھوں سنائی دیتی اور پھر سناٹا چھا جاتا۔ایک گدھ پیڑ سے اڑا اور چھت کی منڈیر پر بیٹھ گیا۔ایک لمحے کے لیے اس کے پروں کی پھڑ پھڑاہٹ فضا میں اُبھری اور ڈوب گئی......اور اُس نے جھر جھری سی محسوس کی......جیسے گھات پر بیٹھا ہوا دشمن اچانک سامنے آگیا ہو......اس کو لگا گِدھ ،بکتر بند گاڑی اور بیمار ماں ایک نظام ہے جس میں ہر اُس آدمی کا چہرہ زرد ہے جو اپنی وراثت بچانا چاہتا ہے۔

ماں اچانک زور زور سے کھانسنے لگی۔وہ جلدی سے کمرے میں آیا ۔ماں سینے پر ہاتھ رکھے مسلسل کھانس رہی تھی۔وہ سرہانے بیٹھ گیا اور ماں کو سہارا دینا چاہا تو اس کی کہنی دیوار سے لگ گئی جس سے پلستر بھُر بھُرا کر نیچے گر گیا اور وہاں پر اینٹ کی درازیں نمایاں ہوگئیں۔دیوار پر چپکی ہوئی چھپکلی شہتیر کے پیچھے رینگ گئی۔

وہ ماں کی پیٹھ سہلانے لگا۔کھانسی کسی طرح رکی تو گھڑونچی سے پانی ڈھال کر پلایا اور سہارا دے کر لٹا دیا......ماں نے ایک بار دعا گو نظروں سے اس کی طرف دیکھا اور آنکھیں بند کرلیں......

وہ کچھ دیر وہاں بیٹھا رہا۔پھر اُٹھ کر اپنے کمرے میں آیا بیوی چادر اوڑھ کر پڑی تھی۔اس کے قدموں کی آہٹ پر چادر سے سر نکال کر تیکھے لہجے میں بولی۔

''تم کو ماں کے ساتھ مرنا ہے تو مرو...... میں ایک پل یہاں نہیں رہوں گی ۔''

وہ خاموش رہا۔بیوی پھر چادر سے منھ ڈھک کر سوگئی۔

وہ رات بھر بستر پر کروٹ بدلتا رہا اور کچھ وقفے پر ماں کے کھانسنے کی آواز سنتا رہا...... آدھی رات کے بعد آواز بند ہوگئی۔سناٹا اور گہرا ہوگیا......

और वह जैसे सकते में आ गया। उसकी निगाहों के सामने खोपड़ियों में तड़ातड़ सुराख़ हो रहे थे...। इससे पहले के पुलिस का हिफ़ाज़ती दस्ता वहां पहुंचता कई जानें तल्फ़ हो गई थीं...।

दहशत-गर्द आनन-फ़ानन[1] उड़न छू हो गये... शहर में कर्फ़्यू नाफ़िज़[2] हो गया।

वह किसी तरह बीवी को उठा कर घर लाया। होश आने के बाद भी वह रह-रह कर चौंक उठती थी और उससे लिपट जाती वह ख़ुद भी इस हादसे से डर गया था। उसने फ़ैसला कर लिया कि यह इलाक़ा छोड़ देगा लेकिन माँ अब भी घर छोड़ने के लिए तैयार नहीं थी उसको बस एक बात की रट थी कि कोई मौरुसी जगह छोड़ कर कहां जाए......... ?

वह भी अपनी विरासत[3] से महरूम[4] होना नहीं चाहता था लेकिन उसने अपनी आंखों से देखा था कि किस तरह इंसान की छातियों में सुराख़ होते हैं और ख़ून का फ़व्वारा छूटता है। और उसके बाद कुछ नहीं होता......... बस शहर में कर्फ़्यू होता है........ और बक्तर बंद गाड़ियां होती हैं। उसने सोच लिया के कहीं दूर-दराज़ इलाक़े में फिर से बसेगा.... लेकिन मां.....

माँ ज़ार-ज़ार रोती थी और हसरत से दरो-दिवार को तकती थी। आख़िर एक दिन उसकी बीवी हिज़यानी[5] अंदाज में चीख़-चीख़ कर कहने लगी....। बुढ़िया सबको मरवा देगी....

माँ चुप हो गई........फिर नहीं रोई ..... और कमरे से बाहर नहीं निकली.... खाना भी नहीं खाया....

वह उदास और मग़मूम पेड़ के पास बैठ गया। पेड़ जैसे दम साधे खड़ा था। पत्तों में जुम्बिश[6] तक नहीं थी। शाख़ों पर बैठे हुए चील और कौवे भी ख़ामोश थे। सिर्फ़ माँ के खांसने की आवाज़ सुनाई दे रही थी। कभी-कभी किसी बक्तर-बंद गाड़ी की घों-घों सुनाई देती और फिर सन्नाटा छा जाता। एक गिद्ध पेड़ से उड़ा और छत की मुंडेर पर बैठ गया। एक लम्हे के लिए उसके परों की फड़फड़ाहट फ़िज़ा में उभरी और डूब गई... और उसने झुर्झरी सी महसूस की,

---

1. अचानक 2. लागू 3. तर्का 4. वंचित 5. अर्थहीन 6. हरकत

اچانک صبح صبح ماں کے کمرے سے بیوی کے رونے پیٹنے کی آواز آئی۔وہ دوڑ کر کمرے میں گیا۔ماں گٹھری بنی پڑی تھی۔اس کا بے جان جسم برف کی طرح سرد تھا......وہ سکتے میں آگیا۔بیوی دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔

ماں کے مرنے کے بعد اس کے پاس کوئی بہانہ نہیں تھا۔کچھ دنوں کے لیے اس نے بیوی کو اس کے میکے بھیج دیا اور نئے شہر میں بسنے کے منصوبے بنانے لگا۔

وہ اُداس آنگن میں بیٹھا تھا۔آنگن میں خشک پتوں کا ڈھیر تھا۔ہر طرف گہرا سناٹا تھا۔ ہوا ساکت تھی۔پتوں میں کھڑ کھڑاہٹ تک نہیں تھی۔یکا یک گلی میں کسی کتے کے رونے کی آواز گونجی سناٹا اور بھیانک ہوگیا۔اس کا دل دہل گیا۔اس نے کانپتی ہوئی نظروں سے چاروں طرف دیکھا پیڑ اُسی طرح گم سُم کھڑا تھا......چیل کوے بھی چپ تھے......اور دفعتاً اس کو محسوس ہوا کہ یہ خموشی ایک سازش ہے جو چیل اور کوّوں نے رچی ہے اور پیڑ اس سازش میں برابر کا شریک ہے۔تب شام کے بڑھتے ہوئے سائے میں اس نے ایک بار غور سے پیڑ کو دیکھا......پیڑ اس کو بھدّا لگا......وہ اس کو کٹوا دے گا......اس نے ایک لمحے کے لیے سوچا......تب ہی پتوں میں ہلکی سی سرسراہٹ ہوئی اور ایک کوے نے اس کے سر پر بیٹ کردی۔اُس نے غصّے سے اوپر کی طرف دیکھا۔کچھ گدھ پیڑ سے اُڑ کر چھت پر منڈلانے لگے اور اچانک دروازے پر دہشت گردوں کا شور بلند ہوا اور گولیاں چلنے کی آوازیں آنے لگیں......

وہ اُچھل کر آنگن کے عقبی دروازے کی طرف بھاگا......لیکن اچانک کسی نے جیسے کس کر پکڑلیا......اس کو ایک جھٹکا لگا اور اس کا دامن پیڑ کی اس شاخ سے الجھ گیا جو ایک دم نیچے تک جھک آئی تھی۔اس نے اُسی پل دامن چھڑانا چاہا لیکن شاخ کی ٹہنی دامن میں سوراخ کرتی ہوئی نکل گئی تھی جس کو فوراً چھڑا لینا دشوار تھا......

دہشت گرد دروازہ توڑنے کی کوشش کر رہے تھے۔اس پر کپکپی طاری ہوگئی۔حلق خشک ہونے لگا۔اور دل کنپٹیوں میں دھڑکتا ہوا محسوس ہوا......

जैसे घात में बैठा हुआ दुश्मन अचानक सामने आ गया हो.... उसको लगा गिद्ध, बक्तर बन्द गाड़ी और बीमार माँ एक निज़ाम[1] है, जिसमें हर उस आदमी का चेहरा ज़र्द[2] है जो अपनी विरासत बचाना चाहता है।

माँ अचानक ज़ोर-ज़ोर से खांसने लगी। वह जल्दी से कमरे में आया। माँ सीने पर हाथ रखे मुसल्सल[3] खांस रही थी। वह सिरहाने बैठ गया और माँ को सहारा देना चाहा तो उसकी कोहनी दीवार से लग गई, जिससे पलस्तर भुर भुरा कर नीचे गिर गया और वहाँ पर पेंट की दरारें नुमायां हो गईं दीवार पर चिपकी हुई छिपकली शहतीर के पीछे रेंग गई।

वह माँ की पीठ सहलाने लगा। खांसी किसी तरह रूकी तो घड़ौंची से पानी ढाल कर पिलाया और सहारा देकर लिटा दिया..... माँ ने एक बार दुआगो[4] नज़रों से उसकी तरफ़ देखा और आंखें बंद कर लीं....। वह कुछ देर वहां बैठा रहा, फिर उठकर अपने कमरे में आया। बीवी चादर ओढ़ कर पड़ी थी। उसके क़दमों की आहट पर चादर से सर निकाल कर तीखे लहजे में बोली।

तुमको माँ के साथ मरना है तो मरो..... मैं एक पल यहां नहीं रहूंगी।

वह ख़ामोश रहा। बीवी फिर चादर से मुँह ढक कर सो गई

वह रात भर बिस्तर पर करवट बदलता रहा और कुछ वक़्फ़े[5] पर माँ के खांसने की आवाज़ सुनता रहा... आधी रात के बाद आवाज़ बन्द हो गई..... सन्नाटा और गहरा हो गया.....।

अचानक सुबह-सुबह माँ के कमरे से बीवी के रोने-पीटने की आवाज़ आई। वह दौड़ कर कमरे में गया। माँ गठरी बनी पड़ी थी। उसका बेजान जिस्म बर्फ़ की तरह सर्द था... वह सकते में आ गया। बीवी धाड़ें मार-मार कर रोने लगी।

माँ के मरने के बाद उसके पास कोई बहाना नहीं था, कुछ दिनों के लिए उसने बीवी को उसके मैके भेज दिया और नये शहर में बसने के मंसूबे बनाने लगा।

वह उदास आंगन में बैठा था। आंगन में खुश्क पत्तों का ढेर था। हर तरफ़ गहरा सन्नाटा था। हवा साकित[6] थी। पत्तों में खड़खड़ाहट तक नहीं थीं। यकायक गली में किसी कुत्ते के रोने की आवाज़ गुंजी, सन्नाटा और भयानक हो

---

1. व्यवस्था 2. पीला 3. लगातार 4. आशीर्वाद 5. थोड़ी-थोड़ी देर 6. स्थिर

وہ دامن چھڑانے کی مستقل کوشش کر رہا تھا اور پیڑ جو اس کا ہم دم تھا.....اس کا ہم راز، کسی جلاد کی طرح خاموش کھڑا تھا۔ایک دم ساکت.....اس کے پتوں میں جنبش تک نہیں تھی.....اور دروازہ ٹوٹا اور دہشت گرد دھڑدھڑاتے ہوئے اندر گھس آئے۔کوے کاؤں کاؤں کرتے ہوئے اڑے اور آنگن میں روئے زمین کا سب سے کریہہ منظر چھا گیا.....

کاؤں کاؤں کرتے کوے.....منڈلاتے گدھ.....اور آدمی کا پھنسا ہوا دامن.....

اس نے بے بسی سے عقبی دروازے کی طرف دیکھا جہاں تک وہ پہنچ نہیں سکا تھا.....

اور تب حسرت سے سوچنے لگا تھا کہ اگر وہ آنگن کے کنارے سے بھاگتا تو شاید.....تب تک دہشت گرد اس کو دبوچ چکے تھے.....!!!

गया। उसका दिल दहल गया। उसने कांपती हुई नज़रों से चारों तरफ़ देखा। पेड़ उसी तरह गुम-सुम खड़ा था...चील और कौवे भी चुप थे....और दफ़अतन[1] उसको महसूस हुआ कि यह ख़ामोशी एक साज़िश है जो चील और कौवों ने रची है और पेड़ इस साज़िश में बराबर का शरीक है.... तब शाम के बढ़ते हुए साये में उसने एकबार ग़ौर से पेड़ को देखा....पेड़ उसको भद्दा लगा..... वह उसको कटवा देगा.... उसने एक लम्हे के लिए सोचा.... तब ही पत्तों में हल्की सी सरसराहट हुई और एक कौवे ने उसके सर पर बीट कर दी उसने गुस्से से ऊपर की तरफ़ देखा कुछ गिध पेड़ से उड़कर छत पर मंडलाने लगे और अचानक दरवाज़े पर दहशत-गर्दों का शोर, बुलन्द हुआ और गोलियां चलने की आवाज़ें आने लगीं...।

वह उछल कर आंगन के अक़बी दरवाज़े की तरफ़ भागा... लेकिन अचानक किसी ने जैसे कसकर पकड़ लिया ... उसको एक झटका लगा और उसका दामन पेड़ की उस शाख़ से उलझ गया जो एक दम नीचे तक झुक आई थी। ... उसने उसी पल दामन छुड़ाना चाहा लेकिन शाख़ की टहनी दामन में सुराख़ करती हुई निकल गई थी, जिसको फ़ौरन छुड़ा लेना दुश्वार था.....

दहशत-गर्द दरवाज़ा तोड़ने की कोशिश कर रहे थे... उस पर कपकपी तारी हो गई... हलक़ खुश्क होने लगा... और दिल कन्पट्टियों में धड़कता हुआ महसूस हुआ...

वह दामन छुड़ाने की मुस्तक़िल[2] कोशिश कर रहा था और पेड़ जो उसका हमदम था........ उसका हमराज़, किसी जल्लाद की तरह ख़ामोश खड़ा था ... एक दम साकित.... उसके पत्तों में जुम्बिश तक नहीं थी और दरवाज़ा टूटा और दहशत-गर्द धड़धड़ाते हुए अंदर घुस आए.... कौवे कांव-कांव करते हुए उड़े और आंगन में रूऐ-जमीन का सबसे करीह[3] मंज़र छा गया....।

कांव....... कांव करते कौवे... मंडलाते गिद्ध और आदमी का फंसा हुआ दामन.....

उसने बेबसी से अक़बी दरवाज़े की तरफ़ देखा, जहां तक वह पहुंच नहीं सका था.. और तब हसरत से सोचने लगा था कि अगर वह आंगन के किनारे से भागता तो शायद ... तब तक दहशत-गर्द उसको दबोच चुके थे....!!! ◆ ◆

---

1. अचानक 2. लगातार 3. घिनौना

شوکت حیات

پاؤں

بس میں بے انتہا بھیڑ ہے...... بھیڑ سے زیادہ شور ہے...... شور میں بے انتہا سناٹا...... اور سناٹے میں خوفناک بدبُو ہے۔

بس میں بے انتہا بھیڑ ہے...... اس کے باوجود اس بھیڑ میں پسنا ہے...... کیوں کہ گیارہ نمبر کی سواری اتنی کھڑتل ہے کہ منٹوں کا سفر شاید ہفتوں میں طے ہوگا...... ہفتوں کا سفر مہینوں میں۔ اور مہینوں کا سفر سالوں میں...... اور منٹوں کا سفر منٹوں میں طے کرنا اس لیے ضروری ہے کہ وقت آج بھی پسینہ بنتے ہوئے خون کو چپ چاپ ہضم کرتا ہے...... اس ہوشیاری کے ساتھ کہ ہضم ہونے کے عمل میں آدمی دھیرے دھیرے اپنا وجود کھونے لگتا ہے...... خود سے اجنبی بن جاتا ہے...... اور پھر اپنے آپ کو ریاکار جبڑوں میں پستے دیکھ کر پرائے کی موت کا گمان کرتا ہے...... خوش ہوتا ہے اور اندر باہر سے بے خبر اپنی ہی لاش پر اندھا دھند رقص کرتا ہے— کل اپنی ہڈیوں کی بھاری لاش کندھوں پر اٹھائے گا...... آج رائفل کا مختصر وزن اسے بھاری لگتا ہے۔

بس میں بے انتہا بھیڑ ہے۔ آدمی پر آدمی چڑھ رہا ہے۔ پاؤں میں پاؤں اس طرح پھنس گئے ہیں کہ چہروں سے کئی گنا زیادہ پاؤں ہیں۔ اپنی اپنی جگہ کھڑے سب کے سب محسوس کرتے ہیں۔ ان کے پاؤں گھنے جنگل کی خاردار جھاڑیوں میں اٹک گئے ہیں۔ اتنے پاؤں کہ کس کے پاؤں کون ہیں، کوئی پہچان نہیں پاتا۔ سب کے سب اپنے اپنے پاؤں کو خون کی روانی سے چھوکر محسوس کرنا چاہتے ہیں لیکن جھنجھناہٹ ان کے پیروں کو بیگانہ کر رہی ہے۔

ہمارے پاؤں.... ہمارے پاؤں کہاں ہیں..... پیروں کو کیا ہوا..... کون چھین لے گیا.....؟ کچھ چیخنے لگتے ہیں.

शौकत हयात

पांव...

बस में बेइंतहा[1] भीड़ है....भीड़ से ज़्यादा शोर है.... शोर में बेइंतहा सन्नाटा.. और सन्नाटे में ख़ौफ़नाक बदबू है।

बस में बेइंतहा भीड़ है.... इसके बावजूद इस भीड़ में पिसना है...... क्यों कि ग्यारह नम्बर की सवारी इतनी खड़तल है कि मिन्टों का सफ़र शायद हफ़्ते में तय होगा......हफ़्तों का सफ़र महीनों में...... और महीनों का सफ़र सालों में....... और मिन्टों का सफ़र, मिन्टों में तय करना इसलिए ज़रूरी है कि वक़्त आज भी पसीना बनते हुए खून को चुपचाप हज़म करता है....... इस होशियारी के साथ कि हज़म होने के अमल में आदमी धीरे-धीरे अपना वजूद खोने लगता है........ खुद से अजनबी बन जाता...... और फिर अपने आप को रियाकार[2] जबड़ों में पिस्ते देखकर पराए की मौत का गुमान[3] करता है....... खुश होता है और अंदर बाहर से बेख़बर अपनी लाश पर अंधा-धुंध रक़्स[4] करता है...... कल अपनी हड्डियों की भारी लाश कन्धे पर उठायेगा...... आज रायफ़ल का मुख़्तसर[5] वज़न उसे भारी लगता है।

बस में बेइंतहा भीड़ है......। आदमी पर आदमी चढ़ रहा है। पांव में पांव इस तरह फंस गये हैं के चेहरों से कई गुना ज़्यादा पांव हैं। अपनी-अपनी जगह खड़े सबके सब महसूस करते हैं। इनके पांव घने जंगल की ख़ारदार झाड़ियों में अटक गए हैं। इतने पांव कि किसके पांव कौन हैं, कोई पहचान नहीं पाता। सबके के सब अपने-अपने पांव को खून की रवानी[6] से छू कर महसूस करना चाहते हैं लेकिन झनझनाहट उनके पैरों को बेगाना कर रही है।

हमारे पांव.... हमारे पांव कहां हैं .... पैरों को क्या हुआ... कौन छीन ले गया... ? कुछ चीख़ने लगते हैं।

---

1. बहुत 2. धोखेबाज़ 3. संदेह 4. नृत्य 5. कम, थोड़ा, 6. बहाव

اور بس میں ہی نہیں سڑک پر بھی—

فٹ پاتھ پر بھی

گھروں، جھونپڑوں، میدانوں، گلیوں اور غلاظتوں کے ڈھیروں پر پاؤں کی بھیڑ میں سب چیخ رہے ہیں۔

میرے پاؤں کون چھین لے گیا.....؟

میرے پاؤں.....!

مختصر سی اس بس میں چہروں سے کئی گنا زیادہ نتھنے ہیں..... نتھنوں سے زیادہ سانسیں ہیں۔ سانسوں سے زیادہ تصادم اور تصادم سے زیادہ تعفن.....اور بغیر پاؤں کے کھڑے ہوئے لوگ رومال نکالنا چاہتے ہیں تو انہیں جیب میں ہاتھ گھسانے کی جگہ بھی نہیں ملتی۔ اور پھر کس کی جیب کی طرف کس کا ہاتھ بڑھ جائے، اس کا بھی ٹھکانا نہیں۔

اور اغل بغل سے چمچماتی ہوئی خالی خولی موٹریں پیچھے کی سیٹ پر صرف ایک روغنی جسم کے ساتھ شائیں شائیں گزرتی ہیں۔ بھیڑ میں پستے ہوئے بھیڑ کا ہر فرد سوچتا ہے:۔

ان حرامزادی موٹروں کو بسوں میں کیوں نہیں منتقل کر دیا جاتا..... بھیڑ تو کم ہوتی.....!

لیکن ہر فرد صرف سوچتا ہے..... کھولتا ہے..... صرف ابلتا ہے..... صرف اینٹھتا ہے..... اور پھر بے ہوا ٹیوب میں واپس آجاتا ہے۔

☆☆☆

کیسی کیسی مشکلوں سے وہ بس میں چڑھ سکا۔ پوری زندگی میں اُسے صرف اتنا موقع دیا گیا کہ جیسے تیسے گرتے پڑتے کم از کم یہ بس پکڑ لے۔ وہ جو دنیا کی سب سے بلند چوٹی سر کرنے کی تمنّا رکھتا تھا، اس بس میں سوار ہو کر معلق ہونے کی تلخی گھونٹ رہا ہے۔ سونا اور بیٹھنا تو درکنار یہاں کھڑا ہونا بھی محال ہے۔ بغیر پاؤں کے کھڑا ہونا غیر آئینی بات ہے۔ اس طرح اس بس میں سب کے سب معلق ہیں اور یوں یہ تمام لوگ جو اپنے پاؤں کی پہچان کھو چکے ہیں، اس بھری پُری دنیا میں معلق ہیں۔ اوپر نہیں آسکتے، نیچے نہیں جاسکتے، کروٹ نہیں بدل سکتے۔ بس جس طرح سوار ہو گئے، ساری زندگی کاٹ دو۔ سوچنے کے علاوہ کچھ بھی کرسکنے کی گنجائش نہیں۔

और बस में ही नहीं सड़क पर भी.. ।

फुटपाथ पर भी.. ।

घरों, झोंपड़ों, मैदानों, गलियों और ग़लाज़तों[1] के ढेरों पर, पांव की भीड़ में सब चीख़ रहे हैं। मेरे पांव कौन छीन ले गया.. ?

मेरे पांव............... ।

मुख़्तसर सी इस बस में चेहरों से कई गुना ज़्यादा नथुने हैं .... । नथुनों से ज़्यादा सांसें हैं.... सांसों से ज़्यादा तसादुम[2] और तसादुम से ज़्यादा तअफ़्फ़ुन[3]... और बेग़ैर पांव के खड़े हुए लोग रूमाल निकालना चाहते हैं तो उन्हें जेब में हाथ घुसाने की जगह भी नहीं मिलती...और फिर किसकी जेब की तरफ़, किसका हाथ बढ़ जाए, इसका भी ठिकाना नहीं।

और अग़ल-बग़ल से चमचमाती ख़ाली-ख़ोली मोटरें, पीछे की सीट पर सिर्फ़ एक रोग़नी[4] जिस्म के साथ, शाएं-शाएं गुज़रती हैं...भीड़ में पिसते हुए भीड़ का हर फ़र्द[5] सोचता है......

इन हरामज़ादी मोटरों को, बसों में क्यों नहीं मुन्तक़िल[6] कर दिया जाता...... । भीड़ तो कम होती ...

लेकिन हर फ़र्द सिर्फ़ सोचता है ..... खौलता है ..... सिर्फ़ उबलता है... सिर्फ़ ऐंठता है.... और फिर बेहवा टयूब में वापस आ जाता है।

कैसी-कैसी मुश्किलों से वह बस में चढ़ सका है। पूरी ज़िन्दगी में उसे सिर्फ़ इतना मौक़ा दिया गया कि जैसे तैसे गिरते पड़ते कम अज़ कम यह बस पकड़ ले। वह जो दुनिया की सबसे बुलंद चोटी सर करने की तमन्ना रखता था, इस बस में सवार हो कर मोअल्लक़[7] होने की तल्ख़ी[8] घोंट रहा है। सोना और बैठना तो दर किनार, यहां खड़ा होना भी मुहाल है। बेग़ैर पांव के खड़ा होना ग़ैर आईनी[9] बात है। इस तरह इस बस में, सबके सब मोअल्लक़ हैं और यूँ यह तमाम लोग जो अपने पांव की पहचान खो चुके हैं, इस भरी पुरी दुनिया में मोअल्लक़ हैं, ऊपर नहीं आ सकते, नीचे नहीं जा सकते, करवट नहीं बदल सकते। बस जिस तरह सवार हो गए, सारी ज़िन्दगी काट दो। सोचने के अलावा कुछ भी कर सकने की गुंजाइश नहीं।

---

1. कूड़ा-कर्कट, गन्दगी, 2. धक्का, टक्कर, 3. दुर्गन्ध, 4. चर्कदार 5. व्यक्ति
6. हस्तांतरित 7. लटका हुआ, 8. कड़वाहट, 9. क़ानूनी

کنڈکٹر ٹکٹ کے لیے جھگڑ رہا ہے اور لوگ ٹکٹ کے بدلے سیٹ کے لیے لڑ رہے ہیں۔سیٹ کے لیے لڑنا ان کا پیدائشی حق ہے......اور ٹکٹ کے لیے جھگڑنا کنڈکٹر کے پیشے کی مجبوری......مسافروں کا خیال ہے بغیر سیٹ کے ٹکٹ کیا۔لیکن کنڈکٹر کی سمجھداری کہتی ہے کہ بس میں سوار ہونے کا مطلب ہے ٹکٹ کٹاؤ۔

کنڈکٹر سے ہاتھا پائی شروع ہوجاتی ہے۔چلتی ہوئی بس سے کنڈکٹر اسے دھکے مار کر نکال دیتا ہے۔اور پھر اس کی ٹانگوں میں پھنسا پھنسا خود بھی باہر آجاتا ہے۔سڑک پر دونوں گتھم گتھا ہوجاتے ہیں......دونوں ہی جیسے اپنے اپنے ہونے اور نہ ہونے کی سزا جھیل رہے ہیں۔اپنے پیدائشی حق اور مجبور پیشے کے لیے ہانپ رہے ہیں۔دونوں کے جملے بے جان ہیں۔ایک دوسرے پر مردوں کی طرح بے ضرر ہاتھ پاؤں چلاتے ہیں۔بس کی ساری بھیڑ دائرے میں بے حس تماشا دیکھتی ہے۔اگر دونوں بیک وقت اپنی اپنی چھری سے ایک دوسرے کی گردن اتار دیں تو بھی بھیڑ میں معلق یہ خلقت اسی طرح صرف تماشا دیکھے گی۔

سائرن کی چنگھاڑ سنتے ہی ہانپتے ہوئے دونوں لڑائی چھوڑتے ہیں اور اُچک کر بس میں سوار ہوجاتے ہیں۔تمام خلقت بھی بس میں سوار ہوکر اچھی طرح معلّق ہوجاتی ہے۔سب کے سب خاموش ہیں،اپنی اپنی سانسوں پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہیں۔جو دھکّے دے کر نکالا گیا تھا،اُس نے سوچا اُسے ہمیشہ دھکّے دے کر نکالا گیا ہے۔وہ اپنے پیروں کو نہیں پہچان پاتا ہے اور ہواؤں میں معلّق بے نتیجہ ہاتھ پاؤں چلاتا رہ جاتا ہے۔اُسے یاد آتا ہے، جب سرحدوں پر اُسے روکا گیا تھا۔

— تم کس مولوک کا شہری ہے؟

— میں آدمی ہوں ..... بے نام آدمی.....!

— اُس طرف کیوں جارہا تھا..... ؟

— کیوں کہ اس طرف بھی آدمی ہیں..... !

— پاسپورٹ دکھاؤ؟

— میرے پاس یہ پانچ ..... پانچ ..... کل ملا کر بیس انگلیاں ہیں..... کچھ زیادہ یا کم ہوتیں تب بھی کوئی فرق نہیں پڑتا..... !

कन्डक्टर टिकट के लिए झगड़ रहा है और लोग टिकट के बदले सीट के लिए लड़ रहे हैं। सीट के लिए लड़ना उनका पैदाएशा हक़ है और टिकट के लिए झगड़ना... कन्डक्टर के पेशे की मजबूरी .... मुसाफ़िरों का ख़्याल है, बग़ैर सीट के टिकट क्या। लेकिन कन्डक्टर की समझदारी कहती है कि बस में सवार होने का मतलब है टिकट कटाव..

कन्डक्टर से हाथा पाई शुरू हो जाती है। चलती हुई बस से कन्डक्टर उसे धक्के मार कर निकाल देता है। और फिर उसकी टांगों में फंसा-फंसा खुद भी बाहर आ जाता है। सड़क पर दोनों गुत्थम-गुत्था हो जाते हैं।......दोनों ही जैसे अपने-अपने होने और न होने की सज़ा झेल रहे हैं। अपने पैदाएशी हक़ और मजबूर पेशे के लिए हांप रहे हैं। दोनों के जुमले बेजान हैं। एक दूसरे पर मुर्दों की तरह बेज़रर[1] हाथ पांव चलाते हैं। बस की सारी भीड़ दायरे में बेहिस[2] तमाशा देखती है। अगर दोनों बयकवक्त[3] अपनी-अपनी छुरी से एक दूसरे की गर्दन उतार दें तो भी भीड़ में मोअल्लक़ यह ख़िलक़त[4] इसी तरह सिर्फ़ तमाशा देखेगी।

सायरन की चिंघाड़ सुनते ही हांपते हुए दोनों लड़ाई छोड़ते हैं और उचक कर बस में सवार हो जाते हैं। तमाम ख़िलक़त भी बस में सवार होकर अच्छी तरह मोअल्लक़ हो जाती है। सब के सब ख़ामोश हैं। अपनी-अपनी सांसों पर क़ाबू पाने की कोशिश करते हैं। जो धक्के देकर निकाला गया था, उसने सोचा उसे हमेशा धक्के देकर निकाला गया है। वह अपने पैरों को पहचान पाता है और हवाओं में मोअल्लक़, बेनतीजा हाथ पांव चलाता रह जाता है, उसे याद आता है जब सरहदों पर उसे रोका गया था।

- तुम किस मुलूक का शहरी है ?
- मैं आदमी हूं ... बे नाम आदमी ....
- उस तरफ़ क्यों जा रहा था... ?
- क्योंकि उस तरफ़ भी आदमी हैं।
- पासपोर्ट दिखाओ ?

मेरे पास यह पांच.... पांच...... कुल मिलाकर बीस उंगलियां हैं....... कुछ ज़्यादा या कम होतीं तब भी कोई फ़र्क़ नहीं पड़ता......।

---

1. हानि रहित, 2. सुन्न, 3. एक साथ, एक समझ ही में, 4. लोग

— کیا بکتا ہے ..... ہم پوچھتا ہے کس مولوک کا شہری ہے.....تم کہتا ہے آدمی ہے.....ہم بولتا ہے پاسپورٹ دکھاؤ.....تم کہتا ہے ہمارے پاس انگلی ہے..... ارے یہ تو ہم بھی دیکھتا ہے کہ تم جانور نہیں ہے.....!؟

وہ پوچھنے والے کی طرف ایک ٹک دیکھتا ہے اور آگے بڑھ جاتا ہے۔ پوچھنے والا اس کی گردن میں ہاتھ دے کر اُسے دور پھینکتا ہے۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا گرتا ہے اور غصہ میں ڈھیرے ڈھیرے گالیاں دیتا ہے۔

—سالا ......حرامی...... ہم جدھر جانا چاہیں تمھارے باپ کا کیا...... میں کسی ملک کو نہیں مانتا.....کسی سرحد، کسی دیوار کو نہیں ......میں بے نام آدمی ہوں.....اس دنیا میں جہاں کہیں بھی آدمی ہے میں اپنی مرضی سے آنے جانے کا حق رکھتا ہوں، میں جہاں چاہوں جاؤں گا.....کوئی پوچھنے والا کون.....اور کیوں..... خود مجھے اپنے آپ کو روکنے کا حق نہیں.....یہ تو میرے خون کی روانی ہے جو مٹی کے اِس چھور سے اُس چھور تک رواں دواں ہے.....!

وہ بکتا رہا اور دھکا کھاتا رہا۔

☆☆

بس بڑھتی جارہی ہے.....بس جیسے تیسے بڑھ رہی ہے۔ یہ ایک سفر ہے۔ اور اس ایک سفر میں کئی چھوٹے چھوٹے سفر ہیں ...... آفس، اسکول، گھر، ہوٹل، کلب.....کی چھوٹی چھوٹی منزلوں کو طے کرتے ہوئے بے شمار سفر۔ ایک اَن دیکھے اسٹیشن کی طرف بھاگتے ہوئے اس ایک بڑے سفر کے ان دیکھے ان گنت تھکے ہارے پاؤں، جہاں ایک صفر اور اندھیرے اپنے ہاتھوں میں آتشیں ذرّات لیے، تھکے ہارے قدموں کا بے صبری سے انتظار کررہے ہوں گے۔

سفر اور اندھیروں سے اُکتاتے ہوئے اُس نے تمام سفر سے انکار کردیا۔ مجبوریوں کی ہتھکڑی پہنے جہاں تھا، وہیں کھڑا ہوگیا۔ اور وہیں سے اس نے اپنے آپ کو کائنات کی حدوں تک پھیلانا شروع کردیا۔

......क्या बकता है .... हम पूछता है किस मुलूक का शहरी है..... तुम कहता है आदमी है.... हम बोलता है पासपोर्ट दिखाओ .... तुम कहता है हमारे पास उंगली है... अरे यह तो हम भी देखता है कि तुम जानवर नहीं है...... ?

वह पूछने वाले की तरफ एक टुक देखता है और आगे बढ़ जाता है। पूछने वाला उसकी गर्दन में हाथ देकर उसे दूर फेंकता है, वह लड़खड़ता हुआ गिरता है और गुस्से में धीरे-धीरे गालियाँ देता है।

.......साला.......हरामी...... हम जिधर आना चाहें, तुम्हारे बाप का क्या..... मैं किसी मुल्क को नहीं मानता........किसी सरहद, किसी दीवार को नहीं ....मैं बेनाम आदमी हूं....इस दुनिया में जहां कहीं भी आदमी हैं मैं अपनी मर्ज़ी से आने जाने का हक़ रखता हूं, मैं जहां चाहूँ जाऊँगा... कोई पूछने वाला कौन..... और क्यों ...... खुद मुझे अपने आप को रोकने का हक़ नहीं..... यह मेरे खून की रवानी है जो मिट्टी के इस छोर से उस छोर तक रवां दवां[1] है.....! वह बकता रहा और धक्के खाता रहा

बस बढ़ती जा रही है..... बस जैसे तैसे बढ़ रही है। यह एक सफ़र है और इस सफ़र में कई छोटे-छोटे... सफ़र हैं....... ऑफ़िस, स्कूल, घर, होटल, क्लब..... की छोटी-छोटी मंज़िलों को तय करते हुए बेशुमार सफ़र। एक अनदेखे स्टेशन की तरफ़ भागते हुए, इस एक बड़े सफ़र के अनदेखे अनगिनत थके हारे पांव जहां एक सिफ़र[2] और अंधेरे अपने हाथों में आतिशीं[3] ज़र्रात[4] लिए, थके हारे क़दमों का बेसब्री से इंतज़ार कर रहे होंगे।

सफ़र और अंधेरों से उकताते हुए उसने तमाम सफ़र से इन्कार कर दिया। मजबूरियों की हथकड़ी पहने, जहां था वहीं खड़ा हो गया और वहीं से उसने अपने आप को काएनात[5] की हदों तक फैलाना शुरू कर दिया।

और मुत्वातिर[6] धक्का खाने के बावजूद उसने सरहदों को तस्लीम[7] करने से इंकार कर दिया तो एक तवील[8] साज़िश के तहत बुलन्दियों का बहलावा देकर उसे मिट्टी से उछाल दिया गया। ज़मीन की कशिशे-सक़ल[9] से बिछड़कर वह मोअल्लक़ हुआ तो उसका हर अमल बे नतीजा होने लगा और वह अपने तमाम दुश्मनों के लिए एक बेज़रर सी शै[10] में तब्दील हो गया सरहदों को तोड़ते

---

1. जारी 2. शुन्य 3. आग जैसा, 4. कणों, 5. ब्रह्माण्ड
6. लगातार, निरंतर 7. मान्यता 8. लम्बी 9. गुरुत्वाकर्षण 10. वस्तु

اور متواتر دھکا کھانے کے باوجود اُس نے سرحدوں کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تو ایک طویل سازش کے تحت بلندیوں کا بہلاوا دے کر اُسے مٹی سے اُچھال دیا گیا۔ زمین کی کشش ثقل سے بچھڑ کر وہ معلق ہوا تو اس کا ہر عمل بے نتیجہ ہونے لگا اور وہ اپنے تمام دشمنوں کے لیے ایک بے ضرری شئے میں تبدیل ہو گیا۔ سرحدوں کو توڑتے ہوئے اس کے پاؤں سرحدوں کے اوپر بے وزن اوراق کی طرح پھڑ پھڑانے لگے۔

بھیڑ میں پھنس کر بس کی رفتار دھیمی ہو جاتی ہے۔ سڑک پر اور بس کے اندر بے انتہا شور ہے۔ سورج کی کرنیں سیاہ ہو رہی ہیں۔ سڑک پر مائک سے کوئی خاص اعلان ہو رہا ہے جس کو سنتے ہی لوگوں کے چہروں کو سانپ سونگھ جاتا ہے۔ بڑی مشکلوں سے سڑک کا اعلان بس کی کھڑکیوں میں داخل ہونے کی جگہ نکال سکا— شہر کے ایک سرے سے سیلاب تیزی سے بڑھ رہا ہے— جو جہاں معلّق تھا، وہیں اس نے اپنی چھوٹی چھوٹی منزلوں کو غرقاب ہوتے ہوئے دیکھا۔ ہوا چیخنے لگی:۔

کوئی نہ ہوگا..... کچھ نہیں ہوگا ..... میں ..... تم ..... وہ ..... کچھ نہیں ..... صرف ایک سیلاب ہوگا ..... دور دور تک صرف سیلاب .....اور سب کچھ ڈوب چکا ہوگا ..... سطح آب پر سورج کے چند تخم ریزے ہوں گے جو صدیوں کے انتظار کی سزا کاٹتے ہوئے اپنی بقا کے لیے ایک دوسرے سے نبرد آزما ہوں گے۔

بس میں بھگدڑ مچتی ہے—

سب لوگ ایک دوسرے کو کچلتے ہوئے بار بار ایک دوسرے پر گر اور اُٹھ رہے ہیں۔ سب لوگ اتر کر بس کی چھت پر چڑھنا چاہتے ہیں۔ اس دھکم پیل میں کوئی بھی پاؤں باہر نہیں نکال پاتا۔ سارے لوگ اپنے نہ ہوتے ہوئے پیر کو بار بار پٹک کر اپنے ہونے کا یقین کرنا چاہتے ہیں، اور محفوظ چھت پر پہنچنے کے لیے بس کے پائیدان پر زور آزمائی کر رہے ہیں۔ لیکن سب کے سب یوں جیسے پاؤں ہیں ہی نہیں، بس کے اندر معلّق دھینگا مشتی کرتے رہ جاتے ہیں۔

بڑی مشکلوں سے وہ چلتی بس سے اتر گیا ہے۔ سیلاب سے بے خوف ایک ستون کا سہارا لے کر اس نے مضبوطی سے اپنے پاؤں زمین میں جما دیئے ہیں۔ سیلاب اُسے بے دخل کرنے کے لیے بڑھا تو اس نے کہا:

हुए उसके पांव सरहदों के ऊपर बे-वज़न औराक़[1] की तरह फड़फड़ाने लगे।

भीड़ में फंस कर बस की रफ़्तार धीमी हो जाती है। सड़क और बस के अंदर बेइंतहा शोर है। सूरज की किरणें सियाह हो रही हैं। सड़क पर माइक से कोई ख़ास एलान हो रहा है जिसको सुनते ही लोगों के चेहरों को सांप सूंघ जाता है। बड़ी मुश्किलों से सड़क का एलान बस की खिड़कियों में दाख़िल होने की जगह निकाल सका... शहर के एक सिरे से सैलाब तेजी से बढ़ रहा है.. जो जहां मोअल्लक़ था वहीं उसने अपनी छोटी-छोटी मंज़िलों को ग़रक़ाब[2] होते हुए देखा। हवा चीख़ने लगी :

कोई न होगा..... कुछ नहीं होगा..... मैं ... तुम... वह... कुछ नहीं... सिर्फ़ एक सैलाब होगा... दूर-दूर तक सिर्फ़ सैलाब ... और सब कुछ डूब चूका होगा... सतहेआब[3] पर सूरज के चंद तुख़्म[4] रेज़े[5] होंगे जो सदियों के इंतजार की सज़ा काटते हुए, अपनी बक़ा[6] के लिए एक दूसरे से नबर्रद-आज़मा[7] होंगे। बस में भगदड़ मचती है...।

सब लोग एक दूसरे को कुचलते हुए बार-बार एक दूसरे पर गिर और उठ रहे हैं। सब लोग उतर कर बस की छत पर चढ़ना चाहते हैं। इस धक्कम पेल में कोई भी पांव बाहर नहीं निकाल पाता। सारे लोग अपने न होते हुए पैर को बार-बार पटक कर, अपने होने का यक़ीन करना चाहते हैं और महफ़ूज़[8] छत पर पहुँचने के लिए बस के पायदान पर ज़ोर आज़माई कर रहे हैं। लेकिन सबके सब यूं जैसे पांव हैं ही नहीं, बस के अंदर मोअल्लक़ धींगा मुश्ती करते रह जाते हैं।

बड़ी मुश्किलों से वह चलती बस से उतर गया। सैलाब से बेख़ौफ़ एक सुतून का सहारा लेकर उसने मज़बूती से अपने पांव ज़मीन में जमा दिए हैं। सैलाब उसे बेदख़ल करने के लिए बढ़ा तो उसने कहा -

- यह मिट्टी मेरी है इसलिए कि मैं इसके तुख़्म से उगा हूं।
- मैं, अब और मोअल्लक़ नहीं रह सकता।
- खड़ा होने के लिए मुठ्ठी भर ज़मीन मेरा अज़ली[9] हक़ है।

पुरखों ने जो कुछ किया शमशानों, और क़ब्रिस्तानों में जल सड़ रहा है। अगर इस मिट्टी से मुझे दस्त-बरदार[10] होने का इशारा भी किया तो तुम सब के

---

1. पन्नों 2. डूबते, 3. पानी की सतह 4. बीज 5. टुकड़ा
6. अस्तित्व 7. लड़ाई करना 8. सुरक्षित 9. सदैव, पैदाएशी 10. बे-दख़ल, छोड़ना

— یہ مٹی میری ہے اس لیے کہ میں اس کے تخم سے اُگا ہوں ....
— میں اب اور معلّق نہیں رہ سکتا۔
— کھڑا ہونے کے لیے مٹھی بھر زمین میرا ازلی حق ہے۔

پرکھوں نے جو کچھ کیا، شمشانوں اور قبرستانوں میں جل سڑ رہا ہے۔ اگر اس مٹی سے مجھے دست بردار ہونے کا اشارہ بھی کیا تو تم سب کے نرخرے چبا جاؤں گا ..... مجھے دکھاؤ وہ بے جان دستاویز ..... بتاؤ اس پر کہیں میرا بھی دستخط ہے .... اس دستاویز سے میرا کوئی لینا دینا نہیں ہے..... میں صرف اس مٹی کو جانتا ہوں جہاں سے مجھے کوئی نہیں ہٹا سکتا........ میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ اس مٹی کی گود میں میں نے جنم لیا اور یہ مٹی میری ماں ہے ....!

اور سچ تو یہ ہے کہ ساری مٹی میری ماں ہے......... ساری ہوا، ساری آگ، سارا پانی اور سارا آکاش میری ماں........ سرحدوں کی بات کی تو بھنبھوڑ ڈالوں گا .....!

دھیرے دھیرے وہ اپنے پاؤں پہچاننے لگا ہے .....وہی جانی پہچانی ٹھنڈک......... وہی اندر اندر تک گونجنے والا لمس .... وہ دور دور تک چیر پھاڑ کرنے والی لہک.......... پاؤں پہچانتے ہوئے اس کی توانائی لوٹ رہی ہے.......... خوفناک سیلاب قریب آیا تو اس کے پاؤں چوم کر لوٹ گیا۔

नरख़रे चबा जाऊँगा...। मुझे दिखाओ वह बेजान दस्तावेज़ ....बताओ उस पर कहीं मेरा भी दस्तख़त है......... इस दस्तावेज़ से मेरा कोई लेना देना नहीं है... मैं सिर्फ़ उस मिट्टी को जानता हूं, जहां से मुझे कोई हटा नहीं सकता....। मैं सिर्फ़ इतना जानता हूं कि इस मिट्टी की गोद में मैंने जन्म लिया और यह मिट्टी मेरी मां है...।

और सच तो यह है कि सारी मिट्टी मेरी मां है....। सारी हवा, सारी आग, सारा पानी और सारा आकाश मेरी मां.... सरहदों की बात की तो भंभोड़ डालूंगा...।

धीरे-धीरे वह अपने पांव पहचानने लगा है.... वही जानी पहचानी ठंडक... वही अन्दर-अन्दर तक गूंजने वाला लम्स[1]... वह दूर तक चीर फाड़ करने वाली लहक .... पांव पहचानते हुए उसकी तवानाई[2] लौट रही है ... ख़ौफ़नाक सैलाब क़रीब आया तो उसके पांव चूम कर लौट गया।

1. स्पर्श, 2. ताक़त

مشرف عالم ذوقی

کاتیائن بہنیں

ایک ضروری نوٹ!

قارئین! کچھ کہانیاں ایسی ہوتی ہیں جن کا مستقبل مصنف طے کرتا ہے لیکن کچھ کہانیاں ایسی بھی ہوتی ہیں جن کا مستقبل کہانی کے کردار طے کرتے ہیں۔ یعنی جیسے جیسے کہانی آگے بڑھتی جاتی ہے، اپنے مستقبل کے تانے بانے بنتی ہے اور حقیقت میں مصنف اپنے کرداروں کو راستہ دکھا کر خود پیچھے ہٹ جاتا ہے۔

ایسا اس کہانی کے ساتھ بھی ہوا ہے ......اور ایسا اس لیے ہوا ہے کہ اس کہانی کا موضوع ہے...... 'عورت'...... کائنات میں بکھرے تمام اسرار سے زیادہ پراسرار، خدا کی سب سے حسین تخلیق۔ یعنی اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ وہ عورت کو جان گیا ہے تو شاید اس سے زیادہ گھامڑ اور شیخی بگھارنے والا، یا اس صدی میں اس سے بڑا جھوٹا کوئی دوسرا نہیں ہوسکتا۔ عورتیں جو کبھی گھریلو یا پالتو ہوا کرتی تھیں، چھوٹی اور کمزور تھیں۔ اپنی پراسرار فطرت یا مکڑی کے جالے میں سمٹی، کوکھ میں مرد کے نطفے کی پرورش کرتیں...... صدیاں گزر جانے کے بعد بھی وہ محض بچہ دینے والی گائے بن کر رہ گئی تھیں لیکن شاید صدیوں مرد کے اندر دہکنے والا یہ نطفہ شانت ہوا تھا۔ یا عورت کے لیے یہ مرد دھیرے دھیرے بانجھ یا سرد یا محض بچہ پیدا کرنے والی مشین کا محض ایک پرزہ بن کر رہ گیا تھا...... تو یہ اس کہانی کی تمہید نہیں ہے کہ عورت اپنے اس احساس سے آزاد ہونا چاہتی ہے ......شاید اسی لیے اس کہانی کا جنم ہوا...... یا اس لیے کہ عورت جیسی پراسرار مخلوق کو ابھی اور کریدنے یا اس کی تحقیق کرنے کی ضرورت ہے...... ہم نے ابھی بھی اس مہذب دنیا میں، اُسے صرف مقدس ناموں یا رشتوں میں جکڑ رکھا ہے۔

मुशर्रफ़ आलम ज़ौक़ी

कातियाइन बहनें

<u>एक ज़रूरी नोट</u>

क़ारईन[1] ! कुछ कहानियां ऐसी होती हैं जिन का मुस्तक़बिल मुसन्निफ़[2] तै करता है लेकिन कुछ कहानियां ऐसी भी होती हैं जिन का मुस्तक़बलि कहानी के किरदार तै करते हैं। यानी जैसे जैसे कहानी आगे बढ़ती जाती है, अपने मुस्तक़बिल के ताने बाने बुनती जाती है और हक़ीक़त में मुसन्निफ़ अपने किरदारों को रास्ता दिखा कर खुद पीछे हट जाता है।

ऐसा इस कहानी के साथ भी हुआ है ...... और ऐसा इस लिए हुआ है कि इस कहानी का मौजू है ...... 'औरत' ...... काएनात में बिखरे तमाम असरार से ज़्यादा पुरअसरार,[3] खुदा की सब से हसीन तख़लीक़,[4] यानी अगर कोई यह कहता है कि वह औरत को जान गया है तो शायद उससे ज़्यादा घामड़ और शेख़ी बघारने वाला, या इस सदी में इतना बड़ा झूठा कोई दूसरा नहीं हो सकता। औरतें जो कभी घरेलू या पालतू हुआ करती थींए छोटी और कमज़ोर थीं। अपनी पुरअसरार फ़ितरत या मकड़ी के जाले में सिमटी, कोख में मर्द के नुत्फ़े[5] की परवरिश करतीं...... सदियां गुज़र जाने के बाद भी वह महज़ बच्चा देने वाली एक गाय बन कर रह गई थीं लेकिन शायद सदियों मर्द के अंदर दहकने वाला यह नुत्फ़ा शांत हुआ था। या औरत के लिए यह मर्द धीरे धीरे बांझ या सर्द या महज़ बच्चा पैदा करने वाली मशीन का महज़ एक पुर्ज़ा बन कर रह गया था ...... तो यह उस कहानी की तमहीद[6] नहीं है कि औरत अपने उस एहसास से आज़ाद होना चाहती है ...... शायद इसी लिए इस कहानी का जन्म हुआ ...... या इस लिए कि औरत जैसी पुरअसरार मख़लूक़[7] को अभी और कुरेदने या उस

---

1. पाठक गण 2. रचनाकार 3. रहस्यमय 4. रचना 5. वीर्य 6. भूमिका 7. जीव

تو قارئین! یہ کوئی پریوں کی کہانی نہیں ہے۔ یہاں دو بہنیں ہیں...... کاتیائن بہنیں۔ ممکن ہے ان بہنوں کے نام پر آپ کو ''لولتا'' ''انا کارنینا'' اور'' مادام بواری'' کی یاد آجائے مگر نہیں! یہ دوسری طرح کی بہنیں ہیں۔ مردوں کی حاکمی کو للکارنے والی...... تو اس کہانی کا جنم کچھ 'خاص' حالات میں ہوا ہے۔

ایک واقعہ

گرچہ یہ کوئی فلمی منظر نہیں تھا لیکن یہ فلمی منظر جیسا ہی تھا۔ مس کاتیائن کے ہاتھوں سے سبزی کا تھیلا پھسلا اور دو بڑے بڑے آلو لڑھکتے ہوئے بھوپیندر پریہار کے پاؤں سے ٹکرائے۔ بھوپیندر پریہار، عمر ایک کم باسٹھ سال، تھوڑا لہرائے، تھوڑا جھکے، آلوؤں کو اٹھایا اور سبزی منڈی کی ایک دوکان پر کھڑی مس کاتیائن پر جی جان سے نچھاور ہوگئے۔

''آپ مس کاتیائن ہیں نا ......وہ ''اینا کی ڈال'' والی دوکان کے سامنے والے گھر میں ......؟''

''ہاں۔'' مس کاتیائن اتنا بول کر خاموش ہوگئیں۔ شاید انھیں گفتگو کا یہ انداز پسند نہیں آیا۔ وہ بھی ایسی جگہ؟ سبزی منڈی میں ......کوئی 'مرد' اس طرح کسی عورت سے ......

''میں وہیں رہتا ہوں ......آپ کے گھر کے پاس ......تھیلا بھاری ہے؟''

پتہ نہیں کہاں سے بھوپیندر پریہار کے لہجے میں اتنا اپناپن سمٹ آیا تھا۔

''نہیں کوئی بات نہیں..........''

''دیجیے نا میں اٹھا لیتا ہوں......''

بھوپندر پریہار نے آرام سے تھیلا اٹھایا اور سبزی منڈی کی دھول بھری سڑکوں پر دونوں چپ چاپ چلنے لگے۔ ہاں بھوپیندر پریہار کچھ لمحے کے لیے یہ بالکل بھول گئے تھے کہ وہ کوئی نوجوان نہیں ایک کم باسٹھ سال کے گھوڑے پر سوار ہیں۔

لیکن گھوڑے میں اچانک جوش آگیا تھا۔

☆☆☆

तहक़ीक़ करने की ज़रूरत है ...... हमने अभी भी इस मुहज़्ज़ब[1] दुनिया में उसे सिर्फ़ मुक़द्दस[2] नामों या रिश्तों में जकड़ रखा है।

तो क़ारईन! यह कोई परियों की कहानी नहीं है। यहां दो बहनें हैं...कातियाइन बहनें। मुमकिन है इन बहनों के नाम पर आप को "लौलिता" अन्नाकार नीना" और "मादाम बुवारी" की याद आ जाए मगर नहीं! यह दूसरी तरह की बहनें हैं। मर्दों की हाकमी को ललकारने वाली......तो इस कहानी का जन्म कुछ 'ख़ास' हालात में हुआ है।

एक वाक़ेआ,

अगरचे यह कोई फ़िल्मी मंज़र नहीं था लेकिन यह फ़िल्मी मंज़र जैसा ही था। मिस कातियाइन के हाथों से सब्ज़ी का थैला फिसला और दो बड़े बड़े आलू लुढ़कते हुए भूपेन्द्र परिहार के पांव से टकराए। भूपेन्द्र परिहार, उम्र एक कम बासठ साल, थोड़ा लहराए, थोड़ा रुके, आलुओं को उठाया और सब्ज़ी मंडी की एक दुकान पर खड़ी मिस कातियाइन पर जी जान से निछावर हो गए।

"आप मिस कातियाइन हैं ना......वह" ईना की डाल "वाली दुकान के सामने वाले घर में...... ?"

"हां" मिस कातियाइन इतना बोल कर ख़ामोश हो गई। शायद उन्हें गुफ़्तगू का यह अंदाज़ पसंद नहीं आया। वह भी ऐसी जगह? सब्ज़ी मंडी में......कोई 'मर्द' इस तरह किसी औरत से......

"मैं वहीं रहता हूं......आप के घर के पास......थैला भारी है?" पता नहीं कहां से भूपेन्द्र परिहार के लहजे में इतना अपनापन सिमट आया था,

"नहीं कोई बात नहीं......"

"दीजिए ना। मैं उठा लेता हूं......"

भूपेन्द्र परिहार ने आराम से थैला उठाया और सब्ज़ी मंडी की धूल भरी सड़कों पर दोनों चुप चाप चलने लगे। हाँ भूपेन्द्र परिहार कुछ लम्हें के लिये यह बिल्कुल ही भूल बैठे थे कि वह कोई नौजवान नहीं बल्कि एक कम बासठ साल के घोड़े पर सवार हैं......

लेकिन घोड़े में अचानक जोश आ गया था।

---

2. शिष्ट 3. पवित्र

ایک عالی شان مگر پرانے زمانے کا چندن کی لکڑی کا بنا ہوا محراب نما دروازہ تھا۔ یہ دروازہ چر چرانے کی آواز کے ساتھ کسی ہارر فلم کی طرح کھلتا تھا...... اس کے بعد کافی کھلا ہوا صحن تھا۔ غرض یہ کہ ایک ٹوٹا پھوٹا سا بے رونق گھر تھا۔ یہاں آپ ہمیشہ بڑی مس کاتیائن کو دیکھ سکتے تھے۔ نظریں جھکی ہوئی، ہاتھ میں پکڑی ہوئی تیلیاں۔ ایک طرف پڑا ہوا اون کا گچھا۔ تیلیوں میں الجھے ہوئے ہاتھ...... یعنی دنیا سے بے خبر مس کاتیائن سوئٹر بن رہی ہیں۔ جاڑا ہو گرمی یا برسات، مس کاتیائن کی بس اتنی سی دنیا ہے...... گہری فکر، اون کا گولا اور تیلیاں۔ لیکن یہ باتیں زیادہ توجہ طلب نہیں ہیں کہ بڑی مس کاتیائن یہ سوئٹر کس کے لیے بنتی ہیں۔ انھیں پہننے والا کون ہے؟ یا بس سوئٹر بننا مس کاتیائن کا ایک شغل ہے۔ ایک ہی سوئٹر کو بار بار ادھیڑتے رہنا اور بنتے رہنا......''

''اندر آجایئے''

چھوٹی مس کاتیائن نے اشارہ کیا۔ بھوپیندر پریہار تھیلا لیے صحن میں آگئے...... ہمیشہ کی طرح بڑی مس کاتیائن نے گردن گھما کر چھوٹی مس کاتیائن کے ساتھ اندر آتے ہوئے، اجنبی کو دیکھا...... لیکن آنکھوں میں حیرانی کا شائبہ تک نہ تھا۔ چہرہ پتھر جیسا بے حس۔

''یہ پڑوسی ہیں......'' چھوٹی مس کاتیائن نے بڑی کے سامنے تھیلے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا...... ''بھاری تھا...... اس لیے مدد کرنے چلے آئے۔''

بھوپیندر پریہار کو یقین ہے کہ چھوٹی کاتیائن کی وضاحت سے بڑی کی آنکھوں میں ایک ہلکی سی چمک ضرور لہرائی ہوگی حالانکہ وہ اس چمک کو صرف محسوس کر سکے تھے۔ اس لیے کہ دوسرے ہی لمحے سوئٹر بنتے پتھر کے مجسمے سے آواز آئی تھیں۔

''بیٹھیے نا............''

یہ کاتیائن بہنوں کے ہاں بھوپیندر پریہار کی پہلی انٹری (Entry) تھی۔

کچھ بھوپیندر پریہار کے بارے میں

بھوپیندر پریہار مرد آدمی تھے۔ مردوں کے بارے میں ان کی اپنی رائے تھی...... ایک خاص طرح کا فیسی نیشن (Fascination) تھا اس لفظ کے بارے میں...... مثلاً وہ سوچتے تھے کہ مرد ایک شاندار جسم رکھتا ہے۔ خوشبو میں ڈوبا ہوا جسم...... ایک سدا بہار، مست مست، کسی تناور درخت کی طرح شان سے ایستادہ...... بے پرواہ، بے نیاز کسی کو

एक आली शान मगर पुराने ज़माने का चंदन की लकड़ी का बना हुआ मेहराब नुमा दरवाज़ा था। यह दरवाज़ा चर-चराने की भयानक आवाज़ के साथ किसी हारर फ़िल्म की तरह खुलता था...... उस के बाद काफ़ी खुला हुआ सेहन था। ग़र्ज़ यह कि एक टूटा फूटा सा बे रौनक़ घर था। यहां आप हमेशा हर मौसम में बड़ी कातियाइन को देख सकते हैं। नज़रें झुकी हुईं, हाथ में पकड़ी हुई तीलियां। एक तरफ़ पड़ा हुआ ऊन का गुच्छा। तीलियों में उलझे हुए हाथ......यानी दुनियां से बेख़बर मिस कातियाइन स्वेटर बुन रही हैं। जाड़ा हो गर्मी या बरसात मिस कातियाइन की इतनी सी दुनियां है......गहरी फ़िक्र, ऊन का गोला और तीलियां। लेकिन यह बातें ज़्यादा तवज्जोह तलब नहीं हैं कि बड़ी मिस कातियाइन यह स्वेटर किस के लिए बुनती हैं, उन्हें पहनने वाला कौन है? या बस स्वेटर बुनना मिस कातियाइन का एक शग़ल[1] है। एक ही स्वेटर को बार बार उधेड़ते रहना और बुनते रहना......"

"अन्दर आ जाइये......" छोटी मिस कातियाइन ने इशारा किया। फिर भूपेन्द्र परिहार थैला लिए सेहन में आ गए......हमेशा की तरह बड़ी मिस कातियाइन ने गर्दन घुमा कर छोटी मिस कातियाइन के साथ अंदर आते हुए, अजनबी, को देखा......लेकिन आंखों में हैरानी का शाएबा[2] तक न था। चेहरा पत्थर जैसा बेहिस।

"यह पड़ोसी हैं......" छोटी मिस कातियाइन ने बड़ी के सामने थैले की तरफ़ इशारा करते हुए कहा...... "भारी था......इस लिए मदद करने चले आए"

भूपेन्द्र परिहार को यक़ीन है कि छोटी कातियाइन की वज़ाहत पर बड़ी की आंखों में एक हल्की सी चमक ज़रूर लहराई होगी हालांकि उस चमक को वह सिर्फ़ महसूस कर सके थे।

इसलिए कि दूसरे ही लम्हे स्वेटर बुनते पत्थ्र के मुजस्समे से आवाज़ आई थी......

"बैठिये ना......"

यह कातियाइन बहनो के हाँ भूपेन्द्र परिहार की पहली इन्ट्री थी।

1. काम 2. शक

خاطر میں نہ لانے والا، عورت یا بیوی جیسی چیز، اسی چیز کو قید میں رکھنا چاہتی ہے۔ یہ جسم بے لگام گھوڑے کی طرح ہے، شاہراہوں کو روندتا، منزلوں کو پیچھے چھوڑتا، سمندر کی طرح بے خوف، لہروں کی طرح چیختا دہاڑتا، طوفان کی طرح گرجتا۔ یا شیر ببر کی طرح بے قابو، سرکش اور دھرتی کو اپنے طاقتور پنجوں سے روندنے والا۔ یہ جسم کسی ایک دربے میں نہیں چھپ سکتا، کسی ایک بیرک میں قید نہیں رہ سکتا، کسی ایک قید خانے میں، کسی ایک گھر میں یا کسی ایک عورت میں ....

لیکن ہوتا کیا ہے، وقت آنے پر یہ جسم ایک عورت کے حوالے کر دیا جاتا ہے، اور کہا جاتا ہے بس ......اسے تمھارے حوالے کیا۔ بس یہی ہے ......اپنے جسم کی پتوار جیسے چاہو اس پر استعمال کرو۔

مسز پر یہار عام عورتوں جیسی ہی ایک عورت تھی ......جس کے لیے زندگی کا مطلب ایک کنبے شوہر یا بچوں سے زیادہ کچھ نہیں ہوتا۔ یا شاید بچے کے آنے کے بعد شوہر کی بھی کچھ زیادہ حیثیت نہیں رہتی۔ سمن کے آنے کے بعد مسز پر یہار کی زندگی کا یہی ایک مقصد رہ گیا تھا۔ سمن صرف سمن۔ اس لیے شاید کبھی کبھی شوہر کے پتوار جیسے تنے جسم کی مانگ کو بھی وہ نظر انداز کر جاتی......

''نہیں......اسے اتنا پیار مت دو۔ بھگوان کے واسطے۔'' بھوپیندر پر یہار کے ہونٹوں پر تلخی تھی۔

''کیوں''؟

''کیونکہ بچے ہوتے ہی ایسے ہیں۔ لا پرواہ اور بے وفا......''

''پاگل ہوگئے ہو!''

''بچے تمھاری محبت کی قدر نہیں کریں گے۔ وہ ایک دن تاڑ جتنے ہو جائیں گے اور ہمیں بھول جائیں گے۔''

اور شاید یہی ہوا تھا۔ سمن بڑا ہوا...... لو میرج کی اور بیوی کو لے کر کناڈا چلا گیا۔ مسز پر یہار اس فرض سے سبک دوش ہو کر ابدی نیند سو گئی۔ اکیلے رہ گئے بھوپیندر پر یہار۔ لیکن وہ اس زندگی کو یادوں کا قبرستان نہیں بنانا چاہتے تھے۔ وہ بقول رسول حمزہ توف

कुछ भूपेन्द्र परिहार के बारे में

भूपेन्द्र परिहार मर्द आदमी थे। मर्दों के बारे में उन की अपनी राय थी...... एक ख़ास तरह का Fascination था इस लफ़्ज़ के बारे में...... मसलन वह सोचते थे कि मर्द एक शानदार जिस्म रखता है, ख़ुशबू में डूबा हुआ जिस्म.... एक सदा बहार मस्त मस्त किसी तनावर दरख़्त की तरह शान से ईस्तारा...... बेपरवाह, बेनियाज़ किसी को ख़ातिर में न लाने वाला, औरत या बीवी जैसी चीज़ उसी जिस्म को क़ैद में रखना चाहती है। यह जिस्म बे लगाम घोड़े की तरह है, शाहराहों को रौंदता, मंज़िलों को पीछे छोड़ता, समुंदर की तरह बे ख़ौफ़, लहरों की तरह चींख़ता दहाड़ता, तूफ़ान की तरह गरजता, या शेर बबर की तरह बेक़ाबू, सरकश और धरती को अपने ताकतवर पंजों से रौंद देने वाला। यह जिस्म किसी एक दर्रे में नहीं छुप सकता, किसी एक बैरक में क़ैद नहीं रह सकता, किसी एक क़ैद ख़ाने में, किसी एक घर में या किसी एक औरत में......

लेकिन होता क्या है वक़्त आने पर यह जिस्म एक औरत के हवाले कर दिया जाता है, और कहा जाता है 'बस......इसे तुम्हारे हवाले किया। बस यही है......अपने जिस्म की पतवार जैसे चाहो इस पर इस्तेमाल करो।

मिसेज़ परिहार आम औरतों जैसी ही एक औरत थी...... जिस के लिए ज़िन्दगी का मतलब एक कुन्बे या शौहर या बच्चों से ज़्यादा कुछ नहीं होता। या शायद बच्चे के आने के बाद शौहर की भी कुछ ज़्यादा हैसियत नहीं रहती। सुमन के आने के बाद मिसेज़ परिहार की ज़िन्दगी का यही एक मक़सद रह गया था। सुमन— सिर्फ़ सुमन। इसलिए शायद कभी कभी शौहर के पतवार जैसे तने जिस्म की मांग को भी वह नज़र अंदाज़ कर जाती......

"नहीं......उसे इतना प्यार मत दो। भगवान के वास्ते" भूपेन्द्र परिहार के होठों पर तल्ख़ी थी।

"क्यों"?

"क्योंकि बच्चे होते ही ऐसे है। लापरवाह और बेवफ़ा......"

"पागल हो गए हो !"

"बच्चे तुम्हारी मुहब्बत की क़दर नहीं करेंगे। वह एक दिन ताड़ जितने हो जायेंगे और हमें भूल जाएगें।"

...... پیار کو زندہ رکھنا چاہتے تھے جس کے بارے میں ان کا عقیدہ تھا کہ زندگی سے جگر پارہ چلا گیا تو ہم بھی نہیں بچ سکتے۔ وہ کھونا نہیں چاہتے تھے اور سچ کہا جائے تو اپنے مرد ہونے کے بھرم کو قائم رکھنا چاہتے تھے۔ اور شاید خالی پن کے یہی وہ لمحے تھے جب کا تیائن بہنوں سے ان کی دوستی کے در وا ہوئے تھے یا بقول رسول حمزہ توف.......... اس بہانے وہ اپنے آپ کو زندہ رکھ سکتے تھے۔

بڑی بہن رما کا تیائن کا نظریہ

کا تیائن بہنوں کی زندگی میں ویرانی کی شاید ایک لمبی تاریخ رہی تھی .... آس پاس کے لوگوں کے لیے اس گھر یا بہنوں کے بارے میں سب کچھ پراسرار تھا.......... یعنی جب یہ بہنیں گھر میں ہوتیں یا وہ وقت جب بے ہنگم آواز کے ساتھ کھلنے والے دروازوں سے یہ باہر نکلتیں تو گویا سرگوشیوں کا بازار گرم ہو جاتا۔ ان کی زندگی پراسرار کا دبیز پردہ پڑا تھا.......... شاید اس مکمل کائنات سے بھی زیادہ پراسرا تھیں وہ۔ بڑی بہن کے ہاتھ میں ایک گل بوٹوں والی چھتری ہوتی جس کا ساتھ ان کے لیے ہر موسم میں لازمی تھا۔ جاڑا ہو یا گرمی ہو یا برسات گویا اندر کوئی خوف ہو اور پھول دار چھتری کسی باڈی گارڈ کی طرح ان کی نگرانی کرتی ہو۔ چہرہ اس چٹان کی طرح سخت سمندر کی لہریں جس کا کچھ نہیں بگاڑ پاتیں۔ آج تک کسی نے بھی رما کا تیائین کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ آپ اپنے بالائی منزل سے شام ڈھلنے تک جب بھی چاہے انہیں دیکھ لیجئے......ایک کرسی پر سوئٹر بنتی ہوئی رما کا تیائن آپ کو ضرور مل جائیں گی۔ عمر ساٹھ کے آس پاس۔ چھوٹی ریتا کا تیائن بڑی سے دو تین سال چھوٹی رہی ہوں گی۔ اس سے زیادہ نہیں۔ مگر ریتا رما کی طرح سخت نہیں تھیں۔ کسی زمانے میں خوش مزاج بھی رہی ہوں گی مگر وقت کے ساتھ ساتھ مزاج میں ایک قسم کی سنجیدگی آ گئی تھی۔

یہ کہنا مشکل ہے کہ اس سے پہلے کا تیائن بہنوں کی پراسرار دنیا میں کوئی آیا تھا یا نہیں۔ مگر بھوپیندر پریہار کی اچانک آمد گھر میں شکوک وشبہات کی فصل لے کر آئی تھی اور یہ شک بھوپیندر پریہار کے جاتے ہی شتر مرغ کی طرح ریت سے اپنا سر نکالنے لگا تھا۔ بڑی کا تیائن کی آنکھوں میں حیرانی کے ڈورے تھے اور چھوٹی کا تیائن کے ہونٹوں پر ایک

और शायद यही हुआ था। सुमन बड़ा हुआ……लव मैरिज की और बीवी को लेकर कनाडा चला गया। मिसेज़ परिहार उस फर्ज़ से सुबुकदोश[1] होकर अबदी नींद सो गईं। अकेले रह गए भूपेन्द्र परिहार। लेकिन वह उस ज़िन्दगी को यादों का क़ब्रिस्तान नहीं बनाना चाहते थे। वह बक़ौल रसूल हम्ज़ा तोफ़…… प्यार को ज़िन्दा रखना चाहते थे जिसके बारे में उन का अक़ीदा था कि ज़िन्दगी से जिगरत्पारा चला गया तो हम भी नहीं बच सकते। वह खोना नहीं चाहते थे और सच कहा जाए तो अपने मर्द होने के भरम को क़ायम रखना चाहते थे। और शायद खाली पन के यही वह लम्हें थे जब कातियाइन बहनों से उन की दोस्ती के दर वा हुए थे या बक़ौल रसूल हम्ज़ा तोफ़…… इस बहाने वह अपने आप को ज़िंदा रख सकते थे।

बड़ी बहन यानी रमा कातियाइन का नज़रिया,

कातियाइन बहनों की ज़िन्दगी में वीरानी की शायद एक लम्बी तारीख़ रही थी……आस पास के लेागों के लिए उस घर या बहनों के बारे में सब कुछ पुरअसरार था…… यानी जब यह बहनें घर में होतीं या वह वक़्त जब बेहंगम आवाज़ के साथ खुलने वाले दरवाज़ों से यह बाहर निकलतीं तो गोया सरगोशियों का बाज़ार गर्म हो जाता। उन की ज़िन्दगी पर असरार का दबीज़ पर्दा पड़ा था……शायद इस मुकम्मल काएनात से भी ज़्यादा पुरअसरार थीं वह। बड़ी बहन के हाथ में एक गुल बूटों वाली छतरी होती जिस का साथ उन के लिए हर मौसम में लाज़मी था। जाड़ा हो गर्मी हो या बरसात, गोया अंदर कोई ख़ौफ़ हो और फूलदार छतरी किसी बाडी गॉर्ड की तरह उन की निगरानी करती हो। चेहरा उस चट्टान की तरह सख़्त, समुंदर की लहरें जिस का कुछ नहीं बिगाड़ पातीं। आज तक किसी ने भी रमा कातियाइन को हंसते हुए नहीं देखा था। आप अपने घर की बालाई मंज़िल से शाम ढलने तक जब भी जी चाहे उन्हें देख लीजिए……एक कुर्सी पर स्वेटर बुनती हुई रमा कातियाइन आप को ज़रूर मिल जाएगीं। उम्र साठ के आस पास। छोटी रीता कातियाइन बड़ी से दो तीन साल छोटी रही होंगी। उस से ज़्यादा नहीं मगर रीता कातियाइन रमा की तरह सख़्त नहीं थीं। किसी ज़माने में ख़ुश मिज़ाज भी रही होंगी मगर वक़्त के साथ साथ मिज़ाज में एक क़िस्म की

1. मुक्त

شرارت بھری خاموشی۔ ''کب سے جانتی ہو اسے؟''

''کسے؟''

''وہی جسے لے کر تم گھر آئی تھی۔''

''اچھا وہ۔ بھوپیندر پر یہار......''

''نام بھی جانتی ہو اس کا مطلب پرانی ملاقات ہے..... کب سے جانتی ہو اسے؟''

''آج سے پہلے.....نہیں۔''

''ایک ہی دن میں اس نے سبزی کا تھیلا بھی تھام لیا اور گھر میں آ ٹپکا......''

''نہیں۔ آپ نے سمجھا نہیں۔''

''کیا ایک اجنبی شخص کو تم اس گھر میں لے آئیں اتنا کافی نہیں......''

چھوٹی مس کاتیائن کی آنکھوں میں مایوسی تھی۔ ''نہیں دراصل آپ ابھی بھی نہیں سمجھیں......تھیلا بھاری تھا......''

''صفائی مت پیش کرو۔ اس سے پہلے ایسا حادثہ اس گھر میں نہیں ہوا۔''

بڑی مس کاتیائن کا لہجہ فیصلہ کن تھا۔ '' ابھی تم سبزی کاٹو۔ رات کا کھانا بنانے کی تیاریاں کرتے ہیں' مگر یاد رکھو...... رات میں۔ رات میں اس واقعہ کے بارے میں دوبارہ غور کریں گے۔''

دہشت بھری رہگزار سے

ہم کہہ سکتے ہیں وہ رات کاتیائن بہنوں کی نظر میں بہت عام سی رات نہیں تھی۔ بڑی کاتیائن کمرے میں ٹہل رہی تھیں...... جیسے اندر ہی اندر کسی خاص نتیجے پر پہنچنے کی تیاری کر رہی ہوں یا جیسے رات کے وقت شوہر اپنے کمرے میں کچن سے لوٹنے والی اپنی نوبیاہتا دلہن کا انتظار کرتا ہے۔ ...... کہ وہ اب آئے گی یا بتی بجھائے گی یا اس کے قدموں کی آہٹ سنائی دے گی۔

لیکن آپ اس طرح بڑی کاتیائن کو ٹہلتے دیکھ کر یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ بڑھاپے کے گلیاروں میں اتنی دور تک نکل آئی ہے۔ نہیں، حیرت انگیز طور پر اس وقت وہ کسی نوجوان

संजीदगी आ गई थी।

यह कहना मुश्किल है कि उन से पहले कातियाइन बहनों की पुरअसरार दुनियां में कोई आया था या नहीं। मगर भूपेन्द्र परिहार की अचानक आमद घर में शकूको शुबहात की फसल ले कर आई थी और यह शक भूपेन्द्र परिहार के जाते ही शुतुर मुर्ग़ की तरह रेत से अपना सर निकालने लगा था।

बड़ी कातियाइन की आंखों में हैरानी के डोरे थे और छोटी कातियाइन के होंठों पर एक शरारत भरी ख़ामोशी,

"क़ब से जानती हो उसे"?

"किसे"?

"वही, जिसे लेकर तुम घर आई थीं"

"अच्छा वह! भूपेन्द्र परिहार......"

"नाम भी जानती हो, इस का मतलब पुरानी मुलाक़ात है......कब से जानती हो उसे?"

"आज से पहले......नहीं"

"एक ही दिन में उस ने सब्ज़ी का थैला भी थाम लिया और घर में आ टपका......"

"नहीं! आप ने समझा नहीं।"

"क्या एक अजनबी शख़्स को तुम इस घर में ले आईं इतना काफ़ी नहीं......"

छोटी मिस कातियाइन की आंखों में मायूसी थी। "नहीं दरअसल आप अभी भी नहीं समझीं......थैला भारी था......"

"सफ़ाई मत पेश करो। इस से पहले ऐसा हादसा इस घर में कभी नहीं हुआ।"

बड़ी मिस कातियाइन का लहजा फ़ैसला कुन था। "अभी तुम सब्ज़ी काटो। रात का खाना बनाने की तैयारियाँ करते हैं, मगर याद रखों......रात में। रात में इस वाक़ेए के बारे में दोबारा ग़ौर करेंगे।

दहशत भरी रहगुज़र[1] से

हम कह सकते हैं वह रात कातियाइन बहनों की नज़र में बहुत आम सी रात

1. रास्ता

سے کم نہیں لگ رہی تھیں۔ یقیناً ایک ایسے نوجوان سے جو اپنی بیوی کی کسی بات سے ناراض ہوا تھا ہواور اس سے گفتگو شروع کرنے کی ذہنی کشمکش سے گزر رہا ہو۔ چھوٹی کاتیائن کے اندر داخل ہوتے ہی بڑی نے کسی لومڑی کی طرح اپنی نگاہیں اس پر مرکوز کردیں......

..........آؤ ٹرسٹ ایکسرسائز (Trust Exercise) کرتے ہیں۔

..........ٹرسٹ ایکسرسائز؟ لیکن کیوں؟

.... جرح مت کرو۔ مردوں کی طرح مت بنو.......... کیونکہ تم نے اپنا Trust کھویا ہے......

.... یا تم نے؟

..........ممکن ہے، اس لیے آؤ آنکھیں بند کریں اور شروع ہو جائیں..........

اور اسی کے ساتھ دونوں آمنے سامنے کھڑی ہوگئیں۔ بڑی کاتیائن کی پتلیاں دھیرے دھیرے بند ہونے لگیں.......... چھوٹی کاتیائن کچھ سوچ کر مسکرائیں اور پتھریلی زمین پر وہ بھی بڑی کاتیائن کے آمنے سامنے کھڑی ہوگئیں۔ ٹرسٹ ایکسرسائز میں ایک دوسرے پر آنکھیں موند کر گرنا ہوتا ہے۔ سامنے والے کو اپنے ساتھی کو تھامنا ہوتا ہے۔ ایسا کئی بار کرنا ہوتا ہے۔ سامنے والے نے اگر تھام لیا تو مطلب صاف ہے۔ ابھی یقین میں کمی نہیں آئی یا ابھی یقین بحال ہے۔ یہ عمل پتھریلی زمین پر اس لیے کرتے ہیں تاکہ گرنے یا چوٹ لگنے سے پیدا ہونے والا احساس اس یقین کو پھر سے بحال کر سکے۔ دراصل مغربی ممالک سے ہم لگاتار کچھ نہ کچھ بطور تحفہ لیتے رہے ہیں اور ''ٹرسٹ'' کرنے کا یہ نایاب طریقہ ابھی کچھ دنوں پہلے ہی وہاں سے امپورٹ ہو کر آیا ہے..........

تو کاتیائن بہنوں نے آنکھیں بند کرلیں۔ ممکن ہے آپ کے لیے یہ سارا منظر بے لطف، اکتا دینے والا اور واہیات ہو...... مگر شاید کاتیائن بہنوں کو یقین کی ڈور سے باندھنے کے لیے یہ کھیل کافی معنی رکھتا تھا۔ اور جیسا کہ ہمیں بھی یقین تھا آنکھیں بند کرنے، ایک دوسرے پر گرنے کے عمل میں چھوٹی سر کے بل گری تھی۔ شاید یہ ایک عمر پار کرنے کی حد کے سبب تھا یا جو بھی ہو، مگر طے تھا کہ بڑی اسے تھام نہیں پائی اور چھوٹی کاتیائن کے

नहीं थी। बड़ी कातियाइन कमरे में टहल रही थी......जैसे अंदर ही अंदर किसी ख़ास नतीजे पर पहुंचने की तैयारी कर रही हों या जैसे रात के वक़्त शौहर अपने कमरे में किचन से लौटने वाली अपनी नौ ब्याहता दुल्हन का इंतिज़ार करता है......कि वह अब आएगी या बत्ती बुझाएगी या उस के क़दमों की आहट सुनाई देगी।

लेकिन आप इस तरह बड़ी कातियाइन को टहलते देख कर यह नहीं कह सकते कि वह बुढ़ापे के गलियारों में इतनी दूर तक निकल आई है। नहीं, हैरत अंगेज़ तौर पर इस वक़्त वह किसी नौजवान से कम नहीं लग रही थी। यक़ीनन एक ऐसे नौजवान से जो अपनी बीवी की किसी बात से नाराज़ हो उठा हो और उस से गुफ़्तगू शुरू करने की ज़ेहनी कश्मकश से गुज़र रहा हो। छोटी कातियाइन के अंदर दाख़िल होते ही बड़ी ने किसी लोमड़ी की तरह अपनी निगाहें उस पर मरकूज़[1] करदीं......

—आओ ट्रस्ट एक्सरसाइज़ (TRUST EXCERCISE) करते हैं।

—ट्रस्ट एक्सर साइज़ ? लेकिन क्यों ?

—जिरह मत करो। मर्दों की तरह मत बनो......क्यों कि तुम ने अपना ट्रस्ट खोया है......

—या तुम ने ?

---मुमकिन है। इस लिए आओ आंखें बंद करें और शुरू हो जायें...... और उसी के साथ दोनों आमने सामने खड़ी हो गईं। बड़ी कातियाइन की पुतलियां धीरे धीरे बंद होने लगीं......छोटी कातियाइन कुछ सोच कर मुस्कुराई और पथरीली ज़मीन पर वह भी बड़ी कातियाइन के आमने सामने खड़ी हो गई। ट्रस्ट एक्सर साइज़ में एक दूसरे पर आंखें मूंद कर गिरना होता है। सामने वाले को अपने साथी को थामना होता है, ऐसा कई बार करना होता है। सामने वाले ने अगर थाम लिया तो मतलब साफ़ है। अभी यक़ीन में कमी नहीं आई या अभी यक़ीन बहाल है। यह अमल पथरीली ज़मीन पर इस लिए करते है ताकि गिरने या चोट लगने से पैदा होने वाला एहसास उस यक़ीन को फिर से बहाल कर सकें। दर असल मग़रिबी मुमालिक से हम लगातार कुछ न कुछ बतौर तोहफ़ा लेते रहे हैं और "ट्रस्ट" करने का यह नायाब[2] तरीक़ा अभी कुछ दिनों पहले ही वहां से

1. केन्द्रित 2. अद्‌भुत

ہونٹوں سے، لڑکھڑاتے، گرتے ہوئے ایک زور کی چیخ نکل گئی تھی۔......

''آہ جیسا کہ مجھے یقین تھا۔'' بڑی کاتیائن کا لہجہ برف سا سرد تھا۔'' وہ آدمی......تم نے سچ مچ اپنا ٹرسٹ کھودیا ہے۔ چلو.......... بہت دنوں کے بعد ہی سہی ذرا ماضی کی راکھ کریدتے ہیں۔'' بڑی کاتیائن نے چھوٹی کے کندھے پر ہاتھ رکھا......

''تمھیں کچھ یاد آرہا ہے؟''

''ہاں۔''

''تمھیں یاد رکھنا چاہیے''

بڑی کی آواز میں لرزش تھی۔

''اس آدمی کی یاد جو مرد تھا یا باپ تھا...... یا جنگلی سانڈ۔ یہی کمرہ تھا نا .... اور وہاں دروازے پر...........''

چھوٹی کاتیائن کو یاد تھا۔ باپ دروازے پر شراب پی کر شام کے وقت آکر، ماں کا نام لے کر زور زور سے چلاتا تھا۔......

''......سب یاد ہے۔''

''...... باپ کیوں یاد ہے اس لیے کہ اس میں بے رحمی تھی۔ وہ ایک خوفناک انسان تھا۔ بلکہ حیوان .... تمھیں یاد ہے، ماں رویا کرتی تھی۔ کبھی کبھی خوب زوروں سے .... ساری ساری رات چلایا کرتی تھی .... اور باپ نشے میں دھت سویا رہتا تھا...........''

''...........ہاں، مگر وہ سب بھیانک یادیں ہیں۔ اور رونگٹے کھڑی کرنے والی ...... میری ماں ایک سہمی ہوئی گائے تھی۔ نہیں، وہ ایک معصوم مینا تھی.......... اور بچپن سے باپ تھوڑا تھوڑا کر کے اس مینے کو ذبح کرتا رہا تھا۔''

''......تمھیں یاد ہے؟ اس وقت یا ان دنوں تم گرتی تھی تو ......، روتی تھی تو .... یا کسی پریشان کردینے والے ڈر سے سہم جاتی تھی تو ......، یہ میں ہوتی تھی، میں......میں بڑی تھی اور میں انھیں دنوں تمھیں چاہنے بھی لگی تھی.......... نہیں، تمھیں یاد ہونا چاہیے، جب یکایک ڈر کر سہم کر تم مجھ سے چپک جایا کرتی تھی تو .... یا میری گود میں اپنا سر

इम्पोर्ट होकर आया है......

तो कातियाइन बहनों ने आंखें बंद कर लीं। मुमकिन है आप के लिए यह सारा मंज़र बे लुत्फ़, उकता देने वाला और वाहियात[1] हो...... मगर शायद कातियाइन बहनों को यक़ीन की डोर से बांधने के लिए यह खेल काफ़ी मानी रखता था। और जैसा कि हमें भी यक़ीन था आंखें बंद करने, एक दूसरे पर गिरने के अमल में छोटी सर के बल गिरी थी, शायद यह एक उम्र पार करने की हद के सबब था। या जो भी हो, मगर तै था कि बड़ी उसे थाम नहीं पाई और छोटी कातियाइन के होंठों से लड़खड़ाते, गिरते हुए एक ज़ोर की चीख़ निकल गई थी......

"आह! जैसा कि मुझे यक़ीन था।" बड़ी कातियाइन का लहजा बर्फ़ सा सर्द था। "वह आदमी ...... तुम ने सच मुच अपना ट्रस्ट खो दिया है। चलो ...... बहुत दिनों के बाद ही सही ज़रा माज़ी[2] की राख कुरेदते हैं।" बड़ी कातियाइन ने छोटी के कंधे पर हाथ रखा ......

"तुम्हें कुछ याद आ रहा है?"

"हां।"

—"तुम्हें रखना चाहिये।" बड़ी की आवाज़ में लर्ज़िश[3] थी। "उस आदमी की याद जो मर्द था या बाप था...... या जंगली सांड। यही कमरा था ना...... और वहां दरवाज़े पर...... छोटी कातियाइन को याद था। बाप दरवाज़े पर शराब पीकर शाम के वक़्त आकर, मां का नाम लेकर ज़ोर ज़ोर से चिल्लाता था......

—"सब याद है"

"—बाप क्यों याद है इस लिये कि उसमें बेरहमी थी। वह एक ख़ौफ़नाक इंसान था। बल्कि हैवान...... तुम्हें याद है, मां रोया करती थी। कभी कभी ख़ूब ज़ोरों से ...... सारी सारी रात चिल्लाया करती थी...... और बाप नशे में धुत सोया करता था......"

"—हां, मगर वह सब भयानक यादें हैं। और रोंगटे खड़ी करने वाली...... मेरी मां एक सहमी हुई गाय थी। नहीं वह एक मासूम मेमना थी ...... और

1. बेकार 2. अतीत 3.कपकाहट

رکھ دیتی تھی تو .... یہاں ٹانگوں کے درمیان سے .... کسی ایک مرکز سے دریا پھوٹ پڑے تو .... کیسا لگتا ہوگا، اندر سنسناہٹ کا ایک طوفان سا آجاتا تھا۔ شاید ایسا اس لیے بھی تھا کہ دنیا میں اور بھی لوگ ہو سکتے ہیں، ہمیں پتہ نہیں تھا۔ ہم صرف ایک دوسرے کو جانتے تھے یا پھر ماں کو۔ جسے اس زمانے میں معصوم مینا کہہ کر ہم اداس ہوجایا کرتے تھے یا پھر اپنے باپ کو، جس کی پرچھائیں تک سے ہمیں ڈر لگتا تھا۔ ہم کسی مرد کو صحیح طور سے پہچان نہیں پاتے تھے، جیسے عورت ہونے کے نام پر ہمارے سامنے صرف مظلوم ماں کا تصور رہ گیا تھا۔

ہاں یہ سچ ہے۔ چھوٹی کاتیائن کی آواز بوجھل تھی۔

''تو تمھیں یاد ہونا چاہیے۔'' بڑی کاتیائن نے اپنی بات جاری رکھی..........''

وہ دن ...... شاید وہ دن ہماری زندگی کے چند خوبصورت دنوں میں ایک تھا.......... گلی میں ایک سانڈ پاگل ہوگیا تھا.......... یاد ہے، وہ اپنی بڑی بڑی سینگیں اٹھائے، کبھی ادھر کبھی ادھر دوڑ رہا تھا۔ کچھ دیر تک ہم بھی اس تماشے کا حصہ بنے رہے۔ مگر اب باپ کے آنے کا وقت ہو چلا تھا۔ باہر دوکاندار، راہگیر سب تالیاں بجا رہے تھے۔ ہم کمرے میں آگئے، ...... ہم ایک دوسرے کو برابر دیکھے جا رہے تھے.......... جیسے، اب میمنے کے لرزنے کی آواز آئے گی۔ اچانک آنکھوں کے سامنے باپ کی شبیہ ابھری۔ اس کا چہرہ سانڈ جیسا تھا۔ اس کی سینگیں نکلی ہوئی تھیں.......... اور وہ ان سینگوں سے دیوانہ وار میمنے کو زخمی کر رہا تھا.......... تم میری طرف دیکھ رہی تھیں، اور میں ان لہروں کی ہلچل گن رہی تھی جو تمھارے اس طرح دیکھنے سے میرے بدن میں اٹھنے لگی تھیں.......... یاد ہے...... میں نے کہا تھا...... مجھے چھوؤ.......... مجھے بخار لگ رہا ہے.......... تم دھیرے سے میری طرف بڑھی تھیں اور تبھی باہر زوردار گرج کے ساتھ دروازے پر کچھ گرنے کی آواز آئی تھی۔ زبردست شور ہوا تھا۔ تم کانپتی ہوئی میرے بدن میں سما گئی تھیں۔ اور میں۔ جیسے کسی ایک مرکز سے دریا پھوٹ پڑے تو''.......... میں تمھیں لے کر کانپ رہی تھی .... اندر سنسناہٹ ہو رہی تھی.......... تبھی میمنے کی بے خوف، پرسکون اور ٹھہری ہوئی آواز سنائی دی..........''

''دروازہ کھولو سانڈ نے تمھارے باپ کو پٹخ دیا ہے .... شاید وہ مر گیا

बचपन से बाप थोड़ा थोड़ा करके उस मेमने को ज़बह करता रहा था।

"—तुम्हें याद है? उस वक़्त या उन दिनों तुम गिरतीं थी तो ...... ,रोती थी ...... तो...... या किसी परेशान कर देने वाले डर से सहम जाती थी तो......,यह मैं होती थी, मैं...... मैं बड़ी थी। और मैं उन्हीं दिनों तुम्हें चाहने भी लगी थी......नहीं, तुम्हें याद होना चाहिए, जब यकायक डर कर सहम कर तुम मुझ से चिपक जाया करती थी तो......या मेरी गोद में अपना सर रख देती थीं तो......यहां टांगों के दरमियान से......किसी एक मरकज़ से दरिया फूट पड़े तो......कैसा लगता होगा? अंदर संसनाहट का एक तुफ़ान सा आ जाता था। शायद ऐसा इस लिए भी था कि दुनियां में और भी लोग हो सकते हैं। हमें पता नहीं था। हम सिर्फ़ एक दूसरे को जानते थे या फिर मां को। जिसे उस ज़माने में मासूम मेमना कह कर हम उदास हो जाया करते थे या फिर अपने बाप को, जिस की परछाई तक से हमें डर लगता था। हम किसी मर्द को सही तौर से पहचान नहीं पाते थे, जैसे औरत होने के नाम पर हमारे सामने सिर्फ़ मज़लूम[1] मां का तसव्वुर[2] रह गया था।

"हां यह सच है। छोटी कातियाइन की आवाज़ बोझल थी।

......"तो तुम्हें याद होना चाहिए" बड़ी कातियाइन ने अपनी बात जारी रखी...... "वह दिन......शायद वह दिन हमारी ज़िन्दगी के चंद ख़ूबसूरत दिनों में एक था......गली में एक सांड़ पागल हो गया था......याद है, वह अपनी बड़ी बड़ी सींगें उठाए, कभी इधर कभी उधर दौड़ रहा था। कुछ देर तक हम भी उस तमाशे का हिस्सा बने रहे। मगर अब बाप के आने का वक़्त हो चला था। बाहर दुकानदार, राहगीर सब तालियां बजा रहे थे। हम कमरे में आगए......हम एक दूसरे को बराबर देखे जा रहे थे......जैसे, अब मेमने के लरज़ने की आवाज़ आएगी। अचानक आंखों के सामने बाप की शबीह उभरी। उस का चेहरा सांड जैसा था...... उस की सींगें निकली हुई थीं......और वह उन सींगों से दीवानावार मेमने को ज़ख्मी कर रहा था......तुम मेरी तरफ़ देख रही थी, और मैं उन लहरों की हलचल गिन रही थी जो तुम्हारे उस तरह देखने से मेरे बदन में उठने लगी थी......याद है......मैंने कहा था......मुझे छुओ......मुझे बुख़ार लग रहा

1. पीड़ित 2. ख़्याल

ہے..........'' دروازہ کھول کر میں نے پہلی بار ماں کو دیکھا۔ وہ حسین لگ رہی تھی ....ماں کے چہرے پر خوف کا شائبہ تک نہیں تھا۔ باہر دروازے پر ایک ہجوم اکٹھا تھا .... اور وہیں .... گلی میں کھلنے والے دروازے کے پاس باپ کا بے جان جسم اوندھا پڑا تھا .... شرٹ خون سے تر تھی۔ اس نے شراب پی رکھی تھی ہمیشہ کی طرح .... راہگیروں کے شبہ دینے پر وہ سانڈ سے بھڑ گیا۔ لوگ ماں کو صبر کی تلقین کر رہے تھے ...... ''کسے معلوم تھا کہ ایسا ہوجائے گا''.......... یاد ہے ماں خاموشی سے سب کچھ سنتی رہی .... یکایک سب کے سامنے زور زور سے ہنس دی تھی .... لوگوں کی آنکھیں حیرانی سے پھٹی پڑی تھیں۔ ممکن ہے یہ سمجھا گیا ہو کہ شوہر کے صدمے کو نہ سہہ پانے کی وجہ سے .... لیکن ماں کی کیفیت تو صرف ہمیں معلوم تھی ....''

''ہاں ....اس کے بعد ماں جب تک زندہ رہی .... وہ بیٹھی بیٹھی ہنس پڑتی تھی ....'' اور مرتے وقت بھی اس کے ہونٹوں پر یہ ہنسی موجود تھی۔ گویا ماں نے کبھی تصور بھی نہ کیا ہوگا، کہ باپ جیسا آدمی ایک دن مر سکتا ہے۔ بڑی کاتیائن کے لہجے میں سنجیدگی تھی ...... مگر آخر یہ سب میں تمھیں کیوں یاد دلا رہی ہوں؟ تو سنو ریتا کاتیائن!'' بڑی کاتیائن کے الفاظ برف ہو رہے تھے .... ''سنو اور غور سے سنو۔ اس لیے کہ عورت اپنے آپ میں مکمل ہوتی ہے۔ ایک مکمل سماج۔ مرد کبھی مکمل نہیں ہوتا۔ جو مرد ایسا سمجھتے ہیں وہ غلط فہمی کا شکار ہیں .... مرد کو عورت کی ضرورت پڑ سکتی ہے لیکن عورت کو مرد کی نہیں .... اس لیے، ابھی سے کچھ روز پہلے جو آدمی تمھاری زندگی میں آیا ہے ....

چھوٹی کاتیائن نے بات بیچ میں ہی کاٹ دی .... ''آپ کی غلط فہمی ہے'' اس نے دوسرے ہی پل نظر جھکالی۔'' میری زندگی میں کوئی مرد نہیں آیا ہے۔ میں نے کہا نا .... وہ محض ایک حادثہ ....''

'' ٹھیک ہے .... لیکن تم نے حادثوں کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ یاد رکھنا۔ وہ آدمی .... کیا نام بتایا تم نے .... ہاں بھوپیندر پربہار۔ وہ دوبارہ بھی آسکتا ہے .... اور اس کے لیے تمھارا جواب کیا ہوگا۔ کیا بتانا پڑے گا مجھے''۔

''نہیں'' چھوٹی کاتیائن مسکرائی۔''عورت اپنے آپ میں مکمل ہے ایک مکمل سماج''

है......तुम धीरे से मेरी तरफ़ बढ़ी थी और तभी बाहर ज़ोरदार गरज के साथ दरवाज़े पर कुछ गिरने की आवाज़ आई थी। ज़बरदस्त शोर हुआ था। तुम कांपती हुई मेरे बदन में समा गई थी। और मैं। ''जैसे किसी एक मरकज़ से दरिया फूट पड़े तो...... मैं तुम्हें लेकर कांप रही थी...... अंदर सनसनाहट हो रही थी......तभी मेमने की बेख़ौफ़, पुरसुकून और ठहरी हुई आवाज़ सुनाई दी......''

''दरवाज़ा खोलो सांड ने तुम्हारे बाप को पटख़ दिया है...... शायद वह मर गया है......''

दरवाज़ा खोल कर मैंने पहली बार मां को देखा। वह हसीन लग रही थी......मां के चेहरे पर ख़ौफ़ का शाएबा[1] तक नहीं था। बाहर दरवाज़े पर एक हुजूम[2] इकटठा था...... और वहीं......गली में खुलने वाले दरवाज़े के पास बाप का बेजान जिस्म औंधा पड़ा था...... शर्ट ख़ून से तर थी। उस ने शराब पी रखी थी हमेशा की तरह......राहगीरों के शह देने पर वह सांड से भिड़ गया। लोग मां को सब्र की तलक़ीन कर रहे थे......'' किसे मालूम था कि ऐसा हो जाएगा''...... याद है। मां ख़ामोशी से सब कुछ सुनती रही......पर यकायक सब के सामने ज़ोर ज़ोर से हंस दी थी......लोगो की आंखें हैरानी से फटी पड़ी थीं। मुमकिन है यह समझा गया हो कि शौहर के सदमे को न सहपाने की वजह से......लेकिन मां की कैफ़ियत तो सिर्फ़ हमें मालूम थी......''

''हां......उस के बाद मां जब तक ज़िन्दा रही...... वह बैठी बैठी हंस पड़ती थी...... और मरते वक़्त भी उस के होंठों पर यह हंसी मौजूद थी, गोया मां ने कभी तसव्वुर भी नहीं किया होगा, कि बाप जैसा आदमी एक दिन मर सकता है। बड़ी कातियाइन के लहजे में संजीदगी थी......मगर आख़िर यह सब मैं तुम्हें क्यों याद दिला रही हूं? क्यों? तो सुनो रीता कातियाइन!'' बड़ी कातियाइन के अलफ़ाज़ बर्फ़ हो रहे थे...... ''सुनों और ग़ौर से सुनों! इस लिए कि औरत अपने आप में मुकम्मल होती है। एक मुकम्मल समाज। मर्द कभी मुकम्मल नहीं होता। जो मर्द ऐसा समझते हैं वह ग़लत फ़हमी का शिकार हैं......मर्द को औरत की ज़रूरत पड़ सकती है लेकिन औरत को मर्द की नहीं......इस लिए, अभी से कुछ रोज़ पहले जो आदमी तुम्हारे ज़िन्दगी में आया है......

---

1. शक 2. भीड़

''اور اب میں یہ دکھانا چاہتی ہوں کہ اس مکمل سماج کے پاس کیسی کیسی فینٹاسی موجود ہے ....ٹھہرو، ہاں۔ ہو سکے تو وارڈروب سے اپنی کھلی کھلی نائٹی نکال لو۔ سلیولیس (Sleevless) تم اس عمر میں بھی آہ۔ اس عمر میں بھی'' .... بڑی کاتیائن کی آنکھیں جل رہی تھیں۔ ''سنا تم نے...... میں بس ابھی آئی۔''

کاتیائن بہنوں کی فینٹاسی

رات دھیرے دھیرے خاموشی کے ساتھ اپنا سفر طے کر رہی تھی۔ مگر یہاں .... اینا کی ڈالی والی دوکان کے سامنے والے گھر میں رات ایک نئے ایڈونچر' سے آنکھیں چار کر رہی تھی ....شاید! بہت ممکن ہے ہمارے ہندوستانی معاشرے میں سوچا جائے، اس عمر میں تو آگ بہت پہلے کی کسی منزل میں بجھ چکی ہوتی ہے ....اور کیسی آگ؟ کیسی راکھ؟ مستی کے ساتویں آسمان پر پہنچانے والے نئے نشیلے براؤن شوگر اور ہیروئن بھی وہ ہیجان نہ پیدا کر پائیں جو اس خستہ اور سیلن زدہ کمرے میں پیدا ہو رہا تھا..........

''اس وقت میں تمام کائنات کی سوامی ہوں ....سمجھا تم نے'' بڑی کاتیائن کے ہاتھوں سے گرم گرم بھاپ اٹھ رہی تھی، جیسے جاڑے کے دنوں میں صبح صبح منہ کھولنے سے اٹھتی ہے ....اس کے ہاتھ میں ایک اسٹیل کی کٹوری تھی ....کٹوری میں پگھلا ہوا اصلی گھی پڑا تھا۔ چھوٹی کا چہرہ قدآدم آئینے کی جانب تھا .... اس نے سلیولیس سیاہ نائٹی پہن رکھی تھی ....شاید نہیں نائٹی نے اچانک اس کی عمر پہن لی تھی ....اس چھوٹے سے کپڑے میں وہ ایک دم سے چھوئی موئی لگ رہی تھی۔ بڑھاپے اور جھریوں سے میلوں پیچھے۔ جہاں صرف ہنستا گاتا ڈھول بجاتا حسن ہوتا ہے۔ حسن کا ساز چھیڑنے والے جذبات ہوتے ہیں .... اور جذبات کے پیچھے چھپی مجروح ہوسنا کی ہوتی ہے ....'' ہاں اب ٹھیک ہے۔ لیٹ جاؤ اور کپڑے اتار دو ....'' بڑی کاتیائن کی آواز سے ایسا لگ رہا تھا جیسے اس نے ڈھیر ساری '' مار یجوانا'' پی لی ہو .... اور وہ پوری طرح نشے میں آگئی ہو..........

چھوٹی کاتیائن لیٹ گئی .... اندھیرے میں جلتی ٹیوب لائٹ میں اس کا جسم

छोटी कातियाइन ने बात बीच में ही काट दी...... "आप की ग़लत फ़हमी है" उस ने दूसरे ही पल नज़र झुकाली। "मेरी ज़िन्दगी में कोई मर्द नहीं आया है। मैंने कहा ना...... वह महज़ एक हादसा......"

"ठीक है......लेकिन तुम ने हादसों के दरवाज़े खोल दिए हैं। याद रखना। वह आदमी......क्या नाम बताया तुमने......हां भूपेन्द्र परिहार वह दोबारा भी आ सकता है......और इस लिए तुम्हारा जवाब क्या होगा। क्या बताना पड़ेगा मुझे,।"

"नहीं" छोटी कातियाइन मुसकुराई। "औरत अपने आप में मुकम्मल है। एक मुकम्मल समाज।"

"और अब मैं यह दिखाना चाहती हूं कि उस मुकम्मल समाज के पास कैसी कैसी फैनतासी मौजूद है......ठहरो, हां। हो सके तो वॉर्ड रोब से अपनी खुली खुली नाइटी निकाल लो, सिलीव लेस (SLEEVELESS) तुम इस उम्र में भी आह। इस उम्र में भी"......बड़ी कातियाइन की आंखें जल रही थीं। "सुना तुम ने मैं बस अभी आई।"

कातियाइन बहनों की फैनतासी।

रात धीरे धीरे ख़ामोशी के साथ अपना सफ़र तै कर रही थी। मगर यहां......"इना की डाली" वाली दुकान के सामने वाले घर में रात एक नए 'एडवेनचर से आंखें चार कर रही थी......शायद! बहुत मुमकिन है हमारे हिन्दुस्तानी मुआशरे[1] में सोचा जाए, इस उम्र में तो आग बहुत पहले की किसी मंज़िल में बुझ चुकी होती है......और कैसी आग? कैसी राख? मस्ती के सातवें आसमान पर पहुंचाने वाले नये नशीले ब्राउन शूगर और हिरोइन भी वह हैजान पैदा न कर पाई जो उस ख़स्ता और सीलन ज़दा कमरे में पैदा हो रहा था......"इस वक़्त मैं तमात काएनात की स्वामी हूं......समझा तुम ने। "बड़ी कातियाइन के हाथों से गर्म गर्म भाप उठ रही थी, जैसे जाड़े के दिनों में सुबह सुबह मुंह खोलने से उठती है......उस के हाथ में एक स्टील की कटोरी थी......कटोरी में पिघला हुआ असली घी पड़ा था, छोटी का चेहरा क़द्दे आदम आइने की जानिब था...... उस ने सिलीव लेस सियाह नाइटी पहन रखी थी......शायद नहीं। नाइटी ने अचानक उस की उम्र पहन ली थी......उस छोटे से

1. समाज

چمکا............بڑی نے اسٹیل کی کٹوری تھام لی۔ اس کا سخت جھریوں بھرا ہاتھ گھی کے اندر گیا............ جیسے کبھی میدے کی چھوٹی چھوٹی، لوئیاں بنتی ہیں اور انھیں ڈھیر سارے گھی میں ڈبویا جاتا ہے ....گورے چٹے بدن پر بڑی کاتیائن گھی اس طرح ملنے لگیں گویا چھوٹی کا بدن اچانک میدے کی 'لوئیوں میں تبدیل ہو گیا ہو ....جھپ ....جھپ ....

'' آہ، تم اب بھی ویسی ہو ....'' بڑی کے ہاتھ میں حرکت ہوئی'' بالکل ویسی......................سنوریتا کاتیائن ....دیکھو.......... خود کو دیکھو غور سے آہ .... اپنی عمر کو دیکھو۔ نہیں، عمر کو مت دیکھو۔ مگر سنو غور سے سنو مرد اس تندور کو کب کا ٹھنڈا کر چکا ہوتا ہے، ایک لاش گھر کی طرح ۔مگر یہاں تم اپنے آپ کو دیکھو۔ تم لاش گھر نہیں ہو، برف گھر بھی نہیں ہو، تم تندور ہو۔ ۔''

بڑی کاتیائن اپنے غیر مفتوح ہونے کے خیال سے زور سے ہنسی...........

'' اسے بتا دینا .... کیا نام بتایا تم نے۔ بھو پیندر پر یہار .... اسے بتا دینا، عورت اپنے آپ میں مکمل ہوتی ہے .... اسے مرد کی ضرورت نہیں ......''

پھر وہ اس پر جھک گئی۔ رات خاموشی سے اپنا سفر طے کر رہی تھی۔

بھو پیندر پر یہار اور عشق کی ڈگر

اتنی عمر گزر جانے کے بعد بھی بھو پیندر پر یہار زندگی کے اسی فلسفے پر قائم تھے کہ ایک عمر گزر جانے کے بعد بھی ایک عمر بچی رہ جاتی ہے.....اور جو عمر باقی بچ جاتی ہے اسے اسی طرح گزرنے یا جینے کا حق حاصل ہونا چاہیے۔ مسز پر یہار کے گزر جانے اور سمن کے کناڈا بھاگ جانے کے بعد اچانک ان پر بڑھاپا طاری ہونے لگا تھا..... حالانکہ انھوں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کے جسم بوڑھا بھی ہو سکتا ہے..... وہ تو بقول رسول حمزہ توف۔ جسم تو بس عشق کے لیے ہے اور عشق کو زندہ رکھنا ہی انسان کا اولین فرض ہے..... شاید بڑھاپے کی یہ شروعات انھیں کافی آگے لے گئی ہوتی' وہ تو اچھا ہوا جو اچانک چھوٹی کاتیائن ان سے آ ٹکرائیں.....مدتوں بعد اندر کوئی چنگاری سی لپکی تھی..... بڑھاپے کی تنہائی میں چہرے اور با

कपड़े में वह एक दम से छुई मुई लग रही थी। बुढ़ापे और झुर्रियों से मीलों पीछे। जहां सिर्फ़ हंसता गाता ढोल बजाता हुस्न होता है। हुस्न का साज़ छेड़ने वाले जज़्बात होते है......और जज़्बात के पीछे छुपी मजरूह[1] हवसनाकी होती है...... "हां अब ठीक है। लेट जाओ और कपड़े उतार दो......" बड़ी कातियाइन की आवाज़ से ऐसा लग रहा था जैसे उस ने ढेर सारी "मारिज्वाना" पीली हो......और वह पूरी तरह नशे में आ गई हो......

छोटी कातियाइन लेट गई...... अंधेरे में जलती ट्यूब लाइट में उस का जिस्म चमका......बड़ी ने स्टील की कटोरी थाम लीं उस का सख़्त झुर्रियों भरा हाथ घी के अंदर गया...... जैसे कभी मैदे की छोटी छोटी 'लोइयां बनती हैं और उन्हें ढेर सारे घी में डुबोया जाता है......गोरे चिट्टे बदन पर बड़ी कातियाइन घी इस तरह मलने लगी गोया छोटी का बदन अचानक मैदे की लोइयों में तबदील हो गया हो......छुप......छुप......

"आह, तुम अब भी वैसी हो......" बड़ी के हाथ में हरकत हुई, "बिलकुल वैसी......सुनो रीता कातियाइन......देखो......ख़ुद को देखो, ग़ौर से। आह......अपनी उम्र को देखो। नहीं, उम्र को मत देखो। मगर सुनो। ग़ौर से सुनो। मर्द इस तंदूर को कब का ठंडा कर चुका होता है, एक लाश घर की तरह। मगर यहां तुम अपने आप को देखो। तुम लाश घर नहीं हो, बर्फ घर भी नहीं हो, तुम तंदूर हो।"

बड़ी कातियाइन अपने ग़ैर मफ़्तूह होने के ख़्याल से ज़ोर से हंसी......

"उसे बता देना......क्या नाम बताया तुम ने भूपेन्द्र परिहार......उसे बता देना, औरत अपने आप में मुकम्मल होती है......उसे मर्द की ज़रूरत नहीं......"

फिर वह उस पर झुक गई। रात ख़ामोशी से अपना सफ़र तै कर रही थी,

भूपेन्द्र परिहार और इश्क़ की डगर

इतनी उम्र गुज़र जाने के बाद भी भूपेन्द्र परिहार ज़िन्दगी के उसी फ़लसफ़े पर क़ायम थे कि एक उम्र गुज़र जाने के बाद भी एक उम्र बची रह जाती है......और जो उम्र बाक़ी बच जाती है उसे उसी तरह गुज़ारने या जीने का हक़ हासिल होना चाहिए। मिसेज़ परिहार के गुज़र जाने और सुमन के कनाडा भाग

1. जख़्मी

بالوں کو سنوارتے ہوئے وہ جیسے برسوں پرانے چہرے والے بھوپیندر پریہار کو واپس لانے کی کوشش کر رہے تھے...... کتنی ہی بار قدم "اینا کی ڈالی" والی دوکان کے سامنے والے گھر کی طرف اٹھے۔ ہر بار دروازہ کھلتا تھا اور بند ہو جاتا تھا۔

"کاتیائن بہنوں کی دنیا"...... بھوپیندر پریہار کو لگتا' باہر کی دنیا میں ان کے بارے میں جتنی کہانیاں ہیں......شاید وہ سب کی سب سچ ہیں...... یہاں تو کسی پریوں کی کہانی سے بھی زیادہ الجھا ہوا معاملہ تھا' لیکن انھوں نے ہار نہ ماننے کا فیصلہ کیا تھا اور شاید اسی لیے اس دن انھیں کامیابی مل گئی تھی۔

دو ایک دستک کے بعد دروازہ کھلا تو سامنے چھوٹی کاتیائن کھڑی تھیں۔

"کیا بات ہے؟ بڑی کاتیائن سو رہی ہیں۔ جو بولنا ہے جلدی بولو۔"

"اندر آ جاؤں؟"

چھوٹی کاتیائن نے کچھ سوچنے کے بعد کہا۔" آ سکتے ہو۔ ویسے بھی بڑی کو اٹھنے میں دو ایک گھنٹے تو لگیں گے ہی۔"

وہ اندر آ گئے۔ چندن کی لکڑی کے بنے محراب نما دروازے سے گزرتے ہوئے۔ یہ وہی جگہ تھی جہاں آپ ہر موسم میں بڑی کاتیائن کو دیکھ سکتے ہیں...... ہاتھ میں تیلیاں تھامے سر جھکائے سوئٹر بنتی ہوئی...... وہ ایک آرام کرسی پر بیٹھ گیا۔ یہ سب کچھ ایسا تھا جیسا کالج کے دنوں میں لڑکے لڑکیوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ یا پیار کی پہلی بارش کی پہلی بوند پڑتے ہی یہ سب ان کی اداؤں میں شامل ہو جاتے ہیں......

چھوٹی کاتیائن کچھ دیر تک اسے گھورتی رہی۔

بھوپیندر پریہار نے نظریں جھکالیں ذرا دیر بعد کاتیائن کے لب ہلے......"تمھاری ...... تمھاری بیوی۔"

"نہیں ہے گزر گئی۔"

"اوہ......"

"نہیں، اس میں افسوس کرنے جیسی کوئی بات نہیں۔ وہ اپنی عمر سے زیادہ جی چکی تھی......"

जाने के बाद अचानक उन पर बुढ़ापा तारी होने लगा था......हालांकि उन्होंने कभी सोचा भी नहीं था कि जिस्म बूढ़ा भी हो सकता है......वह तो बक़ौल रसूल हमज़ा तोफ़ जिस्म तो बस इश्क़ के लिए है और इश्क़ को ज़िन्दा रखना ही इंसान का अव्वलीन[1] फ़र्ज़ है......शायद बुढ़ापे की यह शुरूआत उन्हें काफ़ी आगे ले गई होती, वह तो अच्छा हुआ जो अचानक छोटी कातियाइन उन से आ टकराईं...... मुद्दतों बाद अंदर कहीं कोई चिंगारी सी लपकी थी......बुढ़ापे की तन्हाई में चेहरे और बालों को संवारते हुए वह जैसे बरसों पुराने चेहरे वाले भूपेन्द्र परिहार को वापस लाने की कोशिश कर रहे थे......कितनी ही बार क़दम "इना की डाली" वाली दुकान के सामने वाले घर की तरफ़ उठे। हर बार दरवाज़ा खुलता था और बन्द हो जाता था।

"कातियाइन बहनों की दुनिया......" भूपेन्द्र परिहार को लगता, बाहर की दुनिया में उन के बारे में जितनी कहानियां हैं......शायद वह सब की सब सच हैं...... यहां तो किसी परियों की कहानियों से भी ज़्यादा उलझा हुआ मामला था, लेकिन उन्होंने हार न मानने का फ़ैसला किया था और शायद इसी लिए उस दिन उन्हें कामयाबी मिल गई थी।

दो एक दस्तक के बाद दरवाज़ा खुला तो सामने छोटी कातियाइन खड़ी थी।

"क्या बात है ? बड़ी कातियाइन सो रही हैं, जो बोलना है जल्दी बोलो"

"अंदर आ जाऊं ?"

छोटी कातियाइन ने कुछ सोचने के बाद कहा। "आ सकते हो। वैसे भी बड़ी को उठने में दो एक घंटे तो लगेंगे ही।"

वह अंदर आ गए। चंदन की लकड़ी के बने मेहराब नुमा दरवाज़े से गुज़रते हुए। यह वही जगह थी जहां आप हर मौसम में बड़ी कातियाइन को देख सकते हैं......हाथ में तीलियां थामें, सर झुकाए स्वेटर बुनती हुई......वह एक आराम कुर्सी पर बैठ गया, यह सब कुछ ऐसा था जैसा कालेज के दिनों में लड़के लड़कियों के साथ होता है। या प्यार की पहली बारिश की पहली बूंद पड़ते ही यह सब उन की अदाओं में शामिल हो जाते हैं......

छोटी कातियाइन कुछ देर तक उसे घूरती रही।

---

1. पहला

''عمر سے زیادہ......؟'' چھوٹی کاتیائن نے حیرانی ظاہر کی۔

''ہاں، مرنے سے دس برس پہلے تک مجھے احساس ہی نہیں تھا کہ وہ ہے......یعنی گھر میں ہے۔''

''ایسا کیوں تھا؟'' چھوٹی کاتیائن کی ہرنی جیسی آنکھوں میں چمک جاگی۔

''پتہ نہیں، پر مجھ میں جیسے ایک نئے اور جوان بھوپیندر پریہار کی واپسی ہو رہی تھی ......تم......یعنی آپ سمجھ سکتی ہیں ...... اس عمر میں ...... یعنی مجھے دیکھ کر......'' وہ کہتے کہتے لڑکھڑائے تھے۔

چھوٹی کاتیائن کھلکھلا کر ہنس پڑیں۔ ''وہی غلط فہمی کی روایت ......مرد سمجھتا ہے وہ ساٹھ سال کے بعد پھر سے بچہ بن گیا ہے...... اور عورت تو اپنی عمر سے زیادہ بوڑھی ہوگئی ہے...... ہے نا، ایسا ہی کچھ۔'' وہ پھر زور سے ہنسی۔

''پتہ نہیں۔'' بھوپیندر پریہار کے کھوکھلے لفظوں میں ہلچل ہوئی۔ ''مگر میرا خیال ہے ......مرد......یعنی ......''

''مرد۔ مرد کے نام پر اتنی رعونت بھر جاتی ہے مرد میں۔ بار بار اس لفظ کو دہراتے ہوئے، اپنی کسی کمزوری پر پردہ تو نہیں ڈالتے......'' چھوٹی کاتیائن نے الفاظ جیسے زہر میں ڈبو رکھے تھے۔ ''خیر! جو بھی کچھ کہنا ہو جلدی کہو۔ بڑی کاتیائن تمھارے اس طرح آنے کو پسند نہیں کرتیں۔''

''کیوں؟'' بھوپیندر پریہار اچانک ٹھہر سے گئے۔ ان کی آنکھیں چمک رہی تھیں...... ''تمھاری اپنی زندگی ہے، ان کی اپنی ......''

''نہیں ہماری زندگیاں ایک ہیں۔''

بھوپیندر پریہار زور سے لڑکھڑائے ...... ''کیا؟''

''ہاں، ہم لسبین (Lesbain) ہیں ...... لسبین۔'' وہ بڑی اطمینان سے ناخن چباتے ہوئے بولی۔

''لسبین۔'' ......بھوپیندر پریہار اچھل پڑے......جیسے بچھو نے ڈنک مار دیا ہو۔

''ہاں، میں لسبین ہوں......لیکن تم تو ایسے ڈر رہے ہو جیسے میں کوڑھی ہوں، یا مجھے

भूपेन्द्र परिहार ने नज़रें झुकालीं।

ज़रा देर बाद छोटी कातियाइन के लब हिले......"तुम्हारी......तुम्हांरी बीवी।"

"नहीं है, गुज़र गई"

"ओह......"

"नहीं, उस में अफ़सोस करने जैसी कोई बात नहीं है। वह अपनी उम्र से ज़्यादा जी चुकी थी......"

"उम्र से ज़्यादा...... ?" छोटी कातियाइन ने हैरानी ज़ाहिर की।

"हां, मरने से दस बरस पहले तक मुझे एहसास ही नहीं था कि वह है......यानी घर में है।"

"ऐसा क्यों था?" छोटी कातियाइन की हिरनी जैसी आंखों में चमक जागी।

"पता नहीं, पर मुझ में जैसे एक नये और जवान भूपेन्द्र परिहार की वापसी हो रही थी......तुम......यानी आप समझ सकती हैं......इस उम्र में......यानी मुझे देख कर......" वह कहते कहते लड़खड़ाए थे,

छोटी कातियाइन खिलखिला कर हंस पड़ी। "वही......ग़लत फ़हमी की रिवायत......मर्द समझता है वह साठ के बाद फिर बच्चा बन गया है......और औरत तो अपनी उम्र से ज़्यादा बूढ़ी हो गई है...... है ना, ऐसा ही कुछ वह फिर ज़ोर से हंसी।

"पता नहीं" भूपेन्द्र परिहार के खोखले लफ़्ज़ों में हलचल हुई' मगर मेरा ख़्याल है......मर्द......यानी......"

"मर्द। मर्द के नाम पर इतनी रऊनत[1] क्यों भर जाती है मंद में। बार बार इस लफ़्ज़ को दोहराते हुए, अपनी किसी कमज़ोरी पर पर्दा तो नहीं डालते......"

"छोटी कातियाइन ने अलफ़ाज़ जैसे ज़हर में डूबो रखे थे।" ख़ैर! जो भी कहना है जल्दी कहो। बड़ी कातियाइन तुम्हारे इस तरह आने को पसंद नहीं करती।"

"क्यों?" भूपेन्द्र परिहार अचानक ठहर से गए, उन की आंखें चमक रही थीं......"तुम्हारी अपनी ज़िन्दगी है, उन की अपनी......"

1 रौब दाब

ایڈس ہو گیا ہے۔''

''لیکن تم ......'' ان کی آنکھیں اب بھی پھٹی پھٹی تھیں۔

''کیوں آتے ہو میرے پاس، اچھی طرح جانتی ہوں۔'' چھوٹی کاتیائن کے لہجے میں شدید نفرت تھی...... ''اپنے باپ کو بھی جانتی تھی۔ تمھیں بھی ......تمہارے اس پورے مردانہ سماج کو۔ حیران مت ہو۔ بس وہی غلط فہمی پر مبنی روایتیں۔ مرد ہونے کی خوش خیالی۔ یہ احساس ہی تمھیں اچانک ایک بے وقوف راکشش بنا دیتا ہے۔ تم سمجھتے ہو سب تمھاری طاقت کے ماتحت ہیں۔ تو یہ تمھاری ناسمجھی ہے ...... سنو بھوپیندر پریہار......تمھاری بیوی نہیں ہے، یہ بات ذہن کی گانٹھ کھول کر نکال کیوں نہیں دیتے کہ تمھاری بیوی، دس برس پہلے ہی کھوئی نہیں تھی بلکہ مر چکی تھی اور تم نے مارا تھا اسے......''

''میں نے؟'' بھوپیندر پریہار ایک دم سے چونکے۔

''ہاں تم نے ......ہاں، اس لیے کہ دس برس پہلے ہی اس کے اندر کے لاوے کو بجھا چکے تھے تم ...... اور اسی لیے وہ تمھارے لیے نہیں تھی ...... یا مر گئی تھی ...... اور اس بڑھاپے میں بھی تمھارے اندر ایک گرم، دہکتا ہوا جسم ہے ...... سنو پریہار ......تم نے اپنی تہذیب اور روایت کے وہ موتی چنے ہیں جہاں صرف'' ایک بیوی بس، یا لوگ کیا کہیں گے'' بندشیں ہوتی ہیں۔ تم لاکھ ماڈرن بننے کی کوشش کرو مگر تم ہو وہی ...... ایک بزدل مرد ......اگر اتنی ہی آگ تمھارے اندر ہے تو تم اپنا جسم کسی مرد سے کیوں نہیں بانٹتے...... جہاں تمھیں بند کمرے میں داخل ہونے کے لیے بہت سے سوالوں کا جواب نہیں دینا ہوگا ......''

''لیکن خود کو ....'' بھوپیندر پریہار کا جسم تھرتھرایا۔

''بھول کر رہے ہو تم۔ خود کو ابھی دیکھا کہاں ہے۔ اسے تو تم نے Gay یا Homosexuality اور کئی دوسرے غلط ناموں میں باندھ رکھا ہے ...... میں کہتی ہوں میں لسبین ہوں، تب بھی تمھارا سماج اچانک ہم پر بے رحم ہو جاتا ہے۔ لسبین یعنی کسی ناجائز نظریہ کی اولاد۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ ہم نے آپس میں سکھ، امن، شان و شوکت اور سرشاری کی انتہا ڈھونڈ لی ہے۔ اب تم چاہو تو جا سکتے ہو......''

آخری جملہ اس طرح ٹھہر ٹھہر کر بولا گیا تھا کہ بھوپیندر پریہار کی آنکھوں کے آگے

"नहीं, हमारी ज़िन्दगियां एक हैं"

भूपेन्द्र परिहार ज़ोर से लड़ खड़ाए......"क्या"

"हां, हम लेज़बीयन (LESBIAN) हैं......लेज़बीयन" वह बड़े इत्मीनान से नाखून चबाते हुए बोली।

"लेज़बीयन"......भूपेन्द्र परिहार उछल पड़े......जैसे बिच्छू ने डंक मार दिया हो।

"हां, मैं लेज़बीयन हूं......लेकिन तुम तो ऐसे डर रहे हो जैसे मैं कोढ़ी हूं, या मुझे एड्स हो गया है"

"लेकिन तुम......" उन की आंखें अब भी फटी फटी थीं।

"क्यों आते हो मेरे पास, अच्छी तरह जानती हूं।" छोटी कातियाइन के लहजे में शदीद नफ़रत थी......"अपने बाप को भी जानती थी। तुम्हें भी......तुम्हारे इस पूरे मर्दाना समाज को। हैरान मत हो। बस वही ग़लत फ़हमी पर मबनी[1] रिवायतें, मर्द होने की ख़ुश ख़्याली, यह एहसास ही अचानक तुम्हें एक बेवक़ूफ़ राक्षस बना देता है, तुम समझते हो सब तुम्हारी ताक़त के मातेहत हैं। तो यह तुम्हारी ना समझी है......सुनों भूपेन्द्र परिहार......तुम्हारी बीवी नहीं है, यह बात ज़ेहन की गांठ खोल कर निकाल क्यों नहीं देते कि तुम्हारी बीवी, दस बरस पहले ही खोई नहीं थी बल्कि मर चुकी थी और तुम ने मारा था उसे......"

"मैंने ?" भूपेन्द्र परिहार एक दम से चौंके।

"हां तुम ने। हां, इस लिए के दस बरस पहले ही उस के अंदर के लावे को बुझा चुके थे तुम...... और इसी लिए वह तुम्हारे लिए नहीं थी...... या मर गई थी...... और इस बुढ़ापे में भी तुम्हारे अंदर एक गर्म, दहकता हुआ जिस्म है......सुनो परिहार......तुम ने अपनी तहज़ीब और रिवायत के वह मोती चुने हैं, जहां सिर्फ़ "एक बीवी बस, या लोग क्या कहेंगे" कि बंदिशें होती हैं। तुम लाख मार्डन बनने की कोशिश करो मगर तुम हो वही....एक बुज़दिल मर्द....अगर इतनी ही आग तुमहारे अन्दर है तो तुम अपना जिस्म किसी मर्द से क्यों नहीं बांटते......जहां तुम्हें बंद कमरे में दाख़िल होने के लिए बहुत से सवालों का जवाब नहीं देना होगा......"

"लेकिन ख़ुद को......" भूपेन्द्र परिहार का जिस्म थर थराया।

1. आधारित

اندھیرا چھا گیا۔ اندھیرا دھیرے دھیرے چھٹ رہا تھا ...... چھوٹی کاتیائن کے لفظ چیخ رہے تھے اور اس چھٹتے ہوئے اندھیرے میں وہ کئی پرچھائیوں کو سمٹتے ہوئے دیکھ رہے تھے ...... ماں، بابو جی، بیوی، سمن ...... پرچھائیاں ایک دم سے ہٹ گئی تھیں...... گے، لیسبین اور کتنے ہی غیر فطری رشتے...... اب ایک سہاسا اجالا تھا ...... اور اس اجالے میں وہ صاف دیکھ رہے تھے کہ وہ اپنی عمر سے زیادہ جی چکے ہیں۔ زندگی، موت، سکھ ...... کہنا چاہیے ایک پل کو چھوٹی کاتیائن کے الفاظ کے تیر سے گھبرا کر وہ کافی دور نکل آئے تھے ......اور اب ...... بھوپیندر پریہار کے ہونٹوں پر ایک تیکھی سی مسکراہٹ تھی......

''سنو رما کاتیائن ......'' وہ اس کی طرف دیکھے بغیر بولے ...... ٹٹول ٹٹول کر اپنے لفظوں کو یکجا کرتے ہوئے بولے۔ ''سنو۔ ہم میں سے کوئی بھی کبھی بھی مر سکتا ہے ...... سمجھ رہی ہونا۔ کبھی بھی مر سکتا ہے۔ کیوں کہ ہم اپنی عمر سے زیادہ جی چکے ہیں ......اس لیے......'' پتہ نہیں وہ اور کیا کیا کہہ رہے تھے لیکن چھوٹی کاتیائن ......انھیں کچھ بھی سنائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ صرف ایک ٹک بھوپیندر پریہار کا چہرہ تکے جا رہی تھیں۔ ہاں اس عمل کے دوران، ان کے اندر تیز سنسناہٹ ہو رہی تھی۔ جو اس سنسناہٹ سے مختلف تھی جیسی سانڈ والے حادثہ کے دن بڑی کاتیائن کی باہوں میں سمٹ کر اس نے محسوس کی تھی ...... پتہ نہیں یہ کیا تھا، اسے کچھ بھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا......یا۔ وہ سمجھنا نہیں چاہ رہی تھیں۔

آخری مکالمہ چھوٹی کاتیائن کا

وہ اسی نائٹی میں تھی۔ سلیولیس سیاہ نائٹی میں۔ آئینے کے سامنے ...... لیکن آئینہ شانت تھا۔ آئینے میں کہیں کوئی آگ، کوئی بھڑکیلا پن کوئی لگاؤ، کوئی کشش نہیں رہ گئی تھی۔ دھیرے دھیرے ریتا کاتیائن نے نائٹی کے تمام ہک کھول ڈالے۔ ذرا فاصلے پر بڑی کاتیائن کھڑی تھیں، اور انھیں گھورے جا رہی تھیں۔ لیکن ان کے اس طرح دیکھنے میں کوئی بزرگی، کوئی حکم، یا کوئی خفگی شامل نہیں تھی۔

اچانک چھوٹی کاتیائن کے منہ سے ایک تیز چیخ نکلی۔ نائٹی کے تمام ہک انھوں نے کھول ڈالے تھے آئینے میں ایک سہا، بے ڈھنگا جسم پڑا تھا وہ بوکھلاہٹ میں چیختی ہوئی

"भूल कर रहे हो तुम। खुद को अभी देखा कहां है। उसे तो तुम ने GAY या HOMOSEXUALITY और कई दूसरे ग़लत नामों में बांध रखा है......मैं कहती हूं मैं लेज़बीयन हूं तब भी तुम्हारा समाज अचानक हम पर बेरहम हो जाता है। लेज़बीयन यानी किसी नाजाइज़ नज़रिये की औलाद। लेकिन ऐसा नहीं है। हम ने आपस में सुख, अमन, शान व शौकत और सर-शारी[1] की इनतेहा[2] ढूंढली है। अब तुम चाहो तो ज़ा सकते हो......"

आख़िरी जुमला इस क़दर ठहर ठहर कर बोला गया था कि भूपेन्द्र परिहार की आंखों के आगे अंधेरा छा गया। अंधेरा धीरे धीरे छट रहा था......छोटी कातियाइन के लफ़्ज़ चीख़ रहे थे और उस छटते हुए अंधेरे में वह कई परछाइयों को सिमटते हुए देख रहे थे......मां, बाबू जी, बीवी, सुमन......परछाइयां एक दम से हट गई थीं......गे, लेज़बीयन और कितने ही ग़ैर फ़ित्री रिश्ते......अब एक सहमा सा उजाला था......और इस उजाले में वह साफ़ देख रहे थे कि वह अपनी उम्र से ज़्यादा जी चुके हैं। ज़िन्दगीमौत, सुख......कहना चाहिए एक पल को छोटी कातियाइन के अलफ़ाज़ के तीर से घबरा कर वह काफ़ी दूर निकल आए थे......और अब......भूपेन्द्र परिहार के होठों पर एक तीखी सी मुस्कुराहट थी......

"सुनो रमा कातियाइन......"वह उस की तरफ़ देखे बग़ैर बोले......टटोल टटोल कर अपने लफ़्ज़ों को यक्जा करते हुए बोले। "सुनो। हम में से कोई भी कभी भी मर सकता है...... समझ रही हो ना। कभी भी मर सकता है। क्योंकि हम अपनी उम्र से ज़्यादा जी चुके हैं......इस लिए......" पता नहीं वह और क्या क्या कह रहे थे लेकिन छोटी कातियाइन......उन्हें कुछ भी सुनाई नहीं दे रहा था। वह सिर्फ़ एक टुक भूपेन्द्र परिहार का चेहरा तके जा रही थी। हां, इस अमल के दौरान, उन के अंदर तेज़ सनसनाहट हो रही थी। जो उस सनसनाहट से मुख़्तलिफ़ थी जैसी सांड वाले हादसे के दिन बड़ी कातियाइन की बांहों में सिमट कर उस ने महसूस की थी......पता नहीं यह क्या था, उसे कुछ भी समझ में नहीं आरहा था......या। वह समझना नहीं चाह रही थी।

आख़िरी मुकालमा[3] छोटी कातियाइन का,

वह उसी नाइटी में थी। सिलीवलेस सियाह नाइटी में। आइने के सामने......लेकिन आईना शांत था। आइने में कहीं कोई आग, कोई भड़कीला पन

1. उन्मत्त 2. अन्त 3. डायलॉग

بڑی کاتیائن کی طرف جھپٹیں ......

''آگ کہاں ہے؟ میرے جسم کی آگ کیا ہوئی؟''

بڑی کاتیائن ایسے چپ تھی، جیسے اس نے کچھ سنا ہی نہیں ہو۔

''سنو، میرے اندر ...... تم نے تو کہا تھا......'' چھوٹی کاتیائن کی نظریں جیسے مدتوں بعد بڑی کاتیائن کی آنکھوں میں سمائی جا رہی تھیں ...... یاد ہے...... سنو، تم نے ہی کہا تھا، آہ تم اب بھی ویسی ہو ...... بالکل ویسی ریتا کاتیائن ......سنو، مرد اس تندور کو کب کا ٹھنڈا کر چکا ہوتا ہے''...... وہ پھر چیخی......''آگ کہاں ہے، میرے اندر کی آگ کہاں ہے؟''

بڑی کاتیائن کا چہرہ ہر پل تیزی سے بدل رہا تھا۔

''تم ......تم سن رہی ہو۔ میں ...... میں کیا پوچھ رہی ہوں......؟''

کافی دیر بعد بڑی کاتیائن کے بدن میں حرکت ہوئی ......اس نے چھوٹی کی جلتی آنکھوں کی تاب نہ لاکر نظریں جھکا لیں۔

''آگ تو میرے پاس بھی نہیں ہے۔''

بڑی کاتیائن کے الفاظ سرد ہو چکے تھے پھر وہ ٹھہری نہیں، تیزی سے کمرے سے باہر نکل گئیں۔

آئینے میں ابھی بھی چھوٹی کاتیائن کا سہما، بے ڈھنگا جسم پڑا تھا...... اور شاید مردہ بھی۔

कोई लगाव, कशिश नहीं रह गई थी। धीरे धीरे रीता कातियाइन ने नाइटी के तमाम हुक़ खोल डाले। ज़रा फ़ासले पर बड़ी कातियाइन खड़ी थी, और उन्हें घूरे जा रही थी। लेकिन उस के इस तरह देखने में कोई बुर्ज़ुगी, कोई हुक्म या कोई ख़फ़्गी[1] शामिल नहीं थी। अचानक छोटी कातियाइन के मुंह से एक तेज़ चीख़ निकली। नाइटी के तमाम हुक उन्होंने खोल डाले थे आईने में एक सहमा, बेढंगा जिस्म मुर्दा पड़ा था। वह बौखलाहट में चींखती हुई बड़ी कातियाइन की तरफ़ झपटी……

"आग कहां है? मेरे जिस्म की आग क्या हुई?"

बड़ी कातियाइन ऐसे चुप थी, जैसे उसने कुछ सुना ही नहीं हो।

"सुनो, मेरे अंदर……तुम ने तो कहा था……" छोटी कातियाइन की नज़रें जैसे मुद्दतों बाद बड़ी कातियाइन की आंखों में समाई जा रही थीं……याद है……सुनों, तुम ने ही कहा था, आह तुम अब भी वैसी हो……बिलकुल वैसी रीता कातियाइन……सुनो, मर्द इस तंदूर को कब का ठंडा कर चुका होता है।……" वह फिर चीख़ी…… "आग कहां है, मेरे अंदर की आग कहां है…… ?"

बड़ी कातियाइन का चेहरा हर पल तेज़ी से बदल रहा था।

"तुम……तुम सुन रही हो। मैं……मैं क्या पूछ रही हूं…… ?"

काफ़ी देर बाद बड़ी कातियाइन के बदन में हरकत हुई……उस ने छोटी की जलती आंखों की ताब[2] ना लाकर नज़रें झुका लीं।

"आग तो मेरे पास भी नहीं है"

बड़ी कातियाइन के अलफ़ाज़ सर्द हो चुके थे। फिर वह ठहरी नहीं, तेज़ी से कमरे से बाहर निकल गई।

आइने में अभी भी छोटी कातियाइन का सहमा, बेढंगा जिस्म पड़ा था……और शायद मुर्दा भी।

1. नाराज़गी 2. नज़र ना मिला पाना

ترنم ریاض

شہر

پلاسٹک کی میز پر چڑھ کر سونو نے نعمت خانے کی الماری کا چھوٹا سا کواڑ وا کیا تو اندر قسم قسم کے بسکٹ، نمک پارے، شکّر پارے اور جانے کیا کیا نعمتیں رکھی تھیں۔ پل بھر کو وہ ننھے سے دل پر کچوکے لگاتا ہوا غم بھول کر مسکرادیا۔ اور نائٹ سوٹ کی لمبی آستین سے سوکھے ہوئے آنسوؤں بھرے رخسار پر ایک تازہ بہا ہوا آنسو کو پونچھ کر اس نے بسکٹ کا ڈبہ ہاتھ میں لے لیا اور اپنے پانچ سالہ وجود کا بوجھ سنبھالتا ہوا میز سے نیچے اتر آیا۔ اسے بھوک بھی بہت لگی تھی۔ آج صبح سے اس نے کچھ نہیں کھایا تھا، اس کی چھوٹی سی اڑھائی برس کی بہن ثوبیہ بھی صبح سے بھوکی تھی۔ سارا دن وہ مسہری پر لیٹی اپنی ممی کو پکار پکار کر تھک گئی تھی۔ اور بہت زیادہ روتے رہنے کے باعث نڈھال سی ہوکر اس نے اپنا گھنگھریالے بالوں والا ننھا سا سر اپنی امی کے پھیلے ہوئے بازو پر رکھ چھوڑا تھا.......... دن بھر شاید وہ سوتی رہی تھی اور کچھ دیر پہلے ہی اٹھ کر ڈرائنگ روم میں آئی تھی۔

اس شہر میں آئے انہیں صرف ایک ہفتہ ہوا تھا۔

امان کو بہت عرصے سے اس شہر میں اپنی تبدیلی کروانے کی خواہش تھی لیکن اس میں بس ایک ہی پریشانی تھی کہ رہائش کا انتظام نہایت مشکل کام تھا اس کے قصبے کے انوار صاحب بھی اسی کمپنی میں کام کرتے تھے مگر وہ ہیڈ آفس سے وابستہ تھے اور شہر میں رہائش پذیر تھے۔ رہائش بھی کمپنی کی طرف سے ملی ہوئی تھی کیونکہ وہ پچیس برس سے اسی دفتر میں تھے۔ اس کے بعد آنے والے ملازمین میں سے بہت کم کو فلیٹ میسر آیا۔ غیر شادی شدہ لوگ تو ایک کمرے والی سکونت میں دو، یا تین تین کے حساب سے ہوسٹل کی طرح کمرہ بانٹ لیتے تھے مگر فیملی والے ارکان کے لیے یہ مسئلہ سب سے پیچیدہ تھا۔

امان اپنے قصبے میں کمپنی کا برانچ منیجر تھا۔ انوار صاحب ہر تین ماہ کے بعد اپنی کمپنی

तरन्नुम रियाज़

शहर

प्लास्टिक की मेज़ पर चढ़कर सोनू ने नेमत ख़ाने की अलमारी का छोटा सा किवाड़ वा किया तो अन्दर क़िस्म क़िस्म के बिस्कुट,नमक पारे, शकर पारे, और जाने क्या-क्या नेमतें रखी थीं। पल भर को वह नन्हे से दिल पर कचौके लगाता हुआ ग़म भूल कर मुस्कुरा दिया, और नाइट सूट की लम्बी आस्तीन से सूखे हुये आंसू भरे रुख़सार पर एक ताज़ा बहा हुआ आंसू को पोंछ कर उसने बिस्कुट का डिब्बा हाथ में ले लिया और अपने पांच साला वजूद का बोझ संभालता हुआ मेज़ से नीचे उतर आया। उसे भूख भी बहुत लगी थी। आज सुबह से उसने कुछ नहीं खाया था। उसकी छोटी अढ़ाई बरस की बहन सूबिया भी सुबह से भूखी थी। सारा दिन वह मसहरी पर लेटी अपनी अम्मी को पुकार -पुकार कर थक गयी थी। और बहुत ज़्यादा रोते रहने के बाद निढाल सी होकर उसने अपना घुंघराले बालों वाला नन्हा सा सर अपनी अम्मी के फ़ैले हुये बाज़ू पर रख छोड़ा था। दिन भर शायद वह रोती रही थी, और कुछ देर पहले ही उठकर ड्राइंग रूम में आयी थी। इस शहर में आये हुए उन्हें सिर्फ़ एक हफ़्ता हुआ था।

अमान को बहुत अरसे से इस शहर में अपनी तब्दीली करवाने की ख़्वाहिश थी। लेकिन उस में बस एक ही परेशानी थी कि रेहाइश का इन्तेज़ाम निहायत मुश्किल काम था। उसके क़स्बे के अनवार साहब भी उसी कम्पनी में काम करते थे, मगर वह हेड ऑफ़िस से वाबिस्ता थे। और शहर में रेहाइश-पज़ीर[1] थे। रेहाइश भी कम्पनी की तरफ़ से मिली हुई थी क्योंकि वह पच्चीस बरस से उसी दफ़्तर में थे। उसके बाद आने वाले मुलाज़मीन में से बहुत कम को फ़्लैट मयस्सर[2] आया। ग़ैर शादी शुदा लोग तो एक कमरे वाली सुकूनत[3] में दो या

---

1. निवास करते थे 2. मिलना 3. निवास

کا کوئی کام نکال کر اپنے آبائی گھر آتے۔ بزرگ والدین سے ملاقات بھی ہو جاتی اور کمپنی کا کام بھی نبٹا لیتے۔

اس بار انوار صاحب اپنے ساتھ امان کے لیے کچھ سپنے بھی لے آئے تھے۔ بڑے شہر میں رہنے کے بچوں کو بڑے بڑے اسکولوں میں تعلیم دلوانے کے اور ہیڈ آفس میں رہ کر ترقی کے نئے راستے وا ہونے کے۔ وہ ریٹائرمینٹ لے رہے تھے اور امان کے لیے ٹرانسفر کی بات بھی کر آئے تھے۔

امان اگر بروقت نہ پہنچتا تو اسے اور کچھ برس انتظار کرنا پڑتا اور فیملی فلیٹ اسے جب ہی ملتا جب فیملی ساتھ ہوتی ورنہ اسے بیچلر رومز میں رہنا تھا۔ انوار صاحب نے فلیٹ کی چابی ابھی دفتر میں جمع نہیں کرائی تھی۔ وہ یہ کام امان کی موجودگی میں کرانا چاہتے تھے۔ ڈپٹی ڈائریکٹران کی عزت کرتے تھے، انھیں یقین تھا کہ وہ ان کی بات مان لیں گے۔ اور اس سے پہلے کہ کوئی دوسرا آنے کی کوشش کرتا وہ کسی کی علیت سے پیشتر امان کے حق میں فیصلہ کروانا چاہتے تھے۔

امان نے دو دون کے اندر ساری تیاریاں مکمل کر لیں اور مع بابرا اور بچوں کے شہر روانہ ہوگیا

انوار صاحب کا فلیٹ 14 منزلہ عمارت کا سب سے اوپری فلیٹ تھا۔ عمارت کی ہر منزل پر تین تین فلیٹ تھے مگر سب سے اوپر والی منزل میں یہی ایک فلیٹ تھا۔ کیونکہ ایک طرف ڈش انٹینا تھا اور دوسری طرف پانی کی ٹنکیاں۔ درمیان میں یہ ایک فلیٹ ہی بن پایا تھا۔ اس کے اوپر بڑا سا کشادہ ٹیرس تھا جس میں تقریبات وغیرہ ہوا کرتیں۔ وہاں سے نیچے دیکھنے پر سارا شہر دلہن کے ستارے لگے آنچل کی طرح نظر آتا۔

اس سے نیچے کے تین فلیٹس میں سے دو آباد تھے اور ایک پر کچھ تنازع چل رہا تھا۔ ایک فلیٹ کے مکین کہیں باہر گئے ہوئے تھے اور ایک میں امان کی ہی کمپنی میں کام کرنے والے وکرم بھسین رہتے تھے۔ بابرا کو فلیٹ اور امان کو شہر بہت پسند آیا۔ فلیٹ کشادہ تھا۔ تین خوابگاہوں، ڈرائنگ روم اور باورچی خانے پر مشتمل۔ ہر کمرے کے ساتھ ملحقہ غسل خانہ، اور لباس بدلنے کے لیے چھوٹا سا احاطہ۔ اونچی چھتیں، بڑی بڑی کھڑکیاں، لمبے لمبے دروازے۔ تین دن میں فلیٹ سج گیا۔ ضرورت کا سامان آگیا سوائے ٹیلیفون کے۔ ٹیلیفون

तीन-तीन के हिसाब से होस्टल की तरह कमरा बांट लेते थे। मगर फ़ैमली वाले अरकान के लिए यह मसला सबसे पेचीदा था। अमान अपने क़स्बे में कम्पनी का ब्रांच मैंनेजर था। अनवार साहब हर तीन माह के बाद अपनी कम्पनी का कोई काम निकाल कर अपने आबाई घर आते। बुज़ुर्ग वालदैन से मुलाक़ात भी हो जाती और कम्पनी का काम भी निपटा लेते। इस बार अनवार साहब अपने साथ अमान के लिए कुछ सपने भी ले आये थे। बड़े शहर में रहने के, बच्चों को बड़े-बड़े स्कूलों में तालीम दिलवाने के और हेड ऑफ़िस में रह कर तरक़्क़ी के नये रास्ते वा होने के।

वह रिटार्यमेन्ट ले रहे थे और अमान के लिए ट्रांसफर की बात भी कर आए थे। अमान अगर बरवक़्त[1] न पहुंचता तो उसे और कुछ बरस इंतिज़ार करना पड़ता और फ़ैमिली फ़्लैट उसे जब मिलता जब फैमिली साथ होती वरना उसे बैचलर रूम्ज़ में रहना था। अनवार साहब ने फ्लैट की चाभी अभी दफ़्तर में जमा नहीं करायी थी। वह यह काम अमान की मौजूदगी में कराना चाहते थे। डिप्टी डायरेक्टर उनकी इज़्ज़त करते थे। उन्हे यक़ीन था कि वह उनकी बात मान लेंगे और इससे पहले की कोई दूसरा आने की कोशिश करता वह किसी की इलमियत[2] से पेश्तर अमान के हक़ में फ़ैसला करवाना चाहते थे।

अमान ने दो दिन के अन्दर सारी तैयारियाँ मुकम्मल कर लीं और मअ बाबरा और बच्चों के शहर रवाना हो गया। अनवार साहब का फ़्लैट 14 मंज़िल इमारत का सबसे ऊपरी फ़्लैट था। इमारत की हर मंज़िल पर तीन-तीन फ़्लेट थे। मगर सबसे ऊपर वाली मंज़िल में यही एक फ़्लेट था क्यों कि एक तरफ़ डीश-एंटिना था और दूसरी तरफ़ पानी की टंकियां, दरमियान में यही एक फ़्लैट ही बन पाया था। उसके ऊपर बड़ा सा कुशादा टेरिस था। जिसमें तक़रीबात[3] वग़ैरह हुआ करती थीं। वहां से नीचे देखने पर सारा शहर दुल्हन के सितारे लगे आंचल की तरह नज़र आता।

उससे नीचे के तीन फ़्लैट में से दो आबाद थे, और एक पर कुछ तनाज़ा चल रहा था। एक फ्लैट के मकीन कहीं बाहर गये हुये थे। और एक में अमान की ही कम्पनी में काम करने वाले विक्रम भसीन रहते थे।

बाबरा को फ़्लैट और अमान को शहर बहुत पसन्द आया था। फ़्लैट कुशादह था। तीन ख़्वाब-गाहें,[4] ड्राइंग रुम, और बावर्ची ख़ाने पर मुश्तमिल हर कमरे के

1. वक़्त पर 2. जानकारी 3. प्रोग्राम 4. सोने के कमरे

کی فیس پچھلے تین ماہ سے ادا نہیں ہوئی تھی اور ان مہربانیوں کے بدلے امان کو انوار صاحب کے لیے اتنا تو کرنا ہی تھا۔ ورنہ خواہ مخواہ انوار صاحب کی گریجویٹی وغیرہ متاثر ہوتی۔ بلکہ امان کو تو کئی مہینے کا بجلی کا بل بھی بھرنا پڑا تھا جب جا کر بجلی کا کنکشن دوبارہ جوڑا گیا۔ ٹیلیفون کا بل ادا کرنے کا وقت نہیں تھا کیونکہ امان نے پہلے دن آفس جوائن کرنے کے بعد دوبارہ آفس کا رخ تک نہیں کیا تھا کہ بغیر بجلی کے اس شہر میں ایک دن کے لیے بھی رہنا مشکل تھا اور سارا وقت اسے ادھر ادھر بھٹکنا پڑا تھا۔

کوئی پانچویں دن امان دفتر گیا کہ بھسین صاحب کے فلیٹ میں اس کے لیے فون آیا تھا۔ اسے سائٹ پر جانا تھا اور واپسی دوسرے دن کی تھی۔ وہاں کچھ ایسا کام پڑ گیا کہ امان دوسرے دن نہ آسکا۔

صبح دروازے کی گھنٹی بجی تھی تو سونو کی آنکھ اسی آواز سے کھل گئی تھی۔ ممی اور ثوبیہ سو رہی تھیں۔ سونو دروازے تک گیا اور اس نے دروازے کی نچلی چٹخنی بھی کھولی تھی مگر میز پر کھڑے ہونے کے باوجود اس کا ہاتھ دروازے کے اوپر والی چٹخنی تک نہ پہنچ سکا۔

''جی کون ہے؟'' اس نے پکارا بھی تھا مگر باہر سے کوئی جواب نہ آیا۔ آنے والے نے شاید اس کی آواز نہیں سنی تھی۔ اور دروازہ نہ کھلنے پر لوٹ گیا تھا۔

''ممی۔ کوئی گھنٹی بجا رہا ہے۔ ممی.........ممی۔'' اس نے کئی بار ممی کو پکارا تھا مگر ممی جانے آج کیسی نیند سو رہی تھیں۔ جاگ ہی نہیں رہی تھیں۔

''ممی.........ممی جی.........کوئی دروازے کی گھنٹی بجا رہا ہے۔'' اس نے اونچی آواز میں پکارا تو ثوبیہ نے ابروؤں کے رخ پر خمیدہ پلکوں والی منی منی آنکھیں کھول دیں۔ اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔ آنکھیں جھپک جھپک کر ادھر ادھر دیکھا اور بھائی کو ممی پکارتے سن کر خود بھی ممی ممی پکارنا شروع کر دیا۔

مگر ممی بول ہی نہیں رہی تھیں۔ ممی کے دہانے کے چاروں طرف کوئی سفید سی چیز جمی ہوئی تھی۔ ہاتھ پاؤں بھی کچھ عجیب طرح سے پھیلے ہوئے تھے۔

ثوبیہ نے ماں کی طرف سے کوئی جواب نہ پا کر رونا شروع کر دیا۔

''چپ ہو جانا۔ روتی کیوں ہے؟'' سونو نے جھلا کر کہا تو ثوبیہ اور زور زور سے رونے لگی۔

साथ मुलहिक़ा,[1] गुसल ख़ाना और लिबास बदलने के लिए छोटा सा अहाता, ऊँची छतें, बड़ी-बड़ी खिड़कियां, लम्बे-लम्बे दरवाज़े। तीन दिन में फ़्लैट सज गया। ज़रूरत का समान आ गया सिवाय टेलीफ़ोन के। टेलीफ़ोन की फ़ीस पिछले तीन माह से अदा नहीं हुई थी और इन मेहरबानियों के बदले अमान को अनवार साहब के लिए इतना तो करना ही था। वरना ख़्वाह मख़्वाह[2] अनवार साहब की ग्रेचुएटी वग़ैरह मुतास्सिर[3] होती। बल्कि में अमान को तो कई महीने का बिजली का बिल भी भरना पड़ा था। तब जाकर बिजली का कनेक्शन दोबारा जोड़ा गया। टेलीफ़ोन का बिल अदा करने का वक़्त नहीं था। क्योंकि अमान ने पहले दिन ऑफ़िस ज्वाइन करने के बाद दोबारा ऑफ़िस का रुख़ तक नहीं किया था कि बग़ैर बिजली के इस शहर में एक दिन के लिए भी रहना मुश्किल था। और सारा वक़्त उसे इधर-उधर भटकना पड़ा था कोई पांचवे दिन अमान दफ़्तर गया कि भसीन साहब के फ़्लैट में उसके लिए फ़ोन आया था। उसे साइट पर जाना था और वापसी दूसरे दिन की थी। वहां कुछ ऐसा काम पड़ गया कि अमान दूसरे दिन न आ सका सुबह दरवाज़े की घंटी बजी तो सोनू की आंख उसी आवाज़ से खुल गयी थी। अम्मी और सूबिया सो रही थी। सोनू दरवाज़े तक गया और उसने दरवाज़े की निचली चिटख़नी को खोला मगर मेज़ पर खड़े होने के बावजूद उसका हांथ दरवाज़े के ऊपर वाली चिटख़नी तक नहीं पहुंच सका। "जी कौन है?" उसने पुकारा भी मगर बाहर से कोई जवाब न आया। आने वाले ने शायद उसकी आवाज़ नहीं सुनी थी और दरवाज़ा न खुलने पर लौट गया था।

"मम्मी कोई घण्टी बजा रहा है मम्मी.....मम्मी" उसने कई बार मम्मी को पुकारा मगर मम्मी जाने आज कैसी नींद सो रहीं थीं, जाग ही नहीं रही थीं "मम्मी.....मम्मी जी.....कोई दरवाज़े की घण्टी बजा रहा है"। उसने ऊंची आवाज़ में पुकारा तो सूबिया ने अबरूओं[4] के रुख़ पर ख़मीदह[5] पलकों वाली मुनी मिनी आँखें खोल दीं और उठ कर बैठ गयी। आँखें झपक-झपक कर इधर-उधर देखा और भाई को मम्मी पुकारते सुन कर देख ख़ुद भी मम्मी -मम्मी पुकारना शुरू कर दिया।

मगर मम्मी बोल ही नहीं रही थीं। मम्मी के दहाने के चारों तरफ़ कोई सफ़ेद

---

1. मिला हुआ 2. यूं ही 3. प्रभावित 4. भृकुटी 5. झुकी हुई

''ممی سو رہی ہیں ثوبی۔'' وہ بہن کو سمجھانے کے انداز میں بولا۔

''ممی۔ ممی۔ اٹھیے نا۔'' سونو نے پھر ماں کو جگانے کی کوشش کی جب تک دروازے کی گھنٹی دوبارہ بجنے لگی تھی۔

''کون ہے.........'' وہ دروازے کے قریب جاکر اور اونچی آواز میں بولا۔ کوئی جواب نہ آیا۔

وہ واپس کمرے میں آیا۔ ثوبیہ باقاعدہ ہچکیاں لے لے کر رو رہی تھی۔ سونو کچھ دیر ماں کے چہرے کو دیکھتا رہا۔ پھر روتی ہوئی بہن کو بغور دیکھنے لگا۔

''ممی'' اس نے ممی کو پوری طاقت سے جھنجھوڑا مگر ممی بے حس و حرکت پڑی رہیں۔

وہ کچھ دیر گم سم سا بیٹھا رہا۔ پھر ثوبیہ کے قریب جاکر اس نے اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے اس کے آنسو پونچھے۔

''نہیں رونا ثوبی۔ ممی سو رہی ہیں۔'' مگر ثوبی تھی کہ چپ ہی نہیں ہو رہی تھی۔

''چپ ہوجا۔'' وہ چیخا اور ساتھ ہی دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔

جانے کب تک دونوں بہن بھائی روتے رہے مگر امی نے چپ ہی کرایا نہ کچھ بولیں۔

ثوبیہ کوئی گھنٹہ بھر روتی رہی۔ پھر تھک کر سوگئی۔

وہ سو گئی تو سونو پھر ماں کے قریب گیا۔ اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں لے کر دائیں بائیں ہلانے لگا۔

''ممی'' اس نے زور زور سے ممی کا سر ہلایا۔ ''ممی.........ممی جی۔'' اس نے آنسوؤں میں بھیگی آواز میں محبت گھول کر پکارا۔ ممی نے کوئی جواب نہ دیا۔ کچھ دیر بعد اٹھ کر وہ ڈرائنگ روم میں چلا گیا۔ پردہ سرکا کر کھڑکی کے شیشے سے باہر دیکھنے لگا۔

سامنے ایک بڑا سا پارک تھا جس میں چھوٹے چھوٹے کھلونوں جیسے رنگ برنگے بچے کھیل رہے تھے۔ پارک میں کئی طرح کے چھوٹے بڑے جھولے لگے ہوئے تھے ادھر ادھر آئس کریم اور ویفرس کے پیکٹ والے اپنی چھوٹی چھوٹی ہاتھ گاڑیاں لیے ہوئے گھوم رہے تھے ایک ریڑھی پر نہایت ننھی ننھی بوتلوں میں کولڈ ڈرنکس سجی ہوئی تھیں۔ پارک کے دوسرے جانب لمبی سی سڑک پر چھوٹی چھوٹی بے شمار گاڑیاں بھاگ رہی تھیں۔ سونو نے

सी चीज़ जमी हुई थी। हाथ पांव भी कुछ अजीब तरह से फैले हुए थे।

सूबिया ने माँ की तरफ़ से कोई जवाब न पा कर रोना शुरू कर दिया। "चुप हो जा ना। रोती क्यों है।" सोनू ने झिल्ला कर कहा तो सूबिया और ज़ोर-ज़ोर से रोने लगी।

"मम्मी सो रही है, सूबी" वह बहन को समझाने के अन्दाज में बोला।

"मम्मी-मम्मी उठिये ना-" सोनू ने फिर माँ को जगाने की कोशिश की जब तक दरवाज़े की घण्टी दुबारा बजने लगी थी।

"कौन है....." वह दरवाज़े के क़रीब जा कर और ऊँची आवाज़ में बोला कोई जबाव न आया वह वापस कमरे में आया। सूबिया बाक़ाएदा हिचकियां लेकर रो रही थी। सोनू कुछ देर माँ के चेहरे को देखता रहा फिर रोती हुई बहन को बग़ौर देखने लगा।

"मम्मी" उसने मम्मी को पूरी ताक़त से झिंझोंड़ा। मगर मम्मी बेहरकत पड़ी रहीं।

वह कुछ देर गुम सुम सा बैठा रहा। फिर सूबिया के क़रीब जाकर उसने अपने छोटे-छोटे हाथों से उस के आँसू पेछे। "नहीं रोना सूबी- मम्मी सो रही हैं।" मगर सूबी थी कि चुप हो ही नहीं रही थी।

"चुप हो जा" वह चीख़ा और साथ ही दहाड़ें मार कर रोने लगा।

जाने कब तक दोनो भाई-बहन रोते रहे मगर अम्मी ने चुप ही कराया न कुछ बोली। सूबिया कई घण्टे तक रोती रही फिर थक कर सो गई।

वह सो गयी तो सोनू फिर मां के क़रीब गया। और उसका चेहरा दोनों हाथो में लेकर दायें-बायें हिलाने लगा।

"मम्मी" उसने ज़ोर से मम्मी का सर हिलाया। "मम्मी......मम्मी जी," उसने आँसुओं में भीगी अवाज़ में मोहब्बत घोल कर पुकारा। मम्मी ने कोई जबाव न दिया। कुछ देर बाद वह उठ कर ड्राइंग रुम में चला गया। पर्दा सरका कर खिड़की के शीशे से बाहर देखने लगा।

सामने एक बड़ा सा पार्क था। जिसमें छोटे-छोटे खिलौनों जैसे रंग-बिरंगे बच्चे खेल रहे थे। पार्क में कई तरह के छोटे बड़े झूले लगे हुए थे। इधर-उधर

یہ ساری چیزیں اس قدر چھوٹی جسامت میں آج سے پہلے کبھی نہ دیکھیں تھیں۔ اس کے ذہن میں عجیب عجیب سوال اور خیال ابھرنے لگے۔ وہ کمرے میں لوٹ آیا۔

''ممی جی۔'' اس کے ننھے سے سینے سے درد بھری کراہ نکلی۔ اور اس نے اپنا چھوٹا سا سر ممی کے سینے پر رکھ دیا اور دھیرے دھیرے سسکنے لگا۔ اس کے آنسوؤں سے ممی کے شب خوابی کے لباس کا گریبان بھیگ گیا مگر ممی نے آنکھیں نہیں کھولیں۔ رورو کر جب وہ ہلکان ہوگیا تو جانے کب اسے نیند آگئی۔

جانے کتنا وقت وہ سوتا رہا۔

''چھوچھو'' نیند میں اس کے کانوں میں ثوبیہ کی آواز پڑی تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔

''چھوچھو۔'' ثوبیہ نے اس ممی کی طرف سے نظر ہٹا کر بھائی کو دیکھ کر کہا۔

''سوسو کرنا ہے'' سونو نے پوچھا تو اس نے چھوٹا سا سر ہلا دیا۔ سونو نے غسل خانے کا ہینڈل گھما کر دروازہ کھول دیا۔

باہر شام ہو چلی تھی۔

ثوبیہ باتھ روم سے آکر ماں کے پاس لیٹ گئی۔

''ممی.......... مم.......... ممی۔'' ثوبیہ نے اپنی شہادت کی انگلی سے ماں کی آنکھ کھولنے کی کوشش کی .... وہ ناکام ہوکر پھر رونے لگی

ممی ی ی ....'' وہ ممی کو پکارتی ہوئی ہچکیاں لینے لگی۔

سونو بہن کو بے بسی سے دیکھتا رہا۔

''ممی اٹھئے نا.......... ممی جی.......... ثوبی رو رہی ہے۔ اسے بھوک لگی ہے۔'

وہ گلوگیر آواز میں ماں سے مخاطب ہوا۔ .... اسے خود بھی بھوک لگی تھی مگر جب تک اس نے ثوبیہ کی بھوک کا ذکر نہ کیا، اس طرف اس کا خیال نہ گیا تھا۔

اب اسے بھوک کا احساس ہونے لگا۔

وہ ماں کے پاس سے اٹھ کر باورچی خانے میں چلا گیا۔ تمام برتن دھلے دھلائے رکھے تھے۔ کسی میں کچھ کھانے کو نہ تھا۔

اس نے فرج کھولا.......... اس میں سیب رکھے تھے۔ ...... وہ دو سیب اٹھا کر کمرے میں آگیا۔

ایک سیب کو خود کترنے لگا اور دوسرا ثوبیہ کو پکڑا دیا۔ ثوبیہ اسے کھانے کی کوشش کرنے

आईसक्रीम और वेफ़र्स के पैकेट वाले अपनी छोटी-छोटी हाथ गाड़ियां लिए घूम रहे थे। एक रेढ़ी पर निहायत नन्ही-नन्ही बोतलों में कोल्डड्रिंक सजी हुई थीं। पार्क के दूसरी तरफ़ लम्बी सी सड़क पर छोटी-छोटी बेशुमार गाड़ियां भाग रही थीं। सोनू ने यह सारी चीज़ें इस क़दर छोटी जसामत(1) में आज से पहले कभी न देखीं थीं। उसके ज़हन में अजीब-अजीब सवाल और ख़्याल उभरने लगे। वह कमरे में लौट आया।

"मम्मी जी" उसके नन्हे से सीने से दर्द भरी कराह निकली, और उसने अपना छोटा सा सर मम्मी के सीने पर रख दिया और धीरे-धीरे सिसकने लगा। उसके आंसुओं से मम्मी के शब-ख़्वाबी(2) के लिबास का गिरेबान भीग गया मगर मम्मी ने आँखें नहीं खोलीं। रो-रो कर जब वह बेहाल हो गया तो जाने कब उसे नींद आ गयी।

जाने कितना वक्त वह सोता रहा

"छू-छू" नींद में उस के कानों में सूबिया की आवाज़ पड़ी तो उसने आँखें खोल दीं।

"छू-छू" सूबिया ने मम्मी की तरफ़ से नज़र हटा कर भाई को देख कर कहा-

"सू-सू करना है।" सोनू ने पूछा तो उसने छोटा सा सर हिला दिया। सोनू ने गुसलख़ाने का हैण्डल घुमा कर दरवाज़ा खोल दिया।

बाहर शाम हो चुकी थी।

सूबिया बाथरुम से आकर मां के पास लेट गयी थी।

"मम्मी....मम्म....मम्मी" सूबिया ने अपनी शहादत(3) की उंगली से माँ की आंख खोलने की कोशिश की ...... वह नाकाम हो कर फिर रोने लगी।

"मम्मी ई...ई..." वह मम्मी को पुकारती हुई हिचकियां लेने लगी।

सोनू बहन को बेबसी से देखता रहा।

"मम्मी उठिये न...मम्मी जी...सूबी रो रही है, उसे भूख लगी है।"

वह गुलोगीर(4) आवाज़ में माँ से मुख़ातिब हुआ......उसे ख़ुद भी भूख लगी थी। मगर जब तक उसने सूबिया की भूख का जिक्र न किया, उस तरफ़

1. आकार 2. सोने का वस्त्र 3. अंगुठे के पास वाली अंगुली 4. रूंधी हुई

لگی۔ مگر اس کے منہ میں اگے آٹھ دانت سیب کے سخت چھلکے کے ساتھ انصاف نہ کر سکے اور وہ محض سیب کی سطح پر ایک آدھ نشان لگا کر رہ گئی اور چپ چاپ بھائی کو دیکھنے لگی۔ سونو نے سیب کا ایک ٹکڑا توڑ کر دیا تو وہ اسے چبانے کی کوشش میں ادھر ادھر گھماتی رہی اور آخرکار نگل گئی۔

دونوں سیب ختم ہو گئے تو سونو فرج میں پڑا آخری سیب اٹھالایا.......... کچھ دیر دونوں سیب پر زور آزمائی کرتے رہے۔ اس سے فارغ ہو کر پھر ممی کو جگانے کی کوشش کرنے لگے۔

ممی کچھ نہ بولی تو دونوں رورو کر ممی کو بلانے لگے۔ گھر میں اتنی گرمی تھی مگر ممی کا بدن ایک دم ٹھنڈا پڑا ہوا تھا.......... پتہ نہیں کیوں.......... پھر کسی وقت انھیں نیند آ گئی۔

دوسری صبح بھی ممی نہیں اٹھیں.......... دروازے کی گھنٹی دوبار بجی تھی۔ جس سے سونو جاگ گیا تھا۔

''جی.......... ی ی..........کون ہے۔'' کوئی جواب نہ آیا.......... شاید مضبوط دیواروں اور بھاری دروازے کے اس پار اس کی معصوم سی کمزور آواز پہنچ نہیں پائی تھی اور آنے والا پھر لوٹ گیا تھا۔

ثوبیہ نے جاگتے ہی رونا شروع کر دیا تھا۔ اور ممی کے پاس جا کر زور زور سے چیختے ہوئے رو رو کر جب مایوس ہو گئی تو ہچکیاں لیتی ہوئی باہر آ گئی۔

اس کا پھول سا چہرہ کمہلا گیا تھا۔

باورچی خانے میں سونو فرج کھولے بغور اندر دیکھ رہا تھا۔ پرسوں کا پڑا ہوا دودھ پھٹ چکا تھا۔ ثوبیہ کو قریب دیکھ کر اُس نے اُس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

''دودو پیئے گی۔'' اُس نے ممی کی طرح پوچھا تھا۔

''ہوں'' وہ زور زور سے سر ہلا کر بولی۔

اُس نے پھٹا ہوا دودھ چمچ سے ثوبیہ کے فیڈر میں ڈالنے کی کوشش میں بہت سارا دودھ گرا کر تھوڑا سا ڈالنے میں کامیابی حاصل کر لی تو فیڈر بہن کے بڑھے ہوئے ہاتھوں میں تھما دیا۔ ثوبیہ وہیں فرش پر چت لیٹ کر دودھ پینے لگی۔ جب پھٹے ہوئے دودھ کا کوئی ٹکڑا نپل کے چھید کو بند کرنے لگتا تو وہ پیر پٹخ پٹخ کر پوری طاقت سے نپل کو چوسنے لگتی اور رونے لگتی..........

उसका ख़्याल न गया था। अब उसे भूख का एहसास होने लगा।

वह माँ के पास से उठ कर बावर्ची ख़ाने में चला गया। तमाम बर्तन धुले धुलाये रखे थे। किसी में कुछ खाने को न था।

उसने फ़्रिज खोला...... उसमें सेब रखे थे......वह दो सेब उठाकर कमरे में आ गया। एक सेब को खुद कतरने लगा और दूसरा सूबिया को पकड़ा दिया। सूबिया उसे खाने की कोशिश करने लगी। मगर उसके मुंह में उगे आठ दांत सेब के सख़्त छिलके के साथ इन्साफ न कर सके और वह महज़ सेब की सतह पर एक-आध निशान लगा कर रह गयी और चुप-चाप भाई को देखने लगी। सोनू ने सेब का एक टुकड़ा तोड़ कर दिया तो वह उसे चबाने की कोशिश में इधर-उधर घुमाती रही और आख़िर कार निगल गयी।

दोनों सेब ख़त्म हो गये तो सोनू फ़्रिज में पड़ा आख़िरी सेब उठा लाया।

कुछ देर दोनो सेब पर ज़ोर आज़माई करते रहे। इससे फ़ारिग़[1] होकर फिर मम्मी को जगाने की कोशिश करने लगे।

मम्मी कुछ न बोली तो दोनों रो-रो कर मम्मी को हिलाने लगे। घर में इतनी गर्मी थी मगर मम्मी का बदन एकदम ठंडा पड़ा था...... पता नहीं क्यों ?......

फिर किसी वक़्त उनको नींद आ गयी दूसरी सुबह भी मम्मी नहीं उठीं !.....

दरवाज़े की घण्टी दोबारा बजी थी जिससे सोनू जग गया था।

"जी... ई ई....कौन है।" कोई जवाब न आया...... । शायद मज़बूत दीवारो और भारी दरवाज़े के उस पार उसकी मासूम सी कमज़ोर आवाज़ पहुंच नहीं पायी थी, और आने वाला फिर लौट गया था सूबिया ने जागते ही रोना शुरु कर दिया था और मम्मी के पास जा कर ज़ोर-ज़ोर से चीख़ते हुये रो-रो कर जब मायूस हो गयी तो हिचकियां लेती हुई बाहर आ गयी...... ।

उसका फूल सा चेहरा कुम्हिला गया था बावर्ची ख़ाने में सोनू फ़्रिज खोले बग़ौर अन्दर देख रहा था। परसों का पड़ा हुआ दूध फट चुका था। सूबिया को क़रीब देख कर उस ने उस के कान्धे पर हाथ रख दिया।

"दू-दू पियेगी" उसने मम्मी की तरह पूछा था "हूं" वह ज़ोर जोर से सर हिला कर बोली। उसने फटा हुआ दूध चम्मच से सूबिया के फीडर में डालने की कोशिश में बहुत सारा दूध गिरा कर थोड़ा सा डालने में कामयाबी हासिल कर ली

1. फ़ुर्सत पाकर

پھر چُپ ہو جاتی۔

سونو نے دودھ کے کچھ بچے ہوئے چمچ خود بھی پیئے اور ثوبیہ کے پاس جا بیٹھا ....بوتل خالی ہوئی تو ثوبیہ اٹھ کر بیٹھ گئی ......پھر کھڑی ہو کر ممی ممی پکارتی ہوئی خوابگاہ میں چلی گئی۔ سونو بھی کمرے میں آ گیا۔ اور کچھ دیر دروازے کے پاس کھڑا ہو کر ماں کو دیکھنے لگا۔ ممی کی شکل آج اچھی نہیں لگ رہی تھی۔

مسز بھسین کی جز وقتی ملازمہ صبح اوپر آئی تھی تو کسی نے دروازہ نہیں کھولا تھا ...... دراصل امان نے اُن کے ہاں فون کیا تھا کہ بابرا کو بتا دیں وہ ایک دن اور رک گیا ہے اور کل آ جائے گا کہ بابرا بہت جلد گھبرا جاتی ہے......... ملازمہ سے دروازہ نہ کھلنے کی خبر سنکر مسز بھسین نے سوچا تھا کہ پڑوسی کہیں گھومنے گئے ہوں گے یا شاید سو رہے ہوں۔ یا جو بھی......

''ثو بی! آ جا اندر بیٹھیں''۔ سونو نے ثوبیہ سے کہا۔

''کھڑکی سے باہر دیکھیں گے'' وہ سر اوپر سے نیچے کی طرف ہلا کر بولا

''نہیں ......ممی پاس ......'' وہ جھٹکے سے نفی میں سر ہلا کر بولی ....

''ممی تو بولتی ہی نہیں ......تو میرے پاس آ جا۔'' وہ اداس سا ہو کر بولا۔ اس کا چہرہ آج پیلا نظر آ رہا تھا۔ چھوٹے چھوٹے ہونٹوں پر پپڑیاں جمی ہوئی تھیں ......

''آ نا ثوبی.......... آ جا'' وہ دھیرے دھیرے سسکنے لگا......ثوبیہ ماں کے پھیلے ہوئے بازو پر سر رکھے اپنا منا سا انگوٹھا چوستی رہی اور چھوٹا سا سر نفی میں ہلا ہلا کر بھائی کو دیکھتی رہی ......سونو اس کے قریب جا کر اسے اٹھانے لگا تو اسے محسوس ہوا کہ ممی کے پاس سے خراب سی بو آ رہی تھی۔ ممی نہائی نہیں نا کل سے ...... کپڑے بھی نہیں بدلے ......ہم بھی نہیں نہائے ...... اس نے اپنا گریبان سونگھا ...... وہاں اسے پرسوں کے لگائے ہوئے بے بی پاوڈر کی ہلکی سی مہک آئی ......اس نے پھر ممی کی طرف دیکھا ......ممی کی شکل بدلی بدلی سی لگ رہی تھی .... وہ آہستہ آہستہ ایک دوا لٹے قدم اٹھاتا ہوا دیوار سے لگ گیا...... اسکی نظریں ماں کے چہرے پر گڑیں تھیں۔ وہ دیوار کے ساتھ چلتا ہوا کمرے کے دوسرے کونے میں پہنچ گیا...... اور دیوار سے پھسلتا ہوا فرش پر بیٹھ گیا۔ اس کے دل میں عجیب قسم کا خوف سا چھا رہا تھا۔ اسے نیند سی بھی آ رہی تھی۔ مگر وہ پتہ نہیں کیا سوچ رہا تھا۔ خود اس کی سمجھ میں بھی نہیں آ رہا تھا۔ آنکھ لگنے لگتی تو فوراً آنکھیں کھول کر ماں کے چہرے کو دیکھنے لگتا ......دور بیٹھا ہوا...... وہاں سے ماں کے تلوے

तो फीडर बहन के बढ़े हुये हाथो में थमा दिया। सूबिया वहीं फर्श पर चीत लेटकर दूध पीने लगी। जब फटे दूध का कोई टुकड़ा निप्पल के छेद को बन्द करने लगता तो वह पैर पटख़-पटख़ कर पूरी ताक़त से निप्पल को चूसने लगती और रोने लगती...... फिर चुप हो जाती। सोनू ने दूध के कुछ बचे हुये चम्मच ख़ुद भी पिये और सूबिया के पास जा बैठा...... बोतल ख़ाली हुई तो सूबिया उठ कर बैठ गयी...... फिर खड़ी होकर मम्मी-मम्मी पुकारती हुई ख़्वाबगाह[1] में चली गयी सोनू भी कमरे में आ गया। और कुछ देर दरवाज़े के पास खड़ा हो कर माँ को देखने लगा। मम्मी की शक्ल आज अच्छी नहीं लग रही थी।

मिसेज़ भसीन की जुज़वक़्ती[2] मुलाज़िमा[3] सुबह ऊपर आयी थी, तो किसी ने दरवाज़ा नहीं खोला था...... दरअसल अमान ने उनके हां फ़ोन किया था कि बाबरा को बता दें वह एक दिन और रुक गया है और कल आ जायेगा। बाबरा बहुत जल्दी घबरा जाती ह...... मुलाज़िमा से दरवाज़ा न खुलने की ख़बर सुन कर मिसेज भसीन ने सोचा था कि पड़ोसी कहीं घूमने गये होंगे, या शायद सो रहे हों। या जो भी हो...

"सूबी, आजा अन्दर बैठें"- सोनू ने सूबिया से कहा।

"खिड़की से बाहर देखेगें"- वह सर ऊपर से नीचे की तरफ़ हिला कर बोला।

"नहीं... मम्मी पास..." वह झटके से नफ़ी में सर हिला कर बोली...

"मम्मी तो बोलती ही नहीं...... तू मेरे पास आ जा"- वह उदास सा होकर बोला। उस का चेहरा आज पीला नज़र आ रहा था। छोटे-छोटे होंठों पर पपड़ियां जमी हुई थीं......।

"आना सूबिया....आजा"- वह धीरे-धीरे सिसकने लगा। सूबिया माँ के फैले हुये बाज़ू पर सर रखे अपना मुन्ना सा अंगूठा चूसती रही और छोटा सा सर नफ़ी में हिला कर भाई को देखती रही।

सोनू उसके क़रीब जाकर उसे उठाने लगा, तो उसे महसूस हुआ की मम्मी के पास से ख़राब सी बू आ रही थी। मम्मी नहायी नहीं ना कल से...... कपड़े भी नहीं बदले...... हम भी नहीं नहाये...... उसने अपना गिरेबान सूंघा...... वहां उसे परसों के लगाये हुए बेबी पाउडर की हल्की सी महक आयी...... उसने फिर मम्मी की तरफ़ देखा...... मम्मी की शक्ल बदली-बदली सी लग रही थी...... वह आहिस्ता-आहिस्ता एक दो क़दम उलटे उठाता हुआ दीवार से लग गया......

---

1. सोने का कमरा 2. अल्पकालिक 3. नौकरानी

نظر آرہے تھے اور پھر ماں کا باقی جسم۔ بعد میں چہرہ..........ٹھوڑی سے شروع ہوتا ہوا۔ اس کا ننھا سا دل دھک دھک کر رہا تھا اس نے دونوں ہاتھ اٹھا کر اپنی آنکھوں پر رکھ دیے۔ اور ...... پھر پتا نہیں کب وہ دیوار سے لگا لگا فرش پر آ گیا۔ اس کے گھٹنے اس کے سینے سے لگے ہوئے تھے اور وہ سو چکا تھا۔

صبح پھر دروازے کی کال بیل لگا تار کچھ پل بجی تو وہی بیدار ہوا دروازے تک گیا اور بے چارگی سے اسے دیکھتا رہا۔ کچھ منٹ بعد لوٹ آیا......گھر میں ہوتا تو کھڑکی سے نانی کو آواز لگاتا۔ یہاں تو نہ وہ دروازہ کھول سکتا تھا نہ کھڑکی، کھول بھی لیتا تو اس کی آواز کون سن پاتا کہ کھڑکی سے نظر آنے والے لوگ اس کی آواز کی رسائی سے بہت دور تھے..........

آج ثوبیہ ابھی تک سو رہی تھی وہ دروازے پر ٹھہر کر ماں کی طرف دیکھنے لگا۔ ماں کا چہرہ بغیر پانی کے گلدان میں پڑے کئی دن پرانے پھول سا لگ رہا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ ماں کے کچھ قریب جا کر غور سے دیکھنے لگا۔ ممی کی شکل بدل گئی تھی یہ شکل کسی اور کی تھی۔ میلے سے نیالے چہرے والی .... اس کی ممی تو گوری تھی ....تو کیا یہ اس کی ممی نہیں تھی ......تو کیا اس کی ممی کی شکل کو کچھ ہو گیا ہے ......یا......یا یہ کوئی اور ہے۔ کوئی عجیب سی شے......انسان جیسی کوئی شے......

ذہن میں اس خیال کے آتے ہی وہ زور سے چیخ پڑا۔ ثوبیہ نے جھٹ سے آنکھیں کھولیں اور رونے لگی۔ وہ چیختا ہوا کمرے سے باہر بھاگا اور ڈرائنگ روم کے لمبے صوفے کے عقب میں جا چھپا۔ اس کا چھوٹا سا وجود تھر تھر کانپ رہا تھا۔ اور آنکھوں سے موٹے موٹے آنسو بہہ رہے تھے ثوبیہ کچھ دیر روتی رہی پھر اٹھ کر بھائی کو ڈھونڈنے لگی۔

''بیا بیا'' وہ باورچی خانے میں گئی اور روتے روتے بھائی کو پکارنے لگی۔ وہاں بھائی کو نہ پا کر ڈرائنگ روم میں آ گئی۔

''بیا۔آ۔آ'' اس نے نحیف سی آواز میں پکارا

سونو صوفے کے پیچھے سے نکل آیا۔ اس کے خوفزدہ دل میں احساس ذمہ داری نے قوت بھر دی۔ بہن کو دیکھ اس کے قریب چلا گیا اور دونوں ہاتھوں میں اس کا چہرہ لے کر اس کے آنسو پونچھنے لگا۔ اسے محسوس ہوا کہ اس کی ثوبی کو بہت تیز بخار ہے۔

''بیا۔ پانی'' وہ ہچکیاں لیتی ہوئی بولی۔

''تجھے بخار ہے......آ جا ادھر لیٹ جا......میں پانی لاتا ہوں''۔

उसकी नज़रें माँ के चेहरे पर गड़ी थीं। वह दीवार के साथ-साथ चलता हुआ कमरे के दूसरे कोने में पहुँच गया...... और दीवार से फिसलता हुआ फ़र्श पर बैठ गया। उसके दिल में अजीब क़िस्म का ख़ौफ़ सा छा रहा था। उसे नींद सी भी आ रही थी। मगर वह पता नहीं क्या सोच रहा था। ख़ुद उसकी समझ में नहीं आ रहा था। आँख लगने लगती तो फ़ौरन आँखें खोल कर मां के चेहरे को देखने लगता...... ।

दूर बैठा हुआ ...... वहां से मां के तलवे नज़र आ रहे थे और फिर माँ का बाक़ी जिस्म। बाद में चेहरा...... थोड़ी से शुरु होता हुआ। उसका नन्हा सा दिल धक-धक कर रहा था। उसने दोनों हाथ उठा कर अपनी आंखों पर रख दिये और...... फिर पता नहीं कब वह दीवार से लगा-लगा फ़र्श पर आ गया। उसके घुटने उसके सीने से लगे हुये थे और वह सो चुका था।

सुबह फिर दरवाज़े की काल बेल लगातार कुछ पल बजी तो वही बेदार हुआ। दरवाज़े तक गया और बेचारगी से उसे देखता रहा। कुछ मिनट बाद लौट आया...... घर में होता तो खिड़की से नानी को आवाज़ लगाता। यहां तो न वह दरवाज़ा खोल सकता था न खिड़की। खोल भी लेता तो उस की आवाज़ कौन सुन पाता क्योंकि खिड़की से नज़र आने वाले लोग उसकी आवाज़ की रसाई से बहुत दूर थे।

आज सूबिया अभी तक सो रही थी। वह दरवाज़े पर ठहर कर माँ की तरफ़ देखने लगा। माँ का चेहरा बग़ैर पानी के गुलदान में पड़े कई दिन के पुराने फूल सा लग रहा था। वह आहिस्ता-आहिस्ता माँ के क़रीब जा कर ग़ौर से देखने लगा। मम्मी की शक्ल बदल गयी थी यह शक्ल किसी और की थी। मैले से मटियाले चेहरे वाली...... उसकी मम्मी तो गोरी थी...... तो क्या यह उसकी मम्मी नहीं थी......तो क्या उसकी मम्मी की शक्ल को कुछ हो गया है या....यह कोई और है। कोई अजीब सी... शै इन्सान जैसी, कोई शै....ज़ेहन में इस ख़्याल के आते ही वह ज़ोर से चीख़ पड़ा। सूबिया ने झट से आंखें खोलीं और रोने लगी। वह चीख़ता हुआ कमरे से बाहर भागा और ड्राइंग रुम के लम्बे सोफ़े के अक़ब[1] में जा छुपा। उसका छोटा सा वजूद थर-थर कांप रहा था और आंखों से मोटे-मोटे आंसू बह रहे थे। सूबिया कुछ देर रोती रही फिर उठकर भाई को ढूंढने लगी।

1. पीछे

اس نے صوفے پر چڑھنے میں بہن کی مدد کی اور باورچی خانے کی طرف گیا۔ خوابگاہ کے قریب سے گذرتے وقت اس نے ایک ادھوری سی نظر کمرے کی طرف تیزی سے ڈالی اور فرج کے پاس چلا گیا۔ فرج میں سے بوتل نکال کر اسے گلاس میں انڈیلنے لگا۔ ساری بوتل خالی کر کے ہی کہیں گلاس بھر سکا۔

گلاس اور چمچہ لیے وہ بہن کے پاس آگیا اور اسے دھیرے دھیرے پانی پلانے لگا۔ بیچ بیچ میں ایک آدھ چمچ وہ خود بھی پیتا رہا۔

''بھوک لگی ہے؟'' اس نے نہایت محبت سے ثوبیہ سے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔ صبح جب دروازے کی گھنٹی سن کر سونو بے بسی سے پلٹ آیا تھا اس وقت مسز حسین کے ہاں پھر امان نے ٹیلی فون کیا تھا۔ پھر مسز حسین نے اپنی جزوقتی ملازمہ کو اوپر روانہ کیا تھا جو لگاتار تین چار گھنٹیاں بجا کر لوٹ آئی تھی۔

ثوبیہ ڈرائنگ روم کے صوفے پر نڈھال پڑی تھی۔

سونو ذمہ دار بھائی کی طرح اس کے قریب بیٹھا تھا۔ بیچ بیچ میں دونوں اونگھ لیتے ...... شاید مسلسل نقاہت یا رات بھر گھٹی ہوئی آلودہ فضا میں رہنے کے باعث۔

کبھی کبھی سونو سر گھما کر چور نظروں سے بیڈ روم کی طرف دیکھتا اور جلدی سے چہرہ دوسری طرف پھیر لیتا۔ وقفے وقفے سے اس کے آنسو بہہ نکلتے تھے۔ اس بار ثوبیہ جاگی تو پھر رونے لگی۔

''دودھ پیئے گی ثوبی۔؟'' اس نے آواز میں پیار بھر کر کہا

''مگر دودھ تو ہے ہی نہیں۔ اچھا ٹھہر جا میں کچھ اور دیکھتا ہوں'' ثوبیہ نے کچھ نہ کہا اسے خود بھی بہت بھوک لگ رہی تھی۔

وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا باورچی خانے کی طرف گیا اور پلاسٹک کی میز کھینچ کر نعمت خانے کی الماری کے ٹھیک نیچے تک لے گیا۔

بسکٹ کا ڈبہ لے کر جب وہ خوابگاہ کے باہر سے گذرا تو اس نے بے اختیار سا ہو کر اندر نگاہ دوڑائی حالانکہ وہ وہاں سے سیدھا ڈرائنگ روم میں بھاگ آنا چاہتا تھا۔ کیونکہ اسے پتہ تھا اندر اس کی ممی نہیں۔ پتہ نہیں کون ہے اور کیا ہے اس نے دیکھا کہ بیڈ پر پڑی

"बय्या-बय्या" वह बावर्ची ख़ाने में गयी और रोते-रोते भाई को पुकारने लगी। वहां भाई को न पाकर ड्राइंग रुम में आ गयी।

"बय्या-आ-आ" उसने नहीफ़[1] सी आवाज़ में पुकारा।

सोनू सोफ़े के पीछे से निकल आया। उसके ख़ौफ़ज़दह[2] दिल में एहसास-ए-ज़िम्मेदारी ने क़ुव्वत भर दी। बहन को देख उस के क़रीब चला गया और दोनों हाथो में उसका चेहरा ले कर उसके आंसू पोछने लगा। उसे महसूस हुआ की उसकी सूबी को बहुत तेज़ बुख़ार है।

"बय्या-पानी" वह हिचकियां लेती हुई बोली।

"तुझे बुख़ार है...आजा इधर लेट जा....मैं पानी लाता हूँ" उसने सोफ़े पर चढ़ने में बहन की मदद की और बावर्ची ख़ाने की तरफ़ गया ख़्वाबगाह के क़रीब से गुज़रते वक़्त उसने एक अधूरी सी नज़र कमरे की तरफ़ तेज़ी से डाली और फ़्रिज के पास चला गया। फ़्रिज में से बोतल निकाल कर उसे गिलास में उंडेलने लगा। सारी बोतल ख़ाली कर के ही कहीं गिलास भर सका।

गिलास और चम्चा लिए वह बहन के पास आ गयी और उसे धीरे-धीरे पानी पिलाने लगा। बीच-बीच में एक-आध चम्मच वह ख़ुद भी पीता रहा।

"भूख लगी है?" उसने निहायत मोहब्बत से सूबिया से पूछा तो उस ने नफ़ी[3] में सर हिला दिया।

सुबह जब दरवाज़े की घण्टी सुन कर सोनू बेबसी से पलट आया था। उस वक़्त मिस्टर भसीन के हां फिर अमान ने टेलीफोन किया था और फिर मिसेज़ भसीन ने अपनी जुज़वक़्ती मुलाज़िमा को ऊपर रवाना किया था जो लगातार तीन-चार घंटियां बजा कर लौट आयी थी।

सूबिया ड्राइंग रुम के सोफ़े पर निढाल पड़ी थी।

सोनू ज़िम्मेदार भाई की तरह उसके क़रीब बैठा था। बीच-बीच में दोनों ऊंघ लेते शायद मुसलसल नक़ाहत[4] या रात भर घुटी हुई आलूदह[5] फ़ज़ा में रहने के बाअस[6]।

कभी-कभी सोनू सर घुमा कर चोर नज़रों से बेडरुम की तरफ़ देखता और जल्दी से चेहरा दूसरी तरफ़ फेर लेता। वक़्फ़े-वक़्फ़े से आंसू बह निकलते थे।

इस बार सूबिया जागी तो फिर रोने लगी।

1. कमज़ोर 2. भयभीत 3. नकार 4. कमज़ोरी 5. प्रदूषित 6. कारण

ہوئی ممی جیسی کوئی چیز جیسے دب کر پھیل گئی ہے بند آنکھیں جیسے بڑے بڑے ابھرے ہوئے۔ دائروں میں دھنسی پڑی تھیں۔ اس چیز کے ہاتھ پاؤں اور چہرہ جانے کس رنگ کے تھے ......دوسرے ہی پل اس نے منہ دوسری طرف موڑا اور پوری طاقت لگا کر ڈرائنگ روم کی طرف بھاگا۔ اس کا چہرہ خوف سے سفید ہو گیا تھا۔ بدن پسینہ پسینہ ہو رہا تھا۔

شاید وہ ایک زور دار چیخ مار کر بے ہوش ہو جاتا مگر بخار میں چپ چاپ لیٹی ہوئی بہن نے اس کے حواس کو قابو میں رکھا۔ چیخ اس کے ننھے سے سینے میں گھٹ کر رہ گئی۔

وہ بہن کے پاس چلا گیا اور باچھیں کھول کر مسکرانے لگا تو اس کے سوکھے سوکھے لب پیلے ہو رہے تھے۔

'بسکٹ۔ لایا۔ ہوں' وہ تھرتھراتی ہوئی آواز میں بولا۔

''کھائے گی۔'' وہ پیار سے پوچھنے لگا۔ اور ثوبیہ ٹکر ٹکر بھائی کو دیکھتی رہی۔

"दूध पियेगी सूबी ?" उसने आवाज़ में प्यार भर कर कहा।

"मगर दूध तो है ही नहीं ! अच्छा ठहर जा मैं कुछ और देखता हूँ।" सूबिया ने कुछ न कहा। उसे खुद भी भूख लगी थी।

वह तेज़-तेज़ क़दम उठाता हुआ बावर्ची ख़ाने की तरफ़ गया और प्लास्टिक की मेज खींच कर नेमत ख़ाने की अलमारी के ठीक नीचे तक ले गया।

बिस्कुट का डिब्बा लेकर जब वह ख़्वाबगाह के बाहर से गुज़रा तो उसने बेइख़्तेयार सा होकर अन्दर निगाह दौड़ाई हालांके वह वहां से सीधा ड्राइंग रुम में भाग आना चाहता था। क्योंकि उसे पता था अन्दर उसकी मम्मी नहीं। पता नहीं कौन है और क्या है ? उसने देखा के बेड पर पड़ी हुई मम्मी जैसी कोई चीज़, जैसे दब कर फैल गई है। बन्द आंखें जैसे बड़े-बड़े उभरे हुए दायरों में धसी पड़ी थीं। उस चीज़ के हाथ पांव और चेहरा जाने किस रंग के थे......।

दूसरे ही पल उसने मुंह दूसरी तरफ़ मोड़ा और पूरी ताक़त लगा कर ड्राइंग रुम की तरफ़ भागा। उस का चेहरा ख़ौफ़ से सफेद हो गया था। बदन पसीना-पसीना हो रहा था।

शायद वह एक ज़ोरदार चीख़ मार कर बेहोश हो जाता मगर बुख़ार में चुप-चाप लेटी हुई बहन ने उस के हवास[1] को क़ाबू में रखा। चीख़ उसके नन्हे से सीने में घुट कर रह गयी।

वह बहन के पास चला गया और बांछें खोल कर मुस्कराने लगा तो उस के सूखे-सूखे लब पीले हो रहे थे।

"बिस्कुट लाया हूँ" वह थर-थराती आवाज़ में बोला।

"खायेगी" वह प्यार से पूछने लगा और सूबिया टुकुर-टुकुर भाई को देखती रही।

---

1. होश